سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آسان، مستند اور عام فہم

سیرتِ پاک

تحریر و ترتیب

مولانا محمد اسلم قاسمی ایم اے

صاحبزادہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

سرورِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں

سب سے آسان، مستند اور عام فہم سیرت النبیؐ

سیرتِ پاکؐ

از

جناب مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب

صاحبزادہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی

اِدارہ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

پہلی بار عکسی طباعت ـــــــ ۱۴۰۲ھ

باہتمام ـــــــ اشرف برادران (سلمہم الرحمٰن)

ناشر ـــــــ اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

طباعت ـــــــ اصغر اقبال پرنٹنگ پریس

کتابت ـــــــ مشتاق احمد

قیمت مجلّد ـــــــ

اِدارہ اِسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ ــــ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۲۴۳۳۱۲، فیکس ۹۲-۴۲-۷۲۳۷۸۵

★ ــــ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ــــ ۷۲۳۹۹۱ - ۷۳۵۲۲۵۵

★ ــــ ــــ موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۲۷۲۲۴۰۱

ملنے کے پتے

اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور

دارالاشاعت، اردو بازار۔ کراچی نمبر ۱

ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم۔ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

سیرتِ پاک ﷺ ایک نظر میں

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امابعد

رحمتِ دو عالم احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کے مستند احوال پر مشتمل یہ مبارک تصنیف آپ کے سامنے پیشِ خدمت ہے، جس میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک زندگی کے تمام گوشے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ پیغمبرِ پاکؐ کی سیرت یعنی رفتار و گفتار، اخلاق و عادات، معاملات و غزوات، غرض آپؐ کی تمام سیاسی، سماجی، معاشرتی و اخلاقی حیات طیّبہ سے پوری واقفیت ہو سکے۔

یہ کتاب دورِ حاضر کے نامور خطیب، محقق، عالم اور مشہور بزرگ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادہ محترم جناب مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب ایم اے فاضل دارالعلوم دیوبند کی تحریر فرمودہ ہے جو عام پڑھے لکھوں کے لیے انھوں نے بہت آسان زبان میں مستند حوالوں کے ساتھ تحریر کی ہے۔

پہلے یہ کتاب انڈیا میں طبع ہوئی، وہاں تمام دینی و علمی حلقوں نے اس کوشش کو سراہا اور اُسے قبولیتِ عامہ نصیب ہوئی۔ اب مصنف کی خصوصی اجازت کے ساتھ یہ کتاب پاکستان میں طبع کی جا رہی ہے۔

اُمید ہے یہ کتاب سیرت النبیؐ پر تحریر کی جانے والی کتابوں میں ایک اہم

ضرورت کو پورا کرے گی۔ ناظرین سے التماس ہے کہ اس کتاب سے استفادہ
کے وقت مصنف اور ناشر کو بھی اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

والسلام
اشرف برادران (سلمہم الرحمٰن) ادارۂ اسلامیات
لاہور

گذارش

اب سے تقریباً تین سال قبل سیرت کے عنوان پر ایک مصری تصنیف دیکھنے کا اتفاق ہُوا جو بطورِ خاص بچوں کے لیے ایک مفصّل سلسلے کی صورت میں مرتب کی گئی ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ ان حیثیتوں سے اپنی انفرادی خصوصیت رکھتا تھا کہ ایک تو اس کو بچّوں کی نفسیات اور ذہنوں سے قریب تر ہو کر ترتیب دیا گیا اور دُوسرے اس میں تفصیل کے ساتھ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاکیزہ کو سامنے لایا گیا اس لیے قُدرتی طور پر بچّوں کے واسطے زیادہ مؤثر اور پُر افادہ تھا۔ اسی بنا پر ابتداءً میں نے اس پُورے سلسلے کا اُردُو ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ اُردُو میں میرے علم کے مطابق اس قدر تفصیل سے سیرت پر کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو بچّوں کی نفسیات کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہو اور جسے پڑھنے کے بعد بچے اپنے پیغمبر کی حیاتِ مقدسہ کے تمام گوشوں پر بالتفصیل مطلع ہو سکیں۔ سیرت کے موضوع پر اُردُو میں بہت سی ایسی کتابیں موجود ہیں جو بچوں کے لیے ترتیب دی گئی ہیں اور وہ اپنی اپنی جگہ پر نہایت پُر افادہ ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُردُو لٹریچر میں مستقبل کے ان مسلم مفکروں اور عالموں، سیاستدانوں اور سائنس دانوں کے لیے سرورِ عالم صلعم کی مُبارک و مقدس حیات پر کوئی ایسی تالیف نہیں ہے جس سے وہ آپ کی حیاتِ پاک کے دینی و تبلیغی، عباداتی و اخلاقی، سیاسی و سماجی اور خانگی اور بیرونی گوشوں سے تفصیل کے ساتھ متعارف ہو سکیں اور اس کا مطالعہ نفسیاتی پہلوؤں سے اُن کے ذہن و قلب کو اتنا متاثر کر دے کہ آئندہ ان کی ذمہ دارانہ زندگیوں میں وہ تفصیلی نقش اُن کے اخلاق و کردار اور رفتار و گفتار کے لیے ایک بہترین معلّم اور راہنما ثابت ہو سکے۔ اس لیے کہ ایک مقصد یا

واقعہ کا تفصیلی خاکہ اور اُس کے دلچسپ طرزِ ادا کا ذہنوں سے نفسیاتی قرب و قلوب میں جس قدر جلد مرتسم ہو جاتا ہے اُتنا اس کا اجمال و اختصار اور اشاراتی اظہار و بیان نہیں ہوتا۔

یہی ایک وجہ تھی جس سے متاثر ہو کر میں نے ابتداءً اس مصری سلسلے کا اُردو ترجمہ کرنا چاہا۔ یہ سلسلہ اگرچہ کافی تفصیلی تھا مگر اس کے مطالعہ اور کچھ حصے کا ترجمہ کرنے کے بعد اندازہ ہُوا کہ اس میں بھی مؤلف نے اپنے اوپر بعض ایسی ترتیبی پابندیاں عائد کر لی ہیں جن کے تحت بہت سے ایسے واقعات کا اختصار کرنا پڑا جن کی تفصیل زیادہ مفید اور سودمند ہوتی۔ چنانچہ اس تاثر کے بعد میں نے ترجمے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ خیال کیا کہ صرف اس مفید انداز کو اختیار کر کے میں اپنے ذہن کے مطابق ایک نیا "سلسلہ" ترتیب دوں۔

یہ تصوّر ہی مجھ جیسے بے مایہ انسان کے لیے بڑا صبر آزما تھا کہ سرورِ عالم صلعم کی حیاتِ مقدسہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کروں لیکن ایک تو اپنے بزرگوں کی حوصلہ افزا موجودگی کے بھروسہ پر اور دُوسرے صرف اس آس پر کہ جس مقدّس و معظّم ذات کی طرف میری یہ محنت منسوب ہے اسی ذاتِ اقدس کے طفیل شاید میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے، بنامِ خدا میں نے ایک نئے سلسلے کی ترتیب کا آغاز کر دیا۔

آج میرے لیے زبردست مقامِ مسرت ہے کہ اپنی حسبِ استطاعت ایک طویل محنت و جانفشانی کے بعد "یہ سلسلہ" مکمل ہو کر اب کتابت و طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے جو بچوں کے علاوہ کم تعلیم والے لوگوں کے لیے بھی انشاء اللہ اسی قدر مفید ثابت ہوگا۔ میں نے اس ترتیب کے سلسلہ میں سیرت کی مستند کتابوں سے واقعات و تفصیلات اخذ کی ہیں اور ہر باب کے آخر میں اُن تمام کُتب کے نام دیدیئے ہیں جن سے متعلقہ باب کے واقعات ماخوذ ہیں۔

باوجودیکہ مستند کُتبِ سیرت اس سلسلے کا مآخذ ہیں تاہم میری بے بضاعتی کے پیشِ نظر اس بات کا امکان ہے کہ واقعات کی تخریج میں مجھ سے کہیں لغزش ہوئی ہو اس لیے اہلِ علم حضرات سے معافی کے بعد ملتمس ہوں کہ وہ مجھے ہدفِ تنقید بنانے کے بجائے بطور اصلاح ان اغلاط پر مطلع فرمائیں۔

محمد اسلم رمزی قاسمی
(فاضل دیوبند)

besturdubooks.wordpress.com

ولادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

مکہ شہر اب سے تقریباً چار ہزار ایک سو سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ نے آباد کیا تھا۔ یہی شہر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یہ ایک ایسا علاقہ تھا جہاں دور دور تک نہ کہیں آبادی تھی اور نہ پانی اور نہ سبزہ کا نشان۔ مگر خدا تعالےٰ کو اس زمین کا مرتبہ ساری دُنیا سے بڑھانا تھا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے جب اس زمین کو آباد کرنے کا ارادہ کیا تو اُس نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے دُودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس میدان میں پہنچا دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کے اس حکم پر سر جُھکا دیا اور اپنی بیوی اور بچے کو اس ویران اور چٹیل میدان میں پہنچا کر آ گئے۔ حضرت ہاجرہ یہاں حیران و پریشان پھر رہی تھیں، ان کی گود میں بچہ بھُوک اور پیاس سے تڑپ رہا تھا کہ خداوند کریم نے وہاں اپنے فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ جس جگہ آج بیت اللہ شریف ہے حضرت جبرئیلؑ نے اُس کے قریب آکر زمین پر اپنے پاؤں کی ایڑی ماری اور خدا تعالےٰ کے حکم سے وہاں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ یہی وہ چشمہ ہے جو زمزم کا کُنواں کہلاتا ہے۔ اس طرح خُدا تعالےٰ نے اس خُشک اور بنجر علاقے میں پانی جاری کر دیا اور حضرت ہاجرہ صبر و سکون کے ساتھ یہاں تنہا رہنے لگیں۔

یہاں پانی دیکھ کر پرندے آنے شروع ہو گئے اور ہر وقت اُن کے جھنڈ اُڑنے لگے۔ اتفاق سے اُس زمانے میں یہاں سے ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ یہ قبیلہ بنی جُرہم کا تھا جو پانی کی تلاش میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ اُنہوں نے پہاڑوں پر پرندوں کے جُھنڈ

اُڑتے دیکھے تو وہ سمجھ گئے کہ یہاں کہیں پانی موجود ہے اور پھر ڈھونڈتے ہوئے وہ کنوئیں کے پاس آپہنچے۔ یہاں اُنہوں نے دیکھا کہ ایک تنہا عورت اپنے بچّے کو لیے بیٹھی ہے۔ اُن لوگوں نے حضرت ہاجرہ کے پاس آکر اُن سے وہاں رہنے اور پانی استعمال کرنے کی اجازت مانگی۔

حضرت ہاجرہ اپنی تنہائی سے گھبراتی تھیں، اُنہوں نے اس قافلے کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح یہاں حضرت ہاجرہ کے بعد پہلی آبادی قبیلہ جُرہُم کی ہوئی۔ اس کے بعد یہاں آہستہ آہستہ اور لوگ بھی آکر بسنے لگے اور دیکھتے دیکھتے یہ سرزمین جس کو اُس وقت "تہامہ" کہتے تھے ایک چھوٹی سی بستی بن گئی۔

حضرت ہاجرہ کو یہاں رہتے ہوئے پندرہ سال گزر گئے۔ اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر بھی پندرہ سال ہو گئی تھی کہ ایک روز حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماعیل نے اپنی والدہ کو زمزم کے کنوئیں کے قریب ہی ایک جگہ دفن کر دیا۔

حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مکّہ آئے۔ خدائے پاک نے اُن کو حکم دیا تھا کہ اس بستی میں کعبہ تیار کریں جو خُدا کا گھر کہلائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے سے ملے تو ان سے یہ بات بتائی کہ مجھے خدائے پاک نے حکم دیا ہے کہ مَیں یہاں ایک گھر بناؤں جہاں لوگ خدائے تعالےٰ کی عبادت کیا کریں۔ تم اس کام میں میرا ہاتھ بٹانا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیواریں چُننے کے لیے وہ جگہ بتائی جہاں آج تک بیت اللہ شریف موجود ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً باپ کا حکم مانا اور تعمیر کے لیے پتھر وغیرہ اکٹھے کرنے شروع کر دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیواریں بنانی شروع کر دیں۔ اس طرح کچھ عرصہ کے بعد کعبہ تعمیر ہو گیا جہاں لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالےٰ کے برگزیدہ رسول تھے اور تمام عمر لوگوں کو خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے اور سیدھے راستے پر چلنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنا نبی بنایا اور اُنھوں نے لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ اس طرح مکّے میں حضرت اسماعیلؑ کا سچّا مذہب پھیلنے لگا۔ خدائے پاک نے لوگوں کے دلوں میں اپنے پاک گھر کی عزت اور محبت ڈال دی اور دُور دُور تک اس کی شُہرت بڑھ گئی۔ آخر سو سال تک لوگوں کو تبلیغ کرنے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی وفات پا گئے۔ آپ کی شادی مکّے ہی میں ہوئی تھی اور یہیں آپ کی اولاد بھی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ کی نسل بہت زیادہ بڑھ گئی تو اُن میں کچھ لوگ دُوسرے شہروں میں جا کر بس گئے۔ (ابن خلدون)

مکّے والوں میں بیت اللہ شریف کے انتظامات کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ بیت اللہ کے انتظامات کو "تولیت کعبہ" کہتے ہیں۔ جو خاندان کعبے کا متولّی ہوتا تھا اسی کے پاس کعبے کی چابیاں رہتی تھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولادیں اکثر لوگ ایک خدا کو مانتے تھے اور اسی آسمانی دین پر چلتے تھے جسے حضرت اسماعیلؑ لے کر آئے تھے۔ لیکن پھر وقت گزرنے کے ساتھ اس دین میں نئی نئی باتیں بڑھنے لگیں۔ بیت اللہ شریف کے قریب جو پتھر لگے ہوئے تھے لوگ کعبہ کی وجہ سے اُن کی بھی عزت کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ عزت اتنی بڑھی کہ وہ ان میں سے ایک دو پتھر اپنے ساتھ رکھنے لگے اور بنی اسماعیل یعنی حضرت اسماعیل کی نسل کے جو لوگ دُوسرے شہروں میں رہتے تھے وہ سب ان میں سے ایک ایک پتھر اپنے ساتھ لے گئے اور

اُن کی بھی اتنی ہی عزت کرنے لگے جتنی بیت اللہ اور حجرِ اسود کی کرتے تھے (حجرِ اسود وہ کالا پتھر ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیوار میں لگایا تھا) پھر ان کی اولاد نے ان پتھروں کی عزت اپنے باپ دادا سے بھی زیادہ کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ مکّے آکر کعبہ کا طواف کرنے کے بجائے ان ہی پتھروں کے گرد گھومنے لگے۔
ہوتے ہوتے یہ عزت اتنی بڑھی کہ عرب والوں نے ان ہی پتھروں کو پُوجنا اور اُن سے دُعائیں مانگنا شروع کر دیا۔ اُنھوں نے ان پتھروں کو گھڑ کر طرح طرح کی تصویریں بنالیں۔ اس طرح عرب میں پھر بُت پرستی شروع ہو گئی اور لوگ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو بُھلا بیٹھے۔

مگر مکّے میں ابھی تک کوئی بُت نہیں آیا تھا یہاں جس شخص نے بُت پرستی پھیلائی وہ عمرو ابن لحئی تھا۔ عمرو اپنے زمانے میں مکّے کا سردار تھا۔ یہ ایک دفعہ اپنا علاج کروانے شام گیا جہاں اُس نے دیکھا کہ لوگ پتھروں کی تصویروں کو پُوجتے ہیں۔ عمرو کو یہ طریقہ بہت پسند آیا اور یہ وہاں سے ایک بُت مانگ کر مکّے لے آیا اور اُسے بیت اللہ میں رکھ دیا اُس بُت کا نام ہُبل تھا۔ پھر عمرو جدّہ جا کر وہاں سے بھی کچھ بُت اُٹھا لایا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ اُن کی پُوجا کیا کریں۔ مکّے میں ہر سال عرب کے لوگ حج کرنے آیا کرتے تھے اس لیے جلد ہی ان بُتوں کی شہرت ہو گئی اور لوگ اُن سے منتیں ماننے لگے۔

عرب میں سینکڑوں قبیلے تھے۔ چنانچہ اب ہر قبیلے نے اپنا الگ الگ بُت بنالیا تھا جو قبیلے مشہور اور بڑے تھے اُن کے بُت بھی مشہور اور بڑے تھے۔ مکّہ کا سب سے بڑا قبیلہ "قریش" تھا ان کے بُت ہُبل اور عزیٰ تھے۔ دُوسرا طائف کا قبیلہ "ثقیف" تھا اس کے بُت کا نام "لات" تھا۔ ان کے علاوہ دُوسرے مشہور بُت "اساف" اور "نائلہ" اور "منات" وغیرہ تھے۔ اس طرح اب خدا تعالےٰ

کا وہ پاک گھر بُتوں کا اڈا بن چکا تھا۔

اسی طرح مہینے، سال اور صدیاں گزرتی رہیں۔ مکّے کے لوگوں کا ذہن اب بدل چکا تھا۔ اب وہ کھُلم کھُلا بُتوں کو پُوجتے تھے مگر پھر بھی اُن کے دلوں میں بیت اللہ کی وہی عزت تھی جو اُن کے باپ دادا کے زمانے میں تھی اور وہ اُن ہی کی طرح کعبہ کا طواف کرتے۔ ہر سال مکّے میں دُور دور سے حاجی آتے اور حج کرتے تھے۔ پھر ساتھ ہی وہ کعبہ میں رکھے ہُوئے بُتوں کو پُوجتے تھے۔ کعبہ کے اسی احترام کی وجہ سے مکّے والے پکّے اور اُونچے مکان نہیں بناتے تھے۔ وہ اس کو بہت گُناہ سمجھتے تھے کہ اُن کے مکان کعبے سے اُونچے یا اس کے برابر ہوں۔

کعبہ کی تولیت اور مکّے کی سرداری مختلف قبیلوں کے ہاتھوں میں پہنچتی رہی۔ سب سے پہلے یہ بنی اسماعیل کے پاس رہی۔ پھر بنی جُرہُم نے لڑ بھڑ کر ان سے یہ تولیت چھین لی۔ ایک زمانے تک یہ سرداری اُن کے پاس رہی اس کے بعد عمالقہ کے ہاتھوں میں ہوتی ہُوئی بنو خزاعہ کے قبضے میں آگئی۔ اب بیت اللہ کی کُنجی اُن ہی کے پاس رہتی تھی۔

بیت اللہ کی بعض مخصوص خدمتیں اور عہدے تھے جو مکّہ والوں میں بہت اہم سمجھے جاتے تھے۔ جس کو اُن میں سے کوئی خدمت مل جاتی تھی وہ اس کو اپنی بڑی خوش نصیبی سمجھتا تھا۔ ان خدمتوں کو عربی میں "مناصب" کہتے ہیں اور ایک خدمت کو "منصب" کہتے ہیں۔ ان مناصب میں سے ایک کا نام "منصب سقایہ" تھا۔ اس کے ذریعہ حاجیوں کے لیے ٹھنڈے پانی کا انتظام ہوتا تھا۔ اس کی ضرورت اس لیے پڑی تھی کہ اب زمزم کا کنواں بند ہو گیا تھا۔ یہ کنواں بنو جرہم نے پاٹ دیا تھا کیونکہ جب بنو خزاعہ نے بنو جُرہُم سے مکّے کی سرداری چھینی تو یہ مکّے سے بھاگتے وقت بیت اللہ کا قیمتی سامان چُپکے سے اس کُنوئیں میں بھر کر اس کو مٹّی سے پاٹ گئے تھے۔

اب مکّے میں پانی کی بڑی مشکل ہوگئی تھی لوگوں کو مکّے کے باہر سے پانی لانا پڑتا تھا۔ جب حاجی آتے تھے تو پانی کی زیادہ ضرورت پڑتی تھی۔ اس لیے یہ خدمت کسی قبیلہ کے ایک آدمی کے پاس رہتی تھی اسی طرح کسی قبیلہ کے پاس کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں جب حاجی کعبہ کے اندر جانا چاہتے تھے تو وہ اس سے اجازت لیتے تھے۔ وہی کعبہ کو کھولتا بند کرتا تھا۔ اس خدمت کا نام "منصب حجابہ" تھا تیسرا "منصب رفادہ تھا۔ اس کے ذریعے حاجیوں کے واسطے کھانے کا انتظام ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ دُوسری خدمتیں بھی تھیں۔ جن کو مکّے والے بہت زیادہ مقدس سمجھتے تھے۔

آخر صدیوں کے بعد بنی اسماعیل میں ایک شخص قصی ابن کلاب پیدا ہُوا۔ اُس نے بنو خزاعہ سے لڑ بھڑ کر مکّے کی سرداری چھین لی اور اس طرح اُس نے کعبہ کی ساری خدمتیں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ قصی نے مکّے کو خوب ترقی دی۔ اُس نے سب سے پہلے مکّے میں ایک بڑی عمارت بنوائی جس کا نام "دارالندوہ " رکھا۔ اس سے پہلے مکّے میں کوئی پکی عمارت نہیں تھی بلکہ سب خیموں میں رہتے تھے۔ قصی نے یہ عمارت بنوائی تاکہ یہاں مکّے کے سرداروں کی مجلسیں اور مشورے ہُوا کریں۔ اس کے بعد قصی نے دُوسرے لوگوں کو بھی پکّے مکان بنانے کی اجازت دے دی۔ ابھی تک جو حاجی مکّے آتے تھے وہ اپنے خرچ سے کھانا کھاتے تھے۔ قصی نے اس طریقہ کو ختم کر دیا اور اس نے اپنے قبیلہ قریش پر ٹیکس لگایا تاکہ اس پیسے سے حاجیوں کو کھانا دیا جائے۔

یہ پہلا ٹیکس ہے جو قصی نے مکّے میں ایجاد کیا۔ قصی قبیلہ قریش کا تھا۔ اُس نے مکّے کو خوب ترقی دی اس سے پُورے قبیلہ قریش کی سارے عرب میں عزت اور شہرت بڑھ گئی۔

(ابن خلدون)

۳

قصی ابن کلاب کے چار بیٹے تھے اُن میں سب سے بڑے کا نام عبدالدار تھا اور اس سے چھوٹے کا نام عبد مناف تھا۔ جب قصی بُوڑھا ہو گیا تو اُس نے کعبے کے سارے مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دے دیئے۔ لیکن کچھ مُدت کے بعد عبدالدار اور عبد مناف کی اولاد نے یہ عُہدے آپس میں بانٹ لیے۔ اس طرح "منصب سقایہ" اور "منصب رفادہ" (کھانے اور پانی کے عہدے) بنی عبد مناف کے حصّہ میں آ گئے اور "منصب حجابہ" (کعبہ کی زیارت کرانے کا عہدہ) اور "منصب لواء حرب" (جنگ کے میدان میں جھنڈا اُٹھانے کا عہدہ) بنی عبدالدار کے پاس رہے۔ عبد مناف کے بڑے لڑکے کا نام عبدشمس تھا۔ بنی عبد مناف کی سرداری اور یہ دونوں عُہدے اسی کو ملے۔ مگر بعد میں یہ سرداری عبدشمس کے چھوٹے بھائی ہاشم کے پاس آ گئی۔

ہاشم حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا تھے۔ یہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بزرگ، نیک اور عقلمند سمجھے جاتے تھے۔ ان کی شرافت اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ اُنہوں نے مکّے کو بہت ترقّی دی۔ دُوسرے مُلکوں سے تجارتی معاہدے کئے اور مکّے کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ ہاشم نے ایک قانون یہ بنایا کہ مکّے سے ہر سال دو بڑے تجارتی قافلے جایا کریں۔ ایک قافلہ سردیوں کے موسم میں جائے جو یمن کا رُخ کرے اور دُوسرا قافلہ گرمیوں کے موسم میں روانہ ہو جو شام کو جایا کرے۔ اس سے مکّے کی تجارت کو زبردست فائدہ ہُوا اور سب لوگ خوشحال ہو گئے۔

ہاشم نے اپنی شادی یثرب کی ایک لڑکی سلمٰی بنت عمرو سے کی۔ سلمٰی یثرب کے قبیلہ بنی نجار کی لڑکی تھی اور اپنی دولت اور سمجھداری کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ ہاشم کو پسند آئی اور وہ اس سے شادی کر کے اُسے مکّے لے آئے۔ کچھ عرصہ کے

بعد سلمیٰ اُمید سے ہوگئی۔ جب پیدائش کے دن قریب آگئے تو ہاشم نے اپنی بیوی کو اُن کے میکے (یثرب) پہنچا دیا۔ اس کے بعد ہاشم خود تجارت کے لیے شام چلے گئے مگر وہیں ایک جگہ غزہ میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ ادھر سلمیٰ کے یہاں بچہ پیدا ہُوا جس کا نام اُس نے شیبہ رکھا۔ ہاشم کے انتقال کے بعد سلمیٰ واپس مکّے نہیں گئی بلکہ اپنے بچّے کے ساتھ یثرب (مدینے) ہی میں رہنے لگی۔

ہاشم کے انتقال کے بعد مکّے میں "منصب سقایہ" اور "منصب رفادہ" مطلب کو مل گئے۔ یہ ہاشم کے چھوٹے بھائی تھے۔ ہاشم کے انتقال کو چھ سات سال گزر گئے مطلب کو اس عرصے میں اپنے بھتیجے شیبہ کا خیال ہی نہیں آیا مگر ایک دن اچانک انہیں بھتیجے کی یاد آئی اور وہ اس کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوگئے۔ وہ فوراً مدینہ کو روانہ ہوگئے اور سیدھے سلمیٰ کے پاس پہنچے۔ مطلب نے سلمیٰ سے اپنے بھتیجے کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی۔ سلمیٰ کا یہ اکلوتا اور چہیتا بچہ تھا اس لیے اُس نے بھیجنے سے انکار کر دیا۔ لیکن مطلب برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ سلمیٰ تیار ہوگئی۔ مطلب اسی وقت شیبہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا کر مکّے کو روانہ ہوگئے۔ جب مطلب مکّے میں داخل ہُوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا مطلب کے ساتھ اُونٹ پر بیٹھا ہُوا ہے۔ مکّے والوں نے شیبہ کو کبھی دیکھا نہیں تھا اس لیے وہ سمجھے کہ مطلب اپنے لیے کوئی غلام خرید کر لائے ہیں یہ سمجھ کر لوگوں نے ایک دم پکارنا شروع کر دیا۔

"عبدالمطلب ...... عبدالمطلب ...... مطلب کا غلام! مطلب کا غلام!

مطلب نے فوراً لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا شیبہ ہے میں اسے مدینہ سے لے کر آیا ہوں۔ اس طرح لوگوں کو شیبہ کی اصلیت تو معلوم ہوگئی مگر اُن کا یہ نام کچھ ایسا چلا کہ شیبہ اسی نام سے مشہور ہوگئے یہاں تک کہ لوگ ان کا اصل نام بالکل ہی بھُول گئے۔

(تاریخ طبری و ابن ہشام)

۴

مطلب کے انتقال کے بعد منصب رفادہ اور منصب سقایہ کے متولی عبدالمطلب بن گئے۔ کیونکہ یہ ہاشم کے بیٹے تھے اور اصل میں یہ اُنہی کا حق تھا۔ عبدالمطلب ہاشم کی طرح بہت نیک اور سخی تھے وہ کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

مکّے والوں کو پانی کی بہت تکلیف تھی کیونکہ جب سے زمزم کا کنُواں بند ہُوا تھا اُس وقت سے مکّے میں کوئی کنُواں نہیں رہا تھا۔ یہ کنواں عبدالمطلب کے زمانے سے سینکڑوں سال پہلے بنی جُرہُم پاٹ گئے تھے اور اب لوگ یہ بھی بھُول گئے تھے کہ کبھی یہاں کوئی کنواں بھی تھا۔ ایک رات عبدالمطلب نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو پُکار پُکار کر اُن سے کہہ رہا ہے۔

"زمزم کا کنواں کھود ڈالو!"

عبدالمطلب نے اس آدمی سے پُوچھا:-

"زمزم کیا ہے؟"

اُس نے بتایا کہ یہ ایک کنواں ہے جو فلاں جگہ پر ہے اور صُبح کو تمہیں اس جگہ ایک کوّا ٹھونگیں مارتا ہُوا نظر آئے گا۔ صُبح ہوتے ہی عبدالمطلب حرم میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں سچ مچ ایک کوّا زمین کرید رہا تھا۔ اب عبدالمطلب نے فیصلہ کر لیا کہ وہ یہ کنواں ضرور کھودیں گے۔ مگر جب اُنہوں نے قریش سے اس کا ذکر کیا تو وہ خود بھی کھودنے پر تیار نہیں ہوئے اور عبدالمطلب کو بھی منع کرنے لگے مگر عبدالمطلب فیصلہ کر چکے تھے کہ یہ کنواں ضرور کھودنا ہے۔ اس وقت تک عبدالمطلب کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا۔ عبدالمطلب کو اس وقت یہ خیال ہُوا کہ اگر میرے کئی بیٹے ہوتے تو آج مجھے کسی دُوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی اسی لیے

اُنھوں نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی :۔

" یا اللہ ! اگر تُو مجھے دس بیٹے دے دے جو بڑے ہو کر میرے کاموں میں میرا ہاتھ بٹائیں تو مَیں اُن میں سے ایک کو تیرے نام پر قربان کر دوں گا "

اس کے بعد اُنھوں نے اپنے بیٹے حارث کے ساتھ زمزم کا کنواں کھود ڈالا۔ اس کنوئیں میں سے سونے کا کچھ سامان نکلا اس سے عبدالمطلب نے کعبہ کو سجایا۔ ادھر اُنھوں نے زمزم کے پاس ایک حوض بنوایا تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ اس میں سے پانی لے لیا کریں۔

خداوند کریم نے عبدالمطلب کی دُعا قبول فرما لی اور اُن کو دس بیٹے عطا فرمائے۔ جب سب بیٹے جوان ہو گئے تو عبدالمطلب کو اپنی قسم پُوری کرنے کا خیال آیا یعنی ایک بیٹے کو خدا تعالےٰ کے نام پر ذبح کرنے کا۔ عبدالمطلب نے قسم پُوری کرنے کا فیصلہ کر لیا اور سب بیٹوں کے نام کا قرعہ ڈالا۔ اس قرعہ میں قربانی کے لیے عبداللہ کا نام آیا۔

یہ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور یہی عبداللہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے۔ جناب عبداللہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ خُوب صُورت، نیک اور سمجھدار تھے۔ سارے قبیلے میں اُن کی خُوب صُورتی کے چرچے تھے۔ ہر گھرانہ ان کو اپنا داماد بنانا چاہتا تھا اور ہر لڑکی اُن کو اپنا شوہر بنانا چاہتی تھی۔ مگر اچانک لوگوں کو معلوم ہُوا کہ عبدالمطلب نے اپنے دس بیٹوں میں سے ایک کو قربان کرنے کی قسم کھائی تھی اور اب اس قربانی کے لیے عبداللہ کا نام آ گیا ہے۔ جناب عبداللہ سے ہر شخص کو محبّت تھی اور کوئی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس طرح ذبح کر دیئے جائیں۔ اس لیے لوگ آکر عبدالمطلب کو اس سے روکنے لگے مگر عبدالمطلب قسم پُوری کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

آخر عبدالمطلب کے پاس ایک رئیس مغیرہ آیا اور اس نے مشورہ دیا کہ تُم

اپنی قسم پوری کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ کسی کاہن یا نجومی سے پوچھو۔ اس زمانے میں یثرب میں ایک بہت مشہور کاہنہ عورت تھی۔ مغیرہ نے عبدالمطلب سے اسی کے پاس جانے کے لیے کہا۔ یہ بات عبدالمطلب کی سمجھ میں آگئی اور وہ فوراً اس عورت سے جا کر ملے اس نے ساری بات سُن کر کہا۔

"تمہارے یہاں کتنی دیت (یعنی جان کی قیمت) کا رواج ہے؟"

عبدالمطلب نے کہا "ہم جان کے بدلے میں دس اُونٹ دیتے ہیں"

کاہنہ نے کہا :-

"تب تم دس اُونٹوں کا اور بیٹے کے نام کا قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ اُونٹوں کے نام نکل آئے تو اُونٹ ذبح کرنا ورنہ بیس اُونٹوں کا قرعہ ڈالنا۔ اس طرح جب تک اُونٹوں کے نام کا قرعہ نہ نکلے تو تم ہر مرتبہ قرعہ میں دس اُونٹ بڑھاتے رہنا۔ جب قرعہ اونٹوں پر نکل آئے تو بیٹے کے بدلے وہ سب اونٹ ذبح کر دینا۔

عبدالمطلب نے مکے آکر قرعہ ڈالا۔ پہلی دفعہ اونٹوں پر قرعہ نہیں ڈالا تو اُنھوں نے دس اُونٹ بڑھا دیئے اور پھر بیس پر قرعہ ڈالا۔ پھر بھی اُونٹوں پر قرعہ نہیں آیا۔ اس طرح عبدالمطلب اُونٹوں کی تعداد بڑھاتے رہے اور قرعہ ڈالتے رہے۔ آخر جب سو اُونٹ ہو گئے تو قرعہ اُونٹوں پر ہی نکل آیا۔ یہ دیکھ کر سب نے عبدالمطلب کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے بیٹے کے بدلے سَو اُونٹ ذبح کر کے اپنی قسم پوری کی۔ (ابن ہشام و تاریخ طبری)

جناب عبداللہ کی خُوب صورتی اور ذہانت کی وجہ سے قریش کا ہر گھرانہ اُن کو اپنا داماد بنانا چاہتا تھا۔ مگر خدائے پاک جناب عبداللہ کی دُلہن منتخب فرما چکا

تھا جو سارے مکّہ میں اپنے حُسن اور شرافت میں ایک ہی ایک تھیں۔ اس لیے کہ ان ماں باپ کے ذریعہ دُنیا میں ایک ایسی مقدّس ہستی آنے والی تھی جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یہ سارا عالم پیدا فرمایا ہے۔

عبدالمطلب نے ابھی تک کہیں جناب عبداللہ کا رشتہ منظور نہیں کیا تھا۔ اسی زمانے میں اُنھیں یمن کا سفر پیش آیا۔ عبدالمطلب یمن میں جس آدمی کے یہاں ٹھہرے وہ یہودیوں کا ایک بڑا عالم تھا ایک دن وہ عبدالمطلب سے کہنے لگے:

"اے ابن ہاشم! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے بدن کا کچھ حصّہ دیکھنا چاہتا ہوں"

عبدالمطلب کو بہت تعجب ہوا مگر اُنھوں نے اجازت دے دی۔ اب اس یہودی نے اُن کا بدن ٹٹولنا شروع کیا۔ دیکھتے دیکھتے جب اُس کی نظر ناک پر پڑی تو اُس نے جلدی سے دونوں نتھنے دیکھے اور پکار اُٹھا۔

"مُبارک ہو تمہیں ابنِ ہاشم! ایک طرف سے نبوّت کا پتہ چلتا ہے اور دُوسری طرف سے سلطنت اور بادشاہت کا"

پھر اُس نے کہا:۔

"آپ بنی زہرہ کے خاندان میں شادی بیاہ کا رشتہ پیدا کیجئے اس لیے کہ اُن کے یہاں رشتہ کرنے میں نبوّت کے آثار ملتے ہیں"

عبدالمطلب مکّے واپس آ گئے۔ اس وقت مکّہ کا ہر گھرانہ جناب عبداللہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر عبدالمطلب نے کسی کا رشتہ منظور کرنے سے پہلے یہ تحقیق کہ کیا بنی زہرہ کے خاندان میں کوئی نیک سیرت اور نیک صُورت لڑکی ہے اور پھر جیسے اُنھیں جناب آمنہ بنت وہب کے متعلق معلوم ہوا اُنھوں نے فوراً وہب کے گھر بیٹے کا رشتہ بھیجا۔ جناب آمنہ کے ماں باپ خود جناب عبداللہ کو ہر طرح پسند

کرتے تھے اس لیے فوراً ہی رشتہ منظور ہوگیا۔

اس کے بعد خاندان بنی زہرہ کی بیٹی ہاشمی سردار سے بیاہ کر آگئی۔ شادی کے بعد جلد ہی جناب آمنہ اُمید سے ہوگئیں۔

اس زمانے میں مکّہ سے ایک تجارتی قافلہ شام جانے والا تھا۔ اس کے ساتھ جناب عبداللہ کا جانا بھی طے ہُوا۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنی نئی نویلی دُلہن سے رُخصت ہوکر قافلے کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ شام پہنچ کر قافلے نے لین دین کیا اور اس سے نمٹ کر واپس مکّے کو روانہ ہُوا۔ مگر خُدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ عبدالمطلب اپنے بیٹے کو دوبارہ دیکھیں اور جناب عبداللہ اپنی نئی نویلی دُلہن سے پھر مل سکیں۔ جب یہ قافلہ یثرب پہنچا تو اچانک عبداللہ بیمار ہوگئے اور پھر کچھ دن بعد ہیں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اُن کے رشتہ داروں نے اُنہیں یثرب کے قریب ابواء کے مقام پر دفن کر دیا۔

جب یہ خبر مکّے پہنچی تو عبدالمطلب کے ساتھ مکّے کے ہر گھرانہ نے جناب عبداللہ کا ماتم کیا۔ مگر جس خُدا نے یہ غم دیا تھا وہی اب عبدالمطلب کے گھرانے کو اتنی بڑی نعمت دینے والا تھا جس کی خوشی دُنیا کے ہر غم پر بھاری ہے۔ وقت گزرتا گیا اور جناب آمنہ کے یہاں پیدائش کے دن قریب آتے گئے۔ (زرقانی و طبری)

اور پھر وہ مُبارک دن آگیا۔ بارہ ربیع الاوّل پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ء کو صُبح کے وقت جناب آمنہ کے یہاں ولادت ہُوئی اور دُنیا و آخرت کی برکتیں لے کر ایک سراپا نور بچہ دُنیا میں تشریف لے آیا۔ آپ ہی پیغمبر آخرالزمان رحمتِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اسی روز صبح کے وقت مکّے سے سینکڑوں میل دُور یثرب میں ایک یہودی عالم ایک ٹیلے پر چڑھ کر پکارنے لگا۔

"اے یہودیو! اے گروہ یہود!"

یہودی یہ آواز سُن کر وہاں جمع ہو گئے تو اُس نے کہا:۔

"آج رات پیغمبر آخرالزمان احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے اور وہ اس دُنیا میں تشریف لا چکے ہیں"

اسی روز مکّے میں ایک یہودی نے اپنے قریشی دوستوں سے پُوچھا:

"قریشیو! کیا آج تمہارے قبیلے میں کوئی بچہ پیدا ہُوا ہے؟"

قریشیوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

یہودی نے جواب دیا:

"مَیں تمہیں بتلاتا ہوں کہ آج دُنیا کی آخری اُمت کا نبی پیدا ہُوا ہے"

اب قریشیوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ عبدالمطلب کے پوتا ہُوا ہے۔ قریشیوں نے اس یہودی کو بتلایا تو اُس نے آکر آپؐ کی زیارت کی اور کہا:

"قریشیو! تمہیں مبارک ہو۔ اس بچّے سے تمہیں مشرق اور مغرب میں زبردست شہرت ملے گی"

عبدالمطلب کو جیسے ہی پوتے کی خبر ملی وہ فوراً آئے اور آپ کو گود میں لے کر پیار کیا۔ پھر وہ آپ کو لے کر حرم میں گئے اور آپ کو گود میں لے کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ اُنہوں نے اپنے مقدّس پوتے کا نام "محمّد" رکھا۔ جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کی سب تعریف کریں۔ لوگوں نے جب سُنا کہ عبدالمطلب نے پوتے کا نام "محمدؐ" رکھا ہے تو اُنہوں نے اس کی وجہ پُوچھی۔ عبدالمطلب نے جواب دیا:

"مَیں نے یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ آسمان پر خدا تعالےٰ اور زمین پر اُس کی

مخلوق اس بچے کی تعریف کریں۔"

قریش میں یہ دستور تھا کہ ماں بچے کو خود دُودھ نہیں پلاتی تھی بلکہ دُوسرے قبیلوں اور بستیوں سے دُودھ پلانے والیاں آکر اُجرت پر بچوں کو دُودھ پلانے کے لیے لے جاتی تھیں۔ حضورؐ نے شروع میں کچھ دن اپنی والدہ کا دُودھ پیا۔ اس کے بعد جنابہ آمنہ نے حضورؐ کو ایک عورت ثوبیہ کے سپرد کر دیا تاکہ جب تک دایائیں بچوں کو لینے آئیں اُس وقت تک ثوبیہ آپ کو دُودھ پلائیں۔ کچھ دن بعد قبیلہ بنی سعد کی دُودھ پلانے والی عورتیں مکّے پہنچ گئیں اور اُنھوں نے آکر قریش کے گھروں سے اپنے لیے بچے حاصل کرنے شروع کر دیئے۔ مگر عبدالمطلب کے گھر کوئی دایہ نہیں آئی۔ کیونکہ یہ کوئی امیر آدمی نہیں تھے۔ دُوسرے ان عورتوں نے یہ خیال کیا کہ اس بچّے کا باپ زندہ نہیں ہے اس لیے ہمیں کچھ زیادہ انعام نہیں ملے گا۔

اسی طرح ہر عورت کو ایک ایک بچّہ مل گیا۔ صرف ایک انا ایسی رہ گئی جسے کوئی بچّہ نہ ملا۔ یہ دایہ حلیمہ بنت ذویب تھیں۔ حلیمہ کو بچّہ نہ ملنے کا بہت رنج تھا اُنھوں نے اپنے شوہر سے کہا:

"مجھے اس بات سے بہت لاج آتی ہے کہ میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ خالی ہاتھ واپس جاؤں۔ اب میں اس یتیم بچّے کو ہی لے کر آتی ہوں۔ کیا خبر خدا ہمیں اسی کے ذریعے برکت عطا فرمائے۔"

اس کے بعد وہ اسی وقت جنابہ آمنہ کے پاس گئیں اور اس مقدّس بچّے کو لیکر آگئیں۔ حلیمہ بہت غریب اور کمزور عورت تھیں اُن کی چھاتیوں میں اتنا کم دُودھ ہوتا تھا کہ خود اُن کے بچّے کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ جب وہ حضورؐ کو لے کر آئیں تو اُنھوں نے اپنی سُوکھی ہُوئی چھاتی آپ کے مُنہ سے لگا دی۔ مگر اس وقت حلیمہ کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کی چھاتیوں سے اس قدر دُودھ

آرہا ہے کہ بچّہ کو دھکا لگنے کا ڈر ہوتا تھا۔ پھر اور تعجّب کی بات یہ تھی کہ حضورؐ نے سیر ہو کر دُودھ پیا اور اس کے بعد حلیمہ کے بچّے نے بھی پیٹ بھر کر پیا۔ حالانکہ ہمیشہ حلیمہ کے دُودھ سے ایک بچّہ کا پیٹ بھی نہیں بھرتا تھا۔

پھر حلیمہ کے شوہر اپنی اُونٹنی کا دُودھ دوہنے بیٹھے۔ اُن کی اُونٹنی بھی بے حد دُبلی اور کمزور تھی۔ اسی لیے اُس کے تھنوں میں بھی بہت کم دُودھ ہوتا تھا مگر اُنہیں حیرانی ہو رہی تھی کہ اُونٹنی کے تھن دُودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے دُودھ دوہ لیا تو وہ اتنا زیادہ تھا کہ ان دونوں کے پی لینے کے بعد بھی بچ گیا۔ یہ دیکھ کر حلیمہ کے شوہر نے کہا۔

"حلیمہ! تم تو خدا کی قسم! بہت ہی مبارک بچّہ لائی ہو۔ جب سے ہم بچّے کو لیکر آئے ہیں۔ ہماری غریبی اور تکلیف ایک دم ختم ہو گئی ہے"۔

اس کے بعد اناؤں کا قافلہ اپنے گھروں کو روانہ ہوا۔ حلیمہ کی اُونٹنی چلنے میں سب سے کمزور تھی مگر اس وقت جب وہ حضورؐ کو گود میں لے کر سوار ہوئیں تو وہ ایک دم اتنی تیز دوڑنے لگی کہ سب سے آگے نکل گئی۔ حلیمہ کو اس بات پر خود تو حیرت ہو ہی رہی تھی مگر ان کی ہمجولیوں کو ان سے زیادہ تعجّب تھا۔ آخر اُن سے رہا نہیں گیا اور اُنھوں نے حلیمہ سے پُوچھا:

"حلیمہ! کیا وہی اُونٹنی نہیں ہے؟ جب تم آئی تھیں تو یہ چلنے میں بہت سست تھی مگر اب تو وہ سب سے آگے جا رہی ہے"۔

گھر پہنچ کر حلیمہ اور اُن کے شوہر دیکھتے تھے کہ ہر ہر بات میں اُن پر برکتیں نازل ہو رہی ہیں۔ یہ سال خُشکی کا تھا جنگل سُوکھے پڑے تھے اور سب جانور بھوکے رہنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے مگر حلیمہ کے جانوروں پر قحط کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اُن کی بکریاں جنگل سے پیٹ بھر کر آتیں اور پھر خُوب دُودھ دیتیں۔ جب حلیمہ آپ کو

دُودھ پلاتیں تو آپ صرف ایک چھاتی کا دُودھ پیتے۔ اس سے حلیمہ نے سمجھ لیا کہ آپ دُوسری چھاتی کا دُودھ اُن کے بچّے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

دُودھ پینے کی مُدّت پُوری ہونے کے بعد آپؐ کے مکّے جانے کا وقت آگیا۔ ادھر حلیمہ دو سال سے آپ کی برکتیں دیکھ رہی تھیں اس لیے وہ آپ کو جُدا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ اسی لیے اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ اِس وقت بچّہ کو لے جاؤں اور پھر مکّے پہنچ کر آمنہ سے اجازت لے لوں گی کہ وہ اپنے بچّے کو کچھ دن اور میرے پاس چھوڑ دیں۔

مکّے پہنچ کر حلیمہ جنابِ آمنہ کے پاس آئیں اور حضورؐ کو اُن کے سپرد کرتے ہُوئے کہنے لگیں :

"میرا دل چاہتا ہے کہ آپ محمدؐ کو ذرا بڑے ہونے تک اور میرے پاس چھوڑ دیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ابھی مکّے کی آب و ہوا اُنہیں نقصان پہنچائے گی۔

جنابِ آمنہ نے شروع میں تو انکار کیا مگر جب حلیمہ کا اصرار بہت بڑھا تو اُنھوں نے اجازت دے دی۔ حلیمہ فوراً حضورؐ کو لے کر پھر اپنے گاؤں میں آگئیں۔ حلیمہ اور اُن کے شوہر مُدّت سے حضورؐ کی برکتیں دیکھ رہے تھے اس لیے وہ دل و جان سے آپ کو چاہنے لگے تھے اور ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

جب آپؐ کی عمر چار سال سے زیادہ ہو گئی تو آپ کبھی کبھی بکریاں لے کر جنگل جانے لگے۔ ایک روز آپ حلیمہ سے اجازت لے کر دُوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل چلے گئے وہاں آپ ایک جگہ بیٹھ کر بکریوں کی دیکھ بھال کرنے لگے اور دُوسرے بچّے کھیل کُود میں لگ گئے۔ جب دوپہر کا وقت ہو گیا تو اچانک حضرت جبرائیل علیہ السّلام حضورؐ کے پاس آئے اور اُنھوں نے آپؐ کو چت لٹا دیا۔ پھر اُنھوں نے آپ کا سینہ چاک کر کے اس میں دل نکالا اور اُس کو دھو کر واپس رکھ دیا پھر اُنھوں نے آپؐ کا سینہ برابر کیا اور واپس چلے گئے۔

دُوسرے بچے یہ منظر دیکھ کر ڈر گئے وہ سب سیدھے دایہ حلیمہ کے پاس پہنچے اور اُنہیں بتایا کہ کسی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا۔ وہ دونوں یہ سُنتے ہی بدحواس ہو کر حضورؐ کے پاس آئے۔ دیکھا تو آپؐ جنگل میں ڈرے ڈرے سے کھڑے ہیں۔ حلیمہ کے شوہر نے ایک دم آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور پچکار کر اصل بات پُوچھی۔ آپ نے اُنہیں بتلایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ اُنہوں نے مجھے پکڑ کر سیدھا لٹایا پھر اُنہوں نے میرا سینہ چاک کر کے کوئی چیز نکالی اور دوبارہ سینہ برابر کر کے چلے گئے۔

اس واقعہ سے دایہ حلیمہ اور اُن کے شوہر بہت ڈر گئے کہ آپؐ کو کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اس لیے اُس کے بعد جلد ہی دایہ حلیمہ حضورؐ کو لے کر مکے آ گئیں اور جناب آمنہ کے سپرد کر کے واپس ہو گئیں۔

(ابن سعد، ابن ہشام، ابن خلدون، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

۷

اب حضورؐ مکے میں اپنے گھر واپس آ چکے تھے جہاں آپؐ کی والدہ اور آپ کے دادا ہر وقت آپ پر جان چھڑکتے اور آپ کی ہر بات کا خیال رکھتے۔ جب آپؐ کی عمر مُبارک چھ سال کی ہوئی تو ایک دفعہ جناب آمنہ آپ کو ساتھ لے کر یثرب گئیں ان کے ساتھ اُن کی باندی ام ایمن بھی تھیں۔ یثرب میں جناب آمنہ عبدالمطلب کی ننہال میں ٹھہریں۔

یثرب میں کچھ یہودی عالموں نے آپؐ کو دیکھا تو وہ آپ کے متعلق نئی نئی خبریں دینے لگے۔ جلد ہی یہ خبر سارے یثرب (مدینہ) میں پھیلی اور یہودی عالموں کی جماعتیں آپؐ کو دیکھنے کے لیے آنے لگیں۔ ایک روز کچھ یہودی راہب اور عالم حضورؐ کو دیکھنے آئے تو ان میں سے ایک نے کہا۔

یہ بچہ اس اُمت کا نبی ہے اور اس شہر یعنی یثرب کی طرف یہ ہجرت کرے گا۔"
کچھ دن یثرب میں ٹھہر کر جناب آمنہ ایک دن آپؐ کے ساتھ واپس مکّے کو روانہ ہوئیں مگر یثرب سے چل کر جب وہ ابواء کے مقام پر پہنچیں تو اچانک بیمار ہو گئیں۔ پھر یہ بیماری ہی اُن کی موت کا پیغام بن گئی۔ جنابِ آمنہ نے یہاں اپنے وطن اور رشتہ داروں سے دُور بے کسی کی حالت میں جان دیدی۔ بالکل اُسی طرح جیسے چند سال پہلے ان کے شوہر جناب عبداللہ کا سفر کی حالت میں انتقال ہو گیا تھا۔ ام ایمن نے وہیں ابواء کے مقام پر جناب آمنہ کو دفن کر دیا اور حضورؐ کو دلاسہ دیتی ہوئی واپس مکّے آ گئیں۔

جب آپؐ کی والدہ کا سایہ بھی آپؐ کے سر سے اُٹھ گیا تو اب آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اور تربیت اپنے ذمّہ لے لی۔ عبدالمطلب آپؐ سے بیحد محبّت کرتے تھے۔ وہ ہر وقت آپؐ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو خود اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔

اِدھر گھر میں آپ کی خبر گیری اور دیکھ بھال ام ایمن کرتی تھیں۔ عبدالمطلب اکثر اُنہیں تاکید کیا کرتے تھے کہ میرے بیٹے کی طرف سے کبھی بے پروائی مت کرنا۔ اسطرح آپؐ اپنے دادا کی شفقت اور محبت کی وجہ سے اپنی والدہ کا غم بھُول گئے۔

مگر ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ عبدالمطلب بھی اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ اس وقت حضورؐ کی عمر مُبارک آٹھ سال تھی۔ یہ عمر ایسی تھی کہ آپؐ غم اور خُوشی کو پوری طرح محسوس فرما سکتے تھے اسی لیے عبدالمطلب کی وفات کا صدمہ آپ کو بہت زیادہ ہُوا۔ اپنے شفیق اور محبت کرنے والے دادا کی موت پر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ مدت تک اُنہیں یاد کرتے رہے۔ (طبقات ابن سعد، ابن ہشام)

❖

نَشوونُما

۱
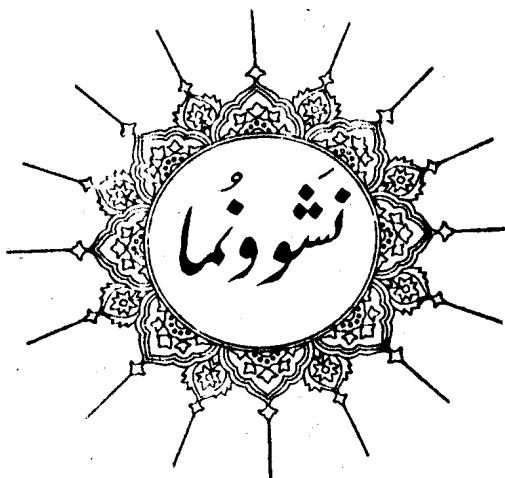
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی ہر قوم کے عالم اور کاہن آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے پچھلے نبیوں کی آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا کہ فلاں زمانہ میں اور فلاں جگہ ایک زبردست نبی ظاہر ہوں گے جو ساری دُنیا کے لیے خُدا تعالےٰ کا پیغام لائیں گے۔ ان میں بہت سے عالم تو ایسے تھے جو آپ کا انتظار کر رہے تھے اور تمنّا کرتے تھے کہ اس آخری نبی کی شریعت پر چلیں۔ لیکن کچھ کاہن وغیرہ ایسے تھے جو آپ کے ظہور سے ڈرتے تھے اس لیے کہ آپ کے آنے کے بعد ان کی عزّت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پیدا ہوئے تو آپ میں وہ ساری نشانیاں موجود تھیں جو آسمانی کتابوں میں لکھی ہُوئی تھیں۔ اسی لیے جب بھی کوئی کاہن اور عالم آپ کو دیکھتا تو وہ فوراً پہچان لیتا تھا کہ آپ ہی وہ آخری نبی ہیں جن کی خبریں سب دیتے آئے ہیں۔

ایک مرتبہ دایہ حلیمہ عکاظ کے میلے میں گئیں۔ اس زمانے میں حضورؐ اُن کے پاس تھے اس لیے وُہ آپ کو بھی اپنے ساتھ لے گئیں۔ میلے میں ایک بہت بڑا کاہن آیا ہُوا تھا وہ بچوں کو دیکھ کر اُن کے مستقبل کا حال بتایا کرتا تھا۔ جب اُس نے حضورؐ کو دیکھا تو وہ ایک دم چیخنے لگا۔

"قریش کے لوگو! اے گروہِ قریش!"

لوگ ایک دم اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور پُوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ کاہن نے اُن سے کہا۔

"اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اس بچّے کو فوراً قتل کر دو!"

دایہ حلیمہ نے جو یہ بات سُنی تو فوراً وہاں سے حضورؐ کو لے کر چپکے سے نکل گئیں اور تیزی کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ اِدھر قریشیوں نے کاہن سے پوچھا کہ وہ کون لڑکا ہے؟ کہاں ہے؟

کاہن نے کہا کہ وہ ابھی ابھی تو یہاں تھا۔ قریشی بغیر سمجھے ہی اِدھر اُدھر دیکھنے لگے جب اُنہیں وہاں کوئی بچّہ نظر نہیں آیا تو اُنھوں نے کاہن سے کہا۔

"یہاں تو کوئی لڑکا نہیں ہے! پھر یہ کہ اس کو ہم کس وجہ سے قتل کر دیں؟"

کاہن نے بتایا۔

"وہ تُم پر غالب آجائے گا اور تمہارے خداؤں (بُتوں) اور دین کو مٹا کر رکھ دے گا۔"

اب لوگوں نے وہاں آپ کو بہت تلاش کیا، مگر اس وقت تک حلیمہ آپ کو لیکر کہیں کی کہیں پہنچ چکی تھیں۔ اس لیے وہ سب تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ قبیلہ بنی مدلج کے کچھ لوگ مکّے آئے۔ اس زمانے میں حضور جناب عبدالمطلب کی تربیت میں تھے۔ ان لوگوں نے حضورؐ کو دیکھا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ پھر اُنھوں نے عبدالمطلب سے کہا۔

"آپ اس بچّے کی خوب حفاظت کیجئے اس لیے کہ مقامِ ابراہیم پر حضرت ابراہیمؑ کے قدم کا جو نشان ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا آپ کے اس بچّہ کا ہے۔"

یہ اور اسی طرح کی دُوسری باتیں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے سب گھر والے آپ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب تک آپ دایہ حلیمہ کے پاس رہے تو وہ خُود اور اُن کے شوہر جان سے زیادہ آپ کی حفاظت کرتے۔ اس کے بعد آپ اپنی والدہ جنابہ آمنہ کے پاس آگئے۔ جنابہ آمنہ ہر وقت آپ کو اپنی نظروں کے سامنے رکھتیں۔ کیونکہ وہ بچپن سے دیکھ رہی تھیں کہ آپؐ بہت ہی خاص اور نرالے

اوصاف رکھتے ہیں اس لیے وہ ہر وقت آپؐ کا خاص خیال رکھتیں مگر وہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں انتقال کر گئیں۔

جناب آمنہ کے انتقال کے بعد آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کی تربیت میں آ گئے۔ عبدالمطلب کو آپ سے بے انتہا محبت تھی وہ ہر وقت آپ کی دلداری کرتے کسی وقت بھی آپ کو اپنے سے الگ نہ کرتے جہاں جاتے آپؐ کو اپنے ساتھ رکھتے۔

عبدالمطلب بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اس لیے اُنہوں نے ضرور سمجھا کہ مرنے سے پہلے حضورؐ کو اپنے بیٹوں میں سے کسی کے سپرد کر جائیں تاکہ آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ عبدالمطلب کے دس لڑکے تھے ان میں سے دو لڑکے ابوطالب اور زبیر حضورؐ کے والد جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں ہی حضورؐ سے بہت محبت کرتے تھے مگر ابوطالب کو حضورؐ سے خاص لگاؤ اور محبت تھی۔ خود حضورؐ بھی ابوطالب سے زیادہ مانوس تھے اس لیے عبدالمطلب نے حضورؐ کو ابوطالب کے سپرد کیا کہ اب وہ آپ کی تربیت اور دیکھ بھال کریں۔ چنانچہ اس کے بعد حضورؐ اپنے چچا ابوطالب کے پاس آ گئے تھے۔ (ابن سعد و سیرت حلبیہ)

(۲)

ابوطالب اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ غریب اور مفلس تھے۔ اِدھر یہ کہ اُن کے اولاد بھی بہت زیادہ تھی اس لیے وہ اور زیادہ پریشان رہا کرتے تھے۔ ابوطالب اور اُن کی اولاد جب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو اُن میں سے کبھی کسی کا پیٹ نہیں بھرتا تھا اس لیے کہ کھانا تھوڑا ہوتا تھا۔ مگر جب حضورؐ ابوطالب کے گھر آ گئے تو اُن سب نے دیکھا کہ جس دن سب کے ساتھ آپ بھی کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو ہر ایک کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ اسی لیے ابوطالب نے اپنے بیٹوں کو تاکید کر دی کہ

جب کھانا کھانے بیٹھو تو اپنے بھائی محمدؐ کو ضرور شریک کر لیا کرو۔"

یہ اور ایسی بہت سی باتیں دیکھ کر حضورؐ سے ابو طالب کی محبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ وہ ہر وقت حضورؐ کا خیال رکھتے۔ کوئی بات ایسی نہ ہونے دیتے جس سے آپؐ کو تکلیف ہو۔ ہر وقت آپؐ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ یہاں تک کہ رات کو بھی اپنے پاس سلاتے۔ غرض وہ بات بات میں آپ کے آرام اور خوشی کا خیال رکھتے اور آپ کو اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ چاہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہتے ہوئے چار سال گزر گئے۔ اب آپ کی عمر مبارک بارہ سال سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی۔ آپ ایک خوب صورت اور وجیہہ نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ اس تھوڑی سی عمر میں ہی آپ کی ہر بات ایسی تھی جسے دیکھ کر سب تعجب کرتے تھے اور آپ کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آپؐ کی گفتگو، آپؐ کی چال ڈھال اور آپؐ کے طریقے ایسے تھے جیسے بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے ہیں۔ جب کہیں بچے کھیلتے ہوتے اور آپ بھی وہاں موجود ہوتے تو آپؐ اُن کے ساتھ نہ کھیلتے بلکہ اکثر صرف دُور سے دیکھتے رہتے۔ اس عمر میں بھی آپ کی عادت تھی کہ آپؐ زیادہ تر خاموش رہتے اور تنہائی میں بیٹھتے، نہ کبھی کسی سے لڑتے اور نہ کسی کو بُرا کہتے۔

ابو طالب آپؐ کی یہ باتیں دیکھتے تو اُن کو بڑا تعجب ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ اب اُن کے دِل میں آپؐ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپؐ کی عزت بھی پیدا ہو گئی۔ اب وہ آپؐ سے بات چیت کرتے تو اس طرح نہیں جیسے عام بچوں سے کرتے ہیں، بلکہ اس طرح بات کرتے جیسے کسی بڑے اور تجربہ کار آدمی سے کیا کرتے ہیں۔

اسی زمانے میں ایک دفعہ ابو طالب کو شام کا سفر پیش آیا وہ تجارت کے لیے ایک قافلہ لے کر جا رہے تھے۔ جب چلنے کا وقت آیا تو حضورؐ نے بھی اُن کے ساتھ

جانے کی خواہش کی۔ ابوطالب فوراً تیار ہو گئے اور آپ کو بھی ساتھ لے لیا۔

یہ مُبارک قافلہ جس میں حضور شریک تھے مکّے سے روانہ ہو گیا۔ راستے میں یہ کئی جگہ ٹھہرتا ہُوا بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ قافلہ شام کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ یہاں ایک سرحدی شہر تھا جس کا نام "بُصریٰ" تھا۔ قریش کے قافلے اکثر یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اس قافلے نے بھی یہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

جس جگہ قافلے نے پڑاؤ ڈالا اُس کے سامنے عیسائیوں کی ایک بُہت بڑی عبادت گاہ تھی۔ اس عبادت گاہ میں عیسائیوں کے ایک بڑے مذہبی پیشوا اور عالم رہتے تھے جن کا نام "بحیرا" تھا۔ قریشی قافلے یہاں اکثر ٹھہرا کرتے تھے مگر بحیرا راہب کبھی اُن کی طرف توجّہ نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح اس دفعہ بھی یہ قافلہ یہاں آکر ٹھہر گیا۔ سب لوگ سستانے لگے، لیٹ بیٹھ گئے۔ اسی وقت قافلے میں بحیرا کا قاصد آیا۔ اُس نے آکر بحیرا کی طرف سے یہ پیغام دیا۔

"قریشیو! مَیں نے آپ کی دعوت کے لیے کھانا تیار کرایا ہے اس لیے آج آپ میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ مگر ہر چھوٹا، بڑا آئے کوئی آدمی رہ نہ جائے۔"

قریشیوں کو اس دعوت پر بُہت حیرت ہُوئی اس لیے کہ وہ ہمیشہ سے اس جگہ ٹھہرتے آئے تھے مگر بحیرا راہب نے کبھی اُن کی دعوت نہیں کی اسی لیے وہ سوچتے تھے کہ آج کیا خاص بات ہُوئی جو راہب نے ہماری دعوت کی۔

غرض یہی سوچتے ہُوئے سب قافلے والے عبادت گاہ میں راہب کے پاس پہنچ گئے مگر یہ لوگ حضور کو پڑاؤ میں ہی چھوڑ گئے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ آپ بچّے ہیں اس لیے آپ کو ساتھ لے جانا ضروری نہیں۔ جب یہ لوگ راہب کے پاس پہنچے تو ایک قریشی نے بحیرا سے کہا۔

"بحیرا! آج تو آپ نے بالکل نئی بات کی۔ ہم یہاں سے اکثر گزرا کرتے ہیں لیکن

کبھی آپ ہماری دعوت نہیں کرتے۔ پھر آج کیا نئی بات ہے؟"

بحیرا نے جواب دیا۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے مگر آپ لوگ ہمارے پڑوس میں آکر ٹھہرے اس لیے ہمارے مہمان ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ کے اعزاز میں آپ کی میزبانی کروں۔"

بحیرا نے اپنی مذہبی کتابوں میں حضورؐ کی نشانیاں پڑھی تھیں اور وہ یہ جانتے تھے کہ اب دُنیا کی آخری اُمت کے نبی آنے والے ہیں۔ اس دفعہ جب قریشی قافلہ یہاں آکر ٹھہرا تو اُنہوں نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا ایک قافلہ والے پر مستقل سایہ کئے ہوئے ہے اور اُن کے ساتھ ساتھ ہے۔ اب راہب نے دیکھا کہ یہ بادل ایک نوجوان لڑکے پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر وہ نوجوان ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو بدلی درخت پر آگئی۔

بحیرا نے اس نبی کی جو نشانیاں پڑھی تھیں اُن میں یہ بھی تھی کہ ان پر ایک بادل سایہ کئے ہوگا۔ اسی لیے اُنہوں نے اپنا اطمینان کرنے کے لیے سب قافلے والوں کی دعوت کی تاکہ خُدا کے رسول کو قریب سے دیکھیں۔ چنانچہ جب وہ لوگ آگئے تو بحیرا نے ان سب پر الگ الگ نظر ڈالی۔ مگر اُن میں سے کسی کے ساتھ بھی وہ نشانی نظر نہ آئی اسی لیے راہب نے پھر قریشیوں سے کہا۔

"قریشیو! آپ میں سے کوئی رہا تو نہیں!"

قافلے والوں نے بتایا کہ ہم سب ہی آگئے ہیں صرف ایک بچے کو چھوڑ آئے ہیں۔ وہ کم عمر ہے اس لیے ہم نے ساتھ لانا ضروری نہیں سمجھا۔ مگر راہب نے پھر اصرار کیا کہ کوئی بھی غیر حاضر نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضورؐ کے تایا حارث جاکر حضور کو بھی لے آئے۔ راہب نے دیکھا کہ جب حضورؐ آرہے تھے تو اس بادل کا سایہ آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ اس کے بعد بحیرا آپؐ کے بدن کو گھور گھور کر دیکھتے رہے۔ راہب کو آپؐ

میں وہ ساری نشانیاں نظر آرہی تھیں جو اُنھوں نے پیغمبر آخرالزمان کے متعلق اپنی کتابوں میں پڑھی تھیں۔

جب سب لوگ کھانا کھانے کے بعد واپس جانے لگے تو بحیرا راہب جلدی سے حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"میں آپ سے کچھ باتیں پُوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو لات اور عزّیٰ کی قسم! آپ میری باتوں کا جواب ضرور دیجئے"۔

حضورؐ نے فرمایا۔

"لات اور عزّیٰ کے نام پر مجھ سے کچھ مت پُوچھو۔ خدا کی قسم ان سے زیادہ ناپسند مجھے کوئی چیز نہیں ہے"۔

بحیرا نے کہا۔

"تب پھر آپ کو خُدا کی قسم! میری باتوں کا جواب دیجئے"۔

اس پر آپؐ نے بحیرا کو اجازت دی کہ جو کچھ پُوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ اب بحیرا نے حضورؐ سے وہ ساری باتیں پُوچھنی شروع کیں جو آپؐ کی ذات سے متعلق تھیں۔ راہب نے آپؐ کے عادات، مزاج، سونے جاگنے اور اُٹھنے بیٹھنے کے متعلق سوال کئے۔ آپؐ بحیرا کی ہر بات کا جواب دیتے رہے اور جو کچھ وہ پُوچھتے بتا دیتے۔ راہب آپؐ کا جواب سُنتے اور اپنے دل میں تصدیق کرتے کہ کتابوں میں یہی نشانیاں لکھی ہوئی ہیں۔ آخر میں بحیرا نے آپؐ کی کمر مبارک کھولی اور مُہرِ نبوّت کی زیارت کی جو دونوں مونڈھوں کے درمیان میں تھی۔ بحیرا نے فوراً اس کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد بحیرا راہب حضورؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور اُن سے پُوچھنے لگے۔

"یہ بچّہ تُمہارا کون ہے؟"

ابوطالب نے کہا۔

"یہ میرا بیٹا ہے۔"

بحیرا نے انکار میں گردن ہلا کر کہا۔

"ناممکن! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس بچے کا باپ زندہ ہو۔"

ابوطالب کو بہت حیرت ہوئی مگر انہوں نے کہا۔

"یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔"

راہب نے پوچھا۔

"اور ان کے باپ؟"

ابوطالب نے کہا۔

"ان کا انتقال اس وقت ہی ہو گیا تھا جب یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔"

راہب نے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر انہوں نے حضورؐ کی والدہ کے متعلق پوچھا کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ابوطالب نے بتایا کہ ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ تب بحیرا نے ابوطالب سے کہا۔

"سچ کہتے ہو! بس اب جاؤ اور اپنے بھتیجے کو فوراً ان کے وطن پہنچا دو۔ مگر ان کو ہمیشہ یہودیوں سے بچائے رکھنا۔ ورنہ خدا کی قسم! اگر ان پر ان کی نظر پڑ گئی اور میری طرح وہ بھی ان کو پہچان گئے تو وہ ان کی جان کے دشمن بن جائیں گے۔ اس لیے کہ تمہارا یہ بھتیجا نہایت عظیم اور اونچے مرتبے کا انسان ہے۔ یہ سمجھ لو کہ میں نے تمہیں نصیحت کر کے اپنا فرض پورا کر دیا۔ بس اب فوراً انہیں لیکر واپس چلے جاؤ۔"

ابوطالب خود بھی دیکھتے تھے کہ ان کے بھتیجے عام بچوں جیسے نہیں ہیں بلکہ وہ بہت ہی خاص خوبیوں کے مالک ہیں اسی لیے وہ سمجھ گئے کہ بحیرا راہب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ ابوطالب آگے نہیں گئے بلکہ یہیں سے حضورؐ کو لے کر مکے واپس آ گئے۔

(سیرت حلبیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ آپ کا زیادہ وقت تنہائی اور خاموشی میں گزرتا تھا۔ اس عمر میں سب بچے کھیل کود میں اپنا وقت خراب کرتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل کود میں اپنا وقت خراب کریں۔ بلکہ آپ کو اس چھوٹی سی عمر میں بھی سب سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ آپ تنہائی میں خاموش بیٹھ جائیں اور اس کائنات اور ایک ایک ذرّے پر غور فرمائیں اور پھر اس کائنات کے پیدا کرنے والے کو پہچاننے کی کوشش کریں۔

وہ کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ کیا ان پتھر کی بے جان تصویروں میں یا ایسی ذات جو نظروں سے اوجھل ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔

آپ کے دل نے کبھی اس بات کو قبول نہیں کیا کہ پتھر کے ان بتوں میں کوئی طاقت ہے کسی کو مارنے کی یا جلانے کی، بیمار ڈالنے کی یا صحت دینے کی، بھوکا مارنے کی یا روزی دینے کی۔

آپ کے دل میں بچپن ہی سے یہ یقین پیدا ہو گیا تھا کہ یہ بت یہ تصویریں، یہ لات وعزّیٰ اور ہبل کی مورتیاں لغو اور بے اصل ہیں، بے کار اور بے جان ہیں۔ یہ خود اپنے نفع نقصان سے بھی بے بس ہیں۔ آدمی کے ہاتھ سے گھڑی ہوئی یہ تصویریں عبادت کے لائق نہیں ہو سکتیں۔

مگر آپ دیکھتے کہ آپ کی قوم کے لوگ ان ہی بے جان مورتیوں کو پوجتے ہیں۔ وہ ان بے بس اور من گھڑت تصویروں کے سامنے اپنے سر جھکا دیتے ہیں۔ سب بڑے اور چھوٹے، امیر اور غریب، آقا اور غلام ان ہی بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔ وہ سب

ان پتھر کے ٹکڑوں کو ہی سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔

اُس وقت آپ کا دل ان لات و عزیٰ کے خلاف غُصّے اور نفرت سے بھر جاتا۔ آپؐ کا قلب گواہی دیتا کہ یہ سب گمراہ ہیں، بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں......!

مگر سیدھا راستہ کون سا ہے اور کدھر ہے؟

آپؐ تنہائیوں میں خاموش بیٹھے رہتے اور سوچتے رہتے۔

اس وقت مکّہ ساری بُرائیوں کا اڈہ بنا ہُوا تھا، کوئی بُرائی اور خراب عادت ایسی نہیں تھی جو مکّے والوں میں نہ ہو۔ شراب پینا، جُوا کھیلنا اور قتل و غارت کرنا اُن کے پسندیدہ کام تھے۔ اس لیے بچّے جب اپنے بڑوں کو ان بُرائیوں میں دیکھتے تو وہ خود بھی بچپن سے یہی سب کرنے لگتے تھے۔

مگر مکّے والے جب دیکھتے تو حیرت کرتے کہ حضور پاکؐ نہ اپنے ہمجولیوں کے ساتھ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں اور نہ اُن کے ساتھ کھیلتے ہیں بلکہ اس بچپن میں آپ اپنا وقت اس طرح گزار رہے ہیں جیسے بڑی عمر کے لوگ گزارا کرتے ہیں۔ بڑوں کا ادب اور عزت کرتے ہیں اور چھوٹوں سے پیار کرتے ہیں۔

اس طرح آپؐ کا لڑکپن بھی ہر بُرائی سے پاک گزرا۔ شرافت اور نیک نامی کے ساتھ، پارسائی اور بزرگی کے ساتھ۔

پھر اسی عمر میں آپؐ نے بکریاں چرانے کا کام شروع کر دیا۔ جو لوگ چاہتے وہ آپؐ کو اپنی بکریاں سپرد کر دیتے اور آپ اُنہیں لے کر جنگل میں چلے جاتے۔ وہاں دن بھر بکریاں چرتی رہتیں اور آپؐ اُن کی نگرانی فرماتے رہتے۔ لوگ آپؐ کے اخلاق اور عادتوں کو دیکھتے اور پھر آپ کی عُمر کا خیال کرتے تو اُنہیں بڑی حیرت ہوتی۔ آپؐ کی سچائی اور پاکیزگی کو دیکھتے تو اُن کے دلوں میں آپؐ کا زبردست احترام پیدا ہو جاتا۔

آپ کی سچائی، نیکی اور شرافت نے سارے مکّے میں آپ کی محبّت اور عزّت پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے آپ کا نام "امین" (امانت دار) رکھ دیا تھا اور وہ آپ کو اسی نام سے پکارنے لگے تھے۔

۴

اُس زمانے میں مکّے کے قریب ہر سال کچھ میلے ہُوا کرتے تھے جن میں بڑے بڑے بازار لگا کرتے تھے اور دُور دُور کے تاجر اُس میں دکانیں لگانے آتے تھے۔ ان میلوں میں سے ایک مشہور میلے کا نام "عکاظ" تھا۔ اُس میں سب قبیلوں کے لوگ آتے اور اپنے ساتھ ایسے ایسے شعر لکھ کر لاتے تھے جن میں اپنی اور اپنے خاندانوں کی بڑائیاں ہوتی تھیں۔ عکاظ میں آکر یہ لوگ جتھے بنا کر بیٹھتے اور یہ نظمیں پڑھتے۔ ان ہی بڑائیوں کی وجہ سے کبھی کبھی ان میں آپس میں زبردست لڑائیاں ہو جایا کرتی تھیں۔

اسی طرح ایک دفعہ عکاظ کے بازار میں دو آدمیوں میں لڑائی ہُوئی اور اُن میں سے ایک مارا گیا۔ مرنے والا آدمی قبیلہ بنو قیس کا تھا اور مارنے والا قبیلہ بنو کنانہ کا۔ جب یہ بات پھیلی تو معاملہ بہت بڑھ گیا اور خود قبیلہ بنو قیس اور بنو کنانہ کے درمیان زبردست جنگیں شروع ہو گئیں۔

ایک دفعہ بنو قیس نے ذی قعدہ کے مہینے میں بنو کنانہ پر حملہ کر دیا۔ اس پر سارے عربوں کو بہت رنج ہُوا۔ اس واسطے کہ اس زمانے میں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ یہ چار مہینے ایسے تھے کہ ان میں لڑائی جھگڑا بالکل حرام تھا۔ ان مہینوں کو عرب "اشہرِ حُرم" کہتے تھے جس کا مطلب ہے احترام والے مہینے۔ ان مہینوں میں بڑی چلتی ہُوئی جنگیں رُک جایا کرتی تھیں۔ مگر بنو قیس نے اس دفعہ جوش میں آکر اس کا بھی

خیال نہیں کیا کہ یہ ذی قعدہ کا مہینہ ہے اور اسی میں بنو کنانہ پر حملہ کر دیا۔ اسی لیے اس جنگ کا نام "حربِ فجار" پڑ گیا یعنی گناہ اور سرکشی والی جنگ۔ مگر جنگ کے بڑھنے سے پہلے لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور لڑائی رک گئی

قریش کا اس جنگ سے یہ تعلق تھا کہ وہ بنو کنانہ کے معاہدہ بردار تھے۔ یعنی آپس میں یہ معاہدہ تھا کہ ہم کبھی جنگ نہیں کریں گے بلکہ جنگوں میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اسی لیے وہ بنو کنانہ کو مدد دیتے رہے تھے۔

چند سال بعد شوال کے مہینے میں بنو قیس نے بنو کنانہ پر حملہ کیا اور اب کے اُنہوں نے قریش پر بھی چڑھائی کر دی۔ اس پر قریش بھی بھڑک اُٹھے اور اُنہوں نے فوراً جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

اس وقت حضورؐ بھی جوان ہو چکے تھے اس لیے آپ کو بھی اس لڑائی میں شرکت کرنی ضروری تھی۔ چنانچہ آپ بھی قبیلہ قریش کے ساتھ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ اس میں آپ کے سب چچا بھی شریک تھے۔ اگرچہ حربِ فجار میں حضورؐ شریک ہوئے تھے مگر آپؐ نے لڑائی میں حصّہ نہیں لیا بلکہ صرف اپنے چچاؤں کی حفاظت فرماتے رہے۔ اس طرح یہ پہلا معرکہ ہے جس میں حضورؐ شریک ہوئے۔

اسی طرح آپؐ کی نوجوانی کے زمانے میں ایک دُوسرا اہم واقعہ "حلف فضول" ہے جس میں خود حضورؐ شریک ہوئے۔ یہ ایک عہد نامہ تھا جس میں سب قریشیوں نے عہد کئے تھے اور قسمیں کھائی تھیں کہ اگر مکّے میں کسی پر ظلم ہوگا تو ہمیشہ ہم مظلوم کا ساتھ دینگے۔ اور جب تک ظالم کو سزا نہ مل جائے گی اور مظلوم کو اس کا حق نہیں مل جائے گا اُس وقت تک ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔

یہ حلف مکّے کے ایک بڑے سردار عبد اللہ ابن جدعان تیمی کے گھر ہُوا تھا۔ اس مجلس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب، بنی اسد، بنی زہرہ اور بنی تیم ابن مرّہ شریک ہوئے۔

ان سب خاندانوں نے مل کر یہ حلف کیا اور اس کا نام "حلف فضول" رکھا۔ اس میں خود حضور بھی شریک ہوئے۔ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک بیس سال سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی۔

یہ معاملہ مظلوموں اور مصیبت زدوں کا مدد کا تھا جو خود آپ کا اصل جذبہ تھا۔ آپؐ ہمیشہ غریبوں اور مصیبت زدوں کے دکھ درد میں کام آتے تھے۔ اسی لیے آپؐ نے بڑھ چڑھ کر اس مجلس میں حصّہ لیا۔ (سیرت ابن ہشام وطبقات ابن سعد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ابھی تک اپنے چچا ابو طالب کے گھر ہی رہ رہے تھے مگر آپ اپنا خرچ ابو طالب پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ آپ نے ایک قریشی تاجر سائب ابن ابی سائب کی تجارت میں شرکت فرما رکھی تھی۔

ابو طالب بہت زیادہ مفلس اور غریب آدمی تھے۔ اُن کے اولاد بھی بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے اور زیادہ تنگی سے گزارا ہوتا تھا۔ ایک روز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"بھتیجے تم جانتے ہو کہ میں بہت غریب آدمی ہوں اور آج کل بہت سخت وقت گزر رہا ہے۔ ہمارے پاس نہ تو مال ہے جس سے کچھ وقت کاٹ سکیں اور نہ کوئی تجارت ہے۔ اب پتہ چلا ہے کہ تمہاری قوم کا ایک تجارتی قافلہ شام جا رہا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بھی تمہاری قوم کے لوگوں کو اپنا مال دے کر بھیج رہی ہے وہ لوگ اس کا مال فروخت کریں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اب اگر تم بھی جانا چاہو گے تو وہ دوسروں سے پہلے تمہیں بھیجنے پر راضی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ تمہاری نیکی اور سچائی کی شہرت اس نے بھی سُن رکھی ہے۔ میں تمہیں یہودیوں کے ڈر سے شام نہیں بھیجنا چاہتا تھا مگر اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔

حضورؐ چچا کی اس خواہش پر راضی ہو گئے۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔

"شاید وہ خود مجھے اس معاملے میں بُلائیں"

اس کے بعد ابو طالبؓ چلے گئے۔

خدیجہ بنت خویلد مکّے کی ایک بہت مالدار اور نہایت شریف خاتون تھیں۔ یہ بیوہ تھیں۔ انہوں نے دو شادیاں کیں مگر دونوں شوہر انتقال کر گئے اور ان کی تمام دولت خدیجہ بنت خویلد کو مل گئی۔ اس کے بعد اُنہوں نے شادی نہیں کی اور اپنی تجارت اور دولت کے انتظام میں لگ گئیں۔ یہ مکّے کے بہت اُونچے خاندان کی عورت تھیں اور اس قدر پاکباز اور نیک تھیں کہ لوگ ان کو "طاہرہ" (پاکباز) کے لقب سے پکارتے تھے۔ خدیجہ بنت خویلد مالداری اور نیکی کے ساتھ ساتھ نہایت خوب صورت اور ذہین بھی تھیں۔ ان ساری خوبیوں کی وجہ سے مکّے کے تمام بڑے بڑے لوگ چاہتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ چنانچہ وہ لوگ چاہتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ انکار کر دیتی تھیں۔ اس لیے کہ اب اُنہوں نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اپنی تجارت اور کاروبار کا انتظام خود ہی کرتی تھیں۔

خدیجہ طاہرہ ہر سال کچھ لوگوں کو اپنا مال دے کر تجارت کے لیے شام وغیرہ بھیجا کرتی تھیں۔ وہ لوگ جو کچھ نفع کما کر لاتے خدیجہ طاہرہ اس میں سے طے شُدہ حصّہ اُن کو دے دیتی تھیں۔ اس سال بھی وہ اپنا مال دے کر لوگوں کو شام بھیج رہی تھیں۔ جب یہ بات ابو طالب کو معلوم ہوئی تو اُنہوں نے حضورؐ سے آکر کہا کہ آپ بھی خدیجہ کا مال لے کر چلے جائیے اور نفع اُٹھائیے۔ حضورؐ اس پر تیار ہو گئے اور فرمایا کہ اگر خدیجہ نے مجھے بھیجنے کے لیے بُلایا تو مَیں مل لوں گا۔

یہ بات کسی نے خدیجہ طاہرہ سے جا کر کہہ دی کہ ابو طالب اپنے بھتیجے "امین" کو بھیجنا چاہتے ہیں۔ خدیجہ فوراً تیار ہو گئیں۔ اس لیے کہ آج کل مکّے کا ہر بچّہ بڑا حضورؐ

کی نیکی اور سچائی کے گُن گاتا تھا۔ اس وقت حضورؐ کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی بھی شخص آپ کا نام نہیں لیتا تھا بلکہ آپ کی سچائی اور امانت داری کی وجہ سے آپؐ کا نام ہی "امین" پڑ گیا تھا۔ حضرت خدیجہ نے فوراً حضورؐ کو اپنے پاس بُلایا اور کہا۔

"میں نے آپ کی سچائی، امانت داری اور نیکی کی شہرت سُنی ہے اس لیے میں آپ کو اپنا تجارتی مال دے کر بھیجنا چاہتی ہوں اور جتنا نفع دوسروں کو دیتی ہوں آپ کو اس سے دوگنا دوں گی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے قبول فرمالیا اور جا کر ابو طالب کو یہ بات بتائی۔ ابو طالب نے کہا۔

"اس رزق کا اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے انتظام فرمایا ہے۔"

قافلے کے چلنے کا وقت آیا تو خدیجہ طاہرہ نے اپنے غلام میسرہ کو حضورؐ کے ساتھ کیا اور اس سے کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کسی بات میں خلاف ورزی مت کرنا بلکہ اُن کی رائے پر چلنا۔"

ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو آپ کے سب چچا آپ کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دُور تک آئے۔ اُنھوں نے قافلے والوں کو خاص تاکید کی کہ وہ سب حضورؐ کی حفاظت کا پورا خیال رکھیں۔ اس کے بعد یہ مُبارک قافلہ روانہ ہوا۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی آپؐ پر ایک بدلی نے سایہ کر لیا تاکہ آپ دھوپ کی سختی سے محفوظ رہیں۔

قافلہ مکے سے روانہ ہو کر کئی جگہ ٹھہرتا ہوا ایک روز شام میں داخل ہو گیا اور وہاں بُصریٰ کے بازار میں جا کر ٹھہرا۔ وہیں قریب ہی ایک درخت تھا حضورؐ آرام فرمانے کے لیے اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

جس جگہ قافلہ ٹھہرا تھا وہاں سے قریب ہی ایک بہت بڑا گرجا تھا جس میں ایک بوڑھا راہب رہتا تھا۔ راہب کا نام نسطورا تھا۔ جب راہب کو معلوم ہوا کہ سامنے ایک قافلہ آکر ٹھہرا ہے تو وہ باہر نکل آیا اور سیدھا میسرہ غلام کے پاس گیا۔ میسرہ پہلے بھی کئی دفعہ یہاں آچکے تھے اس لیے وہ اور راہب ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ نسطورا نے حضورؐ کو درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا تھا اس لیے اُس نے حیرت کے ساتھ میسرہ سے پُوچھا۔

"میسرہ! یہ درخت کے نیچے کون بیٹھا ہے؟"

میسرہ نے کہا۔

"اہلِ حرم میں کے ایک قریشی نوجوان ہیں"

نسطورا نے جواب دیا۔

"اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں بیٹھا"

پھر راہب نے میسرہ کو کچھ نشانیاں بتائیں اور پُوچھا کہ یہ علامتیں اس نوجوان میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ میسرہ نے اقرار کیا کہ ہاں یہ نشانیاں ان میں موجود ہیں۔ نسطورا راہب کو یہ سُن کر یقین ہو گیا اور اُنھوں نے کہا۔

"یہ وہی ہیں۔ یہی پیغمبر آخرالزمان ہیں۔ کاش! میں اُن کے ظہور کا زمانہ پاؤں"

اس کے بعد نسطورا راہب نے حضور کے پاس آکر مُہرِ نبوّت دیکھی اور گواہی دی کہ آپ وہی نبی ہیں جن کا تورات میں ذکر ہے۔

میسرہ ان باتوں کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ اُدھر بصریٰ کے بازار میں حضورؐ نے جس طرح مال کا لین دین کیا اور تاجروں سے معاملات فرمائے وہ ایسے تھے جیسے بہت زیادہ تجربہ کار آدمی کیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس سفر میں جس قدر نفع حاصل ہوا اتنا کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ میسرہ نے حضورؐ سے کہا۔

"محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم چالیس سال سے خدیجہ کے لیے تجارت کر رہے ہیں۔ مگر ہم کبھی اتنا نفع نہیں حاصل کر سکتے جتنا آپ کے ذریعہ سے ہوا"۔

میسرہ آپؐ کی دیانت داری اور خوش اخلاقی دیکھتے تھے اور ادھر نسطور راہب کی باتیں یاد کرتے تھے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے ان کے دل میں آپ کی بے حد محبّت اور عزّت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اب اُن کی باتوں سے ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ خود حضورؐ کے ہی غلام ہوں۔ (سیرت حلبیہ)

۶

حضورؐ نے اس سفر میں بے حد نفع حاصل کیا جس سے حضرت خدیجہ کی تجارت کو خُوب ترقی ہُوئی۔ آپؐ نے بہت سا مال فروخت کیا اور بہت سا خریدا۔ اب واپسی کا وقت آگیا تھا اس لیے آپ زبردست منافع لے کر قافلے کے ساتھ مکّے کو روانہ ہُوئے۔ آخر چلتے چلتے قافلہ "مرّظہران" تک پہنچ گیا۔ یہ مکّے اور عسفان کے بیچ میں ایک جگہ تھی۔ یہاں پہنچ کر میسرہ نے حضور سے کہا۔

"آپ آگے جا کر مجھ سے پہلے مکّے پہنچ جائیں اور خدیجہ کو اس زبردست منافع کی خُوشخبری سنائیے جو آپ کے ذریعے حاصل ہُوا ہے"۔

چنانچہ حضورؐ میسرہ کو سامان کے ساتھ چھوڑ کر تیزی کے ساتھ مکّے کی طرف روانہ ہُوئے اور دوپہر کے وقت مکّے میں داخل ہو گئے۔ جس وقت آپؐ مکّے میں داخل ہُوئے اس وقت خدیجہ طاہرہ اپنے مکان کی ایک کھڑکی میں بیٹھی ہُوئی تھیں اور اُن کے پاس کچھ دُوسری عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اچانک اُنہوں نے دیکھا کہ ایک سوار تیزی کے ساتھ اپنا اُونٹ دوڑائے چلا آرہا ہے اور ایک فرشتہ اس سواری پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ حضرت خدیجہ نے تعجب سے یہ منظر دیکھا اور فوراً دوسری عورتوں

کو بھی دکھایا۔ وہ سب بھی اس سوار کی شان دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ کچھ ہی دیر بعد حضورؐ خدیجہ طاہرہ کے مکان پر پہنچ گئے۔ آپؐ نے اُن سے مل کر سفر کا حال بتایا اور جو نفع حاصل ہُوا تھا وہ سب بتایا۔ یہ نفع اس سے دوگنا تھا جو حضرت خدیجہ کو ہمیشہ حاصل ہوتا تھا۔ خدیجہ طاہرہ نے جب یہ باتیں سُنیں تو اُنہیں بیحد خوشی ہُوئی اور اُن کے دل میں حضورؐ کی محبت و عزت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

ادھر جب میسرہ مکے پہنچے تو اُنہوں نے بھی حضرت خدیجہ کو آپ کی وہ ساری باتیں بتلائیں جو اس سفر میں دیکھی تھیں کہ کس طرح آپ پر بادل سایہ کئے رہتا تھا اور یہ کہ نسطورا راہب نے آپؐ کو دیکھ کر کیا کیا باتیں کہی تھیں۔

یہ باتیں سُن کر خدیجہ کے دل میں آپ کی محبت اور آپؐ کا مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ اسی لیے اُنہوں نے حضورؐ کو جتنا معاوضہ دینا طے کیا تھا اس سے بھی دوگن دیا۔

حضرت خدیجہ طاہرہ کے ایک چچازاد بھائی تھے جن کا نام ورقہ ابن نوفل تھا۔ اُنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت خدیجہ حضورؐ کے متعلق جتنا سوچتیں اُنہیں حیرت بھی ہوتی اور اُن کے دل میں آپ کی محبت و عزت بھی بڑھتی چلی جاتی۔ آخر وہ ایک دن ورقہ ابن نوفل کے پاس آئیں اور اُن سے حضورؐ کے متعلق وہ ساری باتیں بتائیں جو اُنہوں نے خود دیکھی تھیں اور میسرہ سے سُنی تھیں۔ ورقہ یہ باتیں سُن کر خود بھی حیران ہو رہے تھے۔ آخر اُنہوں نے کہا۔

"خدیجہ! اگر یہ باتیں سچ ہیں تو سمجھ لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اُمت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی آنے والے ہیں اور لوگ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اب حضرت خدیجہ کے دل میں آپ کا زبردست احترام پیدا ہو گیا اور وہ یہ آرزو کرنے لگیں کہ یہ امانت دار نوجوان اُن کے شوہر بن جائیں۔ آخر یہ آرزو اتنی بڑھی کہ خدیجہ نے ایک روز ایک عورت نفیسہ بنت منبہ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ وہ حضورؐ

کے پاس جاکر شادی کا پیغام دیں۔ نفیسہ اس خدمت پر تیار ہو گئیں اور حضورؐ کے پاس آکر کہنے لگیں۔

"محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شادی کس وجہ سے نہیں کرتے؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"میرے پاس اتنا روپیہ کہاں ہے جس کے ذریعہ میں شادی کرسکوں۔"

نفیسہ نے کہا۔

"اور اگر اس کے بغیر ہی آپ کو حُسن وجمال اور دولت وعزت مل جائے۔"

آپؐ نے پُوچھا "وہ کون ہے؟"

اُنہوں نے کہا "خدیجہ"

حضورؐ نے فرمایا۔

"وہ مجھ سے کیسے شادی کرلیں گی؟"

حضرت خدیجہ اپنے حسن وجمال، مال ودولت اور پاکبازی کی وجہ سے مشہور تھیں۔ مکّے کے بڑے بڑے سردار اُن سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر وہ ہر ایک کو انکار کر دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ کو یہ خیال ہوا کہ جب وہ ہر ایک کو انکار کر دیتی ہیں تو کیسے راضی ہوں گی۔

اس کے بعد نفیسہ حضرت خدیجہ کے پاس آئیں اور ان کو ساری بات بتادی کہ محمدؐ راضی ہیں۔ (سیرت حلبیہ وطبقات ابن سعد)

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی۔ اپنی سچائی اور امانت داری کی وجہ سے آپؐ سارے مکّے میں محمد کے بجائے "امین" کے لقب سے

مشہور تھے۔ آپ کبھی بتوں یا شراب کے پاس نہیں جاتے تھے بلکہ ان چیزوں سے نفرت فرماتے تھے۔ مکّے میں اس وقت طرح طرح کی بُرائیاں پھیلی ہوئی تھیں مگر آپ ان سب سے دُور اور الگ تھلگ رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر چھوٹا بڑا اور امیر غریب آپ کی عزت کرتا تھا۔

ان خُوبیوں کے ساتھ ساتھ آپ ظاہر میں بھی ایک انتہائی حسین اور خُوب صورت نوجوان تھے۔ آپ کا قد درمیانہ تھا، نہ بیڈول لمبا اور نہ چھوٹا، بڑا سر اور گہرے سیاہ رنگ کے بال، کمان دار بالوں سے بھرے ہُوئے ابرو اور کُھلی ہوئی پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں جن میں کناروں پر ہلکی سی سُرخی کی جھلک تھی جس کی وجہ سے آنکھوں کی خوبصورتی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ سیاہ اور لمبی لمبی پلکیں، اُبھری ہُوئی اور ستواں ناک خُوبصورت اور برابر سفید دانت جن کے درمیان ہلکی سی چھید تھی گھنی اور خُوب صُورت داڑھی، اُونچی گردن، چوڑا سینہ، چوڑے ہاتھ اور ہتھیلیاں، بھری بھری ہتھیلیاں اور تلوے اور کُھلتا ہوا گندمی رنگ۔ آپ تیز اور جمے ہوئے قدموں سے اس طرح چلتے تھے کہ جسم مُبارک آگے کو جُھکا ہُوا ہوتا تھا۔

آپؐ کے چہرۂ مبارک پر ایسی نرمی اور ملائمت رہتی تھی جو ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ آپؐ خوشامد اور جھوٹی تعریف سے ہمیشہ دور رہتے صرف سچّی بات زبان پر لاتے۔ مگر آپ کی باتوں میں ایسی مٹھاس اور محبّت ہوتی تھی کہ ملنے والا ایک دفعہ کے بعد ہمیشہ کے لیے آپؐ کا شیدائی ہو کر رہ جاتا تھا۔

اس کے ساتھ ہی آپؐ کی نگاہوں میں سچائی اور بزرگی کی ایک ایسی عظمت ہوتی تھی جو بڑے بڑے سرکشوں کو مرعوب کر دیتی تھی۔ آپؐ کے ہر انداز میں ایسا وقار اور ایسی سنجیدگی ہوتی تھی کہ ملنے والا آپؐ کے اخلاق کے ساتھ آپؐ کی عظمت کا بھی قائل ہو جاتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت خدیجہ آپ کی شیدائی ہو گئیں۔ یہی خدیجہ طاہرہ تھیں جن سے قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور امیروں نے شادی کرنی چاہی لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا۔ مگر اب وہی خدیجہ طاہرہ حضورؐ کے پاس خود اپنا رشتہ بھجوا رہی تھیں۔

جب رشتہ کی بات پکّی ہو گئی اور وقت اور دن طے ہو گیا تو حضورؐ مقررہ وقت پر اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو طالب نے نکاح پڑھا اور قریش کی یہ طاہرہ قریش کے امین سے بیاہی گئیں۔

ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے گھر ہی رہتے تھے مگر اب آپ حضرت خدیجہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہیں رہنے لگے۔

شادی کے بعد حضرت خدیجہ کا بڑا مقصد حضور کی خوشی اور آرام تھا۔ حضورؐ کو تنہائی اور سکون پسند تھا۔ ایسی جگہ جہاں شور اور ہنگامہ نہ ہو۔ حضرت خدیجہ اپنی طاقت بھر ان باتوں کا پورا پورا خیال رکھتیں اور اس کوشش میں رہتیں کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اُنھوں نے اپنی تمام دولت اور روپیہ پیسہ حضورؐ کے لئے وقف کر دیا مگر خود حضورؐ نے بغیر اپنی محنت کے اُن کے مال پر نہ کبھی نظر رکھی اور نہ اُسے استعمال کیا۔ بلکہ آپؐ نے یہ کیا کہ اب تک تمام کاروبار کا انتظام حضرت خدیجہ کرتی تھیں شادی کے بعد یہ انتظام آپؐ نے خود سنبھال لیا۔ آپؐ نے اس طرح سے معاملات کئے کہ حضرت خدیجہ کا نفع بہت سے بھی کہیں زیادہ ہو گیا۔ حضورؐ بھی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ بہت اچھا معاملہ فرماتے اُن کے حقوق کا پورا پورا خیال کرتے۔ آپؐ کو تنہائیوں میں جا کر بیٹھنا اور وہاں سکون کے ساتھ سوچ بچار اور غور و فکر کرنا پسند تھا۔ مگر اس کے ساتھ آپؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھی آکر بیٹھتے، اُن سے باتیں کرتے اُن سے تجارت کا انتظام فرماتے اور ان معاملوں میں ہمیشہ اُن سے مشورہ کرتے رہتے۔

(شمائل ترمذی، طبقات ابن سعد)

اگرچہ اس وقت سارے عرب میں بُت پرستی پھیلی ہوئی تھی اور خاص بیت اللہ میں سینکڑوں بُت رکھے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی عرب بیتُ اللہ کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ کعبہ کو اللہ تعالےٰ کا گھر سمجھتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے۔

بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جس کو اب ہزاروں برس گزر چکے تھے۔ اتنا وقت گزر جانے کی وجہ سے کعبہ کی دیواریں بہت زیادہ خراب اور کمزور ہوگئیں تھیں۔ پھر اسی زمانے میں مکّے میں ایک سیلاب آیا۔ بیت اللہ شریف چونکہ نیچائی میں تھا اس لیے پہاڑوں پر سے بارش کا سارا پانی آکر کعبہ میں جمع ہوگیا۔ اس سے دیواریں اور بھی زیادہ کمزور اور خراب ہوگئیں۔ یہاں تک کہ اُن کے گِرنے کا ڈر ہونے لگا۔

اس سے مکّے والوں کو سخت فکر ہوّا اور اُنھوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کعبہ کی نئی تعمیر کرنی چاہیئے۔ اُنھوں نے یہ بھی طے کیا کہ نئی تعمیر میں ایک تو دیواریں اب سے زیادہ اونچی بنائیں اور دُوسرے کعبہ پر چھت ڈالیں اور اندر جانے کا دروازہ اتنا اُونچا کردیں کہ بغیر سیڑھی کے کوئی اندر نہ جاسکے۔ آخر یہ طَے ہوگیا کہ کعبہ کی دیواریں گِرا کر نئی دیواریں اٹھائی جائیں۔

کعبے کی تعمیر کا کام بہت زیادہ عزّت اور خوش نصیبی کی بات تھی اور ہر شخص اس میں شریک ہونا چاہتا تھا اس لیے اُنھوں نے یہ طے کیا کہ کعبے کی چاروں دیواروں کا کام سب خاندانوں میں بانٹ دیا جائے۔ کچھ خاندانوں نے دائیں طرف کی دیوار اپنے لیے طے کرلی تو کچھ نے بائیں طرف کی۔ اسی طرح کچھ خاندانوں کے حصّے

میں سامنے کی دیوار آئی اور کچھ کے حصے میں پُشت کی دیوار۔

اس کے بعد سب لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے پہلے اینٹیں پتھر لانے کا کام شروع کر دیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کی تھی۔ آپؐ نے بھی کعبے کی تعمیر میں کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور سب کے ساتھ اینٹیں اور پتھر ڈھو کر لائے۔

اس تعمیر میں عمارتی لکڑی وغیرہ کی بھی ضرورت تھی تاکہ کعبے کی تعمیر خوب مضبوط اور عمدہ ہو۔ مگر ان کے سامنے یہ مشکل تھی کہ یہ سامان کہاں سے آئے؟

ابھی وہ اس اُلجھن میں تھے کہ انہیں معلوم ہُوا کہ جدّے کے ساحل پر ایک جہاز آنکلا ہے جس پر عمارتی لکڑی لدی ہوئی ہے۔ ولید ابنِ مغیرہ ایک قریشی سردار تھا وہ یہ سُن کر سیدھا جدّہ پہنچا اور جہاز والے سے ملا۔ اس شخص کا نام باقوم تھا۔ یہ خود بہت اچھا معمار (راج) بھی تھا۔ مغیرہ نے باقوم سے بات کر کے اس سے لکڑی بھی لے لی اور اُسے اس پر بھی تیار کر لیا کہ وہ اُن کے ساتھ مکّے جا کر تعمیر کے کام میں اُن کی مدد کرے۔ اس طرح مکّے والوں کی یہ مُشکل بھی حل ہو گئی۔

جب یہ سب کام پُورے ہو گئے تو اب کعبہ کی پُرانی دیواریں گرانے کا نمبر آیا۔ مگر اب کسی کو اس کی ہمّت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ دیوار توڑنے میں پہل کرے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں خُدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ آخر پھر ولید ابنِ مغیرہ آگے آیا اور اُس نے کہا۔

"یہ دیواریں گرا کر تم اس کی مرمّت کرنا چاہتے ہو یا اُسے ختم کرنا چاہتے ہو؟"

لوگوں نے کہا۔

"نہیں! ہم تو اس کی مرمّت کرنا چاہتے ہیں۔"

مغیرہ کہنے لگا کہ پھر کیوں ڈرتے ہو؟ خُدا ہم سے ناراض نہیں ہو گا مگر لوگوں

کو پھر بھی ہمت نہ ہُوئی اور وہ پُوچھنے لگے ۔

"پھر اب کون کعبہ پر چڑھ کر اُسے ڈھانا شروع کرے گا ؟"

مغیرہ نے کہا ۔

"مَیں چڑھوں گا اور ڈھانے میں پہل کروں گا ۔"

اس کے بعد مغیرہ نے کدال اُٹھائی اور وہ کعبہ پر چڑھ گیا ۔ ڈھانے کا کام شروع کرنے سے پہلے اُس نے خُدا سے دُعا کی ۔

"یا اللہ ! ہمیں ہر مصیبت سے بچا اس لیے کہ ہم بھلائی کی نیت سے یہ کام کر رہے ہیں ۔"

اس کے بعد مغیرہ نے کدال ماری اور حجرِ اسود کی طرف سے کچھ حصّہ توڑ ڈالا ۔ دُوسرے لوگوں کو اب بھی اطمینان نہیں ہُوا ۔ اُنھوں نے کام نہیں شروع کیا بلکہ وہ کہنے لگے :۔

"ہم رات بھر انتظار کریں گے ۔ اگر دیوار ڈھانے کے بدلے مغیرہ پر خدا تعالیٰ نے اپنا غضب نازل کیا تو ہم یہ تعمیر نہیں کریں گے بلکہ اُسے یونہی چھوڑ دیں گے اور اگر مغیرہ کو کچھ نہ ہُوا تو سمجھیں گے کہ خدا ناراض نہیں ہُوا ۔ پھر ہم بھی دیواریں ڈھا دیں گے ۔"

اسی طرح اس دن بھی کام بند ہو گیا اور لوگ انتظار کرتے رہے کہ مغیرہ کا کیا حشر ہوتا ہے ؟ آخر رات گزر گئی صبح کو دیکھا تو مغیرہ بالکل اچھا بھلا موجود ہے ۔ اب سب کو اطمینان ہو گیا اور وہ سمجھ گئے کہ خدا تعالےٰ ان کے اس ارادے سے ناخوش نہیں ہے ۔ اب لوگوں نے خوشی خوشی کعبے کو توڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ بُنیاد آ گئی جہاں سے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر شروع کی تھی ۔ یہاں سے اب نئی دیواریں اُٹھانی شروع کیں ۔ اس کام میں باقوم اور ایک قبطی بڑھئی بھی اُن کی مدد کر رہے تھے ۔

آخر کچھ دنوں میں دیواریں کافی اُونچی اُٹھ گئیں اور اب حجرِ اسود کو اُس کی جگہ لگانے کا وقت آگیا۔ اس پر جھگڑا ہو گیا۔ کیونکہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر رکھنا بہت بڑی سعادت اور عزت تھی اس لیے ہر شخص یہی کہتا تھا کہ یہ عزت میں حاصل کروں گا۔ سب کام بند ہو گئے اور لوگ آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہوتے ہوتے یہ بات اتنی بڑھ گئی کہ تلواریں نکل آئیں اور لوگ ایک دُوسرے کے خُون کے پیاسے ہو گئے۔ بنی عبدالدار اور بنی عدی نے اس جھگڑے کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ان دونوں خاندانوں نے مل کر عہد کیا کہ جو خاندان بھی حجرِ اسود لگانے کی کوشش کرے گا ہم اُس سے جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ بنی عبدالدار ایک برتن میں خُون بھر کر لائے اور اس میں دونوں خاندانوں نے اپنے ہاتھ ڈبوئے اور قسمیں اور حلف لیے کہ جو بھی آئے گا ہم اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔

جب معاملہ اتنا بڑھ گیا تو آخر ایک شخص ابوامیہ ابن مغیرہ کھڑا ہوا۔ یہ اُس وقت قریش میں سب سے زیادہ بُوڑھا آدمی تھا اور سب لوگ اس کی بے حد عزت کرتے تھے۔ اس نے حرم میں کھڑے ہو کر کہا۔

"قریش کے لوگو! تم آپس میں مت لڑو بلکہ یہ کرو کہ جو شخص بھی اب "باب صفا" (حرم کا دروازہ) سے حرم میں داخل ہو اس سے فیصلہ کراؤ۔ جو کچھ بھی وہ فیصلہ کر دے اُسے سب قبول کر لو۔"

سب لوگوں کو یہ رائے بہت پسند آئی اور وہ اس پر تیار ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے بابِ صفا سے حضورؐ داخل ہوئے۔ لوگ آپ کو دیکھتے ہی خوش ہو گئے اور پکارنے لگے۔

"امین ...... امین! ہم اُن کے فیصلے سے خوش ہیں۔"

جب حضورؐ قریب پہنچے تو سب نے آپ کو معاملہ سمجھایا۔ آپؐ نے پُورے غور سے

ساری بات سُنی اور پھر فرمایا کہ ایک کپڑا لے کر آؤ۔ فوراً کچھ لوگ ایک چادر لے آئے۔ آپؐ نے چادر بچھائی اور حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر اُس میں رکھا۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا :

"ہر قبیلے کا سردار آ کر اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑے اور پھر وہ سب مل کر اُسے اُٹھائیں "

فوراً سب قبیلوں کے لوگ آگے بڑھے اور چادر اُٹھا کر اُسے اس جگہ لے آئے جہاں حجرِ اسود کو رکھنا تھا۔ اب حضورؐ پھر آگے بڑھے اور آپؐ نے حجرِ اسود کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے اس جگہ رکھ دیا جہاں اُسے لگانا تھا۔

سب لوگ اس فیصلہ سے خوش ہو گئے اور اس طرح یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اطمینان سے کام شروع کر دیا اور دیواریں اُٹھانے میں لگ گئے۔

اس طرح حضورؐ کے فیصلے نے مکّے کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچالیا۔ آپؐ کی سچائی اور انصاف سارے مکّے میں اتنا مشہور تھا کہ جس شخص کا کسی سے جھگڑا ہوتا تو وہ اُسے چکانے کے لیے حضورؐ کے پاس آیا کرتا تھا اور آپؐ جو فیصلہ فرما دیتے تھے وہ اتنا اچھا ہوتا تھا کہ سب لوگ اُس کو مان لیتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ امین کسی کے ساتھ بھی بے انصافی نہیں کر سکتے۔

(سیرت حلبیہ، روض الانف، ابن ہشام)

وحی

۱
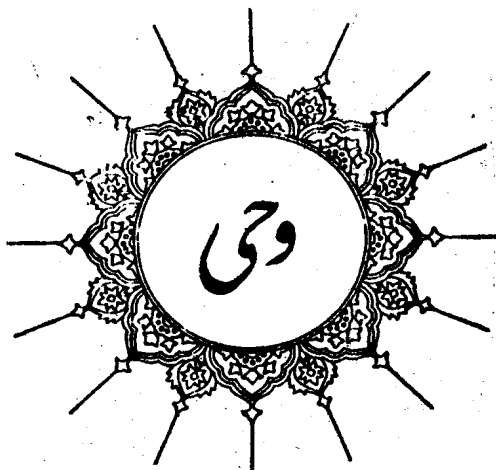
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے سارا عرب شرک اور گمراہی میں مبتلا تھا۔ خود بیت اللہ شریف کو قریش نے بتوں کا سب سے بڑا اڈا بنا رکھا تھا اور وہ اپنی اسی حالت میں مگن تھے۔ لیکن اس وقت بھی خاص مکے ہی میں کچھ قریشی بزرگ ایسے بھی تھے جو بت پرستی کو شرک اور گمراہی سمجھتے تھے۔

یہ لوگ زید ابن عمرو بن نفیل، ورقہ ابن نوفل، عثمان ابن حارث اور عبید ابن جحش تھے۔ یہ چاروں عالم خدا تعالےٰ کو ایک جانتے تھے۔ شراب اور بت پرستی کو برا سمجھتے تھے۔ اسی لیے جب یہ بزرگ اپنی قوم کا یہ حال دیکھتے تو انہیں بہت تکلیف ہوتی۔ یہ لوگ کبھی کبھی قریش کو سمجھاتے کہ بیت اللہ کو ان پتھر کی مورتوں سے پاک کر دو اور خدا کے ساتھ شرک مت کرو۔

قریش ان کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پابند ہیں۔ شراب کو حرام سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں پیتے، جوا نہیں کھیلتے، بتوں اور پتھروں کی عبادت نہیں کرتے۔ اپنے مال میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ جب بھی یہ لوگ سنتے کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا ہے تو یہ فوراً اس کے پاس پہنچ جاتے تھے اور بچی کو اس سے مانگ لاتے۔ پھر اس کی خود پرورش کرتے جب وہ جوان ہو جاتی تھی اور اس کا باپ اسے لینا چاہتا تھا تو اس کو واپس کر دیتے تھے۔

اس لیے قریش کے لوگ ان چاروں بزرگوں کی بہت عزت کرتے تھے مگر ان کی ان نصیحتوں پر انہیں بہت غصہ آتا کیونکہ اس طرح وہ ان مشرکوں کے بتوں کی توہین

کرتے تھے اور ان کے مذہب کو بُرا کہتے تھے۔ مشرک ہمیشہ سے اُنہی بتوں کو پوجتے آئے تھے اس لیے اُنہیں یہ بات ہرگز پسند نہیں تھی کہ اُن کو کوئی بُرا بھلا کہے۔ ان باتوں پر وہ اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے لیتے کہ یہ آواز اُنہیں سُنائی نہ دے۔ کچھ لوگوں نے جواب میں ان بزرگوں کو گالیاں دیں اور اُن کا مذاق اُڑا کر اُنہیں پریشان کیا۔

یہ بزرگ قریش کی گمراہی سے بہت تنگ تھے۔ آخر کچھ دنوں بعد اُن میں سے کسی نے تو ہجرت کر لی اور مکے کو چھوڑ کر چلے گئے اور کسی نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ صرف ایک زید ابن عمرو ابن نفیل اپنے باپ دادا کے مذہب پر باقی رہے۔ وہ کعبے کی دیوار کے پاس بیٹھ کر کہا کرتے تھے۔

"اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ عبادت کا کون سا طریقہ تجھے سب سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی طرح تیری عبادت کرتا لیکن افسوس مجھے وہ طریقہ معلوم نہیں"

اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر سجدے میں گر جاتے تھے۔ (سیرت حلبیہ، ابن ہشام، سیرت الرسول)

قریش نے اپنے ان بزرگوں کا مذاق اُڑایا اور اُنہیں گالیاں دیں۔ کیونکہ اُنہوں نے کہا تھا کہ قریش گمراہی پر ہیں اور اُن کے عقیدے غلط ہیں۔ لیکن وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ اُنہیں میں وہ نوجوان جو سب کے دلوں میں گھر کئے ہُوئے ہے خود بھی ان چاروں بزرگوں جیسے عقیدے رکھتا ہے یعنی ہمارے پیارے نبی رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس وقت تک آپؐ پر وحی آنی شروع نہیں ہُوئی تھی مگر آپؐ اپنی قوم کے عقیدوں کو نہیں مانتے تھے بلکہ تنہائی میں بیٹھ کر خُدا کو یاد کیا کرتے تھے اور دُعا کیا کرتے تھے کہ خدا آپؐ کو سیدھا اور صحیح راستہ دکھا دے۔

وہ جگہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادتیں کیا کرتے تھے مکّے کی شمالی سمت میں مکّے سے تقریباً دو فرسخ کے فاصلے پر تھی۔ یہ ایک غار تھا جس کا نام "حرا" تھا۔ آپؐ یہاں لمبے لمبے دن تن تنہا گزارتے۔ سکون کے ساتھ اس عالم کے بنانے والے کو یاد کرتے۔

ہر سال جب رمضان کا مہینہ آتا تھا تو آپ سب سے الگ تھلگ اس غار میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ وہاں نہ تو لوگوں کا شور و غل ہوتا اور نہ کوئی ہنگامہ ہوتا اسی لیے آپؐ اطمینان سے غور و فکر میں ڈوبے رہتے۔ آپؐ کے پاس تھوڑا سا کھانا ہوتا تھا جو یا تو آپؐ خود ساتھ لے آیا کرتے تھے یا گھر والے آپؐ کے پاس پہنچا جایا کرتے تھے۔ آپؐ اسی تھوڑے سے کھانے پر گزر فرمایا کرتے تھے۔

اس طرح آپؐ کے دن اور آپؐ کی راتیں گزرتی تھیں۔ آپؐ سوچتے رہتے اور جہاں حق اور سچائی کو دیکھتے اس کی طرف جھکتے اور جسے بُرائی سمجھتے اس سے پرہیز فرماتے۔ آپ سوچتے کہ جس عالم میں آپؐ زندگی گزار رہے ہیں اُس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کا راز کیا ہے؟ آپؐ چاہتے کہ یہ پردے سامنے سے ہٹ جائیں اور حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔

اس کے بعد کئی سال گزر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات دن اسی طرح گزرتے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آپؐ کئی کئی دن کے لیے غار میں جاتے جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپؐ پورے مہینہ کے لیے وہیں گوشہ نشین ہو جاتے اور پھر مکّے واپس تشریف لاتے تو بیت اللہ شریف میں جاتے اور کعبے کا طواف فرماتے۔ پھر آپؐ حضرت خدیجہؓ اور اپنے بچّوں کے پاس تشریف لاتے۔ حضرت خدیجہؓ محبت اور شفقت کے ساتھ پوچھتیں:

"آپ خیریت سے ہیں محمدؐ؟"

آپؐ جواب دیتے۔

"ہاں خُدا کا شکر ہے۔"

پھر بچے آپؐ کے پاس جمع ہو جاتے۔ ان میں جو چھوٹے تھے وہ آپؐ سے لپٹ جاتے اور بڑے آپؐ سے پُوچھتے۔

"آپ کہاں تھے؟ ہم بھی آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔"

آپؐ اُن کے ساتھ بہت پیار سے پیش آتے اور بڑی محبت سے اُن کی باتیں سُنتے اور جواب دیتے۔

آپ جتنی دیر اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتے۔ یہ وقت سب کے لیے نہایت خوشی اور مسرت کا ہوتا تھا۔ اس کے بعد پھر آپؐ سب سے الگ تھلگ اور دُور اسی جگہ تشریف لے جاتے جس کا نام غارِ حرا تھا۔

لیکن یہ خوشی کی گھڑیاں جو آپؐ اپنے بچوں کے ساتھ گزارتے تھے زیادہ دیر تک باقی نہیں رہیں کیونکہ تھوڑے ہی عرصے میں آپؐ کی نرینہ اولاد کو یکے بعد دیگرے خدا نے واپس اپنے پاس بُلالیا۔ سب سے پہلے جناب قاسم کی وفات ہوئی۔ پھر جناب طیّب کا انتقال ہُوا اور آخر میں جناب طاہر بھی خدا کو پیارے ہو گئے۔ اِس طرح بچپن میں رسول اللہ نے ماں باپ کے بچھڑ جانے کا صدمہ اُٹھایا تھا اور اب جوانی میں اولاد کے گزر جانے کا غم برداشت فرمایا۔

اب آپؐ کی صاحبزادیاں رہ گئی تھیں جن کے نام حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمِ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ تھے۔

جب حضرت زینبؓ جوان ہوگئیں تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے بھانجے جناب ابوالعاص ابن ربیع ابن عبدِ شمس سے اُن کی شادی کر دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے اپنی دوسری دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو اپنے چچا ابولہب کے

دو لڑکوں عتبہ اور عتیبہ سے بیاہ دیا۔ اب آپؐ کے پاس صرف حضرت فاطمہؓ رہ گئی تھیں جو ابھی کم عمر تھیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرینہ اولاد نہیں ہوئی لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے دو دوسرے بیٹے آپؐ کو مل گئے جو آپؐ کے لیے اولاد جیسے ہو گئے اور آپؐ اُن کے لیے باپ جیسے ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ اپنے بھتیجے حکیم ابن حزام ابن خویلد سے ملنے گئیں۔ واپس آئیں تو اُن کے ساتھ ایک خوب صورت لڑکا تھا۔ یہ حضرت زید ابنِ حارثہ تھے جو عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لائے گئے۔ حضرت خدیجہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی حکیم کو رقم دے کر بھیجا کہ اس لڑکے کو خرید لاؤ۔ حکیم غلام خرید کر لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت زید کے چہرے سے شرافت اور بلندی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے دریافت فرمایا:۔

"خدیجہ! یہ لڑکا کون ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"مجھے میرے بھائی نے یہ لڑکا لا کر دیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! مجھے اس بچے کے چہرے سے عزت اور شرافت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔"

حضرت خدیجہؓ نے کہا۔

"سنا ہے کہ یہ ایک کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا ہے اسے بنی تین ابن جسر کے رہزنوں نے پکڑ لیا پھر اسے حباشہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی شفقت و محبت سے لڑکے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے اُن سے دریافت فرمایا۔

"بیٹے! تمہارا کیا نام ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا۔

"میرا نام زید ابنِ حارثہ ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوال کیا۔

"تمہارا نسب کیا ہے؟"

اُنہوں نے جواب دیا۔

"میرے باپ حارثہ، شرجیل ابن کعب کے بیٹے تھے اور میری ماں سُعدی ثعلبہ کی بیٹی تھیں جو قبیلہ طے میں معن کی اولاد میں سے تھیں"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔

"خدیجہ! کیا تم یہ لڑکا مجھے دے سکتی ہو؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"یہ آپؐ کا ہو گیا"

رسول اللہ نے اسی وقت زید کو آزاد کر دیا اور ان کو اپنا بیٹا بنا لیا۔

اس کے بعد آپؐ نے زید کے ماں باپ کو اُن کے بارے میں اطلاع کرائی تاکہ اُنہیں اطمینان ہو جائے۔ اس اطلاع کے کچھ عرصہ بعد ہی زید کے والد اور اُن کے چچا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا کہ لڑکے کو ہمیں دے دیجئے۔

آپؐ نے فرمایا۔

"اگر اس کے علاوہ ایک اور صورت ہو؟"

ان دونوں نے پُوچھا۔

"وہ کیا ہے ؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں زید کو بلاتا ہوں اور فیصلہ اسی پر چھوڑتا ہوں۔ اگر وہ تمہارے پاس رہنا پسند کرے تو بغیر معاوضہ کے تم اُسے لے جا سکتے ہو۔ لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو خدا کی قسم! جو میرا ہے میں بھی اسی کا ہوں۔"

ان دونوں نے کہا۔

"واقعی آپؐ نے انصاف سے بڑھ کر انصاف کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلوایا جب وہ آگئے تو آپؐ نے اُن سے پُوچھا۔

"یہ دونوں کون ہیں ؟"

اُنہوں نے جواب دیا۔

"میرے باپ اور چچا ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں تمہیں اختیار دیتا ہوں چاہو تو اُن کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے پاس رہو۔"

اُنہوں نے جواب دیا۔

"میں آپ کے پاس رہوں گا۔"

حارثہ کو بہت غصّہ آیا اور اُنہوں نے ڈانٹ کر زید سے کہا۔

"زید! کیا تُو اپنے ماں باپ اور اپنی قوم اور اپنے شہر کے مقابلے میں غلامی کو پسند کرتا ہے ؟"

زید نے رسول اللہؐ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"انہوں نے مجھے غلام بنا کر نہیں لیا ہے بلکہ میں نے خود ان میں کچھ باتیں دیکھی ہیں جن کی وجہ سے میں کبھی اُن سے جُدا نہیں ہو سکتا۔"

اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لے کر قریش کے مجمع میں آئے اور فرمایا۔

"آپ سب گواہ رہیں کہ یہ میرا بیٹا ہے۔"

یہ سُن کر حارثہ کا دل مطمئن ہو گیا اور وہ حضرت زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔

رسول اللہ کی محبت اور شفقت کی وجہ سے حضرت زید آپؐ کے ساتھ بے حد خوش اور مطمئن تھے۔

ادھر مکے میں ایک سال شدید قحط پڑا اس کی وجہ سے رسول اللہ صلعم اپنے چچا ابو طالب کے پاس سے حضرت علی ابن ابی طالب کو بھی اپنے یہاں لے آئے اور اُن کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔ اس لیے کہ ابو طالب کی اولاد بہت تھی اور وہ خود کوئی مالدار آدمی نہیں تھے۔ ادھر مکے میں بہت سخت قحط سالی ہو گئی جس سے وہ اور زیادہ پریشان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دُوسرے چچا حضرت عباس کے پاس گئے۔ یہ بنی ہاشم میں بہت مالدار تھے۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"چچا ابو طالب پر اولاد کا بڑا بوجھ ہے۔ ادھر آپ جانتے ہیں کہ قحط پڑا ہوا ہے اس لیے میری رائے ہے کہ ہم دونوں اُن کے پاس چلیں اور اُن کا ایک ایک لڑکا اپنے اپنے گھر لا کر اُن کا بوجھ ہلکا کر دیں۔"

حضرت عباس کو یہ بات پسند آئی چنانچہ وہ حضور اکرمؐ کے ساتھ ابو طالب کے یہاں گئے اور اُن کے سامنے درخواست پیش کی۔ ابو طالب نے کہا۔

"وہ عقیل کے سوا میرے لڑکوں میں سے جس کو چاہو لے لو۔"

یہ سن کر حضرت عباس نے جعفر کو لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو لے لیا۔

اس کے بعد سے رسول اللہ صلعم حضرت علیؓ کے ساتھ باپ جیسی شفقت کا معاملہ کرتے اور حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک فرماں بردار بیٹے کی طرح رہتے۔

۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہو چکی تھی۔ اسی وقت آپؐ اس سچائی کے قریب پہنچے جس کی آرزو میں آپؐ نے بچپن اور جوانی گزاری تھی۔ شروع ہی سے آپؐ اپنا سارا وقت خُدا کی یاد اور اُس کی عبادت میں گزارتے تھے۔ ان عبادتوں نے آپؐ کی رُوح کو نور اور روشنی سے جگمگا دیا تھا۔ آپؐ کے قلبِ مبارک کو نورانیت اور پاکیزگی سے بھر دیا تھا۔ وہ سچائی اور حقیقت آپؐ کو ایک سچے خواب کی صُورت میں نظر آئی۔ یعنی آپؐ نے ایک سچّا خواب دیکھا جس کے بعد آپ پر ساری باتیں صُبح کی روشنی کی طرح کھلتی چلی گئیں۔

اس خواب میں آپؐ پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس دُنیا کی رونقیں اور تفریحات صرف ایک دھوکہ ہیں۔ یہاں کے عیش و آرام عارضی ہیں اور مٹ جانے والے ہیں۔ آپؐ نے سمجھ لیا کہ آپؐ کی قوم سیدھے اور سچے راستے سے ہٹ کر اندھیروں اور بربادیوں کی طرف جا رہی ہے۔

آپؐ نے سمجھ لیا کہ خُدا صرف ایک ہے اور اُس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ان عالموں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر آدمی کو اس کے کئے کا بدلہ دیتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص ذرّہ برابر بھی اچھائی اور نیکی کرے گا اُسے اس کا بدلہ

ملے گا۔ اور اگر کوئی شخص ذرہ برابر بُرائی کرے گا تو اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا"

یہ سچا خواب آپؐ کو بار بار نظر آتا اور وہ تمام چیزیں اور سچائیاں آپؐ کے سامنے آتی چلی جاتیں جن کو آپؐ تلاش کرتے تھے اور جن کی اصلیت کو آپؐ سمجھنا چاہتے تھے۔ حق اور سچائی بھی آپؐ کی نظروں کے سامنے آگئی اور جھوٹ اور دھوکہ بھی آپؐ کے سامنے آگیا۔ اس طرح آپؐ کے دل کو جہاں سکون و اطمینان اور ایمان و نور حاصل ہوگیا وہیں آپؐ کا قلبِ مُبارک خدائے بزرگ و برتر کی قدرت اور بڑائی سے لرز اُٹھا۔

برسوں تک سچائی کو تلاش کرنے کے بعد آپؐ نے اُسے پالیا تھا اور اگرچہ اب آپؐ کے دِل کو سکون و اطمینان حاصل ہوگیا تھا۔ لیکن اس سچائی کا راز کُھل جانے کے بعد جب آپؐ نے اپنی قوم کی حالت پر نظر ڈالی تو آپؐ کا دل خوف و دہشت سے کانپ اُٹھا۔

خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے نبی پر فضل و کرم فرمایا اور آپؐ کو اُس راستہ پر چلایا جس پر وہ لوگ چلتے ہیں جو خدا کی رحمت و مہربانی اور کرم کے امیدوار ہوتے ہیں۔ لیکن آپؐ کی قوم اندھیروں اور گمراہیوں میں بھٹک رہی تھی۔ اس کو سمجھانے والا کون ہوگا اور کہاں سے آئے گا؟

آپؐ کو ہمیشہ یہی سوچ رہتی اور اس کی وجہ سے آپؐ غمگین رہتے۔ وہ خواب صُبح کی روشنی کی طرح آپ کے سامنے آجاتا اور آپؐ بار بار اس کو دیکھتے جس سے وہ راز آپؐ پر کُھلتے جاتے جو اَب تک آپؐ سے چُھپے ہُوئے تھے۔

اب ہمارے پیارے نبیؐ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہونے کا وقت قریب آچکا تھا اور اس کی طرف سے آپؐ کو یہ عظیم الشان ذمہ داری سونپی جارہی تھی کہ آپؐ سارے انسانوں کو خدا سے ڈرائیں اور اُنہیں سیدھے راستے پر چلنے کی تبلیغ فرمائیں۔

جب سے یہ سچے خواب آپؐ کو نظر آنے لگے تھے اس وقت سے آپؐ کا دل دُنیا سے بالکل اُچاٹ ہو گیا تھا۔ اب آپؐ ہر وقت تنہائی میں یادِ خدا فرماتے رہتے۔

اس کے بعد رمضان کا مہینہ آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق غارِ حرا میں تشریف لے گئے اور خدا تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جب گھر والوں میں سے کوئی کھانا وغیرہ لے کر آتا تھا تو آپؐ کو خیریت سے دیکھ کر مطمئن ہو جاتا۔ گھر والے آپؐ کی طرف سے غریبوں کو خیرات و صدقات دیتے اور آپؐ کے لیے دُعائیں حاصل کرتے۔

اس طرح رمضان کے کئی دن گزر گئے۔ ایک رات کو سحر کے قریب اچانک آپ کے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہُوا۔ فرشتے نے آپؐ سے کہا۔

"پڑھئے !"

رسول اللہ خوف زدہ ہو رہے تھے۔ آپؐ نے جواب دیا۔

"مَیں پڑھنا نہیں جانتا"

اس کے بعد آپؐ نے محسوس فرمایا کہ فرشتے نے آپؐ کو اتنے زور سے بھینچا کہ آپؐ کا سانس گھٹنے لگا۔ پھر اس نے آپؐ کو چھوڑ کر کہا۔

"پڑھیئے !"

رسول اللہؐ نے پھر فرمایا۔

"مَیں پڑھنا نہیں جانتا"

فرشتے نے آپؐ کو دوبارہ سینے سے لگایا اور پہلے سے بھی زیادہ زور سے بھینچا۔ پھر کہا۔

"پڑھیئے !"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں پڑھنا نہیں جانتا۔"

فرشتے نے تیسری مرتبہ آپؐ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔

ترجمہ :۔ "(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کریگا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو پیدا کیا) انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور ایسا ہے) جس نے (لکھنے اور پڑھنے کو) قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا"

فرشتے نے جو آیتیں پڑھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فوراً دُہرایا۔ یہ الفاظ گویا آپؐ کے دل پر جم گئے تھے۔

آخر کار حضرت جبرائیلؑ رسول اللہؐ کے پاس سے واپس ہوئے اور آپؐ ڈرتے اور کانپتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ پسینہ میں شرابور ہو رہے تھے۔ آپؐ نے آتے ہی حضرت خدیجہ سے فرمایا۔

"مجھے چادر اڑھاؤ! مجھے چادر اڑھاؤ۔"

حضرت خدیجہؓ نے نہایت محبت سے آپؐ کو کپڑا اڑھا دیا۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ آپؐ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی ہے اور شاید آپ کو بخار ہو گیا ہے۔ کچھ دیر بعد جب ذرا آپؐ کی طبیعت ہلکی ہوئی اور آپؐ کی گھبراہٹ اور کپکپی کچھ کم ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا۔

"آپؐ کہاں تھے اور کیا واقعہ پیش آگیا تھا؟"

رسول اللہ نے حضرت خدیجہ کو رحم طلب نظروں سے دیکھا اور فرمایا۔

"خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا؟"

اس کے بعد آپؐ نے ان سے وہ سب کچھ بیان کیا جو آپؐ نے دیکھا تھا اور فرمایا۔

"مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا ہے"

لیکن حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو نہایت عقیدت اور احترام کی نظروں سے دیکھا ان کے چہروں پر اطمینان اور یقین کی مسکراہٹ ابھر آئی۔ انہوں نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"یہ خوش خبری ہے محمدؐ! اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپؐ اس اُمت کے نبی ہیں۔ خدا کی قسم! خدا آپؐ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے حقوق پورے کرتے ہیں۔ ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں۔ امانتیں ادا کرتے ہیں۔ مصیبت کے ماروں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمانوں کی عزت اور خاطر کرتے ہیں۔ نیک اور اچھے کام کرتے ہیں"

حضرت خدیجہ کی یہ تسلی آمیز باتیں سن کر آپؐ کو بہت سکون محسوس ہوا اور بہت خوش اور مطمئن ہوئے۔ آپؐ نے حضرت خدیجہ کی ان تسلی اور دلاسہ کی باتوں پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد آپؐ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے کہ خدا تعالے آپؐ پر خیر اور بھلائی نازل فرمائے گا۔

یوں تو حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے چکی تھیں مگر پھر بھی انہیں اس بات کا خیال لگا رہا جو آپؐ نے ان کو بتلائی تھی۔ اسی واسطے انہوں نے سوچا کہ یہ بات اپنے چچا زاد بھائی ورقہ ابن نوفل سے بھی پوچھنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں اور کئی مذہبوں کے بارے میں بہت

کچھ جانتے ہیں۔

ورقہ ابن نوفل پہلے یہودی ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور انجیل پڑھ کر اس کے کچھ حصّوں کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ غرض حضرت خدیجہ اُن کے پاس پہنچیں اور جو کچھ رسول اللہ نے ان سے بیان کیا تھا اور جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا ان کو بتلایا۔ ورقہ ابن نوفل نے جیسے ہی یہ سُنا وہ ایک دم پکار اُٹھے۔

"قدوس، قدوس (پاک پاک) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ خدیجہؓ! تم نے جو کچھ کہا اگر وہ صحیح ہے تو سمجھ لو کہ ان کے پاس وہی عظیم فرشتہ آیا ہے جو اس سے پہلے موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔ یقین کرو کہ وہ اس اُمت کے نبی ہیں اور وہی نبی ہیں جن کے آنے کی خوشخبری حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے دی تھی۔ تم میری طرف سے ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کر دینا۔"

حضرت خدیجہ جناب ورقہ کے پاس سے آئیں اور حضور پُرنور سے عرض کیا۔

"میں آپؐ کو خوشخبری سُناتی ہوں۔"

اور اس کے بعد اُنہوں نے وہ سب باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کیں جو ورقہ ابن نوفل نے آپؐ کے بارے میں بتلا کر اُن سے کہا تھا کہ یہ خوشخبری محمدؐ کو سُنا دینا۔

پہلی وحی آنے کے بعد رسول اللہ اپنی عادت کے مطابق غارِ حرا میں تشریف لے جاتے رہے۔ ایک روز وہاں سے آپؐ واپس آئے اور پہلے بیت اللہ شریف میں جا کر کعبہ کا طواف کیا۔ وہاں ورقہ ابن نوفل سے آپؐ کی مُلاقات ہُوئی۔

ورقہ نے آپؐ سے کہا۔

"میرے بھتیجے! جو کچھ تم نے دیکھا وہ مجھ سے بھی بتاؤ؟"

رسول اللہ نے سب کچھ اُن سے بیان کیا تو ورقہ نے کہا۔

" خدا کی قسم! تم اس اُمت کے نبی ہو اور تمہارے پاس وہی عظیم فرشتہ آیا تھا جو موسیٰ کے پاس آ چکا ہے۔ یاد رکھو تمہیں لوگ جھٹلائیں گے، تکلیفیں دیں گے، وطن سے نکال دیں گے اور تم سے جنگ کریں گے اور اگر اس دن تک میں زندہ رہا تو میں تمہاری حمایت اور مدد کروں گا۔"

حضورؐ نے پُوچھا۔

" کیا میری ہی قوم کے لوگ مجھے وطن سے نکال دیں گے؟"

جناب ورقہ نے جواب دیا۔

" ہاں! آج تک جتنے بھی نبی گزرے ہیں لوگوں نے اُن کی مخالفت کی اور اُنہیں تکلیفیں پہنچائیں۔"

پھر ورقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جُھک کر آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور اپنے گھر چلے گئے۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ، سیرت الرسولؐ)

رسول اللہ صلعم حضرت جبرئیل کے دوبارہ آنے کا انتظار فرمانے لگے۔ جن کے بارے میں ورقہ ابن نوفل نے بتلایا تھا کہ وہی عظیم فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تھا اور جن کے بارے میں حضرت خدیجہؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا تھا کہ وہ خدا کے فرشتے ہیں۔ آپؐ کا انتظار بڑھتا گیا مگر نہ حضرت جبرئیل آئے اور نہ آپؐ کے پاس وحی آئی۔

رسول اللہ صلعم اس خیال سے پریشان رہنے لگے کہ حضرت جبرئیل آپؐ کو ہدایتیں دینے کیوں نہیں آتے کہ آپؐ اب کیا کریں اور کس طرح تبلیغ کا آغاز کریں۔ وہ اسی طرح

خدا کا پیغام لے کر کیوں نہیں آئے جس طرح پہلے آئے تھے۔ آپؐ کی پریشانی بڑھتی گئی اور آپؐ بہت زیادہ غمگین رہنے لگے۔ حضرت خدیجہ نے آپؐ کی اس بے چینی کو تاڑ لیا اور وہ بھی آپؐ کی طرح ہر وقت اُداس اور رنجیدہ رہنے لگیں لیکن انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور رسول اللہ کو اطمینان اور تسلی دینے لگیں تاکہ آپؐ کی طبیعت کا بوجھ کچھ ہلکا ہو۔

جب بہت لمبا عرصہ گزر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قراری بہت زیادہ بڑھ گئی۔ آپؐ بے چینی میں اس ٹیلے سے اس ٹیلے پر چڑھتے۔ آپؐ کا دل بیحد پریشان ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ بے قراری کے عالم میں پہاڑوں کے درمیان اِدھر سے اُدھر پھرتے۔ کبھی آپؐ اُوپر چڑھ جاتے اور آپؐ کا دل چاہتا کہ یہاں سے خود کو نیچے گرا دیں۔ مگر جب بھی آپؐ پہاڑوں کے درمیان پہنچتے اور ایسا کرنا چاہتے تو اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے۔

"محمد! آپ خدا کے رسول ہیں اور میں آپ کا دوست اور بھائی ہوں"

رسول اللہ کا قلب مبارک کتنی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ وحی کے رُک جانے سے آپؐ کی روح مبارک کتنی بے چین تھی۔

وحی کے رُک جانے کے زمانے میں ایسا دو تین دفعہ ہوا اور حضورِ اکرمؐ کی بے قراری بڑھتی چلی گئی۔ آپؐ نے ایک مہینہ تک غارِ حرا میں قیام فرمایا اور خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔

آخر خداوندِ کریم نے آپؐ پر اپنا فضل فرمایا۔ آپؐ ایک مہینہ تک غارِ حرا میں رہنے کے بعد ایک روز واپس تشریف لا رہے تھے کہ اچانک آپؐ کو ایک آواز سُنائی دی۔ آپؐ نے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا پھر آپؐ نے اُوپر کو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ سامنے ہے جو غارِ حرا میں آیا تھا یعنی

حضرت جبرئیل علیہ السلام ۔ مگر اس دفعہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ ڈر اور خوف کا عالم طاری ہو گیا۔ آپؐ ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا :

" مجھے چادر اوڑھاؤ اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو "

اس وقت آپؐ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔

یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

ترجمہ :۔ اے کپڑے کے اوڑھنے والے اُٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اُٹھو یا یہ کہ مستعد ہو) پھر (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب تک الگ ہو) اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو اور (پھر انذار میں جو ایذا پیش آئے اس پر) اپنے رب (کی خوشنودی) کے واسطے صبر کیجئے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے ۔ آپؐ کے قلب کو سکون حاصل ہو گیا اور بے قراری دُور ہو گئی ۔ جب حضرت خدیجہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی پوری طرح آپؐ کی خوشی میں شریک ہوئیں ۔ کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لیے جس بات کی تمنّا اور دُعا کر رہی تھیں وہ پوری ہو گئی تھی ۔ خداوند کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت پھر عطا فرمائی جس کے بند ہو جانے کی وجہ سے آپؐ بے چین تھے ۔

رسول اللہ پر آسمان سے وحی آتی رہی جس کے ذریعے آپؐ قرآن پاک کی

آیتیں سیکھتے رہے اور خداوند کریم نے جو عظیم الشان کام آپؐ کے سپرد کیا تھا اُس کے بارے میں حضرت جبرئیلؑ آپؐ کے پاس خدا کے احکام لاتے رہے۔

حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے طریقے سکھلائے۔ ایک مرتبہ جبکہ آپؐ مکے کے اس حصّے میں تھے جو بلندی پر ہے، حضرت جبرئیل آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کے سامنے وضو کیا تاکہ آپؐ دیکھ لیں کہ نماز کے لیے کس طرح پاکی حاصل کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے اسی طرح وضو کیا جیسے حضرت جبرئیلؑ کو کرتے دیکھا تھا۔ پھر حضرت جبرئیل نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ رسول اللہؐ نے حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ اس طرح نماز پڑھی کہ حضرت جبرئیل امام تھے اور آپؐ مقتدی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل واپس چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور اُن کے سامنے اسی طرح وضو کیا جیسے حضرت جبرئیلؑ نے کیا تھا تاکہ انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ نماز کے لیے کس طرح پاک ہونا چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ کو دیکھ کر حضرت خدیجہ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ حضرت خدیجہ آپؐ کے پیچھے اسی طرح نماز پڑھ رہی تھیں جس طرح رسول اللہؐ نے حضرت جبرئیل کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ (بخاری، ابن ہشام، سیرت الرسول)

حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ رہے تھے اور آپؐ اُن کی کفالت اور پرورش فرما رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ دونوں کبھی رکوع کرتے ہیں کبھی سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اُنہوں نے آپؐ کو قرآن کریم کی آیتیں پڑھتے ہوئے بھی سُنا۔ یہ آیتیں سچائی کا ایک راستہ

دکھاتی تھیں اور برائیوں سے بچنے کا حکم دیتی تھیں۔

حضرت علیؓ کا ابھی لڑکپن تھا وہ تعجب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کو نماز پڑھتے دیکھا کرتے تھے۔ وہ حضورؐ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپؐ جو کچھ فرماتے اس کو دل سے سچّا سمجھتے تھے اور اس بات پر بھروسہ رکھتے تھے کہ آپؐ ان کی بھلائی چاہتے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے اُنھوں نے رسول اللہؐ کو اس طرح عاجزی کے ساتھ سجدے کرتے نہیں دیکھا تھا اور نہ آپؐ کو ایسا پاک اور نصیحتوں سے بھرا ہُوا کلام پڑھتے سُنا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے نہ رہا گیا اور انھوں نے رسول اللہ صلعم اور حضرت خدیجہ سے پوچھا کہ۔

" یہ کیا ہے ؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

" یہ خدا تعالےٰ کا پاک اور سچّا دین ہے۔ اسی کی وجہ سے خدا اپنے پیغمبر اور رسول بھیجتا ہے۔"

حضرت علیؓ کو بہت تعجّب ہو رہا تھا وہ حیرت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بات سُن رہے تھے۔

حضرت علیؓ کا ابھی بچپن تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے اُنھوں نے یہ باتیں سُنیں تو اُنہیں بڑی حیرانی ہُوئی۔

مگر بچّے ہونے کے باوجود وہ حضورؐ کو سب سے زیادہ سچّا اور نیک جانتے تھے۔ اسی لیے وہ بہت غور سے آپؐ کی بات سُن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

"مَیں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اس خُدا کی عبادت کرو جو ایک ہے اور جس

کا کوئی شریک نہیں۔ اپنی قوم کو کافر سمجھو۔ اس لیے کہ وہ لات و عزیٰ کو اپنا خُدا سمجھتے ہیں "۔

حضرت علیؓ نے کہا۔

" مجھے اتنی مُہلت دیجئے کہ مَیں اپنی والدہ کو بھی بتلا دوں "۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ابھی اسلام کا راز عام لوگوں کو معلوم ہو۔ اس لیے آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

" علی! اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو اس بات کو چھپائے رکھو اور کسی سے ظاہر مت کرو "۔

حضرت علیؓ نے رات اس طرح گزاری کہ اُن کی پلک بھی نہیں جھپکی بلکہ رسول اللہ کو جو کچھ کرتے دیکھا تھا اور آپؐ سے جو کچھ سُنا تھا وہ اسی کے بارے میں سوچتے رہے یہاں تک کہ خُدا تعالےٰ نے اُن کو سیدھا راستہ دکھا دیا۔ صُبح ہوئی تو وہ جلدی سے رسول اللہ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا۔

" مَیں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں اور آپؐ کی پیروی کرتا ہوں۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ مَیں اپنے والد سے اس کا ذکر کروں، مجھے بتلائیے کہ مَیں کیسے رکوع کروں اور کیسے سجدہ کروں؟ اور کیسے خُدا کا کلام پڑھوں؟"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز سکھلائی اور اس وقت تک جتنی آیتیں آپؐ پر اُتری تھیں وہ بھی یاد کرائیں۔

اس کے بعد جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو ہمیشہ حضرت علیؓ آپؐ کے پیچھے ہوتے تھے۔

اس کے کچھ ہی دن کے بعد حضرت زید ابنِ حارثہ بھی ایمان لے آئے اور جیسی عبادت رسول اللہؐ اور حضرت علیؓ کو کرتے دیکھتے اس میں خود بھی شریک ہو جاتے۔

اس طرح حضرت علیؓ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت میں رہ کر اندازہ ہوا کہ آپؐ بہت عظیم روح کے مالک ہیں اور بے حد نرم دل اور نرم مزاج ہیں۔ یہ دونوں محسوس کرتے تھے کہ آپؐ کی ہر بات بے حد بلند اور عظیم ہے۔ اس کی وجہ سے یہ دونوں رسول اللہ صلعم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ بات کھول دی کہ کیوں وہ دونوں آپؐ سے بہت محبت کرتے تھے اور ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کی تبلیغ سے بھی پہلے وہ دونوں آپؐ پر ایمان لا چکے تھے۔

ادھر حضرت علیؓ کے بعد حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ تیمی جو رسول اللہ صلعم کے بہت گہرے دوست تھے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آپؐ پر ایمان لے آئے۔ یہ دوسرے آدمی تھے جو رسول اللہؐ کی سچائی اور پاکیزگی سے محبت کرتے تھے اور آپؐ کی زندگی کو اور آپؐ کے ساتھ رہنے کو بے حد پسند کرتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابوبکرؓ کو بہت پسند کرتے تھے اور اُن کی محبت کا جواب محبت سے دیتے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی رسول اللہ صلعم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور حق اور باطل کا فرق سمجھایا۔ اُنہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اسلام کی دعوت دی تھی اور ان کو سیدھا راستہ دکھلایا تو اُنہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا تھا۔

"آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپؐ ہمیشہ سچ بولنے والوں میں سے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے رسول اور پیغمبر ہیں۔"

حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ قوت حاصل ہوئی اور اسلام کی تبلیغ شروع کرنے میں وہ بڑے مددگار ثابت ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں بہت زیادہ محبوب تھے۔ اِدھر وہ قریش میں اعلیٰ حسب نسب اور اُونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت زبردست عالم تھے اور قریش کی تمام اچھائیوں اور بُرائیوں سے واقف تھے۔

حضرت ابوبکرؓ ایک خوشحال تاجر تھے۔ آپؓ بے حد سخی تھے اور روپیہ پیسہ خُوب خرچ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک بہت خوش اخلاق اور مشہور آدمی تھے۔ لوگ اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرتے تھے اور اُن کی مجلسوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے۔ اور اپنی ضرورتوں میں ان کی رائے لیتے تھے۔ کیونکہ وہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تاجر بھی تھے۔ اُن کی مجلسیں بہت اچھی اور مفید ہوا کرتی تھیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خود بھی دُوسرے لوگوں کو اس نئے دین میں شامل ہونے کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان کی مجلسوں میں جو سمجھدار لوگ آتے تھے حضرت ابوبکرؓ ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔

جن صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ اسلام قبول کیا ان میں سب سے پہلے حضرت عثمان ابن عفان ہیں اور پھر حضرت زبیر ابن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت طلحہ ابن عبیداللہ مسلمان ہوئے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ ابن جراح اور ارقم ابن ارقم نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد اور بہت سے مرد و عورت مسلمان ہُوئے۔ ان عورتوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیٹیاں بھی شامل تھیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

(سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ)

۶

مُسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی ۔ حالانکہ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طریقے سے تبلیغ اور اللہ تعالےٰ کے دین کی اشاعت کا کام شروع نہیں فرمایا تھا۔ لیکن لوگ آپؐ کی اُمت میں شامل ہو کر اپنے مُسلمان ہونے کا اقرار کرتے رہے ۔

لیکن مُسلمان ابھی تک اپنے اسلام کو چھپائے ہُوئے تھے اور چُھپکے چُھپکے ہی اس کو پھیلانے کا کام کر رہے تھے۔ جن لوگوں کے بارے میں اُنہیں اندازہ ہوتا کہ اُن کی طبیعتوں میں بھلائی ہے اور یہ سچائی کی طرف جُھک سکتے ہیں ان کو صحابہ اسلام کا پیغام سُناتے۔ لیکن یہ سب کچھ وہ اپنے رشتہ داروں اور عام لوگوں سے چُھپ کر کرتے تھے ۔ ان کاموں کے لیے وہ آبادی سے دُور ویران جگہیں منتخب کرتے اور وہاں قرآن پاک پڑھتے اور ایک دُوسرے کو یاد کراتے ۔ لوگوں سے چھپ کر پہاڑی گھاٹیوں میں جاتے اور وہاں نماز پڑھتے۔ نئے مسلمان اپنے سے پہلے اسلام لانے والے لوگوں سے مسئلے پُوچھتے اور قرآن پاک کی جتنی آیتیں اُس وقت تک نازل ہو چکی تھیں وہ یاد کرتے ۔

اب مکّے والوں کو بھی کُچھ اندازہ ہونے لگا کہ مُسلمان کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ گھات میں رہنے لگے کہ اُن کا وہ راز معلوم کریں جسے یہ چھپاتے ہیں اور ان کی خفیہ حرکتوں کا پتہ لگائیں۔ جلد ہی اُنہیں معلوم ہو گیا کہ مُسلمان نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادتیں کرتے ہیں ۔

انہیں معلوم ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قریش کے دین کے بجائے ایک نئے دین کا پیغام دیتے ہیں جو یہ سکھاتا ہے کہ خدا ایک ہے اُس کی خدائی میں کوئی دُوسرا شریک نہیں ہے ۔ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی مارتا ہے کوئی

اس کے برابر نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خُدا کے پیغمبر اور رسول ہیں جنہیں خداوند کریم نے دُنیا کی رہبری کے لیے بھیجا ہے۔

قریش کو جب یہ راز معلوم ہُوا تو وہ غُصّے اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اُن کے دلوں میں غُصّے کا طوفان اُٹھنے لگا۔

کیا ابوطالب کے پاس رہنے والا یتیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے۔ کیا وہ لوگوں کو ہمارا مذہب چھوڑنے اور ہمارے خداؤں کا انکار کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی جسارت کی کہ وہ اپنی قوم اور اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دے۔

سب لوگ حیرت اور تعجب بھری نظروں سے ایک دُوسرے کو دیکھتے۔ بعض لوگوں نے تو اسی وقت پُورے یقین کے ساتھ کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) محمدؐ پاگل ہو گیا ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کو شہرت اور عزّت حاصل کرنے کی سُوجھی ہے۔ مگر جلد ہی اُس کے یہ خواب غلط ثابت ہوں گے۔ اسی واسطے ایسے لوگوں نے اس بات کو زیادہ اہمیّت نہیں دی۔

انہی میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے دل اس نئے دین کی طرف مائل ہوئے اور وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے خواہشمند ہو گئے تاکہ اس دین کی خوبیاں معلوم ہوں۔ ایسے لوگوں کو جب اسلام کی معلومات ہو جاتیں تو وہ مُسلمان ہو جاتے تھے۔

ابوطالب بھی اپنے بھتیجے کے اس نئے دین کے بارے میں سُن چکے تھے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس اُن کا گزر ہُوا۔ اس وقت رسول اللہ صلعم مکّے کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے جو اپنی ساری

قوم اپنے باپ اور اپنے چچاؤں سے چھپ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

ابوطالب نے رسول اللہؐ سے کہا۔

"میرے بھتیجے یہ کون سا دین ہے جس پر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں"۔

رسول اللہ نے فرمایا۔

"چچا! یہ خدا کا اور اُس کے فرشتوں کا دین ہے۔ یہ خدا کے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ دین دے کر اور اپنا رسول بنا کر اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہے اور چچا! اس بات کے سب سے زیادہ حق دار آپ ہیں کہ یہ دین اختیار کرنے کے لیے میں آپ سے کہوں اور آپ کو سچا راستہ اختیار کرنے کی نصیحت کروں۔ اور سب سے زیادہ آپ ہی کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ آپ میری بات مانیں"۔

ابوطالب نے کہا۔

"میرے بھتیجے! میں اپنے باپ دادا کے مذہب اور اُن کے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مگر جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہونے دوں گا"۔

اس کے بعد ابوطالب اپنے بیٹے حضرت علی کی طرف مُڑے اور اُن سے کہا۔

"بیٹے! جس دین پر تم چل رہے ہو کیا تم اسے سمجھتے ہو؟"

حضرت علی نے کہا۔

میں خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور خدا کے رسول کے ساتھ میں نے خدا کے لیے نماز پڑھی ہے۔ کیونکہ جو کچھ یہ کہتے ہیں میں اُس کی تصدیق کرتا ہوں"۔

ابوطالب نے کہا۔

"یہ تمہیں کبھی بُرائی کی طرف نہیں بلائیں گے بلکہ ہمیشہ تمہاری بھلائی کی بات کہیں گے

اس لیے ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔"

اسی طرح ایک دُوسرے موقعہ پر ابو طالب نے دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ بنی ہاشم کے سردار ابوطالب نے اپنے بھتیجے اور بیٹے کو خُدا کے حضور میں سجدہ کرتے دیکھا تو اُن کے دل پر بہت اثر ہُوا۔ اس وقت ابوطالب کے ساتھ اُن کے دُوسرے بیٹے حضرت جعفر طیار بھی تھے انہوں نے حضرت جعفر سے کہا۔

"بیٹے! اپنے چچا زاد بھائی کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔"

ابوطالب نے اگرچہ خود تو اسلام قبول نہیں کیا مگر اُنہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو اسلام لانے کی اجازت دے دی اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور حمایت کرتے رہے۔

مُسلمان جب نماز پڑھتے تھے تو قریش اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔ جب وہ رکوع اور سجدے کرتے تو اُن پر ہنستے تھے۔ اُن کی یہ حرکتیں بڑھتی گئیں۔ وہ لوگ مکّے کی پہاڑیوں میں جاتے جہاں مُسلمان ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے تھے اور مُسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر آوازے کستے اور پھر زور زور سے قہقہے لگاتے۔

اسی میں ایک روز "عراک" کے مقام پر مشرک مُسلمانوں پر چڑھ دوڑے۔ اس وقت مُسلمان نماز پڑھ رہے تھے۔ مُسلمانوں میں حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی تھے جو بے حد جوشیلے نوجوان تھے۔ اُنہوں نے جب یہ دیکھا تو غُصّے میں آکر ایک مشرک کو مارا جس سے اُس کا سر پھٹ گیا اور زخم سے خون بہہ نکلا۔ مشرک یہ دیکھ کر ایک دم ٹھنڈے پڑ گئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہُوئے۔ یہ پہلا خُون تھا جو اسلام کے راستے میں اور اسلام کے واسطے بہایا گیا۔

چونکہ مشرکین مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مُسلمانوں کو اُن سے دُور رکھا کرتے تھے اور اُن سے چھپ کر حضرت ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں صحابہ کو جمع کیا کرتے تھے اور قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہو چکی تھیں۔ وہ اُنہیں سُنایا کرتے تھے یا کوئی نئی وحی آتی تھی تو وہ سُنایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملے ہوئے تین سال گزر گئے۔ اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بلکہ سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ آپؐ کے اُمتیوں کی تعداد کافی بڑھ گئی ہے اور مُسلمان طاقت ور ہو گئے ہیں۔

اسی لیے خدا تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کُھل کر اسلام کو پھیلانے کا کام کریں اور اب چُھپ کر تبلیغ کرنے کے بجائے علی الاعلان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ، وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ہ

ترجمہ :۔ خُدا کے احکام برملا سُنائیے اور مشرکوں کی (مخالفت کی) پرواہ نہ کیجئے "۔

(سیرت ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

آغازِ تبلیغ

۱

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: "اور (اس مضمون سے) آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرائیے اور ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں اور اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔"

تین سال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو چھپ چھپ کر اور پوشیدہ طور پر اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ کھل کر اور علی الاعلان لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں اور سب سے پہلے اپنے خاندان والوں اور قریبی رشتہ داروں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔ ساتھ ہی خدا نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مشرکین اور گمراہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو ہرگز اس پر غمگین نہ ہوں اور اس کا کوئی خیال نہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے اس حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور کچھ دن تک اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر یہ غور فرماتے رہے کہ اپنے خاندان والوں اور رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کی کس طرح ابتدا کریں اور کیا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح گوشہ نشین ہو جانے اور گھر میں بیٹھ رہنے کی خبر آپ کی پھوپھیوں کو ہوئی وہ سب آپ کے پاس آپ کی مزاج پرسی کے لیے آئیں کیونکہ انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی ہے۔ غرض انہوں نے آ کر آپ کی مزاج پرسی کی اور اس گوشہ نشینی کی وجہ پوچھی۔

آپ نے اُن سے فرمایا۔

" مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے بلکہ خدا تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے خاندان والوں اور اپنی قریبی رشتہ داروں کو خُدا کے عذاب سے ڈراؤں۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان سب لوگوں کو اپنے گھر بُلاؤں اور پھر جیسا کہ خُدا نے مجھے حکم دیا ہے اُنہیں اس کے عذاب سے ڈراؤں "

ان عورتوں نے کہا۔

" ضرور بلاؤ۔ لیکن اپنے چچا عبدالعزیٰ یعنی ابولہب کو ہرگز نہ بُلانا اس لیے کہ وہ تمہاری کوئی بات نہیں سُنے گا "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد ہی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی کھانے کی دعوت کی اور اُنہیں اپنے گھر بلایا۔ آنے والوں میں ابولہب بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وہ آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

رسول اللہ صلعم کے مکان پر کھانے کی دعوت میں بہت سارے لوگ جمع ہوئے جن میں آپؐ کے سب چچا، اُن کی اولادیں اور آپؐ کے دوسرے رشتہ دار شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب کے ساتھ موجود تھے۔ چنانچہ جب یہ سب لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو جس مقصد کے لیے آپؐ نے اُنہیں بلایا تھا وہ اُن سے بتایا اور خدا کا پیغام اُن تک پہنچایا۔

لیکن ابولہب نے آپؐ کی بات سُننے کے بجائے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کے لیے یہ موقعہ غنیمت سمجھا کہ آپؐ نے اپنا اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر جو نیا دین اختیار کیا ہے اُس سے آپؐ کو روکے اور اپنے سب رشتہ داروں کے سامنے آپؐ کو سمجھائے۔ اس لیے اس نے جلدی سے بات شروع کی اور کہا۔

"محمدؐ! یہ سب لوگ تمہارے چچا اور چچازاد بھائی ہیں۔ اس لیے ایسی بات کہو جس کی یہ سب تم سے امید کرتے ہیں اور اپنے باپ دادا کے جس دین کو تم چھوڑ بیٹھے اُسے دوبارہ اختیار کرلو۔ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں جو برائی تم نے اپنے بھائی بندوں اور رشتہ داروں کے ساتھ کی ہے شاید ہی کسی نے کسی سے کی ہو۔ یہ بات تم یاد رکھو کہ ہم لوگوں میں ہرگز اتنی طاقت اور کس بل نہیں کہ ہم عربوں کے ساتھ لڑسکیں۔ لیکن اگر تم نے یہ باتیں نہ چھوڑیں تو مجبور ہو کر تمہارے ہی بھائی اور رشتہ دار تمہیں پکڑ کر کسی جگہ بند کردیں گے۔ اُن کے واسطے قریش اور تمام عربوں سے جنگ کرنے کے بجائے یہ بات زیادہ آسان ہو گی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپؐ بھی کچھ فرمائیں اور سچائی کا جو پیغام آپؐ اُن لوگوں کو سنانے والے تھے وہ سنا کر ان کی برائیاں اُن کو بتلائیں۔ لیکن آپؐ کو اس کا موقعہ ہی نہیں مل سکا۔

ابولہب نے لوگوں کو آپؐ کے بارے میں بھڑکانا شروع کردیا اور ان لوگوں سے واپس چلنے کے لیے کہا۔ اس پر سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو جس مقصد کے لیے جمع کیا تھا وہ پورا نہیں ہوسکا۔

کچھ دن کے بعد پیغمبرِ خدا نے ان سب لوگوں کو دوبارہ بلایا۔ جب سب لوگ آگئے تو آپؐ اُن کو خداوند کریم کا پیغام سنانے کے لیے کھڑے ہوئے۔

آپؐ نے فرمایا۔

"ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک راہبر اور راستہ بتلانے والا خود اپنے ہی قافلے سے جھوٹ بول کر اُسے بھٹکا دے۔ اس خدا کی قسم! جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں کہ مجھے خدا تعالےٰ نے تمہارے اور ساری دنیا کے واسطے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم! عبدالمطلب کی اولاد! دنیا میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اتنی اچھی چیز لے کر

نہیں آیا جیسی میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں ۔ میں آپ سب کے لیے دُنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں ۔ مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اُس کی طرف بُلاؤں اب مجھے بتلائیے کہ آپ میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے گا ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا فرما کر خاموش ہو گئے اور اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے چہروں کو دیکھنے لگیں تاکہ اندازہ کر سکیں کہ

ان میں سے کس کا دل ایمان کی طرف جُھکا ہے ؟

اُن میں سے کس نے اسلام کو اپنے دل میں جگہ دی ہے ؟

ان میں سے کون میرا ساتھ دینے پر تیار ہو گا ؟

ان میں سے کون میری بات مانتا ہے اور میرا خلیفہ بنتا ہے ؟

لیکن ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جتنے رشتہ داروں کو جمع کیا تھا اُن میں سے کسی نے بھی آپ کی اس آواز پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور کسی نے بھی آپ کی بات نہیں مانی ۔

اس کے بجائے بہت سے لوگ بالکل خاموش بیٹھے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کو گھور رہے تھے ۔ کچھ لوگوں نے بے پروائی کے ساتھ دوسری طرف مُنہ پھیر لیا اور وہاں سے واپس جانے کا ارادہ کرنے لگے ۔

اسی وقت مجمع میں سے ایک کم سن بچہ کھڑا ہوا جو ابھی لڑکپن کی عمر میں تھا اس نے رسول اللہ صلعم کی بات کو قبول کیا اور جواب دیا ۔

"اے خدا کے رسول ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کا مددگار ہوں گا اور آپ کا پُورا پُورا ساتھ دُوں گا ۔"

یہ ابوطالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے ۔

ان کی یہ بات سُنتے ہی سب نے ایک دم کھل کھلا کر ہنسنا شروع کر دیا ۔ کچھ لوگوں نے

ابو طالب کی طرف دیکھا اور مذاق اُڑانے کے انداز میں اُن سے کہا۔
"کیوں بھئی تم اپنے بھتیجے محمدؐ کی پیروی کرو گے یا اپنے بیٹے علی کی ؟"
اس کے بعد یہ دُوسری مجلس بھی برخاست ہوگئی۔ دعوت میں شریک ہونے والوں میں سے کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بات نہیں مانی۔ لیکن اس سے رسول اللہ ؐ مایوس نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نے اسی طرح کھلم کھلا تبلیغ کو جاری رکھا۔
اس سلسلہ میں ایک روز آپؐ صفا کے پہاڑ پر چڑھے اور وہاں سے آپؐ نے لوگوں کو آواز دی۔
"اے قریش والو! اے قریش والو!"
لوگوں نے ایک دُوسرے سے پُوچھا۔
"یہ کون آواز دے رہا ہے ؟"
کسی نے بتایا۔
"یہ محمدؐ ہے صفا کے پہاڑ پر سے پُکار رہا ہے۔"
تمام لوگ ایک دم پہاڑ کے پاس آکر جمع ہو گئے اور پُوچھنے لگے۔
"کیا بات ہے محمدؐ! کیوں پکار رہا ہے ؟"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔
"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے جو آتے ہی تم پر حملہ بول دے گا، تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے ؟"
ان لوگوں نے جواب دیا۔
"ہاں! کیوں نہیں! ہم لوگوں نے کبھی تمہیں جھوٹا نہیں پایا۔"
آپؐ نے فرمایا۔
"تب پھر میں تمہیں ایک بہت بڑے عذاب سے ڈراتا ہوں جو آنے والا ہے۔

قریش والو! خود کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اس لیے کہ میں کسی کو خدا کے غصہ سے نہیں بچا سکتا۔ میں تمہیں یہ گواہی دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔"

یہ سنتے ہی مجمع میں سے ابولہب کھڑا ہوا اور غصہ کے ساتھ چلّا کر رسول اللہ سے کہا۔

"تبّاً لّکَ۔ برباد ہو تو۔ کیا اسی واسطے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟"

اس کے بعد ابولہب نے آپ کو بولنے نہیں دیا بلکہ اور زیادہ زبان درازی کی اور آپ کو اور آپ کی باتوں کو جھٹلانے لگے۔

ابولہب کی اس بات پر حضرت جبرئیل آپ کے پاس یہ بتلانے آئے کہ خدا نے ابولہب کا ٹھکانہ کہاں بنایا ہے؟ چنانچہ آپ پر وحی آئی۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ہ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ
سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ۔

ترجمہ:۔ "ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ اور آخرت میں عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں وہ داخل ہو گا۔"

سب لوگ واپس چلے گئے مگر ان میں سے ہر ایک کی زبان پر رسول اللہ صلعم کا ہی ذکر تھا۔ کوئی کہتا۔

"عبدالمطلب کا یہ پوتا آسمانی باتیں کرتا ہے۔"

یہ سن کر کوئی دوسرا کہتا۔

"وہ تو یہ کہتا ہے کہ ہم ایسی چیز کی عبادت کریں جس کو ہم نہ دیکھ سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔"

اس پر تیسرا کہتا ۔

" جو فرشتہ اس سے باتیں کرتا ہے یہ اُسے بُلائے اور ہم سے اُس کی بات کرا کے دکھائے "۔

وقت گزرتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اپنے گھر یا حضرت ارقم بن ارقم کے مکان میں ملتے رہے ۔ خدا تعالےٰ جتنی آیتیں آپؐ پر نازل فرماتا آپؐ وہ آیتیں سب کو پڑھ کر سُنا دیتے تھے ۔ ان میں جو لوگ بے پڑھے لکھے تھے اُن کے سامنے آپؐ وہی آیتیں بار بار پڑھتے تاکہ اُن کے ذہنوں میں جم جائیں اور انہیں اچھی طرح یاد ہو جائیں ۔

مُسلمانوں میں جو لوگ پڑھے لکھے تھے وہ ان آیتوں کو لکھ لیتے تھے اور پھر خود یاد کرنے کے بعد اپنے بچّوں کو یاد کراتے تھے ۔ اس کے علاوہ جس کا دل بھی اسلام کی طرف جُھکتا اور مُسلمان ہوتا اس کو بھی وہ آیتیں یاد کرا دیتے تھے ۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُھلم کُھلا لوگوں کو اس سچّے دین کی طرف بُلانا شروع کر دیا ۔ آپؐ خود لوگوں کی مجلسوں میں، بازاروں میں بلکہ بعض لوگوں کے گھروں میں تشریف لے جاتے انہیں بُتوں کی پُوجا سے روکتے اور تبلیغ فرماتے کہ ایک خُدا کی عبادت کرو جو ساری کائنات کا مالک ہے ۔ اسی طرح آپؐ اُن لوگوں کو چوری بے ایمانی جُھوٹ بولنے اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے سے نفرت دلاتے اور اچھے اور نیک کاموں کی ہدایت فرماتے ۔ اس کام میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عثمانؓ، حضرت سعید ابنِ زیدرضؓ اور حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ آپؐ کا ہاتھ بٹاتے اور محلّوں میں جا جا کر لوگوں کو اسلام کا کلمہ پہنچاتے ۔

مُسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی اور وہ پھیلتے رہے ۔ کفّارِ مکّہ ابھی تک اس بات کا زیادہ خیال نہیں کر رہے تھے ۔ یُوں تو وہ آپؐ کے دُشمن ہو گئے تھے اور آپؐ کو تکلیفیں

پہنچاتے تھے۔ مگر ابھی تک اُنہیں یہی خیال تھا کہ یہ بات زیادہ چلیگی نہیں بلکہ جلدی ہی یہ لوگ اس سے اُکتا جائیں گے اور پھر دوبارہ اپنے پُرانے راستے کی طرف لوٹ آئیں گے۔ مگر اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کُھل کر تبلیغ کرنی شروع کر دی اور اسلام کی شہرت ہونے لگی تو کافروں کو بھی فکر ہُوا۔ اُن کے سینوں میں غیظ و غضب کی بھٹیاں سُلگنے لگیں اور وہ غصّے میں پاگل ہو گئے۔ اسی لیے اب اُنہوں نے کُھل کر آپؐ کی مخالفت کرنے اور آپ کو پریشان کرنے کا پروگرام بنایا۔

(سیرت حلبیہ، طبقات ابن سعد، سیرت الرسولؐ)

مُشرکوں نے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے معاملے میں مشورہ کیا۔ اس پر بحث ہُوئی کہ محمدؐ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے اس کی یہ باتیں بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں اس لیے اس کو کیسے روکا جائے تاکہ وہ ہمارے دین میں دخل نہ دے۔

"کیا محمد اُن خداؤں کی بُرائیاں کرتا ہے جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اور ہم سے پہلے جنہیں ہمارے باپ دادا نے پُوجا تھا؟"

"کیا محمدؐ ہمیں بے وقوف سمجھتا ہے؟ کیا وہ ہمارے خیالات کو احمقانہ سمجھتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ ہم ان بُتوں کو چھوڑ دیں جن کی وجہ سے مُلک کے ہر حصّہ سے عرب یہاں آکر اُنہیں سجدے کرتے ہیں اور کعبے کی طرح اُن کے گرد گھومتے ہیں؟"

"کیا محمد یہ چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہم سارے عربوں سے لڑائی مول لیں اور وہ ہم پر حملہ کر دیں؟"

"یا وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام عرب قوم ہمارا بائیکاٹ کر کے ہم سے لین دین بند کر دے جس سے ہماری تجارتیں تباہ ہو جائیں اور ہم بھُوکوں مرنے لگیں؟"

کافی بحث اور مشوروں کے بعد یہ طے پایا کہ قریش کا ایک وفد ابوطالب کے پاس جائے اور وفد کے لوگ ابوطالب سے جا کر اُن کے بھتیجے کی شکایت کریں اور اُن سے درخواست کریں کہ وہ محمدؐ کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دے اور ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ نہ وہ ہمارے مذہب میں دخل دے نہ اس کے مذہب میں ہم دخل دیں گے۔

قریش کے باعزت اور بڑے لوگوں میں سے ابوسفیان ابن حرب، عمرو ابن ہشام (جس کی کنیت ابوالحکم تھی اور جو ابوجہل کے نام سے مشہور تھا، عتبہ ابن ربیعہؓ ولید ابن مغیرہ اور عاص ابن وائل وغیرہ ابوطالب کے پاس گئے اور اُن سے اپنے آنے کا مقصد بیان کر کے کہا۔

"یا تو آپ اپنے بھتیجے کو روکئے ورنہ بیچ میں سے ہٹ جائیے۔ پھر ہم خود اس سے نمٹ لیں گے۔"

یہ سُن کر ابوطالب نے اُنہیں نرمی سے سمجھا بجھا کے ٹال دیا۔

اس بات کو کافی دن گزر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر لوگوں کو شرک سے روکتے رہے اور اُنہیں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے جو ایک ہے اور عبادت کے لائق ہے۔

اب کفار انتہائی تنگ آ گئے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی تبلیغ کر رہے تھے اور جس بات کی طرف بُلا رہے تھے اُس کے نتیجے سے وہ لوگ ڈر رہے تھے۔ انہیں خود اپنی حالت پر رحم آ رہا تھا کہ نہ جانے ہمارا کیا انجام ہو گا۔ ہمارے روزگار اور ہماری تجارتوں اور شہروں کا کیا حشر ہو گا اور محمدؐ کی ان باتوں سے ہمارا کیا بنے گا؟

انھوں نے فیصلہ کیا کہ اب اُنہیں کوئی سخت کارروائی کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد وہ لوگ دوبارہ ابوطالب کے پاس گئے اور اُن سے کہا۔

"ابوطالب! آپ ہمارے بڑے ہیں اور بزرگ ہیں۔ اس لیے ہم نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا اور پھر کہتے ہیں کہ آپ محمدؐ کو حکم دیجئے کہ وہ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہے ہمارے مذہب میں عیب نہ نکالے، ہمارے عقیدوں اور ہماری عقلوں کی مذاق نہ اُڑائے۔ ہمارے باپ دادا کو گمراہ نہ سمجھے۔ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ اس لیے یا تو آپ اسے منع کیجئے ورنہ خود بھی اُس کے ساتھ میدان میں آجائیے۔ تا کہ دونوں میں سے کسی ایک کا فیصلہ ہو جائے۔

ابوطالب نے رسول اللہؐ کو بُلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ جب آپ تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا۔

"میرے بھتیجے! یہ لوگ تمہارے خاندان اور قبیلہ کے بڑے اور باعزت لوگ ہیں۔ یہ لوگ تم سے صرف اس قدر انصاف چاہتے ہیں کہ تم ان کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہو۔ جس کے بدلے میں یہ لوگ بھی تمہیں اور تمہارے خدا کو کچھ نہ کہیں گے۔"

رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا سے فرمایا۔

"چچا! کیا میں انہیں اس چیز کی طرف نہ بلاؤں جو اِن بُتوں سے اچھی ہے؟"

ابوطالب نے پُوچھا

"تم اُنہیں کس چیز کی طرف بُلاتے ہو؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ صرف ایک جُملہ کہہ دیں۔ اگر یہ لوگ وہ جملہ کہہ دیں گے تو عرب اور عجم کے مالک بن جائیں گے۔"

ابوجہل نے لوگوں کے درمیان سے پُوچھا۔

"وہ آخر کون سا ایسا جملہ ہے؟ ہم ایسے دس جملے کہہ دیں گے۔"

آپؐ نے فرمایا۔

وہ جملہ ہے لا اِلٰہ اِلّا اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔")

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی سب لوگوں نے ایک دم نفرت اور غصے سے منہ پھیر لیے۔ اس کے بعد یہ سب طیش میں بھرے اور آپؐ کو دھمکیاں دیتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

(سیرت الرسولؐ، سیرت حلبیہ، طبقات ابن سعد)

۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تبلیغ کی اور انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ اس کام میں آپؐ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس سے مشرکوں کے دلوں پر چھریاں چل رہی تھیں۔ انہیں یہ بات بہت زیادہ ناگوار ہو رہی تھی کہ لوگ مسلسل اس نئے دین کو قبول کرتے جا رہے تھے۔ انہیں اپنی بے عزتی اور اپنے خداؤں کی توہین پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ اپنی اور اپنے خاندانوں کی عظمت اور بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے۔ انہیں اس بات پر غصہ تھا کہ اب ان ہی خداؤں کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور ان کے ماننے والوں کو بے وقوف کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اب انہوں نے فیصلہ کیا کہ محمدؐ کو تکلیفیں پہنچائیں گے۔ ان کا اور ان کے دین کا مذاق اڑائیں گے اور ان کو اور ان کے ماننے والوں کو برا بھلا کہیں گے۔

مشرکوں نے اپنے شاعروں کو ابھارا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بری بری باتیں لکھیں۔ اپنے شعروں میں آپؐ کی توہین کریں۔ نیچ اور گندی چیزیں آپؐ کی شان میں لکھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ پرچار شروع کیا کہ آپؐ جھوٹے نبی ہیں۔ آپؐ پر الزام لگایا کہ آپؐ پاگل ہیں، جادوگر ہیں اور آپؐ شہرت حاصل کرنے

کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں ۔

ایک روز مشرکوں کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بات کرنے کے لیے کعبہ میں آکر جمع ہُوا اور اُس نے مذہب اسلام کے بارے میں گفتگو کی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حشر کے دن اور حساب کتاب کے بارے میں رسول اللہ جو کچھ فرماتے تھے اُس پر بحث کی۔ آپؐ ثواب و عذاب اور جنّت و دوزخ کے بارے میں جو کچھ فرماتے تھے اُس پر اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ۔

آخر میں اُن لوگوں نے طے کیا کہ کچھ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جائے جو ان سب باتوں پر آپؐ سے بحث کریں ۔ اور اگر آپؐ سچے ہیں تو اپنی بات کو سچّا ثابت کرنے کے لیے کوئی نشان دکھائیں تاکہ آپؐ کی تصدیق ہو سکے اور اگر آپؐ جھُوٹے ہیں تو پھر ہم لوگوں نے آپؐ کو ستانے کا جو پروگرام بنایا ہے وہ ہرگز غلط نہیں ہے نہ اُسے کوئی کمینہ پن کہہ سکے گا اور نہ ظلم ۔

اس فیصلہ کے بعد اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ آپؐ کو خیال ہُوا کہ جس سچائی کی طرف میں نے ان کو بُلایا تھا ۔ شاید اس کو اُنھوں نے سمجھ لیا ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں گے لیکن وہاں پہنچ کر آپؐ کو بڑی مایوسی ہُوئی ۔

ان لوگوں نے کہا ۔

"محمّد! جس قسم کی حرکتیں تم اپنی قوم کے ساتھ کر رہے ہو۔ شاید ایسی حرکتیں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی ہوں گی۔ تم نے مذہب میں عیب نکالے ۔ خداؤں کو بُرا بھلا کہا۔ باپ دادا کو گالیاں دیں اور اپنی قوم میں پھُوٹ ڈال دی ۔ غرض کوئی بُری سے بُری حرکت ایسی نہیں جو تُم نے ہم لوگوں کے لیے نہ کی ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں دیکھو کہ ہم تمہیں دولت، عزّت اور سرداری سب کچھ دینے کو تیار ہیں ۔

اس لیے اگر تمہیں دولت کی ضرورت ہے تو ہم اپنے روپیہ پیسہ میں سے تمہیں اتنا دیں گے کہ تم ہم سب سے زیادہ دولت مند ہو جاؤ گے۔ اگر تم عزت اور بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بیماری ہے یا تم پر آسیب وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنے روپیہ سے تمہارا علاج کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ بیماری جاتی رہے اور تم تندرست ہو جاؤ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سُن کر بہت افسوس ہُوا کہ یہ لوگ آپؐ پر اس قسم کے الزامات لگا رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ نہ مجھے تمہاری دولت کی ضرورت ہے نہ عزت درکار، نہ ہی میں تمہارا سردار بننا چاہتا ہوں۔ مجھے تو خدا تعالےٰ نے تم لوگوں کے پاس اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو خدا وند تعالےٰ کے عذاب سے ڈراؤں اور اچھے کاموں کے بدلے میں ثواب کی خوش خبری سُناؤں۔

اب مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے مطالبے شروع کئے اور ان کو پُورا کرنے پر اصرار کیا کہ اگر تم واقعی یہ چاہتے ہو کہ ہم مُسلمان ہو جائیں اور تمہاری بات مان لیں تو ہمارے مطالبے پُورے کرو تاکہ معلوم ہو کہ تم خدا کے سچے پیغمبر ہو اور تمہیں خدا نے لوگوں کو سیدھا راستہ بتانے کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

چنانچہ بعض نے کہا۔

"اپنے خُدا سے کہو کہ وہ ہمارے لیے زمزم سے بھی زیادہ میٹھے پانی کا ایک چشمہ پیدا کرے اور یہاں شام اور عراق کی طرح پانی کی نہریں بہنے لگیں۔"

بعض نے کہا۔

"تم تو نبی ہو اپنے خدا سے کہو کہ وہ تمہارے لیے جنتیں اور بڑے بڑے محل بنادے۔ تمہیں سونے چاندی کے خزانے دے تاکہ تم آرام اور اطمینان سے زندگی گزار سکو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح اپنی گزربسر کے لیے اور کھانے پینے کی تلاش میں بازاروں میں گھوما کرتے ہو۔"

بعض نے کہا۔

"یہ جو کچھ پڑھتے ہو اور کہتے پھرتے ہو وہ سب تو تمہیں "رحمٰن" نامی وہ آدمی سکھاتا ہے جو یمامہ میں رہتا ہے۔ ہم اس کا بالکل اعتبار نہیں کرتے، ہمیں جب یقین آئے گا کہ تم ہمارے سامنے آسمان پر جاؤ اور وہاں سے ہمارے پڑھنے کے لیے کوئی کتاب لے کر آؤ۔"

بعض نے کہا۔

"ہم فرشتوں کی عبادت کریں گے جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔ تمہارا یقین ہم اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک تم خدا اور فرشتوں کو ہمارے پاس لے کر نہیں آو گے یا ہم میں کوئی مصیبت نازل کراؤ تاکہ ہم بھی تو اس عذاب اور خدا کے بدلے کو دیکھیں جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو۔"

بعض ظالموں نے تو اپنے ساتھیوں سے یہاں تک کہہ دیا۔

"تم لوگ ایک آسیب زدہ آدمی کی پیروی کرنا چاہتے ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! میں صرف ایک انسان ہوں اور خداوند تعالےٰ کا پیغمبر ہوں۔"

خدا نے آپ پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

تَبَارَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔

ترجمہ :۔ وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپؐ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپؐ کو بہت سے محل دیدے ۔"

ان لوگوں نے کہا۔

"محمدؐ! ہم نے تم سے بہت کچھ کہہ کر دیکھ لیا۔ تمہاری بہت منت خوشامد کرلی۔ لیکن تم نے ہماری کوئی بات نہیں مانی۔ ہم اپنا فرض پورا کر چکے ہیں۔ اب تمہارے ساتھ جیسے ہمارا دل چاہے گا ہم کریں گے۔ اب تمہیں کسی طرح نہیں چھوڑیں گے۔ یا تو ہم ہی تمہیں ختم کردیں گے یا تم ہمیں ختم کردینا ۔"

اس طرح ان لوگوں نے ایک دوسرے کو رسول اللہ صلعم کی جان لینے کی اجازت دیدی اور آپؐ کے قتل کو اپنے لیے جائز قرار دے لیا۔

اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہانے کا فیصلہ تو کرلیا اور آپؐ کے قتل کو جائز بھی قرار دے لیا لیکن آپؐ کے چچا ابو طالب کا خوف ان کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ اس لیے کہ اگر ابو طالب کو جلال آگیا تو اُن کے ساتھ عبدالمطلب کی ساری اولاد غضب ناک ہو جائے گی اور یہ خاندان قریش میں بہت باعزت اور بلند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اب وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کسی طرح ابو طالب کی توجہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے ہٹادی جائے یا کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بالکل نہ بولیں اور یا ابو طالب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے حوالے کردیں۔

آخر کافی سوچ بچار کے بعد اُنہوں نے ایک نہایت بے ہودہ اور احمقانہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے قبیلے کا ایک سب سے زیادہ خوب صورت بہادر اور تندرست نوجوان کو

لے کر ابو طالب کے پاس جائیں اور اس نوجوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے میں ابو طالب کو دے دیں اور رسول اللہؐ کو اپنے لیے مانگ لیں۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، سیرت الرسولؐ)

یہ بے ہودہ فیصلہ کر کے قبیلہ قریش کے کچھ بڑے بڑے سردار ابو طالب کے پاس گئے اور اپنے ساتھ ایک نوجوان کو بھی لے کر گئے۔ نوجوان کا نام عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ تھا۔ یہ حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔

ابو طالب کے پاس پہنچ کر ان لوگوں نے کہا۔

"ابو طالب! یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ ہے۔ قریش کا سب سے زیادہ خوبصورت، طاقت ور اور بہادر نوجوان! یہ تمہارے لیے ہے۔ تم اس کو بیٹا بنا لو۔ اس کی ذہانت سے کام لو یہ ہر طرح تمہارا مددگار ہوگا اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے جس نے تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا ہے، جس نے خاندان میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ ہم اسے قتل کریں گے اور اس کے بدلے میں تمہیں یہ نوجوان دیتے ہیں۔

ابو طالب نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھا جو یہ بے ہودہ تجویز لے کر آئے تھے۔

پھر انہوں نے کہا۔

"تم لوگ کس قدر بے ہودہ تجویز لے کر آئے ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا بیٹا تو میں لے لوں تاکہ اسے پالوں اور کھلاؤں پلاؤں اور اپنے بیٹے کو تمہیں دیدوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ خدا کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا۔"

یہ سُن کر ایک شخص مطعم ابن عدی بولا "یہ بھی ایک باعزت آدمی تھا۔

وہ خدا کی قسم! ابو طالب ان لوگوں نے انصاف کی بات کہی ہے۔ انہوں نے اس کی پوری کوشش کی کہ کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف نہ ہو لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بھی کوئی بات قبول نہیں کر رہے ہو"

ابو طالب نے جواب دیا۔

خدا کی قسم ان لوگوں نے انصاف کی بات نہیں کی اب تم خود بھی مجھے رسواء کرنا چاہتے ہو اور قبیلہ والوں کو مجھ پر چڑھانا چاہتے ہو۔ خیر تمہارا جو دل چاہے کرو"

ابو طالب کا صاف جواب سُن کر یہ قریشی سردار بڑے مایوس ہوئے اور کہنے لگے کہ نہ ہم لوگوں نے تمہارے ساتھ کچھ زیادتی کی ہے اور نہ تمہارے بھتیجے کے ساتھ۔ ہم نے تُم سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے ساتھ اُلجھنے سے روکو لیکن تُم نے اسے منع نہیں کیا۔ اب ہم لوگ زیادہ دیر تک یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے خداؤں میں عیب نکالے جائیں۔ ہمارے خیالات اور عقیدوں کو احمقانہ کہا جائے اور ہمارے باپ دادا کو گالیاں دی جائیں۔ اب اگر تُم محمدؐ کو منع نہیں کرتے تو ہم تمہارے ساتھ، محمدؐ کے ساتھ اور تمہارے ہر ساتھی کے ساتھ لڑیں گے۔ یہاں تک کہ یا تو خود فنا ہو جائیں گے اور یا تمہیں فنا کر دیں گے۔

اس کے بعد سب لوگ واپس چلے گئے اور ابو طالب کو پریشانی کے عالم میں تنہا چھوڑ گئے۔ وہ بہت زیادہ اُداس نظر آنے لگے۔ اُنہیں اس بات کا بہت صدمہ ہو رہا تھا کہ ان کے قبیلہ اور خاندان کے لوگ اُن کے مُنہ پر اس قسم کی باتیں کہہ گئے تھے۔ ایک طرف اُنہیں اپنے قبیلہ کے چھوٹ جانے اور اُن کے ساتھ دشمنی قائم ہو جانے پر صدمہ تھا اور دُوسری طرف انہیں اس بات پر سخت رنج تھا کہ اُن کے بھتیجے محمدؐ کی ان لوگوں نے تذلیل کی تھی۔ وہ سوچنے لگے۔

اب میں کیا کروں ؟ کیا فیصلہ کروں ؟ کیا اپنے بھتیجے محمدؐ کو اُن کے دشمنوں کے حوالے کر دوں ؟ یا اس کی حمایت کروں اور اُس کا ساتھ دُوں ۔

یہ ایک بہت نازک لمحہ تھا جس میں ابو طالب کو فیصلہ کرنا تھا ۔

آخر ابو طالب نے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں اور انہیں اسلام کی تبلیغ سے روکیں جس کی وجہ سے سارے خاندان کے ساتھ دشمنی پیدا ہو گئی ہے ۔ قبیلہ قریش کی ایکتا اور بھائی چارہ ختم ہو گیا اور اُن میں پھوٹ پڑ گئی ۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ابو طالب نے آپؐ سے قریش کے معاملے میں بات کی اور ان لوگوں نے جو مطالبہ کیا تھا اُس کا تذکرہ کیا ۔ آخر میں انہوں نے آپؐ سے اس دھمکی کا بھی ذکر کیا جو وہ انہیں دے گئے تھے ۔

پھر ابو طالب نے رسول اللہؐ سے کہا ۔

"اس لیے اب تم اپنے اور میرے حال پر رحم کرو اور جو بات میرے بس سے باہر ہے اُس کے لیے مجھے مجبور نہ کرو ۔"

اپنے شفیق چچا کی زبان سے یہ بات سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیران رہ گئے ۔

سارا قبیلہ اور ساری برادری آپؐ کی مخالفت کر رہی تھی مگر ابو طالب نے کبھی آپ کو تبلیغ سے نہیں روکا تھا ۔ مگر اس وقت وہی محبت کرنے والے چچا بھی آپؐ کو سچائی کا پیغام پہنچانے سے روک رہے تھے ۔

چچا کی اس اچانک بات پر آپؐ کو حیرت سے زیادہ صدمہ ہو رہا تھا کیونکہ اس وقت قبیلے میں یہی شخص ایسے تھے جو آپؐ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر آپؐ کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے تھے ۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک طرف اپنے شفیق اور محبت

کرنے والے چچا کی یہ درخواست تھی اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کا حکم۔

حضورؐ نے اپنے خدا کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا اور اپنے لیے وہی بات پسند کی جو خدا پسند کرتا تھا۔ آپؐ نے زبردست قوت اور بھروسے کے ساتھ اپنے چچا سے کہا۔

"چچا! اگر وہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر مجھ سے یہ کہیں کہ میں اپنے راستے کو چھوڑ دوں تو تب بھی میں نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو میں کامیاب ہو جاؤں اور یا ختم ہو جاؤں"۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو بتلا دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت آپؐ کو سچے راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ رسول اللہ حق اور سچائی کے طرف دار تھے چنانچہ آپؐ حق کے ساتھ چلتے تھے اور حق پر ہی ختم ہونا چاہتے تھے۔

ابوطالب نے انتہائی حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر اپنے بھتیجے کی طرف دیکھا وہ آپؐ کی روح کی قوت اور ارادہ کی سچائی پر حیران تھے۔ انہیں اس پر تعجب تھا کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپؐ کس قدر نڈر ہیں۔ آپؐ کو اس بات کی ذرہ بھی پرواہ نہیں تھی کہ اس کام میں آپؐ کو کتنی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔

اس کے بعد رسول اللہؐ اپنے چچا کے پاس سے جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ آپؐ کو اس کا بیحد افسوس تھا کہ اب شاید چچا نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے شاید اب وہ میری مدد نہیں کر سکتے اس لیے وہ مجھے ان لوگوں کے حوالے کرنے پر راضی ہو گئے ہیں۔ اپنے چچا کی طرف سے اس خیال پر آپؐ کو بہت رنج اور صدمہ ہو رہا تھا۔ مگر جیسے ہی آپؐ واپس جانے کے لیے مڑے فوراً آپؐ کے چچا نے آپؐ کو پکارا۔

"ادھر دیکھو میرے بھتیجے!"

آپؐ پھر اپنے چچا کی طرف گھومے تو آپؐ نے دیکھا ابوطالب کہہ رہے تھے۔

"جاؤ بیٹے! جو تمہارا دل چاہے کہو میں تمہیں کسی بھی قیمت پر کسی کے حوالے نہیں کروں گا"

رسول اللہؐ وہاں سے لوٹ آئے لیکن انتہائی مضبوط دل اور پکے ارادے کے ساتھ یہ عزم لیے ہوئے کہ آپؐ اپنے مقصد کے لیے اس وقت تک کوشش کرتے رہیں گے جب تک خدا اس روشنی کو نہ پھیلا دے۔ چاہے مشرکوں کو اس سے کتنی بھی تکلیف کیوں نہ ہو۔

ابوطالب اپنے بھتیجے کی مدد کے لیے تیار ہو گئے وہ اپنے گھر والوں اور خاندان والوں کو بلانے کی تیاری کر رہے تھے تاکہ اُن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا اعلان کر دیں۔ جلد ہی ابو طالب نے بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں سے اپنے خاندان والوں کو بُلایا اور اُن سے کہا۔

"ہم محمدؐ کی حمایت کریں گے اور جو لوگ محمدؐ کو قتل کرنا یا اس کا خون بہانا چاہتے ہیں اُن سے لڑیں گے "

سب لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا صرف ابو طالب کے بھائی ابولہب نے انکار کیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا صاف صاف اعلان کیا اور یہ بھی کہا کہ میں محمدؐ کے دشمنوں کے ساتھ رہوں گا اور اُس کی مخالفت کروں گا۔

اس کے بعد قریش کے بچے بچے نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم ہر طریقے سے محمدؐ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اُن کے پیغام کو کُچل دیں گے۔ جو شخص محمدؐ کا ساتھ دے گا اور اُن کے دین میں داخل ہوگا اُس کو دھوکے سے، فریب سے اور بیدردی سے ماریں گے۔
لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے ان کی ان تمام تکلیفوں پر صبر کیا جس کے بدلے میں خدا تعالےٰ نے اُن کی مدد فرمائی۔

(سیرت حلبیہ، سیرت الرسولؐ، ابن ہشام)

❖

تبلیغِ عام

۱

پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات اور آپؐ کے صحابہ کے ساتھ دشمنی کرنے میں سارے مشرک اور کافر ایک ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ آپؐ کو دکھ تکلیف پہنچانے میں، آپؐ کی توہین کرنے میں اور آپؐ پر الزام لگانے میں، غرض رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کے ساتھ ہر برائی کرنے میں وہ ایک دوسرے سے آگے رہتے تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں۔ ان سے چھوٹی کا نام رقیہؓ تھا۔ ان سے چھوٹی حضرت ام کلثومؓ تھیں اور سب سے چھوٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھیں۔ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کی نبوت کے وقت بہت کم عمر تھیں۔ آپؐ کی تینوں بڑی صاحبزادیاں اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہی ایمان لا چکی تھیں۔

حضرت زینبؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بھانجے حضرت ابوالعاصؓ کے نکاح میں تھیں۔ نبوّت سے پہلے حضور اقدسؐ نے اپنی دونوں منجھلی صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا۔ نکاح کے وقت یہ دونوں صاحبزادیاں نابالغ تھیں اسی لیے صرف نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ مگر جب سرورِ عالمؐ نے اپنی نبوّت کا اعلان فرمایا تو تمام قریش کے ساتھ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل بھی آپؐ کے دشمن ہو گئے۔ قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمے پہنچا رہے تھے اُن میں ایک یہ تھا کہ انہوں نے آپؐ کی دونوں شادی شدہ صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو طلاق دلوائی اور آپؐ کے قلب مبارک کو ٹھیس پہنچائی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے شوہر ابوالعاص بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ قریش کے لوگ اُن کے پاس بھی پہنچے اور اُن پر زور ڈالا کہ وہ رسول اللہؐ کی صاحبزادی کو طلاق دے دیں۔ اس کے بدلے میں وہ مکّے کی جس لڑکی سے بھی شادی کرنا چاہیں گے کرا دی جائے گی۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں بے گناہ اپنی بیوی

کو طلاق نہیں دے سکتا۔

یہاں سے مایوس ہو کر قریش کے لوگ ابولہب کو ساتھ لے کر اُس کے بڑے لڑکے عتبہ کے پاس پہنچے اور اس سے بھی یہی کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی لڑکی کو چھوڑ دو تو جس لڑکی سے چاہو گے اس سے ہم تمہاری شادی کرا دیں گے۔ عتبہ بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا :۔

"اچھا! اگر تم سعید ابن عاص کی لڑکی سے میری شادی کرا دو تو میں محمد کی بیٹی کو چھوڑے دیتا ہوں"۔

چنانچہ اسلام کے مشہور دشمن سعید ابن عاص کی لڑکی سے اُن کی شادی کر دی گئی۔ اور اُنہوں نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد ابولہب کے چھوٹے بیٹے عتیبہ سے حضرت اُمِّ کلثوم کو طلاق دلوائی گئی۔ عتبہ سے طلاق ہو جانے کے بعد حضورؐ نے حضرت رقیہؓ کو حضرت عثمانؓ ابن عفان کے نکاح میں دے دیا۔ پھر حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ۳ھ میں آپؐ نے حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیدیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کا لقب "ذی النورین" ہوا کیونکہ اُن کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔

قریش نے صرف اسی پر بس نہیں کی کہ عتبہ اور عتیبہ سے پیغمبر زادیوں کو طلاق دلوائی بلکہ اُنہوں نے اپنے حسد کی آگ بجھانے کے لیے ابولہب کے چھوٹے بیٹے کو اُبھارا کہ وہ حضورِ اقدس کی توہین کرے۔ یہ بدبخت آپؐ کے پاس گیا اور کہنے لگا :۔

"تم نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا اس لیے میں نے تمہاری بیٹی کو چھوڑ دیا"۔

پھر اس بدبخت نے آگے بڑھ کر آپؐ کا پیرہن مبارک پھاڑ ڈالا اور آپؐ کے چہرۂ مبارک پر تھوکا۔

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رحمتِ عالم تھے اور کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی بددعا نہیں دیتے تھے۔ لیکن عتیبہ کی اس کمینگی پر خدا کا قہر و غضب جوش میں آگیا اور اس نے آپؐ کے منہ سے یہ جملہ نکلوا دیا۔

"خدایا! اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے۔"

عتبہ جب واپس گھر پہنچا تو ابولہب نے اُس سے پوچھا کہ تُو نے محمد سے کیا کہا اور محمد نے کیا کہا۔ عتبہ نے اس پر ساری بات بتائی۔ حضورؐ کی بددعا سُن کر ابولہب پریشان ہو گیا اور اُس نے کہا:۔

"محمد کی بددعا سُن کر مجھے تیری طرف سے فکر ہو گیا ہے۔"

عتبہ یہ سُن کر اس قدر گھبرایا کہ تھر تھر کانپنے لگا۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ابولہب عتبہ کو ساتھ لے کر تجارت کے واسطے مُلکِ شام کو روانہ ہُوا۔ قافلہ پہلی منزل پر پہنچ گیا۔ اس منزل کو زرقاء کہتے ہیں۔ یہاں ایک راہب کی خانقاہ تھی۔ راہب نے قافلہ دیکھا تو وہ قافلہ والوں کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اس جنگل کے درندے بہت زیادہ رہتے ہیں اس لیے اچھی طرح دیکھ بھال کر کے رہنا۔

ابولہب نے یہ سُن کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"مجھے اپنے اس لڑکے کی طرف سے بہت فکر ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو بددعا دی ہے اس لیے آپ سب میرے ساتھ اس کی حفاظت کریں۔"

سب لوگوں نے اُسے یقین دلایا کہ ہم پوری طرح اس کی حفاظت کریں گے پھر انہوں نے سارے قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کر کے اس کا ٹیلہ سا بنا دیا اور اس پر عتبہ کو لٹایا۔ پھر باقی تمام ساتھی اس کے چاروں طرف پڑ کر سو گئے۔

ابھی زیادہ رات نہیں گذری تھی کہ ایک درندہ آیا اور اُس نے تمام قافلے والوں کے مُنہ سونگھنے شروع کئے مگر پھر مایوس ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا تو اُسے نظر آیا کہ ایک آدمی بیچ میں اُوپر لیٹا ہُوا ہے۔ یہ دیکھتے ہی وہ درندہ ایک دم اُچھلا اور سامان کے ڈھیر پر پہنچ گیا۔ یہاں اُس نے عتبہ کا چہرہ سُونگھا۔ عتبہ جاگ گیا۔ اُس نے آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک درندہ کو اپنے چہرے کے قریب پایا۔ یہ دیکھ کر ڈر کے مارے اُس کی ایک چیخ نکل گئی [illegible] ڈالا اور اس بدبخت کا کام تمام کر دیا۔

ابولہب اپنے بدنصیب بیٹے کا یہ انجام دیکھ کر بہت رویا دھویا مگر خود اس کی بدبختی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں تھا کہ وہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں دیکھنے پر بھی اپنی ضد پر اَڑا رہا اور رسولِ اکرمؐ پر ایمان نہیں لایا۔

ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی بھی تھا چنانچہ جب بھی وہ کہیں سے آتا تو گندگی اور میلا لے کر آتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ڈال دیتا تھا۔ ادھر ابولہب کی بیوی "ام جمیل" کانٹے لے کر آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے تھے اُنہیں وہاں ڈال دیتی تھی۔ رسول اللہؐ یہ سب حرکتیں دیکھتے تھے لیکن صرف اتنا کہا کرتے تھے۔

"اے عبدالمطلب کی اولاد! کیا پڑوسی ایسے ہی ہوتے ہیں؟"

اب مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور آپؐ کا خون بہانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ لوگ یہ بات کھلم کھلا کہا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی اُن پر خوف اور دہشت بھی چھائی رہتی تھی کیونکہ عبدالمطلب اور ہاشم کی اولاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا اعلان کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ اپنا ارادہ پورا نہ کر سکے۔ اسی لیے اب وہ لوگ صرف اتنا کرتے تھے کہ جب آپؐ کو راستے میں کہیں آتے جاتے دیکھتے یا کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے دیکھتے تو آپؐ پر آوازے کستے اور آپؐ کا مذاق اُڑاتے اور پھر رسول اللہؐ سے کہتے۔

"محمد! کیا آج تم نے آسمان کی باتیں نہیں کیں؟"

کبھی کہتے

"کیا خدا کو تمہارے سوا کوئی اور آدمی نہیں ملتا تھا جس کو وہ نبی بناتا۔ یہاں تو تم سے زیادہ عمر کے اور پیسے والے لوگ موجود تھے"۔

یا پھر تالیاں بجاتے اور سیٹیاں بجاتے تاکہ اس شور کی وجہ سے آپؐ اپنی مجلس میں بات چیت نہ کر سکیں۔ آپؐ کے ساتھیوں اور اُمتیوں میں جو لوگ غریب، مفلس اور کمزور تھے اُن کی طرف ہنس ہنس کر اشارے کرتے اور کہتے۔

"دیکھو یہ لوگ اس سرزمین کے بادشاہ ہیں جو ملک کسریٰ کے وارث بنیں گے"۔
ان لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل تھا وہ آپؐ کے ساتھ ہر بُرائی کرنے میں بے باک تھا۔ ساتھ ہی وہ ہمیشہ لوگوں کو رسول اللہؐ کی دشمنی پر اُبھارتا تھا۔ لوگوں کو اُکساتا کہ آپؐ جس وقت تبلیغ کیا کریں یا نماز پڑھتے ہوئے ہوں تو وہ آپؐ پر ہنسیں اور آپؐ کا مذاق اُڑائیں۔ آپؐ کو قتل کرنے اور آپؐ کا خون بہانے کے لیے لوگوں سے کہتا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس نے اپنے ان پیروں کو بلایا جو اُن کے اشاروں پر ناچا کرتے تھے اور اُن سے کہا۔

"میں نے اپنے خدا سے عہد کیا ہے کہ کل میں ایک بہت بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب محمدؐ اپنی نماز میں سجدہ کرے گا تو اس پتھر سے اُس کا سر پھاڑ دوں گا۔ اس کے بعد چاہے تم میرا ساتھ دو یا نہ دو میں اپنا کام کر ہی چکوں گا۔ عبد مناف کی اولاد اس کے بعد چاہے میرا کچھ بھی حشر کرے مجھے پرواہ نہیں"۔

اس کے ساتھیوں نے ابو جہل کو اُکساتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم! ہم تمہارا ساتھ کسی حال میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ تم اطمینان سے جیسے چاہو کرو"۔

صُبح ہوئی تو ابو جہل نے ویسا ہی وزنی اور بھاری پتھر لیا جیسا کہ اُس نے کہا تھا اور اس کے بعد کعبے کے پاس بیٹھ کر رسول اللہؐ کا انتظار کرنے لگا۔ وہیں قریب ہی اُس کے ساتھی بھی بیٹھ گئے۔ رسول اللہؐ جب کعبہ میں جاتے تھے تو آپؐ کی عادت تھی کہ آپؐ "رکن یمانی" اور "حجر اسود" کے درمیان بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس روز بھی آپؐ اسی جگہ جا کر بیٹھے۔ جب آپؐ نماز کے دوران سجدے میں گئے تو ابو جہل نے پتھر اُٹھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ ابو جہل کے ساتھی دم سادھے ہوئے بیٹھے تھے اور ان کی نظریں اسی پر لگی ہوئی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ داؤ کامیاب ہوتا ہے یا نہیں جو اپنے خدا کے سامنے سر جھکاتے اس کی یاد میں مصروف تھے۔
اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ ابو جہل واپس ہو گیا اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا

اور اس کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔ اُس نے مضبوطی سے پتھر کو پکڑ رکھا تھا اور اُسے واپس اپنے سینے کے ساتھ ٹکانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایک دم لوگ اس کی طرف بڑھے اور اس سے پوچھا۔

"ابوالحکم! تمہیں کیا ہوا؟"

اُس نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا جو کچھ میں نے دیکھا وہ تمہیں نظر نہیں آیا؟ میں جب محمد کے قریب پہنچا تو ایک بہت خوف ناک اونٹ منہ پھاڑ کر حملہ کرنے کے لیے میری طرف لپکا۔ وہ مجھے لقمہ بنا لینا چاہتا تھا۔ میں اُسے دیکھ کر ہی گھبراہٹ میں وہاں سے بھاگ کر آیا ورنہ میری جان بچنی مشکل تھی۔

ابوجہل کے اس جواب پر سب لوگوں کو بے حد تعجب ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ اُس نے جو اتنا بڑا عہد کیا تھا اس سے بچنے کے لیے اب اس قسم کے بہانے گھڑ رہا ہے۔ ان میں سے ایک کو اس پر بہت غیرت آئی۔ چنانچہ اب کے اُس نے پتھر اُٹھایا اور اُسے لے کر رسول اللہؐ کی طرف بڑھا تاکہ جو کام ابوجہل نہ کر سکا وہ اس کو کر دکھائے۔ لیکن وہ بھی ایک دم اسی طرح واپس لوٹ آیا جیسے ابوجہل اس سے پہلے لوٹ آیا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ رسول اللہؐ کو دشمنوں کی چالوں سے بچاتا رہا۔ اس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ قریش کی کوئی بھی چال کامیاب نہیں ہوتی تھی۔ اسی لیے اب اُنھوں نے کمزور مسلمانوں کی طرف رُخ کیا اور اُنہیں تکلیفیں پہنچا کر دل کی بھڑاس نکالتے۔ اس معاملے میں سارے قبیلوں نے ایک ہو کر عہد کیا کہ کمزور مسلمانوں کو ستائیں گے۔

اُنھوں نے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی کوئی غلام باندی یا نوکر ایسا ہو جس نے اسلام قبول کر لیا ہو اس کو ہر ہر طریقہ سے تکلیفیں اور عذاب دیں گے تاکہ وہ اپنے نئے دین سے بے زار ہو کر دوبارہ پرانا مذہب اختیار کر لے۔

اس فیصلے کے بعد بعض مشرکوں نے تو اپنے مسلمان غلاموں پر ایسے ایسے بھیانک

ظلم کئے کہ انہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور پتھر کا دل بھی لرز اُٹھے۔ انہیں قید میں ڈال کر بھوکا پیاسا مارتے، تپتے ہوئے پتھروں اور ریت پر انہیں لٹاتے اور آگ کی طرح تپتی ہوئی اور گرم گرم سلاخوں سے اُن کے جسموں پر کچو کے لگاتے اور پھر انہیں پانی میں ڈبو دیتے تھے۔

ان مسلمانوں میں اکثر لوگ نہایت مضبوط ایمان اور مضبوط دل کے تھے۔ وہ بڑی سے بڑی مصیبت اور تکلیف سہتے۔ سخت سے سخت ظلم برداشت کرتے مگر ہرگز اپنی بات سے نہ پھرتے۔ اپنے خدا اور اپنے پیارے رسول کا جو عشق اور جو محبت ان کے دل میں گھر کر چکی تھی وہ بڑے سے بڑے ظلم کے بعد بھی نہ نکل سکی۔ نہ وہ مشرکوں کے سامنے جھکے اور نہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑا بلکہ نہایت مضبوطی سے اپنے ایمان اور اسلام پر قائم رہے۔

چنانچہ ایسے لوگ جنہوں نے اپنے دین کو نہیں چھوڑا بلکہ یہ ہیبت ناک ظلم سہتے رہے وہ یہ تھے :۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ۔ ان کے والد حضرت یاسرؓ اور اُن کی والدہ حضرت سمیہؓ۔ یہ لوگ شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ چنانچہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ان کے ساتھ یہ کرتے تھے کہ اُن کے کپڑے اتار دیتے اور جب دوپہر کی جھلسا دینے والی گرمی انتہائی تیز ہو جاتی تو انہیں آگ کی طرح تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا دیتے۔ کبھی انہیں آگ میں جلاتے اور کبھی پانی میں ڈالتے تھے۔ اگر ادھر سے رسول اللہؐ کا گزر ہوتا اور آپؐ انہیں یہ بھیانک عذاب سہتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے۔

"اے یاسر کی اولاد! صبر کرو، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے"

یہ تکلیفیں سہتے سہتے حضرت یاسرؓ کا انتقال ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اُن کی بیوی حضرت سمیہؓ نے ابوجہل کو بہت کچھ برا بھلا کہا۔ ابوجہل اس وقت کوئی ہتھیار لیے ہوئے حضرت سمیہؓ کے سر کے پاس کھڑا ہوا تھا اور انہیں بھی اذیتیں دے رہا تھا۔ اس نے یہ سنا تو طیش میں آ کر اسی ہتھیار سے حضرت سمیہؓ پر بھی وار کیا۔ وہ اس گھاؤ کو نہ سہہ سکیں اور اسی وقت ختم ہو گئیں۔ اس طرح حضرت سمیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اسلام کے راستے میں شہید ہونے والی سب سے پہلی خاتون تھیں۔

جن مسلمانوں کو مشرکوں نے آگ سے تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں اُن میں سے ایک حضرت خباب تھے اُن کی مالکن لوہے کی سلاخیں آگ میں گرم کرتی اور پھر ان سے خباب کی جسم پر کچوکے لگاتی تھی۔ حضرت خباب نے اپنی یہ مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپؐ نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی :۔

"خدایا خباب کی مدد فرما "

آپؐ کے دُعا فرمانے کے بعد اچانک حضرت خبابؓ کی مالکن کے سر میں کوئی تکلیف ہوگئی لوگوں نے اور حکیموں نے اس کا علاج اس کو یہ بتلایا کہ وہ سر میں لوہے کی تپتی ہوئی سلاخیں لگوایا کرے۔ چنانچہ حضرت خبابؓ کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ آپ لوہے کی سلاخیں گرم کرکے اس کے سر میں کچوکے لگایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت بلال حبشیؓ بھی ان صحابہ کرام میں سے تھے جنہیں سخت ترین تکلیفیں اور عذاب دیئے گئے لیکن اُنہوں نے اسلام سے مُنہ نہیں موڑا۔ اُن کا مالک "امیہ ابن خلف جمحی" پہلے تو اُنہیں بھوکا پیاسا مارتا اور پھر اسی حالت میں اُنہیں باہر لے جاتا اور دوپہر کو جب گرمی پُورے شباب پر ہوتی تھی اور پتھر آگ کی طرح تپتے ہوتے ہوتے تھے اس وقت وہ حضرت بلالؓ کو ان تپتے ہوئے پتھروں پر ننگے بدن سیدھا لٹا دیتا اور پھر بہت بڑا پتھر منگا کر اُن کے سینے پر رکھ دیتا پھر حضرت بلالؓ سے کہتا۔

"یا تو محمدؐ کے نبی ہونے کا انکار کرو اور لات وعُزّیٰ کو پُوجو ورنہ اسی طرح تکلیفیں دے دے کر مار ڈالوں گا "

حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ مصیبت اور تکلیف کی یہ سختیاں جھیلتے رہتے اور صرف اتنا کہتے۔

"اَحَدٌ اَحَدٌ۔ اَحَدٌ اَحَدٌ ۔ وہ ایک ہے۔ وہ ایک ہے "

حضرت بلالؓ کو جتنی دیر بھی یہ عذاب دیا جاتا رہتا وہ یہی ایک لفظ دہراتے رہتے۔ اس لفظ سے اُنہیں سکون ملتا تھا اور اس کے ذریعہ وہ عذاب کی تلخیوں کو ایمان کی مٹھاس میں گم کر دینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرتے اور حضرت بلالؓ

کو یہ بھیانک تکلیفیں جھیلتے دیکھتے تو آپؐ فرماتے ۔

"بلال یہ اَحَدٌ اَحَدٌ ہی تمہیں اس مصیبت سے بچائے گا۔ حضرت ورقہ ابن نوفل وہاں آتے اور حضرت بلالؓ سے کہتے ۔

"ہاں خدا کی قسم! بلال وہ ایک ہی ہے۔ وہ ایک ہی ہے"

اس کے بعد وہ حضرت بلالؓ کے مالک امیہ ابن خلف کے پاس جاتے اور اس سے اس کے ساتھیوں سے کہتے ۔

"خدا کی قسم! اگر تم نے بلالؓ کو اسی حالت میں قتل کر دیا تو میں اس کی قبر کو بہت متبرک زیارت گاہ بناؤں گا"

حضرت بلال اسی طرح مصیبتیں جھیلتے رہے یہاں تک کہ ایک روز امیہ ابن خلف کے پاس حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور اس سے کہا ۔

"کیا اس غریب کو ستاتے ہوئے تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا"

اس نے کہا ۔

"تم نے ہی اس کو خراب کیا ہے تم خود ہی اسے بچالو"

حضرت ابوبکرؓ نے کہا ۔

"میرے پاس ایک غلام ہے جو تمہارے ہی مذہب کا ہے۔ میں وہ غلام تمہیں اس کے بدلے میں دے دوں گا"

"مجھے منظور ہے تم اسے لے سکتے ہو" اس نے کہا ۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنا غلام فسطاس رومی ، امیہ ابن خلف کو دے دیا اور بدلہ میں حضرت بلالؓ کو لے کر انہیں آزاد کر دیا ۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بہت سے ایسے غلام خریدے جو کمزور قسم کے تھے اور مسلمان ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا رہے تھے اور انہیں آزاد کر دیا ۔

یہ دیکھ کر ایک روز حضرت ابوبکرؓ کے والد نے بیٹے سے کہا ۔

"بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور اور ضعیف قسم کے لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم ان کے بجائے طاقت ور، مضبوط اور بہادر لوگوں کو لے کر آزاد کرتے تو وہ تمہارے کام آتے تمہارا ساتھ دیا کرتے اور تمہاری طرف سے لڑا کرتے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔

"میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف خدا کے لیے کر رہا ہوں۔"

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى -

ترجمہ :۔ اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو۔

(طبری۔ ابن سعد۔ اصابہ۔ سیرت حلبیہ۔ ابن ہشام۔ مدارج النبوۃ)

۲

ابوجہل طرح طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچاتا تھا اور آپؐ کو ستانے کے کسی موقعہ پر نہیں چوکتا تھا۔

نبوت کے چھٹے سال کا ذکر ہے کہ ایک روز ابوجہل نے آپؐ کو صفا پہاڑی کے پاس تنہا دیکھا۔ آپؐ کو دیکھتے ہی ابوجہل ایک دم آپے سے باہر ہو گیا اور آپؐ کو گالیاں دینے اور آپؐ پر گوبر مٹی اچھالنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس کی طرف دیکھا اور نہ اسے اس کا کوئی جواب دیا۔ اس پر ابوجہل کو اور زیادہ طیش آیا اور غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اسی جنون میں اس نے جھک کر زمین سے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارا۔ ساتھ ہی گالیاں بھی دیا جاتا تھا اور اول فول بھی بکتا جاتا تھا۔

ادھر عبداللہ ابن جدعان تیمی کی باندی اپنے گھر میں یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی۔

عبداللہ ابن جدعان تیمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ قریش کے باعزت اور دولت مند لوگوں میں سے تھا۔ ساتھ ہی یہ انتہائی عیاش طبیعت اور بدکار آدمی تھا۔ یہ باندیاں خرید اکرتا تھا اور قبیلہ قریش کے نوجوانوں کے لیے اُن سے پیشہ کرایا کرتا تھا۔

اُس باندی کو یہ منظر دیکھ کر بے حد افسوس اور صدمہ ہُوا کہ خدا تعالےٰ کے دُشمن نے خدا کے رسول کے ساتھ یہ بے جا حرکت اور زیادتی کی۔ انہیں دنوں میں خود اس باندی کا بھی دل اسلام کی طرف جُھک چلا تھا لیکن وہ اپنے مالک جدعان سے ڈرتی تھی اس لیے اس کا اظہار نہیں کرتی تھی۔

وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی اسی کے متعلّق سوچ رہی تھی کہ اچانک اُس نے جبل ابوقبیس (ایک پہاڑ کا نام) کی طرف سے آنے والے راستے پر قدموں کی آواز سُنی اور ایک بھاری بھرکم اور طاقت ور شخص کو آتے دیکھا۔ سیاہ آنکھیں، چوڑا چکلا سینہ اور چہرے سے رعب اور ہیبت ٹپک رہی تھی۔ آنے والے کی بغل میں تلوار اور ایک طرف تیر کمان لٹکی ہوئی تھی۔ باندی نے فوراً پہچان لیا کہ آنے والے رسول اللہؐ کے چچا اور شیر قریش حمزہ بن عبدالمطلب ہیں جو رسول اللہؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سب سے پہلی دایہ ثوبیہ کا دُودھ پیا تھا۔ حضرت حمزہ شکار سے واپس آرہے تھے اور کعبہ میں جارہے تھے۔ کیونکہ اُن کی عادت تھی کہ شکار سے واپسی میں اپنے گھر جانے سے پہلے کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے اور وہاں قریش کے جو بڑے بڑے لوگ موجود ہوتے تھے اُن سے ملا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔

چنانچہ جب حضرت حمزہ باندی کے قریب پہنچے تو اُس نے کہا۔

"ابوعمارہ! کیا تم لوگوں میں سے شرافت اور خودداری بالکل ختم ہوگئی یہاں تک کہ قبیلہ بنی مخزوم کے بدمعاش لوگ محمدؐ کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور تم اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے؟"

حضرت حمزہ چلتے چلتے رُک گئے اور باندی سے پوچھا۔

"کیا کہہ رہی ہے تو ابن جدعان کی باندی؟"

باندی نے کہا۔

"تمہیں کیا معلوم کہ ابوجہل نے ابھی تمہارے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ وہ ابھی ابھی یہاں سے گزر رہے تھے کہ ابوجہل نے انہیں گالیاں دیں، پتھر مارے اور اُن کو بہت ستایا۔"

حضرت حمزہ نے پوچھا۔

"کیا جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ تم نے خود دیکھا ہے؟"

باندی نے جواب دیا۔

"ہاں! ابوجہل نے جو کچھ کیا ہے وہ میں نے خود دیکھا ہے اور اس نے جو کچھ کہا وہ خود سنا ہے۔"

یہ سن کر حضرت حمزہ جوش و غضب میں بھر گئے اور وہاں سے سیدھے کعبہ پہنچے۔ آج وہ اپنی عادت کے مطابق نہ کسی کے پاس ٹھہرے اور نہ کسی کو سلام کیا بلکہ سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے جو اپنے آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت حمزہ نے غصّہ میں آکر اپنی کمان ہی اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اتنا خون بہا کہ اس کا چہرہ خون سے تربتر اور سُرخ ہو گیا۔ حضرت حمزہ نے غضب ناک ہو کر ابوجہل سے کہا۔

"تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے جب کہ وہ تیرے حق میں اپنی زبان بند رکھتا ہے۔ تو اس کو تکلیفیں پہنچاتا ہے جو تجھے بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔"

حضرت حمزہ انتہائی بارُعب شخصیت کے آدمی تھے اور اسی طرح ان کا غصّہ انتہائی خوف ناک ہوتا تھا۔ چنانچہ ابوجہل نے حمزہ کو غضب ناک دیکھ کر اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اُن سے کہا۔

"بات یہ ہے کہ محمدؐ ہم لوگوں کو بے عقل بتاتا ہے۔ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کے بتائے ہوئے راستوں کے خلاف چلتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ہمارے غلام باندیوں کو بھی ہم سے بیزار کر دیا۔"

حضرت حمزہؓ نے کہا۔

"مگر تم سے زیادہ بے وقوف اور بے عقل کون ہوگا کہ تم خدا تعالےٰ کے بجائے پتھروں کو پوجتے ہو۔ گواہ رہنا کہ آج سے میں اپنے بھتیجے کے ساتھ ہوں۔ اسی کے دین پر جیئوں گا اور اسی کے دین پر مروں گا۔"

یہ سُن کر بنی مخزوم کے لوگوں کو جو ابوجہل کے خاندان والے تھے بڑا غصّہ آیا اور اُنہوں نے ابوجہل کی مدد کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے حمزہ سے کہا۔

"تو اب تم بھی بے دین ہو گئے ہو اور تم نے بھی اپنے مذہب کو چھوڑ کر دُوسرے مذہب کو اپنا لیا ہے۔"

حضرت حمزہؓ نے جواب دیا۔

"مجھے اس سے روکنے والا کون ہے؟ میں نے سچائی کو پا لیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کا رسول ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سچ ہے۔ اب میں خدا کی قسم اُس کو نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم لوگ سچے ہو تو مجھے میرے فیصلہ سے روک کر دکھاؤ۔"

ابوجہل حضرت حمزہ کو غضب ناک دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا وہ اس غصّے کے انجام کا خیال کر کے ڈر رہا تھا اس لیے اُس نے اپنے چیلے چانٹوں سے کہا۔

"ابو عمارہ سے مت اُلجھو، میں نے واقعی اُن کے بھتیجے کو نامناسب باتیں کہی تھیں۔"

حضرت حمزہ نے سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور صاف صاف یہ بات کہہ دی تھی کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے۔

اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ارقم کے مکان میں تشریف فرما ہُوا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ ابوجہل کو سزا دینے کے بعد سیدھے پیغمبر پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا۔

"بھتیجے! خوش ہو جاؤ آج میں نے عمرو ابن ہشام (ابوجہل) سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔"

یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا۔

"چچا اب مجھے اس سے کیا خوشی ہو گی۔ میری خوشی تو اس میں ہے کہ آپ سچے دین کی پیروی کریں اور بتوں کو چھوڑ دیں"۔

یہ پہلا موقعہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو خود اسلام کی طرف بُلایا تھا۔ اگرچہ حضرت حمزہ قریش کے مجمع میں ابھی اپنے اسلام کا اعلان کر کے آئے تھے مگر وہ صرف نمائشی اعلان تھا۔ اسی لیے یہ سُن کر اب میں وہ اُلجھن میں پڑ گئے اور اسی ادھیڑ بن میں بغیر کچھ جواب دیئے گھر واپس چلے گئے۔

وہ رات حضرت حمزہ نے جاگتے جاگتے بڑی بے چینی سے گزاری۔ تمام رات دُعا کرتے رہے کہ خُدا انہیں سیدھا راستہ دکھائے اور سچائی پر جمے رہنے کی توفیق بخشے۔

صبح ہُوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے محسوس کیا کہ ان کے دل سے تمام شکوک اور شبہات دُور ہو گئے ہیں۔ ان کا دل اسلام کی روشنی اور یقین سے جگمگا چکا ہے۔ صُبح ہوتے ہی وہ اپنے بھتیجے یعنی سرکارِ دوجہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خُدا اور رسول کی شہادت دے کر اپنے مُسلمان ہونے کا اقرار کیا اور عہد کیا کہ "میں ہمیشہ رسول اللہؐ اور اسلام کی مدد کرتا رہوں گا"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے ایک فائدہ یہ ہُوا کہ مشرکوں نے اسلام کے راستے میں جو کانٹے بچھا رکھے تھے ان میں سے بہت سے دُور ہو گئے۔

حضرت حمزہؓ کے مُسلمان ہو جانے سے رسول اللہؐ بے حد مسرور تھے۔ آپؐ اسلام کے اعزاز پر خوش ہو رہے تھے کہ قریش کا سب سے زیادہ بہادر، طاقت ور اور محبوب شخص اسلام کی آغوش میں آ گیا تھا۔ آپؐ نے اُن کے لیے دعا کی کہ خداوندکریم انہیں ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے لیے بھی دُعا کی کہ وہ مسلمان ہو جائے تاکہ اسلام کی عزت و شہرت میں اضافہ ہو۔

عمر ابن خطاب اور عمرو ابن ہشام (یعنی ابوجہل) قریش میں بہت زیادہ بہادر اور طاقتور لوگ سمجھے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ان دونوں کے لیے یہ دعا فرمائی۔

"خداوندا! ان دونوں آدمیوں میں سے جو تیرے یہاں پسندیدہ ہو اُس کے ذریعہ اسلام کا بول بالا فرما۔"
(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، البدایۃ والنہایۃ)

اب مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی اس لیے قریش پریشان اور بے بس سے ہو گئے تھے۔ وہ لوگ ہر ہر تدبیر اور ترکیب کر کے دیکھ چکے تھے لیکن ناکام رہے۔ چنانچہ اب اُنہیں ایک ہی کام رہ گیا تھا کہ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تذکرہ کرتے رہتے تھے اور اسی موضوع پر سر جوڑے بیٹھے رہتے تھے۔

ایک روز مشرکین کی ایک مجلس ہو رہی تھی اور عادت کے مطابق رسول اللہ صلعم کا ہی تذکرہ ہو رہا تھا کیونکہ آج کل وہ لوگ ہمیشہ اسی مسئلے پر بحث کیا کرتے تھے۔ اُنہی میں ایک شخص عتبہ ابن ربیعہ بھی تھا۔ یہ بھی عرب کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے کہا۔

"قریش کے لوگو! میرا خیال ہے کہ مَیں محمدؐ کے پاس جاؤں اور اس سے گفتگو کروں۔ مَیں اُس کے سامنے چند تجویزیں رکھوں گا اگر وہ ان میں سے کوئی بھی صورت قبول کر لے تو ہم اس پر راضی ہو جائیں گے۔ ممکن ہے اس طرح وہ باز آجائے اور ہمارے معاملات میں دخل دینا چھوڑ دے۔"

سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

"ہاں ابو ولید یہ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اور اس سے بات کر کے دیکھو۔"

چنانچہ عتبہ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہنے لگا۔

"میرے بھتیجے! یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ ہمارا تمہارا حسب نسب اور ذات پات ایک ہے اور تم ہم ہی لوگوں میں سے ہو مگر تم اپنی قوم کے لیے دردِ سر بن گئے ہو اور ان میں پھوٹ ڈال رہے ہو۔ اس لیے مَیں اب کچھ تجویزیں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ ممکن ہے کہ تم ان میں کوئی بات مان لو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کہئے! میں سن رہا ہوں"

تب عتبہ نے کہنا شروع کیا۔

"میرے بھتیجے! دیکھو جو کچھ تم کر رہے ہو اگر اس سب سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم دولت جمع کر کے مالدار بن جاؤ تو ہم تمہارے لیے دولت اکٹھی کئے دیتے ہیں۔ اگر تم عزت اور شہرت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں اور کبھی تمہارے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ اگر تمہیں ملک اور سلطنت کی ہوس ہے تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں اور اگر یہ سب کوئی آسیب یا جادو وغیرہ ہے جس سے تم خود مجبور ہو گئے ہو تو ہم تمہارے علاج کا انتظام کر دیں گے اور اپنے پیسے سے تمہارا علاج کریں گے، یہاں تک کہ تمہیں صحت ہو جائے۔

غرض عتبہ نے وہی سب باتیں کہیں جو اس سے پہلے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی جا چکی تھیں۔

جب عتبہ خاموش ہوا تو رسول اللہ صلعم نے اس سے کہا۔

"ابو ولید اب میری بات سنو!"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ سجدہ پڑھی اور عتبہ سنتا رہا۔ وہ اس کلام کی خوب صورتی اور ہیبت سے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ جب رسول اللہؐ پڑھ چکے تو عتبہ وہاں سے واپس ہوا لیکن اب اُس کا ذہن اور خیالات بالکل بدل چکے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ اور ہی رائے لے کر گیا۔ جب وہ مشرکوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے اس کی صورت دیکھی تو بعض لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

"خدا کی قسم! ابو ولید کے چہرے کا رنگ تو بدلا ہوا ہے"

اس کے بعد ان لوگوں نے عتبہ سے پوچھا۔

"کیا خبر لائے ہو ابو ولید؟"

اُس نے کہا۔

"خدا کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا ہے جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ تو وہ شاعری ہے نہ جادوگری ہے اور نہ کوئی منتر وغیرہ ہے۔ قریش والو! میری بات مانو اور اس شخص سے اور اس کے کاموں سے الجھنا چھوڑ دو۔ اس کا معاملہ تم عربوں کے لیے چھوڑ دو۔ اگر عرب والے اس پر غالب آ گئے تو تمہاری مراد بھی پوری ہو جائے گی اور اگر وہ محمدؐ کی بات مان کر اس کے پیرو بن گئے تو یہ بھی تمہارے ہی لیے فخر اور عزت کی بات ہو گی اس لیے کہ محمد بھی قریش میں سے ہے۔"

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! ابو ولید اس نے اپنی گفتگو سے تم پر بھی جادو کر دیا۔"

عتبہ نے کہا۔

"میری اس معاملے میں یہی رائے ہے اب آگے جو تمہارا جی چاہے کرو۔"

قریش جہاں کہیں بھی کسی قاری کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کو ستاتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ کسی نمازی کو نماز پڑھتے دیکھتے تو اس پر قہقہے لگاتے اور آوازے کستے اور یہ سب کچھ اس لیے کرتے تھے کہ مسلمانوں سے اپنی دشمنی نکالیں اور انہیں مرعوب کر سکیں۔ حالانکہ دل سے وہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ جو کچھ رسول اللہ صلعم کہتے ہیں اور راتوں کو آپ کے ساتھی جو عبادتیں کرتے ہیں اُن کو سمجھیں۔ مسلمان یہ کرتے تھے کہ جب اُن کا قرآن پاک پڑھنے کو دل چاہتا تو وہ چھپ کر اور خفیہ طور پر پڑھتے۔ اگر آیتیں حفظ کرنا چاہتے تو چھپ کر کرتے۔

اسی وجہ سے ایک روز بعض صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا۔

"خدا کی قسم! قریش نے آج تک بھی یہ قرآن نہیں سنا اور نہ اس کی خوب صورتی اور ہیبت اُن کے کانوں تک پہنچی ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو قریش کو قرآن سنا سکے؟"

یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابن مسعود اُٹھے۔ یہ شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"میں سناؤں گا"

صحابہ نے کہا۔

"نہیں عبداللہ ہمیں تمہاری جان کا خطرہ ہے۔ ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا خاندان بڑا ہو اور اس کے رشتہ دار زیادہ ہوں تاکہ اگر قریش والے اس کے ساتھ کوئی برائی کرنا چاہیں تو وہ اس کی حمایت کو بھی آسکیں"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا کہ تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ خدا میرا مددگار ہے"

اگلے دن حضرت عبداللہؓ گئے اور جہاں قریش بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں سے سب اُن کی آواز سن سکیں اور اس کے بعد انہوں نے بلند آواز سے سورۂ رحمٰن پڑھنی شروع کی۔ تمام لوگ ایک دم اُن کی طرف متوجہ ہو گئے اور ایک نے دُوسرے سے پُوچھنا شروع کیا۔

"ابن مسعود کیا کہہ رہا ہے؟"

کچھ لوگوں نے بتلایا۔

"محمدؐ جو کتاب لے کر آیا ہے یہ اُسی کا کچھ حصّہ پڑھ رہا ہے"

یہ سُنتے ہی ایک دم لوگ بگڑ اُٹھے اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی طرف دوڑے اور انہیں مارنا شروع کر دیا۔ مشرک ان کے چہرے پر تھپڑ مارتے جاتے تھے اور ابن مسعودؓ اونچی آواز سے مسلسل پڑھتے جاتے تھے۔ وہ مار کھا رہے تھے لیکن اپنی تکلیف سے بالکل بے پرواہ تھے۔ یہاں تک کہ جتنی آیتیں وہ پڑھنا چاہتے تھے وہ پُوری ہو گئیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگئے مگر اس حال میں کہ اُن کا چہرہ خون سے تر بتر ہو رہا تھا۔

صحابہ نے اُن سے کہا۔

"ابن مسعود! ہم اسی لیے ڈرتے تھے"

حضرت ابن مسعودؓ نے کہا۔

"خدا کے دُشمن یہی کر سکتے ہیں! لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر آپ لوگ چاہیں

تو میں کل کو پھر اسی طرح جاسکتا ہوں ؟"

صحابہ نے کہا۔

"نہیں بس کافی ہے۔ تم انہیں وہ کلام سنا چکے ہو جس کو وہ پسند نہیں کرتے ؟"

یہی وہ قرآن تھا جس کو کھلم کھلا سننے سے مشرکین نفرت کرتے تھے اور اگر کسی کو اس میں کا ایک حرف بھی پڑھتے ہوئے سن لیتے تو اس کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے۔ لیکن چپکے چپکے اور خفیہ طریقے پر اسی قرآن کو ایک دوسرے سے سننے کے لیے وہ بے تاب رہتے تھے۔ اُن میں سے ہر ہر شخص کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ اس کلام کو سُنے اور سمجھے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور جو ہر قسم کی شاعری، نجوم اور جادوگری سے برتر اور بلند ہے۔

چنانچہ جب راتوں کا اندھیرا پھیل جاتا تھا تو سرداران قریش ایک دوسرے سے چھپ کر خاموشی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے پاس آجاتے تھے اور چپکے چپکے رسول اللہؐ کو پڑھتے ہوئے سنتے تھے۔

رات کے پُرسکون ماحول اور سناٹے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے اور اپنی دل کش آواز میں قرآن پاک پڑھتے ہوتے تھے۔ آپؐ اپنے خوب صورت انداز میں آیتوں کو لوٹاتے اور بار بار پڑھتے اور باہر قریش کے لوگ چھپے ہوئے سنتے رہتے یہاں تک کہ جب صبح قریب ہوتی تو وہ لوگ جدھر سے آتے تھے لوٹ جاتے تھے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی دوسرا انہیں دیکھ سکے نہ پہچان سکے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کفار رسول اللہ صلعم سے کس قدر حسد اور پرخاش رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو اس بات کا پوری طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ رسول اللہ سچے ہیں۔ سچائی پر ہیں اور حقیقت میں آپؐ خدا کے رسول ہیں جن کے پاس خدا تعالےٰ آسمان سے وحی نازل فرماتا ہے لیکن شیطان نے انہیں ایسا مغرور بنا رکھا تھا کہ رسول اللہؐ کے خلاف حسد اور جلن میں اُن کے سینے کباب ہو رہے تھے اور وہ اندھے بنے ہوئے تھے۔

وہ لوگ اس فراق اور آرزو میں تھے کہ جو برتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتی ہے وہی ان کو بھی حاصل ہو جائے اور آپ کی طرح اُن پر بھی کوئی کتاب نازل ہو

تاکہ عبدالمطلب کی اولاد میں اور ان میں نبی اور غیر نبی کے اعزاز کا فرق باقی نہ رہے
اس قسم کے لوگوں میں سب سے زیادہ پیش پیش ولید ابنِ مغیرہ تھا وہ کہا کرتا تھا۔
"کیا میرے اور ابو مسعود عمر ابن عمیر ثقفی کے بجائے وحی محمدؐ پر نازل ہو گئی حالانکہ مکے جیسے شہر میں میں سردارِ قریش ہوں اور طائف جیسے شہر میں ابو مسعود سردار ثقیف ہے۔ ان دو زبردست شہروں کے بھی دو زبردست قبیلے ہیں"۔

تعجب ہے کہ مشرکین خدا کی رحمت اور فضل کو بھی تقسیم کرنا چاہتے تھے۔

اسی طرح قریش کے انتہائی شیطان صفت لوگوں میں سے ایک نضر ابن حارث بھی تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسلام کی تبلیغ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل اور کام میں آپؐ کے ساتھ دشمنی کرے گا اور اس لڑائی میں کسی بھی موقع پر نہیں چوکے گا۔
یہ شخص حیرہ گیا تھا جہاں اس نے فارس کے شہنشاہوں کی تاریخ پڑھی تھی۔ ان کے دین اور عبادتوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں اور وہاں کے بڑے بڑے عالموں اور دانشمندوں کے اقوال پڑھے تھے اور عراق سے رستم و اسفندیار کے قصّے خرید کر لایا تھا۔

چنانچہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف لے جاتے اور وہاں لوگوں کو خدا کی عبادت کا پیغام سناتے۔ انہیں گناہوں کے انجام سے ڈراتے اور ان کو پچھلی قوموں کے واقعات سناتے جو اپنے گناہوں کے بدلے برباد ہو گئی تھیں۔ تو آپؐ کے اٹھنے کے بعد نضر فوراً وہاں آکر بیٹھ جاتا اور لوگوں سے کہتا۔

"قریش کے لوگو! میں اس سے زیادہ اچھی باتیں کر سکتا ہوں اس لیے ٹھہرو اور میری باتیں سنو میں تمہیں پچھلی داستانیں سناؤں گا"۔

اس کے بعد وہ انہیں فارس کے بادشاہوں اور ان کے مذہبوں کے قصّے سناتا۔
انہیں جھوٹی کہانیاں اور فرضی قصّے سناتا۔ پھر وہ ان لوگوں سے کہتا۔
"کون کہہ سکتا ہے اس کی باتیں میری باتوں سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں۔ کیا وہ بھی تمہیں میری طرح پرانی داستانیں نہیں سناتا"۔

نتیجہ یہ ہوتا کہ سننے والے جاہل ناسمجھ لوگ اُلجھے میں پڑ جاتے کہ کس کی بات سچّی

ہے اور کس کی جھوٹ ۔

مُشرکوں کی ایک دلی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح ان لوگوں کو روک سکیں جن کے دل اسلام کی طرف جُھک گئے۔ یہ اس مقصد کے واسطے اپنی طاقت بھر جو کچھ وہ کر سکتے تھے کر چکے تھے اور جو دلیلیں گھڑ سکتے تھے گھڑ چکے تھے ۔

جب اس سے کام نہیں چلا تو اُنہوں نے سوچا کہ دوسرے آسمانی مذہب والوں سے بھی مشورہ کرنا چاہیئے تاکہ جو کچھ وہ بتائیں اُسی کے ذریعہ لوگوں کو اسس نئے دین سے روکا جائے ۔ اس فیصلہ کے بعد لوگوں نے نضر ابن حارث سے کہا کہ وہ عقبہ ابن معیط کے ساتھ مدینے جاکر یہودی عالموں سے ملے اور اُنہیں سب واقعہ بتلا کر ان سے محمدؐ کے دین اور اس کے نبی ہونے کے بارے میں پُوچھیں اس لیے کہ یہودی اہلِ کتاب ہیں اور نبیوں کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں ۔

چنانچہ نضر اور عقبہ یہودی عالموں سے ملنے کے لیے یثرب یعنی مدینے پہنچے اور اُن سے حضورؐ کے بارے میں پُوچھا۔

عالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا ۔

"اُس سے ان لوگوں کے بارے میں پُوچھو جو غار میں جاکر سو گئے تھے۔ کیونکہ ان کا واقعہ بہت حیرت انگیز ہے۔ پھر اس سے اس سیاح کے بارے میں پُوچھو جو اس زمین کے مشرق سے لے کر مغرب تک کو چھان آیا تھا اور اس کے بعد اس سے روح کے بارے میں پُوچھو کہ رُوح کیا چیز ہے ۔

اگر وہ تمہارے ان سوالوں کے جواب دے اور ان کی تفصیل بتا دے تو سمجھو کہ وہ حقیقت میں خُدا کا بھیجا ہُوا نبی ہے اور اگر وہ یہ باتیں نہ بتلا سکے تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اس کے ساتھ جیسا چاہیے معاملہ کرو "

جب یہ دونوں قاصد واپس آئے تو قریش نے اُن سے معلوم کیا کہ یہود عالموں نے کیا کہا ہے۔ انہوں نے ان کی پوری گفتگو دہرا دی ۔

اب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچے اور یہودی عالموں نے جو

باتیں سکھا دیں پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کو فوراً ہی جواب نہیں دیا بلکہ اس سلسلہ میں وحی کا انتظار فرمانے لگے۔

چنانچہ خداوند عالم نے آپؐ پر وحی نازل فرمائی جس میں ان سوالوں کے جوابات تھے۔ مشرکوں نے آپؐ سے جس جماعت کے بارے میں پوچھا تھا خدا تعالےٰ نے اُس کے بارہ میں اپنے نبی کو بتلایا کہ وہ اصحاب کہف یعنی غار والوں کی جماعت تھی۔

اسی طرح خدائے تعالےٰ نے آپؐ کو سیاح شخص کے بارے میں ذوالقرنین کا واقعہ بتایا

اور پھر خدا تعالےٰ نے آپؐ کو روح کے بارے میں بتایا کہ :-

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ ، وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ (پ ۱۷ بنی اسرائیل)

ترجمہ :- آپؐ فرما دیجئے کہ رُوح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے پاس اُن کے سوالوں کے جواب دینے آئے تاکہ وہ لوگ نبی ہونے کے بارے میں آپؐ کی سچائی کا اقرار کرلیں۔ لیکن یہ گمراہ اور سرکش اپنی گمراہی اور سرکشی سے پھر بھی باز نہیں آئے بلکہ اسی طرح غرور اور تکبر میں اندھے بنے رہے۔

چنانچہ نضر نے کہا۔

"قریش والو! جو چیزیں اور جو کلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پاس لیکر آیا ہے وہی میں بھی تمہیں لاکر دُوں گا۔"

ایک اور شخص نے کہا۔

"اس قرآن کو مت سُنو بلکہ اسے بے ہودہ اور جھوٹا سمجھو اور اس کا مذاق اُڑاؤ۔ ممکن ہے اسی طرح تم محمد پر غالب آجاؤ۔"

ابوجہل نے کہا۔

"کیا تم ان ڈراوؤں سے خوف زدہ ہوتے ہو جن سے محمدؐ تمہیں ڈراتا ہے کہ خدا تمہیں آگ میں جلائے گا اور عذاب دے گا اور یہ کہ خدا کے لشکر میں سے انیس[۱۹] فرشتے اس آگ کے داروغہ ہوں گے جو تمہیں اس میں دھکیل کر بند کر دیں گے۔ ہماری تعداد تو بہت ہے کیا ان اُنیس آدمیوں میں سے ایک ایک کو تمہارے سو سو آدمی بھی کافی نہیں ہوں گے۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے تو اُن کی تعداد (ذکر و حکایت میں) صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو۔

(تاریخ طبری، سیرت حلبیہ، ابن ہشام، سیرت الرسولؐ)

روشنی اور اُجالا

۱

جب قریش کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اجازت دی کہ جو کوئی ہجرت کرنا چاہے وہ خدا کی اس زمین میں اپنے لیے کہیں پناہ ڈھونڈ لے ممکن ہے اس طرح ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو سکون و آرام مل سکے اور مشرک انہیں جو تکلیفیں پہنچا رہے ہیں اس سے انہیں نجات مل جائے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہؐ! ہم کہاں جائیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مشورہ دیا کہ وہ ملک حبش کو چلے جائیں۔ آپؐ نے حبش جانے کا مشورہ اس لیے دیا کہ وہاں کا بادشاہ اگرچہ عیسائی تھا مگر انصاف کو پسند کرتا تھا۔ اپنے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا تھا لوگ اس کی حکومت میں آکر آرام سے رہتے تھے۔ قریش کے لوگ وہاں تجارت کے لیے بھی جایا کرتے تھے اور خوب نفع حاصل کرتے تھے۔

پہلی مرتبہ آپؐ کی اجازت کے بعد جن مسلمانوں نے اپنا وطن مکّہ چھوڑا ان کی تعداد کُل سولہ تھی جن میں بارہ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں۔ ان مہاجروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور ان کے شوہر حضرت عثمان رضؓ ابن عفان بھی شامل تھے۔

یہ سب لوگ مشرکوں کے ڈر سے ایک ایک دو دو کر کے رات کے اندھیرے میں مکّہ سے نکلے اور شعیبہ کی بندرگاہ کی طرف چلے گئے جہاں انہیں اتفاق سے فوراً ہی حبش کو جانے والے تجارتی جہاز مل گئے۔

قریش کے لوگوں کو اس ہجرت کا حال معلوم ہُوا تو اُنہوں نے مہاجروں کو گرفتار کرنے کے لیے اُن کا پیچھا کیا مگر وہ اس میں ناکام رہے۔

کچھ عرصے کے بعد مہاجر مسلمانوں کو حبش میں یہ خبر ملی کہ قریش کے لوگ بڑی تعداد میں

مسلمان ہو گئے ہیں اس سے انہیں یہ خیال ہوا کہ شاید اب مکے میں مسلمانوں کے لیے امن ہو گیا ہو گا اس لیے یہ مہاجر واپس آ گئے مگر آ کر دیکھا تو یہاں وہی حال تھا قریش کا ظلم و ستم پھر تیز ہو گیا اسی لیے رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو پھر حبش چلے جانے کی اجازت دے دی۔ اس دفعہ قریش کے ہاتھوں سے بچ نکلنا پہلے سے بھی زیادہ مشکل تھا مگر پھر بھی سو سے زیادہ مسلمان کسی نہ کسی طرح نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور دوبارہ ملک حبش کو چلے گئے جہاں عیسائی حکومت تھی اور وہاں کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی پناہ میں امن اور سکون سے زندگی گزارنے لگے۔

قریش کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور وہ اس پر اور زیادہ بھبک گئے۔

قریش مسلمانوں کی اس ہجرت پر کیوں ناخوش تھے جبکہ وہ مکہ بھی چھوڑ کر چلے گئے تھے اور قریش کو بھی اُن کی طرف سے چین آ گیا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش ڈرتے تھے کہ مسلمانوں کو کہیں باہر سے مدد نہ مل جائے کیونکہ اس طرح اُن کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں گے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں اُن کے بتوں کا وہی انجام ہو گا جس سے وہ ڈرتے ہیں پھر یہ کہ اپنی ہی قوم میں نہیں بلکہ سارے عرب میں اُن کی بے عزتی ہو گی۔ چنانچہ اُنہوں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنے دو قاصد بھیجے۔ قاصد عبداللہ ابن ربیعہ اور عمرو ابن عاص تھے۔ یہ دونوں طرح طرح کے ہدیئے اور تحفے لے کر گئے تاکہ بادشاہ سے مسلمانوں کو مانگ سکیں اور ان کو اپنے وطن واپس لے جانے کا انتظام کرا سکیں۔

جب یہ لوگ حبشہ پہنچے تو سب سے پہلے پادریوں اور راہبوں سے ملے اور انہیں خوب ہدیئے تحفے دیئے تاکہ وہ ان کی حمایت کریں۔

اس کے بعد وہ لوگ بادشاہ نجاشی سے ملے اور جو ہدیئے لے کر آئے تھے وہ اس کو پیش کئے اور اُس سے کہا۔

"ہمارے کچھ بے ہودہ لوگ آپ کے ملک میں آ کر چھپ گئے ہیں انہوں نے اپنی قوم کا مذہب بھی چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین کو بھی اختیار نہیں کیا بلکہ ایک نیا مذہب ایجاد کیا

ہے جس کو نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہم، اب ہمیں اُن کے باپ دادا اور خاندان والوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ اُنہیں یہاں سے ہمارے حوالے کر کے واپس کر دیں۔"

جیسے ہی یہ لوگ خاموش ہوئے فوراً ہی ان عیسائی پادریوں نے ان قاصدوں کی بات کی تائید کی اور بادشاہ پر زور دینا شروع کیا کہ یہ قاصد جس مقصد کے لیے آئے ہیں اُسے مان لینا چاہیئے۔ لیکن بادشاہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک میں خود اُن لوگوں سے پوچھ گچھ نہ کر لوں جو میری پناہ میں آئے ہیں اس وقت تک میں اُن کو واپس نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں قاصد سب سے زیادہ اسی بات سے ڈر رہے تھے کہ کہیں بادشاہ ان لوگوں کو بھی نہ بُلا لے۔ چنانچہ یہی ہُوا کہ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار میں حاضر کیا جائے تاکہ ہم ان کی بات بھی سُن سکیں۔

مُسلمان بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو شہنشاہ نجاشی نے اُن سے پُوچھا۔

"وہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے مذہب کو بھی چھوڑ دیا اور میرے مذہب میں بھی داخل نہیں ہُوئے اور نہ ہی اُن لوگوں سے کسی کے دین کو اختیار کیا؟"

یہ سُن کر جعفر ابن ابوطالب نے بادشاہ کو جواب دیا اور کہا۔

"اے بادشاہ! ہم بالکل جاہل لوگ تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے اور مردار چیزوں کو کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے۔ حق داروں کے حق پُورے نہیں کرتے تھے۔ پڑوسیوں کو تنگ کرتے تھے۔ ہم میں سے ہر طاقت ور شخص کمزور کو نگل لیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ خُدا نے ہم ہی میں سے ایک شخص کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ یہی نہیں کہ ہم اس کے حسب نسب کو جانتے ہیں بلکہ ہمیں اُس کی سچائی، اُس کی دیانت داری اور اُس کے پاک دامنی کا تجربہ ہے۔ اُس نے ہمیں خدا تعالےٰ کی طرف بُلایا کہ ہم اُس کو ایک جانیں، ایک سمجھیں اور اُسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں کی پُوجا کرتے ہیں انہیں چھوڑ دیں۔ خُدا کے اُس رسول نے سچائی اور ایمان داری کا حکم دیا۔ حق داروں کے حقوق پُورے کرنے کا حکم دیا۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ اُنہوں نے ہمیں بُرے کام کرنے اور بے گناہوں کا خُون بہانے سے منع کیا۔ بُری باتیں کہنے اور بُرے کام کرنے سے روکا۔

یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا اور پاک دامن عورتوں اور لڑکیوں پر تہمتیں لگانے سے روکا۔ خدا کے اس رسول نے ہمیں نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم اُن کو سچا سمجھ کر اُن پر ایمان لے آئے اور جو کچھ وہ خُدا کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کو مان کر اُن کی پیروی اختیار کر لی۔ اس پر ہماری قوم کے لوگ ہم سے ناراض ہو گئے۔ اُنہوں نے ہمیں طرح طرح کے عذاب دیئے اور تکلیفیں پہنچائیں اور ہمیں ہمارے اس دین سے ہٹانے کی کوشش کی تاکہ ہم پھر پتھروں کو پُوجنا شروع کر دیں۔ جب انھوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا تو ہم آپ کے مُلک میں آئے اور دُوسرے بادشاہوں پر آپ کو ترجیح دی تاکہ یہاں امن کے ساتھ یہاں رہ سکیں۔"

نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر کی تقریر سُن کر پوچھا۔

" کیا تمہارے پاس اس کلام میں کا کچھ حصّہ ہے جو تمہارے نبی خدا کے پاس سے لے کر آئے ہیں؟ اگر ہو تو پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت جعفر نے سورۂ مریم میں سے کچھ آیتیں نجاشی کو پڑھ کر سنائیں۔ نجاشی پر یہ آیتیں سُن کر اتنا اثر ہُوا کہ وہ رونے لگا۔ یہاں تک کہ روتے روتے اُس کی داڑھی تر ہو گئی۔ یہی حال ان پادریوں وغیرہ کا ہُوا کہ روتے روتے اُن کی داڑھیاں اور ان کی مقدّس کتابیں بھیگ گئیں۔

پھر نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا۔

" خدا کی قسم! اس کلام کا سرچشمہ بھی وہی ہے جو اس کلام کا تھا جسے حضرت عیسےٰؑ لے کر آئے تھے۔"

پھر اُس نے قریش کے دونوں قاصدوں سے کہا۔

" تم لوگ فوراً ــــــ چلے جاؤ۔ میں خدا کی قسم! ان لوگوں کو کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔"

اس طرح نجاشی نے مُسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرو ابن عاص اس وقت تک مُسلمان نہیں ہوئے تھے اُنہوں نے اگلے روز اپنی

کامیابی کے لیے ایک اور صورت نکالی وہ دوبارہ پھر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ چونکہ عیسائی تھا اس لیے اس سے کہا۔

"جہاں پناہ! آپ ذرا ان مسلمانوں سے یہ بھی تو پوچھئے کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں اُن کا کیا خیال ہے یقین کیجئے یہ لوگ اُن کی شان بے بے ادبی کرتے ہیں۔ آپ ان کو دوبارہ بلا کر میری بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

اس طرح حضرت عمرو کے خیال میں بادشاہ جب مسلمانوں کو بلا کر ان سے حضرت مسیحؑ کے متعلق پوچھتا اور وہ ان کو خدا تعالےٰ کا بیٹا کہنے کے بجائے خدا کا بندہ اور رسول کہتے تو بادشاہ ان سے ناراض ہو جاتا۔

بہرحال بادشاہ نے مسلمانوں کو دوبارہ بلا کر ان سے حضرت مسیحؑ کے متعلق پوچھا۔ حضرت جعفرؓ نے صفائی سے کہا۔

"ہمارے نبی نے ہمیں بتایا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کے بندہ اور اُس کے پیغمبر ہیں۔"

یہ سُن کر بادشاہ نے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا۔

"خدا کی قسم! تم نے حضرت مسیحؑ کی تعریف بیان کی ہے وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔"

بادشاہ کے منہ سے یہ بات سُن کر پادریوں نے دل ہی دل میں بہت پیچ و تاب کھائے مگر ڈر کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکے۔ پھر بادشاہ نے قاصدوں کے دیئے ہوئے تمام ہدیئے تحفے واپس کر دیئے اور اس کے بعد ان کی کوئی بات نہیں سُنی۔ یہ دونوں قاصد ناکام و نامراد ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس آگئے اور مسلمان حبشہ میں اطمینان و سکون کے ساتھ رہنے لگے۔

(ابن ہشام، تاریخ طبری، ابن کثیر، سیرت حلبیہ، ابن سعد)

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے مشرکوں کو بہت گھبراہٹ اور پریشانی ہو رہی تھی۔

چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے جمع ہو کر ایک مجلس منعقد کی جس کا صدر ولید ابن مغیرہ کو متعین کیا۔ ولید قریش کا ایک عمر رسیدہ اور معزز آدمی تھا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کرنا شروع کیا۔

ولید نے کہا۔

"حج کا موسم قریب آ گیا ہے، تمہارے پاس لوگوں کی جماعتیں آئیں گی۔ وہ لوگ بھی محمدؐ کے بارے میں سنیں گے اس لیے کوئی ایک بات طے کر لو جو تم محمدؐ کے بارے میں ان آنے والے لوگوں سے کہو گے لیکن ہر شخص وہی طے شدہ بات کہے ورنہ ایک کی گفتگو سے دوسرا جھوٹا بنے گا اور ایک کی بات سے دوسرے کی تردید ہو گی"۔

ان لوگوں نے کہا۔

"تو آپ ایسی کوئی بات طے کر کے بتا دیجئے"۔

ولید نے کہا۔

"نہیں پہلے آپ لوگ اپنی رائے بتائیے"۔

لوگوں نے کہا۔

"ہم یہ کہہ دیں گے کہ محمدؐ نجومی ہے"۔

ولید نے کہا۔

"نہیں نجومی تو وہ ہرگز نہیں ہے ہم نے بہت سے نجومیوں کو دیکھا ہے وہ نجومیوں جیسا نہیں ہے نہ ان جیسی باتیں کرتا ہے"۔

لوگوں نے کہا۔

"تب ہم یہ کہیں گے کہ وہ پاگل ہے"۔

ولید نے جواب دیا۔

"وہ پاگل بھی نہیں ہے ہم نے پاگل پن دیکھا ہے اور اسے پہچانتے ہیں اس میں اس کی کوئی علامت نہیں ہے۔ نہ اس کے دماغ میں کوئی خرابی ہے نہ کوئی نقص"۔

لوگوں نے کہا۔

"تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے"

ولید نے کہا۔

"وہ شاعر بھی نہیں ہے ہم شعر و شاعری، اس کے تمام وزنوں اور ردیف و قافیہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اس لیے وہ جو کچھ کہتا ہے وہ شعر نہیں"

لوگوں نے کہا۔

"تب پھر ہم یہ کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے"

ولید نے کہا۔

"وہ جادوگر بھی نہیں ہے۔ ہم نے جادوگروں کو بھی دیکھا ہے اور جادو بھی دیکھا ہے۔ وہ جادوگروں کی طرح سے نہ گرہیں باندھتا ہے اور نہ پھونکتا ہے" (جادوگر دھاگے میں گرہ باندھ کر اس پر پھونکا کرتا ہے)

اب لوگوں نے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو انہوں نے کہا۔

"پھر آخر ہم کیا کہیں"

ولید نے کہا۔

اس کلام کی بات ہی کچھ اور ہے تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سب بکواس ہے۔ مگر اس وقت سب سے بہتر یہی ہے کہ تم اُسے جادوگر کہو۔ جو ایک کلام لے کر آیا ہے اس کے ذریعے سے وہ بیٹے کو باپ سے چھڑا دیتا ہے بھائی کو بھائی سے جُدا کر دیتا ہے۔ شوہر کو بیوی سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اور لوگوں کو ان کے خاندانوں سے الگ کر دیتا ہے۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا اور سب نے یہ طے کر لیا کہ حج کے موقعہ پر آنے والے تمام حاجیوں کو محمدؐ کے بارے میں ہم یہی جواب دیں گے۔

جب حاجیوں کے قافلے آئے تو یہ سب ان کے منتظر اور مُشتاق بیٹھے تھے۔ رسول اللہؐ کے بارے میں قریش لوگوں کو وہی طے شدہ بات بتاتے تھے اور انہیں رسول اللہ صلعم سے ملنے سے روکتے تھے۔

حاجیوں کے یہ قافلے جب اپنے وطنوں کو واپس گئے تو وہاں انہوں نے رسول اللہؐ

کے بارے میں لوگوں سے ذکر کیا اور اس طرح عرب کے سارے شہروں اور حصّوں میں یہ خبر پھیل گئی۔ اس کی وجہ سے لوگوں کا شوق بڑھا کہ اس معاملہ کی اصلیت معلوم کی جائے اور اس راز کا پتہ چلایا جائے۔

اور اس طرح مشرکوں نے خود اپنے ہی ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خبر سارے عرب میں پھیلادی۔ عرب کے مشرکوں میں جب رسول اللہ صلعم کا نام مشہور ہوا تو اس کا بڑا زبردست اثر پڑا اور اسی بات سے وہ سب سے زیادہ ڈرتے تھے۔ وہ لوگ رسول اللہؐ کی تبلیغ سے اس لیے ڈرتے تھے کہ اس سے ان کی بدکاریوں، عیاشیوں اور گناہوں پر اثر پڑتا تھا۔ کیونکہ اسلام اُنہیں ان حرکتوں سے روکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کا انکار کر کے انہیں اتنا خیال اپنے اور اپنے باپ دادا کے دین کی حفاظت کرنے کا نہیں تھا جتنا اپنی عیاشیوں اور بدکاریوں کی حفاظت کرنے کا تھا لیکن اب رسول اللہ صلعم کا یہ پیغام اُن کی تجارتوں اور کاروبار میں بھی رکاوٹ پیدا کرنے لگا۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے بُتوں کی زیارت کرنے کے لیے آنے والوں کے ساتھ ہی تجارت کیا کرتے تھے اور اُن سے زبردست نفع حاصل کرتے تھے۔

مشرکوں کے پاس جو ایسی باندیاں اور ایسے غلام تھے جو مُسلمان ہو گئے تھے وہ اُن پر ایسے ایسے ستم ڈھاتے تھے کہ سُن کر بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اس لیے پیسے والے مُسلمان مُشرکوں سے ان مسلم غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے تاکہ اُنہیں ان مصیبتوں سے نجات مل جائے۔

اب مشرکوں کو خیال ہُوا کہ اس طرح تو مُسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے اس لیے اُنھوں نے اپنے مسلمان غلام باندیوں کو بیچنا بند کر دیا تاکہ ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے رہیں اور آخر تنگ آکر وہ لوگ پھر سے بت پرستی شروع کر دیں۔

پھر انہوں نے عام مسلمانوں کو بھی زیادہ سے زیادہ تکلیفیں پہنچانا اور ستانا شروع کر دیا۔ یہ وہ مُسلمان تھے جو ہجرت کر کے حبشہ نہیں گئے تھے بلکہ مکّہ میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ٹھہر گئے تھے۔

ادھر انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے اور تکلیفیں پہنچانے میں اور زیادہ اضافہ کر دیا حالانکہ ابوطالب صاف صاف کہہ چکے تھے کہ میں ایسی صورت میں محمدؐ کی حمایت کروں گا اور ساتھ ہی انہوں نے اپنے سب خاندان والوں سے بھی کہہ دیا تھا کہ تم لوگ محمدؐ کی حفاظت کرنا اور اس کا ساتھ دینا۔"

(سیرت ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی :-

"اے اللہ! عمر ابن خطاب کے ذریعہ اسلام کو قوت دے!"

اس لیے کہ حضرت عمرؓ انتہائی بہادر اور دلیر آدمی تھے۔ مضبوط ارادہ کے مالک تھے جس کام کو کرنے کی ٹھان لیتے تھے اس کو کر گزرتے تھے۔ نہ کسی سے ڈرتے تھے اور نہ کسی سے خوف زدہ ہوتے تھے۔ اسی واسطے ان کی اسلام سے دشمنی بھی اتنی ہی سخت تھی اور مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے میں بھی اتنے ہی بے باک تھے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک نرم دل بھی رکھتے تھے جس میں اپنے گھر والوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ تھا۔ حق داروں اور ضرورت مند رشتہ داروں کے واسطے محبت اور شفقت بھری ہوئی تھی۔

پہلی ہجرت کے وقت جو مسلمان حبش کو گئے اُن میں حضرت عمرؓ کی ایک رشتہ دار خاتون حضرت ام عبد اللہ لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ بھی تھیں۔ یہ اپنے شوہر حضرت عامرؓ ابن ربیعہ کے ساتھ جا رہی تھیں۔ جب وہ چلنے کے وقت اپنے اونٹ پر سوار ہونے لگیں تو اتفاق سے حضرت عمرؓ وہاں آ گئے۔ انہوں نے حضرت لیلیٰؓ سے پوچھا۔

"ام عبد اللہ! کہاں کی تیاری ہے؟"

حضرت لیلیٰ جانتی تھیں کہ عمر مسلمانوں کے بہت سخت دشمن ہیں اس لیے انہوں نے صفائی سے کہا۔

"آپ لوگ ہر وقت مسلمانوں کو ستاتے رہتے ہیں اس لیے ہم وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک خدا تعالےٰ مسلمانوں کے چھٹکارے کا کوئی راستہ پیدا نہیں کر دیتا اس وقت تک ہم وطن سے دُور ہی رہیں گے"۔

یہ سُن کر حضرت عمرؓ کے دل پر چوٹ لگی اور اُنہوں نے بے چین ہو کر کہا۔

"خدا تمہارے ساتھ ہو"

قریش کے جو لوگ مسلمان ہونے کے بعد ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے ان سب ہی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے دل پر بہت اثر تھا پھر جب اُنہیں یہ معلوم ہُوا کہ بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا اور مسلمانوں کو واپس قریش کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا ہے تو ان پر اور زیادہ اثر ہوا۔ مگر اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حضرت عمرؓ کا جوش و غضب اور دشمنی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ وہ سوچتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہی قریش کا شیرازہ بکھرا اور اُن میں پھوٹ پڑی۔ خاندان تقسیم ہو گئے اور گھر والے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے اور اسی کی وجہ سے ایک گھر میں بھائی کا بھائی دشمن ہو گیا ہے۔

ادھر حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے بعد دشمنِ دین ابو جہل جل کر کباب ہو گیا اور اُس نے قریش میں آکر اعلان کیا کہ:۔

"جو شخص محمدؐ کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لائے گا اس کو سو اُونٹ انعام دوں گا"۔

حضرت عمر ابو جہل کے بھانجے ہوتے تھے انہوں نے ماموں سے جا کر اس امر کی تصدیق کی۔

اب حضرت عمر ننگی تلوار لیے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔ حضرت عمر اسی طرف چلے جہاں رسول اللہؐ اس وقت حضرت ابو بکرؓ، حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور کچھ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

راستے میں حضرت عمرؓ کو قبیلہ بنی عدی کے ایک شخص نعیم ابن عبد اللہ ملے۔ نعیمؓ خفیہ طریقہ

پر مسلمان ہو چکے تھے لیکن اس بات کو اپنی قوم سے اس لیے چھپاتے تھے کہ انہیں معلوم ہو گیا تو وہ لوگ تکلیفیں اور طرح طرح کے عذاب دیں گے۔ نعیم نے جب عمر کو ننگی تلوار لیے تیز تیز قدموں سے جاتے دیکھا تو انہوں نے پوچھا۔

"عمر ابن خطاب کہاں جا رہے ہو؟"

عمر نے جواب دیا۔

"اس شخص کو قتل کرنے جا رہا ہوں جو خدا کو ایک بتاتا ہے۔"

حضرت عمر کو غضب ناک دیکھ کر حضرت نعیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ کسی طرح اُن کا خیال رسول اللہ کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف لگا دینا چاہیئے۔ انہوں نے حضرت عمر سے کہا۔

"خدا کی قسم! عمر تمہارا دل خود تمہیں ہی دھوکہ دے رہا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ محمدؐ کے قتل ہو جانے کے بعد عبد مناف کی اولاد تمہیں زندہ چھوڑ دے گی۔ تم ذرا اپنے گھر جاؤ اور پہلے گھر والوں کی ہی خبر لے لو۔"

عمرؓ نے کہا۔

"تم میرے کون سے گھر والوں کو کہہ رہے ہو؟"

نعیم نے کہا۔

"تمہارے بہنوئی اور چچازاد بھائی سعید ابن زید ابن عمر اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب' اس لیے کہ وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے محمدؐ کے دین کو اختیار کر لیا ہے اس لیے سب سے پہلے تو تم ان کا فیصلہ کرو۔"

حضرت عمر کو اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا کیونکہ وہ دونوں اس بات کو عمر سے چھپاتے تھے اس لیے حضرت نعیم کے منہ سے اب یہ بات سُن کر انہیں بیحد تعجب ہوا اور ساتھ ہی وہ غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے۔ وہ اسی وقت پہلے اپنے بہنوئی کے گھر کی طرف مُڑ گئے۔ غصہ کی آگ اُن کے سینے میں دہک رہی تھی اور بیحد غضبناک ہو رہے تھے۔

جب بہن کے گھر پہنچے تو باہر دروازے پر ہی انہوں نے سُنا کہ کوئی شخص گھر میں آہستہ آہستہ قرآن پاک پڑھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً ایک دم اتنے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا کہ گھر کے لوگ گھبرا گئے اور اُنہوں نے پُوچھا۔

"کون ہے ؟"

حضرت عمر نے جواب دیا۔

"مَیں ابن خطاب ہوں"

حضرت عمرؓ کی آواز سُنتے ہی سب لوگ ایک دم گھبرا گئے اور جلدی جلدی قرآن پاک کو چھپانے لگے۔

اس وقت عمر کی بہن اور اُن کے شوہر سعید حضرت خباب ابن ارث کے پاس بیٹھے ہوئے اُن سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ حضرت خباب کو رسول اللہ صلعم نے اس خدمت کے لیے متعیّن کیا تھا کہ جو قرآن کی آیتیں نازل ہوں وہ ان دونوں کو سکھادیا کریں۔ اس وقت حضرت خباب ان کو سُورۂ طٰسہ کی آیتیں پڑھا رہے تھے۔ جیسے ہی حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی وہ جلدی سے اُٹھے اور گھر کے اندر ایک حصّہ میں جاکر چُھپ گئے اب حضرت سعیدؓ دروازہ پر گئے اور جاکر کواڑ کھولے۔

حضرت عمرؓ گھر میں کسی خوفناک شیر کی طرح داخل ہُوئے اور ٹٹولنے والی نظروں سے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔ اُنہیں اس شخص کی تلاش تھی جس کی آواز اُنہوں نے دروازہ پر سُنی تھی لیکن جب انہیں اپنی بہن اور بہنوئی کے سوا کوئی تیسرا نظر نہیں آیا تو اُنہوں نے ان دونوں سے انتہائی غضب ناک ہوکر پُوچھا۔

"تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے ؟"

ڈر کی وجہ سے ان دونوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

پھر حضرت عمرؓ نے کہا۔

مجھے معلوم ہُوچکا ہے کہ تم بزرگوں کا دین چھوڑ کر بے دین ہو گئے ہو"

حضرت سعیدؓ نے جواب دیا۔

" اگر سچائی بزرگوں کے دین میں نہ ہو بلکہ دُوسروں کے دین میں ہو تو اسے کیوں نہ اختیار کیا جائے "

بہنوئی کا یہ جواب سُن کر حضرت عمر ایک دم ان ہی کی طرف بڑھے اور مارنا شروع کر دیا۔ فاطمہ نے اپنے شوہر کو بچانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے انہیں بھی مارا جس سے اُن کا سر پھٹ گیا۔ انہوں نے غضب ناک ہو کر کہا۔

" ہاں! ہم مُسلمان ہو گئے ہیں جو تمہارا دل چاہے کر لو۔ تم ہمیں صرف اسی لیے مارتے ہو کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں مگر اب ہم اس سے نہیں پھریں گے "

اب حضرت عمرؓ کا غصّہ کچھ کم ہوا اور انہوں نے ہاتھ روک لیا اور جب اُنہوں نے اپنی بہن کے سر سے خون بہتے دیکھا تو انہیں بے حد ندامت اور شرمندگی ہوئی۔

عمر نے اپنی بہن سے کہا۔

" ذرا وہ کتاب مجھے سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے "

فاطمہ نے کہا۔

" تم ناپاک ہو اور قرآن کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں اس لیے پہلے وضو کر کے آؤ "

حضرت عمرؓ نے کتاب لے کر اُسے دیکھا، کہیں کہیں سے پڑھا اُن کا دل اس کلام کے جلال اور ہیبت سے کانپ اُٹھا اور بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا۔

" کتنا خوب صورت اور کتنا قابلِ عزّت کلام ہے یہ! "

حضرت خبابؓ جہاں چھپے ہوئے تھے اُنہوں نے وہیں سے حضرت عمرؓ کی یہ بات سُنی وہ یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

" عمر! میری آرزو ہے کہ خدا اپنے نبی کی دعوت کو ماننے کے لیے تمہیں چُن لے۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صؐ نے دُعا کی تھی کہ خدایا عمرو بن ہشام (یعنی ابو جہل) یا عمر ابن خطاب کے ذریعے اسلام کو قوّت دے اس لیے کاش وہ تم ہی ہو "

حضرت عمرؓ نے کہا۔

" تب پھر تم مجھے محمدؐ کا پتہ بتاؤ خباب! تا کہ میں اُن کے پاس جاؤں اور مُسلمان

ہو جاؤں "

حضرت خباب نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ اس وقت صفا کے دامن میں ارقم بن ارقم کے مکان میں ہیں"

اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے حضرت فاطمہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور اسی طرح اُن کے شوہر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

حضرت عمر ان دونوں کے پاس ایک مشرک کی حیثیت سے گئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے رسول کو جھٹلاتے ہوئے پہنچے تھے اور اب وہی عمر اس حیثیت میں یہاں سے نکلے کہ خداوند کریم کو ایک مانتے تھے۔ خدا کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتے تھے اور اس وقت رسول اللہ صلعم کے پاس جا رہے تھے تاکہ آپؐ کے سامنے آپؐ کے نبی ہونے کی گواہی دیں اور سب کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اعلان کریں۔

حضرت عمرؓ ارقم کے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے حضرت بلال رضؓ کی آواز آئی۔

"کون ہے ؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

"میں ابنِ خطاب ہوں"

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت حمزہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ بھی تھے حضرت بلالؓ رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا۔

"رسول اللہؐ دروازے پر عمر ابن خطاب ہیں، ہمیں دروازہ کھولتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ وہ اندر آکر کوئی گڑبڑ نہ کریں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"انہیں آنے دو۔ اگر خدا نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو ہدایت دے گا"

حضرت حمزہؓ نے کہا۔

"اور اگر بُرے ارادے سے آئے ہیں تو اُن کو قتل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں"

دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت عمرؓ اندر آ گئے۔ جیسے ہی اُنھوں نے اندر قدم رکھا حضرت زبیرؓ اور حضرت حمزہؓ نے اُن کو دائیں بائیں سے پکڑ لیا۔

جب حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کے سامنے پہنچ گئے تو آپؐ نے فرمایا "انہیں چھوڑ دو"

چنانچہ اُن کے ہاتھ چھوڑ دیئے گئے۔

حضرت عمرؓ آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور خُدا سے دُعا فرمائی۔

"اے اللہ! عمر کو ہدایت دے"

پھر فرمایا "عمر اسلام قبول کر لو"

حضرت عمرؓ نے اسی وقت کلمہ پڑھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

جیسے ہی حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ کہے فوراً ہی سارا گھر صحابہ کے نعروں سے گونج اُٹھا۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!! اللہ اکبر!!!

سارا مکان ہیبت و جلال سے لرز اُٹھا۔

وہ سب لوگ حضرت عمرؓ کے مُسلمان ہو جانے پر بیحد خوش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

اب حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دوسرے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے اور حضورؐ سے عرض کیا۔

"رسول اللہؐ! کیا ہم حق اور سچائی پر ہی رہیں گے چاہیں مریں یا جئیں"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"ہاں اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم چاہے مرو یا جیو سچائی ہی پر رہو گے"

حضرت عمرؓ نے کہا۔

"رسول اللہ ؐ پھر چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کیوں اپنے دین کو چھپائیں۔ ہم سچائی پر ہیں اور مشرک غلطی پر ہیں"

رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔

"اس لیے کہ ہم ابھی تک تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمنوں کی تعداد بہت ہے"

حضرت عمرؓ نے کہا۔

"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا بنا کر بھیجا ہے۔ وہ تمام مجلیس جن میں میں کفر کی حالت میں بیٹھا ہوں ان سب میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں گا"

یہ دن قریش کے لیے زبردست رنج اور صدمہ کا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے گویا ان کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمان جتنے خوش تھے ان سے زیادہ خود حضرت عمرؓ اپنے مسلمان ہونے پر مسرور تھے۔

حضرت عمرؓ سے نہیں رہا گیا وہ اسی رات میں بھرے مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے پھرنے لگے اور اسی قوت کے ساتھ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے جس قوت سے وہ انہیں اسلام میں داخل ہونے سے روکا کرتے تھے۔

چنانچہ وہ اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گئے جو قریش میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل باہر آیا اور حضرت عمرؓ کو باہر دیکھ کر اس نے انہیں خوش آمدید کہی اور کہا۔

"کس لیے آئے ہو"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

"میں تمہیں یہ بتلانے آیا ہوں کہ میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور جو کتاب رسول اللہ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں"

جیسے ہی ابوجہل نے حضرت عمرؓ کی بات سُنی وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اس نے

حضرت عمرؓ کو دھکا دیتے ہوئے بڑے زور سے کواڑ بند کئے اور غصہ میں چلا کر کہا۔
"خدا تجھے غارت کرے"
قریش نے حضرت عمرؓ پر سختیاں کرنی شروع کیں اور انہیں ستانا اور تکلیفیں پہنچانا شروع کیں۔ مگر حضرت عمرؓ تلوار کی دھار سے ان کے ساتھ بھڑ گئے اور بڑی بہادری کے ساتھ اُن کے سامنے کہتے۔

اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ۔

"میں خدا کے ایک ہونے اور محمدؐ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی حرکت کی تو میری یہ تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی"

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ارقم کے مکان میں پناہ گزین رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرتے ہی حضورؐ سے اس بات کی اجازت لی کہ مسلمان کھلم کھلا بیت اللہ میں جا کر نماز پڑھا کریں۔ آپؐ نے اس کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد مسلمان دو قطاریں بنا کر کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک قطار کے سرے پر حضرت حمزہؓ تھے اور دوسری قطار کے سرے پر حضرت عمرؓ تھے۔ جب یہ جماعت چلی تو ان کے قدموں کی چاپ سے رعب و داب ٹپکتا تھا۔ ان سب نے کعبہ میں پہنچ کر بے جھجک نماز ادا کی۔ قریشی سرداروں نے یہ منظر دیکھا تو انہیں اپنے ظلم و ستم کا محل گرتا ہوا محسوس ہوا۔ خاص طور سے جب انہوں نے صفوں میں حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو اُن کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔

اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو "فاروق" کا خطاب عطا فرمایا۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے ان کے ذریعے سے حق اور باطل میں فرق کر دیا تھا۔

(ابن کثیر، ابن ہشام، اصابہ، سیرت حلبیہ)

قریش مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کی فتح کو ہاتھ باندھے ہوئے نہیں دیکھ

رہے تھے بلکہ وہ اپنی کوششوں میں لگے ہوئے تھے اور طرح طرح کی ترکیبیں کرتے رہتے تھے جس سے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد رک جائے اور یہ بھی کہ مسلمان اپنے نبی کی پیروی چھوڑ دیں۔

اس مقصد سے ایک مرتبہ قریش جمع ہوئے اور اس مجلس میں رسول اللہؐ اور آپؐ کے پیروؤں اور آپؐ کے تمام مددگاروں کا مقابلہ کرنے کے لیے نئی نئی اسکیموں پر غور کیا۔ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے طے کیا کہ اب محمدؐ کا مقابلہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ اس کا اور اس کے تمام ساتھیوں اور حمایتیوں کا پوری طرح بائیکاٹ کر دو۔ ان سے ملنے جلنے کا بھی اور لین دین کا بھی بائیکاٹ ہو۔ نہ ان لوگوں کو کوئی چیز فروخت کی جائے اور نہ اُن سے خریدی جائے۔ نہ اُن کو لڑکیاں دیں اور نہ اُن کی لڑکیاں لیں۔ غرض ان کے اور ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی تعلق اور کوئی واسطہ مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔

اس فیصلے کو اور زیادہ پکا کرنے کے لیے انہوں نے یہ کیا کہ اس کو ایک کاغذ پر لکھا اور اس میں اس بات کی گواہی دی کہ ہم سب اس کی پوری پابندی کریں گے۔ پھر انہوں نے اس کاغذ کو کعبہ میں ٹانگ دیا تاکہ نہ تو اس میں کوئی ترمیم ہو سکے اور نہ ان فیصلوں سے کوئی پھر سکے۔

اس کے بعد قریش کا ایک وفد بنی عبدالمطلب کے لوگوں کے پاس گیا اور اُن سے کہا۔
"ہم آپ کے سامنے دو صورتیں رکھتے ہیں ان میں سے آپ لوگ کوئی سی قبول کر لیجئے۔
پہلی صورت تو یہ ہے کہ آپ محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اُسے قتل کر دیں۔ اس طرح آپ کو بھی آرام ہو جائے گا اور ہمیں بھی سکون مل جائے گا۔ اس کے بدلے میں ہم آپ کو بہت کافی تاوان دیں گے۔ ورنہ دُوسری صورت یہ ہے کہ ہم آپ کا بائیکاٹ کر کے آپ سے بالکل قطع تعلق کر لیں گے۔ نہ آپ کو کوئی چیز بیچیں گے نہ آپ سے کوئی چیز خریدیں گے اور اس طرح ہم سب مل کر آپ کو بھوکوں مار دیں گے۔ اب بتائیے آپ کی کیا رائے ہے؟"

لیکن عبدالمطلب کی اولاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے دشمنوں کے حوالہ

کرنے سے انکار کر دیا اور قریش سے کہا۔
" ہم محمدؐ کو ہرگز ہرگز تمہارے حوالے نہیں کریں گے "
قریش نے جواب دیا۔
" تب پھر وہ ہمارے اور تمہارے درمیان دیوار ہے اور ہم آپ کا بائیکاٹ کرتے ہیں "
اس طرح قریش نے عبدالمطلب کی اولاد کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ ان میں عبدالمطلب کی اولاد کے وہ ہاشمی رشتہ دار بھی شامل تھے جنہوں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔
صرف ابولہب نے قریش کی حمایت کی اور اپنے رشتہ داروں اور اولاد کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں کا مذاق اڑانے والوں اور ان کو گالیاں دینے والوں میں یہ سب سے آگے آگے رہتا تھا اور یہی سب سے پہلا آدمی تھا جس نے لوگوں کو مسلمانوں اور اُن کے حامیوں سے پرہیز کرنے پر اُکسایا اور اُنہیں مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کیا۔
اس طرح بنی ہاشم سارے مکے سے کٹ کر ایک گھاٹی میں قید ہو کر رہ گئے۔ ان سے کوئی شخص بھی کسی قسم کا معاملہ نہیں کرتا تھا اور یہ لوگ سوائے ان مہینوں کے جن میں عرب ہر قسم کا لڑائی جھگڑا روک دیتے تھے اپنی قید سے نہیں نکل سکتے تھے چنانچہ صرف انہیں محترم مہینوں میں رسول اللہؐ اپنا پیغام لے کر لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔
حاجی لوگ ان ہی محترم مہینوں میں مکے میں آکر جمع ہوتے تھے وہ مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ محرم اور رجب کے مہینے تھے۔ مکہ کے قریب تاجر لوگ اپنی دکانیں اور بازار لگاتے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں بلاتے اور انہیں خوشخبری سناتے کہ جو آپؐ کی پیروی کرے گا اُن کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ دے گا۔ ساتھ ہی آپؐ اُنہیں اس بات سے ڈراتے کہ اگر وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے تو خدا انہیں سخت عذاب دے گا۔
اس قید و بند میں مسلمانوں نے بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائیں۔ بھوک پیاس جب حد سے بڑھ جاتی تو کیکر کے پتے کھا کر گزر کرتے۔ ان کے بچے بھوک پیاس سے بلبلاتے اور تڑپتے تو اُن کی آواز باہر بھی جاتی۔ سنگ دل ان بلبلاہٹوں کو سُن کر خوش ہوتے اور قہقہے لگاتے

مگران میں ایسے رحم دل لوگ بھی تھے جو اس ظلم کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگ ایسے میں ہٹنے والوں کو بُرا بھلا کہتے اور انہیں ڈراتے کہ کیا تم نے منصور ابن عکرمہ کا انجام اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا۔

منصور ابن عکرمہ ایک قریشی رئیس تھا یہ معاہدہ اسی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور خدائے پاک کی قدرت دیکھو کہ منصور نے جس ہاتھ سے یہ ناپاک دستاویز لکھی تھی وہ بالکل شل ہو گیا اور پھر کبھی اچھا نہ ہو سکا۔

اس حصار اور قید میں مسلمانوں نے جو مصیبتیں اٹھائیں اُن کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضور پاکؐ کے ایک صحابی حضرت سعد ابن وقاصؓ ایک مرتبہ رات کے وقت اندھیرے میں کہیں جا رہے تھے ان کا پیر کسی گیلی چیز پر پڑا وہ اس قدر بھوکے تھے کہ انہوں نے فوراً اسے اٹھایا اور بغیر دیکھے نگل لیا۔

حضرت سعد ابن وقاص کا ہی ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت وہ پیشاب کے لیے نکلے راستے میں اونٹ کی کھال کا ایک سوکھا ہوا چمڑہ مل گیا۔ انہوں نے جلدی سے اُسے دھو کر آگ میں جلایا اور پھر کوٹ کر اس کا سفوف بنایا اور پھر پانی کے ساتھ اُسے پیا یہاں تک کہ تین راتیں اسی کے سہارے گزاریں۔

اس بائیکاٹ کی مدت بڑھتی چلی گئی لیکن بنی ہاشم اور بنی مطلب نہایت ہمت کے ساتھ اس مصیبت کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ کوئی غفلت برتی اور نہ آپؐ کو قریش کے حوالے کرنے پر تیار ہوئے۔ آپؐ کے چچا ابو طالب آپؐ کا پورا پورا خیال رکھتے اور آپؐ کے ساتھ بے حد محبت سے پیش آتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو وہ آپؐ کے برابر لیٹتے تاکہ آپ کی حفاظت کر سکیں۔ اگر کبھی کسی کام کی وجہ سے ان کو رسول اللہؐ کے پاس سے جانا پڑتا تو وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو آپ کے پاس چھوڑ کر جاتے تاکہ وہ ان کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا رہے۔

جن کا بائیکاٹ کیا گیا تھا ان کے بعض رشتہ دار اور کچھ دوسرے لوگ ان کے ساتھ

یہ ہمدردی کرتے تھے کہ چھپ چھپ کر اُن کے پاس کھانا پہنچا دیتے تھے اگر وہ لوگ ایسا نہ کرتے تو بہت سے لوگ بھوکے مر جاتے۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک شخص حکیم ابن حزام تھے وہ اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے پاس خفیہ طریقے سے کھانا پہنچا دیا کرتے تھے جس کو حضرت خدیجہؓ لوگوں میں تقسیم کرا دیا کرتی تھیں۔ اسی طرح ہشام ابن عمرو ان قیدیوں کے لیے قریش میں سب سے زیادہ ہمدرد اور مہربان تھے وہ اُونٹ پر کھانا اور کپڑے لاد کر رات کے وقت اس گاٹی میں لے آتا اور جب اس کے بالکل قریب پہنچ جاتا تو اُونٹ آگے کی طرف ہنکا دیتا۔ چنانچہ اونٹ تمام سامان کے ساتھ ان مجبور لوگوں کے پاس پہنچ جاتا۔

جب قریش کو قیدیوں کے ساتھ ہشام کی اس ہمدردی کا پتہ چلا تو اُنہوں نے اسے بے حد تکلیفیں پہنچائیں مگر اس کے باوجود ہشام نے یہ سلسلہ بند نہیں کیا۔

ہشام ہی نے دوسرا کام یہ کیا کہ وہ زُہیر ابن ابی اُمیہ کے پاس گیا۔ زُہیر کی ماں عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی، ہشام نے زُہیر سے کہا:-

"زہیر! کیا تمہیں اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا کہ تم کھاتے پیتے ہو، پہنتے اوڑھتے ہو اور وہاں تمہاری ماں کے بھائی بندوں کا یہ حال ہے کہ اُن کے پاس نہ کھانے کو روٹی ہے اور نہ پہننے کو کپڑا ہے؟ خدا کی قسم! اگر وہ لوگ تمہارے بجائے ابوجہل کی ماں کے رشتہ دار ہوتے اور تم اس سے اسی طرح ان لوگوں کا بائیکاٹ کرنے کے لیے کہتے تو وہ کبھی اس عہد نامے کی پروا نہ کرتا"

زہیر نے جواب دیا۔

"لیکن میں اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ کوئی دُوسرا آدمی ہوتا تو میں کبھی کا اس بائیکاٹ کو ختم کر چکا ہوتا۔

ہشام نے کہا۔

"اور اگر تمہیں کوئی دُوسرا آدمی بھی مل جائے تو؟"

اُس نے پوچھا۔

"وہ کون ہے؟"

ہشام نے کہا۔

"میں ہوں۔"

زُہیر نے کہا۔

"تب پھر ہمیں تیسرے آدمی کی تلاش کرنی چاہیئے۔"

اس طرح ان دونوں آدمیوں نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ ہم قریش کے اس عہد نامے کو ختم کر دیں گے۔"

اس کے بعد وہ لوگ اس کوشش میں نکلے کہ کچھ اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے۔ چنانچہ ان دونوں نے مطعم ابن عدی، ابوالبختری، ابن ہشام اور زمعہ ابن اسود کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ سب قریش کے بااثر اور معزز لوگ تھے ان سب نے متفق ہو کر فیصلہ کیا کہ ہم اس عہد نامے کو ختم کر دیں گے۔

اگلے دن صبح کو ہشام، مطعم، ابوالبختری اور زمعہ چلے اور کعبے کے قریب قریش کی مجلس میں آ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد زُہیر اٹھا اور پہلے اُس نے کعبہ کا طواف کیا اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"مکہ والو! کیا یہ بات مناسب ہے کہ ہم لوگ کھاتے پیتے رہیں، پہنتے اوڑھتے رہیں اور ادھر ہاشمی لوگ تباہ ہوتے رہیں۔ نہ اُنہیں خریدنے کی اجازت اور نہ بیچنے کی اجازت خدا کی قسم! میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اس ظالم عہد نامے کو پھاڑ نہیں دوں گا۔"

اس پر ابوجہل فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس نے چلّا کر زُہیر سے کہا۔

"تم جھوٹے ہو خدا کی قسم! تم اس کو نہیں پھاڑ سکتے۔"

اسی وقت زُہیر کے ساتھیوں اور حامیوں کی آوازیں بلند ہوئیں جنہوں نے اس تجویز کی تائید کی اور ابوجہل کی مخالفت کی۔

اب ابوجہل نے سمجھ لیا کہ سب لوگ پہلے ہی آپس میں طے کر کے آئے ہیں اب میری بات نہیں چل سکے گی اس لیے وہ دل ہی دل میں تاؤ پیچ کھا کر رہ گیا اور اُسے خاموش ہوتے

ہی بن پڑی۔

ادھر اسی دوران میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک ابوطالب سے کہا کہ اس عہد نامہ کو دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اس میں جتنے الفاظ شرک اور ظلم وغیرہ کے تھے وہ صاف ہو چکے ہیں۔ صرف خدا کا نام یعنی "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ باقی رہ گیا ہے۔

ابوطالب کو یہ بات سُن کر بہت حیرت ہوئی مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا بھروسہ رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے اس لیے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ خبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے خدا نے دی ہو گی۔

وہ چند ہاشمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مسجد حرام میں پہنچے۔ یہاں قریشی سردار بیٹھے ہوئے تھے وہ سمجھے کہ شاید یہ مصیبتوں سے گھبرا کر معافی مانگنے آرہے ہیں۔ مگر ابوطالب نے اُن سے یہ خبر سنائی اور کہا۔

"لوگو! میرے بھتیجے نے آج ایسی خبر دی ہے اُس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جو بات اس نے کہہ دی وہ کبھی غلط نہیں نکلی اس لیے بس اب فیصلہ اسی پر ہے کہ تم وہ عہد نامہ اُتار کر لاؤ اور دیکھو اگر محمدؐ کی بات سچ نکلی اور اُسے واقعی دیمک نے چاٹ لیا تو تم یہ ظلم وستم ختم کر دو اور اگر میرے بھتیجے کی بات غلط نکلی تو پھر میں اُسے تمہارے حوالے کر دوں گا چاہو تم اُسے قتل کرنا اور چاہے زندہ رکھنا۔"

ابوطالب کی یہ شرط سُن کر قریش بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے خیال میں یہ بات ناممکن تھی کہ خدا کے نام تو محفوظ رہیں اور ساری تحریر مٹ جائے۔ اس لیے انہوں نے جلدی سے وہ تحریر اُتار کر دیکھی مگر ایک دم اُن کے مُنہ لٹک گئے کیونکہ تحریر واقعی مٹ چکی تھی۔ صرف خُدا کے نام باقی رہ گئے تھے، قریش لاجواب ہو چکے تھے۔ اس طرح یہ ظالم بائیکاٹ سنہ ۱۰ نبوی میں تین سال کے بعد ختم ہُوا۔ قریش کا یہ عہد نامہ پھاڑ دیا گیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اس گھاٹی یا قید سے نکلے۔ رسول اللہؐ نے فوراً ہی پھر تبلیغ کے لیے کوشش شروع فرما دی۔ (ابن ہشام، طبری، سیرت حلبیہ، روض الانف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بائیکاٹ کی مشقت اور سختی سے رہائی نصیب ہو گئی۔ لیکن دوسری سختی اور مشقت آپ کا انتظار کر رہی تھی وہ اس سے کہیں زیادہ سخت تھی وہ یہ کہ اس رہائی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ابوطالب بیمار پڑ گئے۔ اُن کی بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ جب قریش نے سمجھ لیا کہ ان کا وقت آگیا ہے تو ان سب لوگوں کی پھر یہ رائے ہوئی کہ وہ ابوطالب کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور ہمارے درمیان کوئی فیصلہ کرا دیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم ابوطالب کے مرنے کے بعد محمدؐ کو کوئی تکلیف پہنچائیں گے تو سارے عرب میں ہماری بدنامی ہوگی اور عرب کے لوگ محمدؐ کو کچھ نہیں کہنے دیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ اب جب کہ اس کے چچا مر چکے ہیں تم اُسے تکلیف پہنچا رہے ہو۔"

غرض کچھ لوگ ابوطالب کے پاس پہنچے۔ ابوطالب بیمار تھے اور زندگی سے دُور موت کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے۔ قریش کے لوگوں نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا۔

"ابوطالب آپ کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں میں آپ کی کتنی عزت ہے اس لیے اب آپ اپنے بھتیجے کے اور ہمارے درمیان انصاف کیجئے اور اس سے کہئے کہ وہ ہمارے دین کو بُرا نہ کہے ہم اُس کے دین کو بُرا نہیں کہیں گے۔"

چنانچہ ابوطالب نے رسول اللہؐ سے یہ ساری بات کہی اور آپ کو سمجھایا کہ قریش کے لوگ یہ چاہتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"میں اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا کہ یہ لوگ صرف ایک جملہ کہہ دیں۔"

ان لوگوں نے پوچھا۔

"وہ کیا جملہ ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔

"لا اِلٰہ الا اللہ۔"

وہ سب لوگ اسی وقت وہاں سے اٹھ گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

"اس شخص سے تم کوئی اُمید نہ رکھو تم لوگ سب کچھ کر چکے اور دیکھ چکے ہو۔"

پھر رسول اللہؐ نے اپنے چچا سے اُن کے آخری وقت میں کہا۔

"چچا! صرف ایک جملہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) کہہ دیجئے تاکہ قیامت کے دن میں گواہی دے سکوں۔"

اس وقت وہاں ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے ابوطالب کو پُوری طاقت سے منع کیا کہ وہ یہ کلمہ نہ کہیں۔

آپؐ کے چچا نے کہا۔

"اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں ہنسیں گے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا تو بیٹے میں یہ جُملہ کہہ دیتا لیکن اب میں اپنے بزرگوں کے دین پر ہی مر رہا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے چچا سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے اور اُن کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپؐ یہ چاہتے تھے کہ انہیں دُنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہو اور اسی وجہ سے ابوطالب کے اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے پر آپ کے دل پر بہت زیادہ اثر تھا اور آپؐ بہت زیادہ اُداس اور غمگین تھے۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے فرمایا۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ،

ترجمہ:۔ "آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔"

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے غمخوار اور ہمدرد، آپ کے مددگار اور حامی ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور وہ آپؐ کو قریش اور ان کی دشمنی کے لیے چھوڑ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ابھی یہ سخت حادثہ گزرے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ خدا کی مشیت نے آپ کو ایک دوسرے زبردست حادثے سے دوچار کر دیا اور وہ یہ کہ

آپ کی پاک بیوی حضرت خدیجہ رضؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔

خدیجہؓ جو انتہائی محبت کرنے والی اور بے حد غمگسار بیوی تھیں جو دل وجان سے رسول اللہؐ کو چاہتی تھیں جنہوں نے اپنی محبت اور شفقت کو رسول اللہ صلعم کے لیے بچھادیا۔ آپؐ پر وحی آنے کے بعد جتنے دن وہ زندہ رہیں اُنہوں نے رسول اللہؐ کی خاطر داری اور آپؐ کی دلداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

حضرت خدیجہ رضؓ جو سب سے پہلی انسان تھیں جو خدا پر ایمان لائیں، وہی حضرت خدیجہ رضؓ جن پر خدا نے رسول اللہؐ کے ذریعے سلام بھیجا اور جنہیں جنت میں موتیوں اور جواہرات کے محل دینے کا وعدہ کیا۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو زبردست ہمدردوں اور مددگاروں سے محروم ہو گئے۔

لیکن اسلام کی روشنی مکّہ سے باہر پھیلنی شروع ہوگئی تھی اور مشرکوں کی دُشمنی اس بڑھتے ہوئے اُجالے کو مدھم نہیں کر سکتی تھی۔

(سیرت حلبیہ، ابن سعد، بخاری، ابن ہشام)

معراج

(۱)
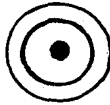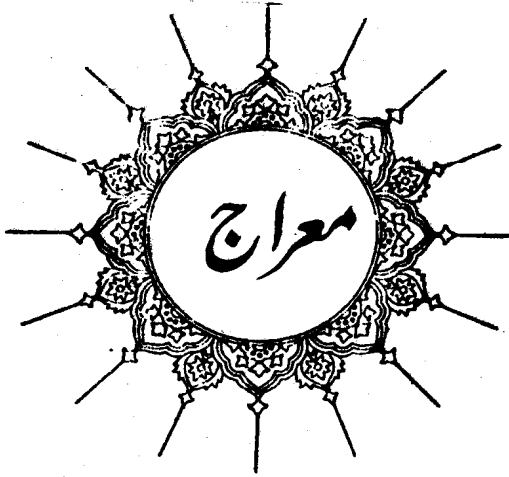
قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۙ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ الخ

ترجمہ :- آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہوسکتا اور) نہ تو (فی الحال) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو"

مشرکین مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے گھبرا رہے تھے۔ پہلے اُنہوں نے اسے روکنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی کی تاکہ آپ ڈر کر تبلیغ چھوڑ دیں۔ مگر ان کی اس دشمنی اور سختی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اب اُنہوں نے ایک اور چال چلی کہ کسی طرح محمدؐ کو پرچا کر ان سے سمجھوتہ کر لیں۔ تاکہ اسی طرح اسلام کی ترقی رُک جائے۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے حضورؐ سے کہا۔

"محمد آؤ جس چیز کی تم عبادت کرتے ہو ہم بھی اس کی عبادت کریں اور اسی طرح جس کی عبادت ہم کرتے ہیں تم بھی اس کی عبادت کرو تاکہ اگر آپ کی عبادت درست ہے تو اس کے بدلے میں ہمیں خیر اور بھلائی مل جائے گی اور اگر ہماری عبادت ٹھیک ہے تو اس کے بدلے میں تمہیں خیر اور بھلائی مل جائے گی"

یعنی ہم اور آپ دونوں طرح کی عبادت کریں تاکہ ان دونوں قسم کی عبادتوں میں سے جو طریقہ بھی ٹھیک ہو اسی کے بدلے میں ہماری اور آپ کی نجات ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کے ذریعے کافروں کی اس بے ہودہ بات کا جواب دیا۔ یہ آیتیں خدا تعالےٰ نے آپؐ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمائیں۔ آپؐ نے ان لوگوں کو بتایا کہ جن باتوں کی میں تم کو ہدایت کرتا ہوں وہ کوئی تفریح یا مذاق نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک سچا اور مکمل دین ہے جس میں تبدیلی کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس دین کی بزرگی اور سچائی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

مشرکین رسول اللہؐ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے تاکہ آپ کسی طرح اپنا کام اور مشن پورا نہ کر سکیں اور اس پیغام کو پہنچانے کے سلسلہ میں آپ کو کوئی مددگار اور ساتھی نہ مل سکے وہ اسی میں پریشان تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

لیکن افسوس ابوطالب کا انتقال ہو گیا جو ہر طرح آپ کی حمایت کیا کرتے تھے ہر موقعہ پر آپ کا بچاؤ کیا کرتے تھے۔ ادھر سارے خاندان والے بھی ان کا لحاظ کیا کرتے تھے۔ اگر ان کے قبیلے کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا چاہتے تھے تو وہ ان کے درمیان رکاوٹ بن جایا کرتے تھے۔

اور اب اُن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کی یہ دیوار ہٹ چکی تھی۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھانے کے لیے میدان صاف ہو چکا تھا اب وہ جس قدر بھی رسول اللہؐ کو تکلیفیں پہنچانا چاہتے اور جس قدر بے رحمی اور ایذا رسانی کا سلوک کرنا چاہتے تھے کر سکتے تھے کیونکہ اب یہ ظاہری رکاوٹ ختم ہو چکی تھی۔

اس کے بعد مشرکوں نے رسول اللہؐ کو بڑھ چڑھ کر تکلیفیں پہنچانی شروع کیں اور آپؐ کی تبلیغ کے راستے میں بے انتہا رکاوٹیں ڈالنی چاہئیں۔

ایک روز حضور پاکؐ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص عقبہ ابن مُعیط پیچھے سے آیا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر اُسے مروڑا اور گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ آپ اسی طرح سجدے میں رہے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں آ گئے۔ انہوں نے جلدی سے عقبہ کو وہاں سے دھکیلا۔ اس پر قریش رسول اللہؐ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر چڑھ دوڑے اور اُنہیں مار پیٹ کر لہولہان اور سخت زخمی کر دیا۔

ایک دوسرے شخص نے یہ جسارت کی کہ آپؐ کے سر پر مٹی پھینک دی چنانچہ آپ اپنے مکان میں اس طرح داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ جلدی سے آئیں وہ آپ کے سر سے مٹی اتارتی جاتی تھیں اور یہ دیکھ دیکھ کر اُن کے آنسو بہتے جاتے تھے کہ اُن کے باپ پیغمبرِ خدا کو ان کی قوم کس قدر تکلیفیں پہنچا رہی

ہے اور بدبخت مشرکین آپ کے ساتھ کتنا بُرا معاملہ کر رہے ہیں۔ آپؐ نے صاحبزادی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

"مت رو بیٹی! خدا تمہارے باپ کا محافظ ہے"

ادھر آپ کے چچا عبدالعزیٰ یعنی ابولہب نے ابوطالب کے انتقال کے بعد کچھ دن کے لیے تو اپنی دشمنی کم کر دی اور خاموش رہا۔ لیکن کچھ دن بعد اس نے پھر آپ کو ستانا شروع کر دیا۔ اس مرتبہ اس نے پہلے سے بھی زیادہ سخت انداز میں آپ کو ستانا شروع کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی طرف سے اتنی سخت تکلیفیں پہنچیں جن کی کوئی حد نہیں۔

دُوسری طرف ابوجہل کا یہ کام تھا کہ وہ صُبح و شام راستے میں بیٹھ جایا کرتا تھا اور جب آپ آتے تو غنڈوں اور بدمعاشوں کو اُبھار دیتا تاکہ وہ آپ کو ستائیں۔ چنانچہ وہ لوگ آپؐ کو گالیاں دیتے اور آپؐ پر آوازے کستے۔ کبھی ابوجہل اپنی قوم کے غنڈوں کے پاس جا بیٹھتا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز یا طواف کے لیے تشریف لاتے تو وہ سب آپؐ کو مارنے کے لیے آپؐ پر چڑھ دوڑتے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضؓ ان لوگوں کو دھکیل کر آپؐ کے پاس آنے سے روکتے اور نفرت کیساتھ ان سے کہتے۔

"کیا تم ایک بزرگ آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کُھلی ہُوئی نشانیاں بھی لے کر آیا ہے"

جب حضرت ابوبکر رضؓ ان لوگوں کو رسول اللہؐ کیساتھ چھیڑنے سے روکتے تو وہ سب خود حضرت ابوبکر کے چاروں طرف جمع ہو جاتے اور ان کو دھکے دے کر مارتے تاکہ وہ رسول اللہؐ کے سامنے سے ہٹ جائیں مگر حضرت ابوبکر رضؓ آپؐ کی حفاظت کرتے ہُوئے خود چوٹیں کھاتے تھے اور ذرا نہ گھبراتے تھے بلکہ وہ اپنے محبوب اور پیغمبرِ خدا کو بچانے میں بڑی خوشی سے خود اپنے اُوپر چوٹیں سہتے رہتے تھے لیکن رسول اللہ نہایت افسردہ اور اداس لہجے میں بار بار صرف یہ فرماتے "خدا کی قسم! ابوطالب کی زندگی میں قریش میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکے تھے"

(سیرت الرسولؐ، سیرت حلبیہ، ابن ہشام)

۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس بات سے بہت دکھ ہوتا تھا کہ اُن کے نبیؐ کو مشرک بے حد ستا رہے ہیں اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہؐ کو دُہرا صدمہ تھا۔ ایک تو ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کا غم اور دُوسرے قریش کے اس برتاؤ اور ان کی کمینی حرکتوں کا صدمہ! مسلمانوں کی یہ مجبوری تھی کہ ان کی ایک بڑی تعداد حبش کو ہجرت کر کے چلی گئی تھی اور مکّہ میں رہنے والے مُسلمان تھوڑے رہ گئے تھے اس لیے وہ مُشرکوں کا نہ تو مقابلہ کر سکتے تھے اور نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکتے تھے۔ اسی لیے جب مشرکوں کا کوئی ہجوم رسول اللہؐ پر حملہ کرتا تو وہ اپنی طاقت بھر آپؐ کا صرف بچاؤ اور حفاظت کرتے تھے۔ مسلمان عورتیں یہ سب کچھ دیکھتیں تو اُنہیں بھی اس پر بیحد رنج ہوتا اور آپؐ کی تکلیف پر ان کے دل درد سے بھر جاتے۔

اسی دوران میں ایک روز عثمان ابن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! آپؐ شادی کیوں نہیں کر لیتے جب کہ حضرت خدیجہ رضؓ اور ان کی ہمدردی کا کچھ بدل ہو سکے۔"

رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا۔

"تمہاری مراد کس لڑکی سے ہے؟"

اُنہوں نے پوچھا۔

"آپؐ کنواری لڑکی چاہتے ہیں یا بیوہ؟"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"کنواری کون ہے؟"

انہوں نے کہا۔

"ابوبکرؓ جو آپؐ کو خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ پسند ہیں اُن کی بیٹی۔"

آپ نے سوال کیا۔

"اور بیوہ کون ہیں؟"

خولہ نے جواب دیا۔

"سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لاچکی ہیں اور آپ کے فرمانوں کی پیروی کرتی ہیں۔"

ان کے شوہر ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے مگر وہاں سے واپس آنے کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

رسول اللہ ص نے حضرت خولہ سے فرمایا۔

"تم دونوں اُسے میرا پیام دو۔"

پہلے حضرت خولہ، حضرت عائشہ رض کی والدہ یعنی حضرت ابوبکر رض کی بیوی ام رومان رض کے پاس گئیں اور اُن سے کہا۔

"خدا تعالیٰ نے تم پر بڑی خیر و برکت نازل فرمائی ہے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رض سے اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

حضرت ام رومان نے کہا۔

"خدا نے چاہا تو نہایت مبارک رشتہ ہے ذرا ابوبکر رض کے آنے تک ٹھہرو۔"

حضرت ابوبکر رض نے نہایت خوشی اور فخر کے ساتھ اپنی بیٹی سے رسول اللہ ص کا رشتہ منظور کر لیا۔

اس کے بعد حضرت خولہ حضرت سودہ کے پاس گئیں اور اُن سے کہا۔

"خدا نے تم پر بڑی خیر اور برکت نازل فرمائی ہے۔"

حضرت سودہ رض کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے پوچھا کہ ان کی کیا مراد ہے؟

حضرت خولہ نے جواب دیا۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

حضرت سودہ نے خوش ہو کر کہا۔

"تم میرے والد کے پاس جاؤ اور ان سے اس کا تذکرہ کرو۔"
حضرت خولہ ان کے والد کے پاس گئیں اور اس رشتے کا ذکر کیا۔ حضرت سودہ کے والد نے رشتہ منظور کر کے کہا۔
"وہ بہت شریف اور معزز آدمی ہیں۔"
اس طرح حضرت خولہ نے حضرت سودہ اور حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ کا رشتہ طے کرادیا اور اس طرح حضور پاکؐ نے اپنے اُمتیوں کو اپنے اور اُن کے درمیان سسرالی رشتہ قائم کر کے شرف و اعزاز بخشا۔
اس کے بعد یہ دونوں نکاح ہو گئے۔ حضرت سودہ کی اسی وقت رُخصتی بھی ہو گئی لیکن حضرت عائشہ رض چونکہ اس وقت بہت کم عمر اور بچّی تھیں اس لیے نکاح کے کافی عرصے کے بعد اُن کی رُخصتی ہوئی۔ (مسند امام احمد و تاریخ ابن کثیر)

۳

رسول اللہ اور آپؐ کے اُمتیوں پر مشرکوں کا ظلم و ستم بڑھتا چلا گیا۔ ابوطالب کی موت کے بعد قریش نے عہد کیا کہ اس وقت تک ہم محمدؐ کو ستانے سے باز نہیں آئیں گے جب تک کہ وہ اس نئے مذہب کی تبلیغ نہ چھوڑ دے ورنہ ہم اُسے قتل کر ڈالیں گے اور اسی طرح انہوں نے آپؐ کے صحابہ کے بارے میں فیصلہ کیا کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک انہیں اس نئے دین سے پھیر کر پرانے دین کی طرف نہ لے آئیں۔
آخر جب مشرکوں کا ظلم حد سے گزر گیا تو نبوت ملنے کے تقریباً دس سال کے بعد ایک روز آپؐ اُداس اور غمگین ہو کر طائف تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ صرف زید ابن حارثہ تھے۔ ان کے سوا کسی کو آپؐ کے جانے کی خبر بھی نہیں ہو سکی۔ آپؐ طائف اس اُمید میں تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگوں کی طرف سے کچھ مدد ملے اور وہاں کے لوگ ہمدرد ثابت ہوں۔

لیکن اُنہوں نے بھی نہ تو اسلام قبول کیا نہ آپؐ کے ساتھ ویسے بھی ہمدردی کا برتاؤ کیا بلکہ وہ لوگ اس پر بھی تیار نہ ہوئے کہ آپؐ ان کے ساتھ طائف میں رہیں۔ اُنہوں نے بھی مکے والوں کی طرح آپؐ کے نبی ہونے سے انکار کر دیا اور اسلام کی دعوت کو جھٹلا کر آپؐ کے ساتھ بہت بری طرح پیش آئے کیونکہ اُنہیں بھی اسلام کے پھیل جانے سے وہی خوف تھا جو قریش کو تھا۔

ادھر یہ کہ دو وجہوں سے طائف کی بہت اہمیت تھی۔ اوّل تو یہ کہ وہاں کی آب وہُوا بہت اچھی تھی، پھلوں اور میوؤں کی بہتات تھی اس لیے یہ شہر قریش کے دولت مند لوگوں کی تفریح گاہ تھی۔ دُوسرے یہ کہ "لات" نامی عرب کا مشہور بُت بھی اسی شہر میں تھا۔ اسی واسطے جس طرح لوگ طواف اور حج کے لیے مکے جاتے تھے ویسے ہی طائف میں بھی حج اور زیارت کے لیے آتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں دس دن ٹھہرے اور وہاں کے تمام بڑے بڑے آدمیوں سے ملے۔ یہاں جو قبیلہ رہتا تھا اس کا نام بنو ثقیف تھا۔ آپؐ سب سے پہلے اس قبیلے کے سرداروں سے ملے۔ یہ تین بھائی تھے عبدیالیل، مسعود اور حبیب۔ یہ تینوں عمرو ابن عمیر ابن عوف کے لڑکے تھے۔ آپؐ نے ان تینوں کو اسلام کی دعوت دی اور اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ مگر یہ تینوں بھائی بہت زیادہ بدتمیزی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ خدا نے تمہیں اپنا نبی بنانے کے واسطے چُنا ہو۔"

دُوسرا بولا۔

"کیا خدا تعالےٰ کو تمہارے سوا کوئی اور اپنا نبی بنانے کے لیے نہیں ملا تھا!"

تیسرے نے کہا۔

"میں تم سے کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ جیسا تم کہتے ہو اگر تم واقعی خدا کے نبی ہو تو تمہاری بات کا انکار کرنے میں بڑا خطرہ ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو میں تمہیں بات کرنے کے قابل ہی نہیں سمجھتا۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ثقیف کی طرف سے مایوس ہو گئے اور آپ واپس جانے کے لیے روانہ ہوئے مگر بنی ثقیف کی طرف اس پر بھی باز نہیں آئے بلکہ انہوں نے اپنے یہاں کے غنڈوں اور بدمعاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ یہ شیطانی لشکر آپ کے اُوپر ہر طرف سے ٹوٹ پڑا۔ شور و شغب اور گالیوں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ آپ جدھر کا رُخ کرتے یہ بدبخت آپ کو گھیر لیتے اور گالیوں اور شور کے ساتھ پتھر مارتے۔ آپ کہیں بیٹھتے تو یہ ظالم بازو پکڑ کر پھر اُٹھا دیتے اور پتھراؤ کرتے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کو بچانے کی کوشش میں زخمی ہو گئے تھے۔ مگر خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جسم مبارک کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہوا اور جس سے خون کے فوارے نہ چھوٹ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کے دونوں جوتے خون سے بھر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے شہر کے باہر پہنچ گئے۔ قبیلہ ثقیف کے غنڈے اب تک آپ کے پیچھے آ رہے تھے۔ آخر ان سے بچنے کے لیے آپ ایک باغ میں داخل ہو گئے اور وہاں انگور کی ٹٹیوں میں پناہ لے کر اُن سے پیچھا چھڑایا۔ یہ باغ کافی بڑا تھا اور اس میں انگور کی بہت سی بیلیں تھیں جن میں انگوروں کے گچھے لٹکے ہوئے تھے۔ یہاں پہنچ کر ان بدبختوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا چھوڑا اور وہاں سے واپس چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا اور آپ جو تکلیفیں اٹھا رہے تھے اُن کی سختی پر خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے۔ آپ نے خدا سے ان الفاظ میں اس کی رحمت اور فضل و کرم کی درخواست کی۔

"یا اللہ! میں تجھ سے ہی اپنی بے بسی اور لوگوں پر اپنی بے اثری کی فریاد کرتا ہوں۔ اے رب العالمین! تو بے کسوں کا والی ہے، تو ہی میرا رب ہے تو مجھے کس کے سپرد کرے گا! کسی غضب ناک دشمن کے یا کسی دوست کے کہ جس کو تو میرے کاموں کا مالک بنائے گا۔ اگر مجھ پر تیرا غصہ نہ ہو تو مجھے کوئی ڈر نہیں ہے بلکہ تیری پناہ میرے لیے بہت ہے۔ میں تیری بزرگ ذات کے اس نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے تو نے اندھیروں کو روشنی بخشی اور جس سے دنیا اور آخرت کا معاملہ سنورتا ہے۔

میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا مجھ پہ کوئی سختی نازل کرے۔ تیری خوشنودی مانگتا ہوں تاکہ تو راضی ہو جائے اور تیری مدد کے بغیر کسی کو کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔"

یہ باغ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ لی تھی دو بھائیوں کا تھا جن کے نام عتبہ اور شیبہ تھے۔ یہ دونوں ربیعہ کے بیٹے تھے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ؐ تکلیف اور پریشانی میں ہیں۔ ادھر یہ لوگ وہ سلوک بھی دیکھ چکے تھے جو اُن کی قوم کے بدمعاشوں نے آپؐ کے ساتھ کیا تھا۔ ان دونوں کو آپؐ پر بہت رحم آیا انہوں نے اپنے ایک عیسائی غلام سے کہا جس کا نام عداس تھا۔

"عداس باغ میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑو اور اُسے ایک تھال میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ جو وہاں دیوار کے پاس بیٹھا ہے اور کھانے کی تواضع کرو۔"

عداس ان کے کہنے کے مطابق انگور لے کر گیا اور رسول اللہ ؐ کے سامنے رکھ کر آپؐ کی تواضع کی۔ رسول اللہ ؐ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھا کر "بسم اللہ" کہا اور پھر کھایا۔ عداس نے نہایت تعجب سے رسول اللہ ؐ کو دیکھا اور کہا۔

"خدا کی قسم! ان شہروں کے لوگ تو اس قسم کے الفاظ بالکل نہیں کہتے۔"

رسول اللہ ؐ نے پوچھا۔

"تم کس شہر کے ہو؟ تمہارا مذہب اور تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"میں نینوی ہوں، میرا مذہب عیسائی اور نام عداس ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کیا تم اس نیک شخص کے شہر کے رہنے والے ہو جس کا نام یونس ابن متی تھا۔"

عداس کی حیرت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اُس نے کہا۔

"آپؐ کو کیسے معلوم ہوا یونس ابن متی کیا تھے؟"

رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔

"وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں"

عداس نے جلدی سے بڑھ کر آپ ؐ کے سر، ہاتھ اور پیروں کو چوما۔

شیبہ اور عتبہ اپنے غلام کی حرکتیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا۔ لو بھائی غلام تو ہاتھ سے گیا۔ جب وہ لوٹ کر آیا تو ان دونوں نے اس سے پوچھا۔

"ارے کم بخت! کیا ہوا؟ تم اس شخص کا سر اور ہاتھ پیر کیوں چوم رہے تھے؟"

اس نے کہا۔

"مالک! دنیا میں اس سے بہتر آدمی دوسرا کون ہو سکتا ہے؟ اس نے مجھ سے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا"

ان دونوں نے کہا۔

"بکومت عداس! تم اس کی وجہ سے اپنا دین ہرگز مت چھوڑ بیٹھنا اس لیے کہ تمہارا مذہب اس سے اچھا ہے"

رسول اللہ طائف سے روانہ ہو گئے۔ آپ ثقیف کے لوگوں کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے کہ یہاں کے آدمیوں سے کوئی مدد اور حمایت نہیں مل سکتی۔ آپ بیابانوں میں چلے جا رہے تھے اور آپ ؐ کا رُخ اسی مکہ کی طرف تھا جہاں سے آپ ؐ اپنے خاندان اور اپنی قوم سے بچ کر تشریف لے گئے تھے، جہاں سے آپ ؐ اس لیے نکلے تھے کہ غیروں اور اجنبیوں میں پناہ مل جائے اور وہاں کے لوگوں کی حمایت یہاں کی ناکامی کا بدل بن جائے۔ لیکن آپ ؐ کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

راستے میں رسول اللہ نخلہ کے مقام پر آرام کے لیے چند دن ٹھہرے، یہ جگہ مکے اور طائف کے درمیان ہے۔ ایک پُرسکون رات کے سناٹے میں رسول اللہ ؐ ریگستان کے ریت پر نماز میں مشغول تھے اور قرآن پاک کی آیتیں تلاوت فرما رہے تھے کہ وہاں سے جنات کی ایک جماعت کا گزر ہوا، رسول اللہ ؐ کے قرآن پاک پڑھنے کی آواز اُن کے کانوں میں پڑی، وہ

خاموش کھڑے ہو کر اس آواز کو سننے لگے۔ اُنہوں نے بڑے تعجب اور غور سے یہ پاک کلام سنا اور پھر یہ ہدایت ان کے دلوں میں سما گئی۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور اُن سے کہا۔

قَالُوا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ :۔ کہنے لگے کہ اے بھائیو! ہم ایک کتاب سُن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّوں کی اس بات سے بالکل بے خبر تھے جو اس وقت درمیان رات میں آپؐ کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے سُن کر ایمان لے آئے تھے اور اس کے بعد واپس جا کر اپنی قوم کو خدا کے عذاب سے ڈرا رہے تھے۔ جناب رسول اللہؐ کو اس واقعہ کا علم اس وحی کے ذریعے ہوا۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ الخ

ترجمہ :۔ اور جبکہ ہم جنّات کی ایک جماعت کو آپؐ کی طرف لے آئے جو قرآن سُننے لگے تھے۔ غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے۔

قریش کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی کہ قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہؐ کو مایوس کر کے واپس لوٹا دیا ہے اور آپؐ کو وہاں کے بدمعاشوں نے بہت ستایا ہے۔ قریش نے اس پر آپؐ کو گالیاں دیں اور آپ کی اس ناکامی اور تکلیف سے بہت خوش ہوئے۔ اُنہوں نے طے کیا کہ ثقیف کے پاس سے رسول اللہؐ کی واپسی کے بعد وہ آپؐ سے جنگ کر کے آپؐ کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ طائف والوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے آپؐ کا حوصلہ کمزور پڑ گیا ہو گا اور اس طرح آپؐ کا

فیصلہ کر دینا آسان ہو گا۔

جب رسول اللہؐ نخلہ کے مقام سے روانہ ہوئے اور مکے کے قریب غارِ حرا کے پاس پہنچے تو اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں سے آپؐ کی ملاقات ہوئی جن سے آپؐ کو قریش کے ارادوں کا علم ہوا کہ انہوں نے چپکے چپکے آپؐ سے جنگ کرنے اور آپؐ کو مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

آپؐ نے ان لوگوں میں سے ایک شخص سے کہا۔

"کیا تم میرا ایک پیغام لے کر جا سکتے ہو؟"

اُس نے کہا۔

"ہاں!"

آپؐ نے فرمایا۔

"اخنس ابن شریق کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ محمدؐ نے کہا ہے کیا تم مجھے پناہ دے سکتے ہو تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں۔"

وہ آدمی رسول اللہؐ کا پیغام لے کر اخنس کے پاس پہنچا اور جو کچھ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا وہ اُس سے کہا۔

اخنس نے کہا۔

"میں[1] مکے والوں کا حلیف ہوں اور اُن کے مخالف کو پناہ نہیں دے سکتا۔"

اس طرح اُس نے پناہ دینے سے انکار کر دیا۔

وہ آدمی واپس رسول اللہؐ کے پاس آیا۔ آپؐ اس وقت مکہ سے باہر غارِ حراء میں ہی تھے اخنس نے جو کچھ کہا تھا وہ اس شخص نے رسول اللہؐ کو بتا دیا

آپؐ نے اس سے کہا۔

---

[1] اخنس ابن شریق مکہ کا رہنے والا نہیں تھا بلکہ باہر سے آیا تھا اور مکہ میں قریش کا معاہدہ بردار بن کر رہنے لگا اس لیے اس نے کہا کہ میں خود قریش کا حلیف ہوں ان کے مخالف کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔

"کیا تم ایک دوسرا پیغام لے کر بھی جا سکتے ہو؟"
اُس نے کہا۔
"ہاں!"
آپؐ نے فرمایا
"اب تم سہیل ابن عمرو کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ کیا وہ مجھے پناہ دے سکتا ہے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں؟"
حضرت سہیل ابن عمرو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔
جب وہ شخص سہیل کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے جواب دیا۔
"بنی عامر ابن لوی کے لوگ بنی کعب کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے"
وہ آدمی پھر رسول اللہؐ کے پاس آیا اور آپؐ سے سہیل کا جواب بتایا۔
رسول اللہؐ نے پوچھا۔
"کیا پھر جا سکتے ہو؟"
اس نے کہا۔
"ہاں!"
آپؐ نے فرمایا۔
"اب کہ مطعم ابن عدی کے پاس جاؤ"
وہ آدمی مطعم کے پاس پہنچا اور اس سے کہا۔
"کیا محمدؐ کو پناہ دے سکتے ہو؟"
مطعم نے کہا۔
"ہاں! وہ یہاں آجائیں"
صبح ہی مطعم خود بھی تیار ہو گیا اور اُس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو بھی اس بات پر تیار کر لیا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکے میں داخل ہوں تو وہ ان کی حمایت کریں۔ ان سب لوگوں نے جنگی لباس پہنا اور تلواریں لٹکا کر کعبہ میں آ گئے جہاں بہت سے قریش

بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے یہ دیکھا تو اس نے مطعم سے پوچھا۔

"کیا تم نے محمدؐ کو اپنی پناہ میں لیا ہے یا اس کی پیروی اختیار کرلی ہے؟"

مطعم نے کہا۔

"پناہ میں لیا ہے۔"

ابوجہل نے کہا۔

"جسے تم نے پناہ دی اُسے ہم نے بھی پناہ دی۔"

اس کے بعد رسول اللہؐ مکے میں داخل ہوئے اور مطعم نے آپؐ کو قریش سے پناہ دی چنانچہ کسی نے بھی آپؐ کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی۔

پھر ایک روز رسول اللہؐ کعبہ میں طواف کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت وہاں قریش کے بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو آپؐ کا مذاق اُڑاتے ہوئے رفاقہ سے کہنے لگا جو خود بھی بنی ہاشم میں سے تھا۔

"بنی عبدمناف! یہ ہے تمہارا نبی؟"

عتبہ ابن ربیعہ خود بھی بنی ہاشم میں سے تھا مگر قریش کی طرح کافر تھے۔

انہوں نے جواب دیا۔

"کیا ہم میں سے کوئی نبی یا فرشتہ نہیں ہوسکتا۔"

رسول اللہؐ نے یہ سب گفتگو سن لی تھی آپؐ وہیں تشریف لائے جہاں یہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

اور عتبہ سے کہا۔

"خدا کی قسم! عتبہ نہ تمہیں خدا کی وجہ سے غیرت آئی ہے اور نہ اس کے رسول کی وجہ سے بلکہ خود اپنی وجہ سے غیرت آئی۔"

اس کے بعد آپؐ ابوجہل کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا۔

"اور تم ابوجہل! خدا کی قسم تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم پر ایسا وقت آئے گا کہ تم ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ!"

اس کے بعد دُوسرے تمام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔

" اور قریش والو! خدا کی قسم تھوڑے ہی زمانے کے بعد تمہیں وہی چیز قبول کرنی پڑے گی جس سے تم اب انکار اور نفرت کر رہے ہو۔"

اب رسول اللہ نے عرب کے تمام قبیلوں کو عمومی تبلیغ شروع کی۔

آپؐ ان کے گھروں اور اُن کے کاروانوں اور قافلوں میں تشریف لے جاتے اُن کے دیہات اور اُن کے بازاروں میں جاتے۔ اُن کو خدا کی طرف بُلاتے اور بتاتے کہ آپ خداوند کریم کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ انہیں دعوت دیتے کہ وہ آپؐ کی تصدیق اور پیروی کریں۔ آپؐ ان سے فرماتے کہ وہ آپؐ کی حفاظت کریں اور آپؐ کی مدد کریں تاکہ دُنیا کفر کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی سے جگمگا اُٹھے۔

(طبقات ابن سعد، طبری، ابن ہشام)

۴

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریبًا باون سال کی تھی تو ایک رات آپؐ کو معراج ہوئی یعنی آپؐ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک رات آپؐ حضرت علی رضؓ کی بڑی بہن حضرت ام ہانی کے مکان میں سو رہے تھے کہ مکان کی چھت پھٹی اور اس میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اُترے۔ اُنہوں نے حضورؐ کو جگایا اور آپؐ کو لے کر بیت اللہ شریف میں "حجر یعنی حطیم" کے مقام پر آئے۔ یہاں حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفر پہلے سے سو رہے تھے۔ اس وقت آپؐ پر بھی نیند کا اثر تھا اس لیے آپؐ بھی یہاں پہنچ کر ان دونوں کے بیچ میں لیٹ گئے۔ اور آپؐ کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو جگایا اور آپؐ کو زمزم کے کنوئیں کے پاس لائے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کا سینہ مُبارک چاک کیا اور اس میں سے دل کو باہر نکال لیا۔ پھر سونے کے ایک طشت میں جس میں زمزم کا پانی بھرا ہوا تھا آپؐ کے دل کو ڈال کر دھویا۔ پھر ایک اور سونے کا طشت آیا جو ایمان اور حکمت

سے بھرا ہُوا تھا حضرت جبرائیلؑ نے وہ ایمان اور حکمت کا طشت آپؐ کے دل میں اُلٹ دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل عؑ نے دل کو سینہ میں رکھ کر سینہ پھر بند کر دیا۔

اس کے بعد آپؐ کے پاس ایک سواری لائی گئی جس کا نام "براق" تھا۔ براق جنت کا ایک جانور ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا تھا۔ سفید رنگ کا تھا اور بہت زیادہ تیز رفتار تھا۔ آپؐ اس پر سوار ہو کر جبرائیل علیہ السّلام کے ساتھ بیت المقدس پہنچے وہاں آپؐ نے تمام نبیوں کے مجمع کو امام بن کر نماز پڑھائی پھر وہاں سے آپؐ اُوپر آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے اور راستے میں مختلف آسمانوں پر نبیوں سے ملتے ہُوئے آپؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ یہاں آپؐ کو اللہ تعالےٰ کا خاص قرب حاصل ہُوا اور آپؐ وحی لے کر واپس زمین پر تشریف لائے۔

اس رات کو آپؐ حضرت علی رضؓ کی بڑی بہن یعنی اپنے چچا کی بیٹی کے گھر میں سوئے ہُوئے تھے۔ صُبح کو آپؐ نے اُٹھ کر نماز پڑھی اور اس کے بعد آپؐ حضرت ام ہانی کے پاس تشریف لائے اور اُن سے فرمایا۔

"ام ہانی! رات مَیں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ اسی جگہ پڑھی تھی جیسا کہ تمہیں بھی معلوم ہے۔ اس کے بعد مَیں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی اور اب جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر مَیں نے یہیں تمہارے ساتھ نماز پڑھی"۔

حضرت ام ہانی رسول اللہؐ سے یہ بات سُن کر بہت حیران ہوئیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو احترام بھری نظروں سے دیکھا۔ جب آپؐ وہاں سے جانے لگے تو اُنہوں نے محبّت سے کہا۔

"یا رسول اللہ! آپؐ اپنے رات کے سفر کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا۔ کیونکہ لوگ آپ کو جھٹلائیں گے اور آپ کو تکلیفیں پہنچائیں گے"۔

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"نہیں مَیں قریش سے اس کا ذکر ضرور کروں گا"۔

اس کے بعد رسول اللہؐ حضرت ام ہانی کے پاس سے اُٹھ کر قریش کے پاس جانے

کے لیے روانہ ہوئے۔ ام ہانی سے نہ رہا گیا اور اُنہوں نے اپنی ایک حبشی باندی کو رسول اللہؐ کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ وہاں کی روداد اُن سے آکر بتلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کے دونوں پہلو تھے۔ ایک پہلو یہ تھا جس سے آپؐ بہت خوش تھے کہ خدا نے آپؐ کو اس نعمت سے نوازا اور آپؐ کو یہ اعزاز بخشا کہ آپؐ رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ آپؐ کو آسمانوں کی ان بلندیوں تک جانے کا شرف حاصل ہوا جہاں عرش کا جلال اور بزرگی ہے۔

اور دُوسرا پہلو یہ تھا کہ قریش کو یہ بات بتائی جائے گی تو وہ آپؐ کو جھٹلائیں گے۔ رسول اللہؐ کا دل یہ چاہتا تھا کہ خدا کی جس عظمت اور بڑائی کا آپؐ نے مشاہدہ فرمایا تھا اس کا اظہار قریش کے سامنے بھی کر دیں۔ خدائے بزرگ کی جو نشانیاں آپؐ نے دیکھیں وہ ان لوگوں سے بھی بتائیں۔ اسی لیے رسول اللہؐ کعبہ میں اُداس ہو کر بیٹھ گئے۔ کعبہ میں بیٹھے ہُوئے دُوسرے لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ خاموش بیٹھے ہیں ان ہی لوگوں میں ابو جہل اور مطعم ابن عدی بھی تھے۔ جب ابو جہل نے آپؐ کو اس طرح خاموش بیٹھے دیکھا تو وہ اُٹھ کر آپؐ کے پاس آیا اور مذاق اڑانے کے انداز میں کہنے لگا۔

"کیا ہوا محمدؐ! کیا کوئی نئی بات سُوجھی ہے؟"

رسول اللہؐ نے گفتگو شروع فرماتے ہوئے کہا۔

"ہاں رات میں سفر میں گیا ہُوا تھا۔"

ابوجہل نے پوچھا۔

"کہاں؟"

رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

"بیت المقدس"

رسول اللہؐ کی اس بات کو اُس نے آپؐ کا مذاق اُڑانے کا ذریعہ بنانا چاہا اُس نے سوچا کہ آپؐ کی باتوں کو مشتبہ ثابت کرنے کے لیے یہ اچھا موقعہ ہے مگر اُس نے سوچا کہ اگر میں نے ابھی اس بات کو جھٹلا دیا اور پھر دُوسروں کو بتلایا تو کہیں یہ (جناب

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) اُس وقت اپنی بات سے انکار نہ کر دیں۔ اس لیے اُس نے فوراً آپؐ سے کہا۔

"اس میں کوئی حرج تو نہیں کہ میں دوسرے لوگوں کو بھی بلا لوں اور تم اُن کے سامنے بھی یہ بات بیان کرو جو مجھ سے کہی ہے"۔

آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں!"

ابوجہل نے فوراً چلّا کر قریش کے لوگوں کو پکارا۔

"اے کعب ابن لوی کی اولاد!"

تمام لوگ فوراً اپنی مجلس سے اُٹھ کر یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس جمع ہو گئے کہ کیا بات ہے؟ تب اُس نے رسول اللہؐ سے کہا۔

"جو کچھ تم نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے بتاؤ!"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"رات میں ایک جانور کی پیٹھ پر بیٹھ کر جس کا نام براق ہے مسجد اقصیٰ گیا، وہاں نبیوں کی ایک جماعت میرے سامنے لائی گئی۔ ان نبیوں میں ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی تھے۔ اس کے بعد میں نے ان لوگوں کے ساتھ وہاں نماز پڑھی اور اُن سے باتیں بھی کیں"۔

یہ سنتے ہی اکثر لوگوں نے ایک دم زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا اور ابوجہل نے مذاق کے انداز میں آپؐ سے پوچھا۔

"کیا مُردہ نبیوں کو زندہ کر کے تمہارے سامنے لایا گیا تھا؟ ان کی شکل بتاؤ؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"عیسیٰؑ تو ٹھگنے سے اونچے اور لمبے سے کم تھے، چوڑا سینہ سرخ سفید رنگ اور بھورے بال تھے اور موسیٰؑ کا رنگ گندمی تھا اور موٹے اور لمبے تھے اور خدا کی قسم ابراہیمؑ صورت اور سیرت کے لحاظ سے دنیا میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے"۔ (سیرت الحلبیہ ج ا ص ۵۲ و خصائص کبریٰ ج ا ص ۱۷۸)

لوگ اچنبھے میں پڑ گئے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

"آیا یہ سچ ہے؟ یا جھوٹ اور پاگل پن ہے"

ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس بات کی بہت زیادہ اہمیت محسوس کی۔ بعض لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ کچھ لوگ شک اور شبہ میں پڑ گئے اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کا مذاق اُڑایا۔ اسی وقت کچھ آدمی رسول اللہؐ کے سب سے قریبی دوست حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُنہیں یہ خبر سناتے ہوئے کہا۔

"ابو بکر! تمہیں اپنے ساتھی کا حال بھی معلوم ہے وہ کہتا ہے کہ رات وہ بیت المقدس گیا تھا"

حضرت ابو بکر رضؓ نے پوچھا۔

"کیا یہ بات اُنہوں نے ہی کہی ہے؟"

لوگوں نے کہا۔

"ہاں"

حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا۔

"اگر اُنہوں نے ہی یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ ہے"

ان لوگوں نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات پر یقین آگیا کہ وہ بیت المقدس گیا تھا اور صبح ہونے سے پہلے واپس آگیا"

حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا۔

"ہاں! میں تو اس وقت بھی اُن کی تصدیق کرتا ہوں جب وہ اس سے بھی آگے کی بات کہتے ہیں کہ اُن کے پاس رات یا دن کی صرف ایک پل میں آسمان سے زمین پر خبر آجاتی ہے۔ جس بات پر تمہیں حیرت ہو رہی ہے کیا یہ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات

نہیں ہے۔"

پھر حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے پاس کعبہ میں آئے۔ اس وقت مطعم ابن عدی آپؐ سے کہہ رہا تھا۔

"محمدؐ اس سے پہلے تمہارا معاملہ معمولی درجہ کا تھا لیکن تمہاری آج کی بات سے ثابت ہو گیا کہ تم جھوٹے اور دیوانے ہو۔ ہم جب بیت المقدس جاتے ہیں تو ہمارے اُونٹوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے تب بھی ہم ایک مہینے میں پہنچتے ہیں اور ایک مہینے میں واپس آتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ تم ایک رات میں وہاں پہنچ بھی گئے اور واپس بھی آگئے۔ لات و عزیٰ کی قسم ہم کبھی اس بات پر یقین نہیں کر سکتے اور نہ یہ کسی طرح ممکن ہے۔"

حضرت ابوبکر رضؓ نے جلدی سے کہا۔

"محمدؐ ہرگز جھوٹ نہیں بولتے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔"

پھر مطعم ابن عدی نے آپؐ سے پوچھا۔

"محمدؐ ہمیں یہ بتاؤ کہ بیت المقدس کیسا ہے؟"

حضرت ابوبکر رضؓ سمجھ گئے کہ مطعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ بیت المقدس کی تفصیلات ان کو بتائیں تاکہ آپؐ کی سچائی ثابت ہو جائے۔ انہوں نے عرض کیا۔

"ہمیں بتائیے رسول اللہ کہ بیت المقدس کیسا ہے؟ میں وہاں جا چکا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بیت المقدس گئے تھے اس لیے پوری طرح اس کو نہیں دیکھ سکے تھے اسی واسطے خدا تعالےٰ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے بیت المقدس کو آپؐ کی نظروں کے سامنے کر دیا تاکہ آپ اُسے دیکھ دیکھ کر بتاتے رہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے ایک ایک کونے کی تفصیل بتائی، حالانکہ وہاں آپؐ معراج کی رات سے پہلے کبھی نہیں گئے تھے۔ (خصائص کبریٰ)

آپؐ نے وہاں کی مخصوص جگہیں اور علامتیں گنائیں اور ان کے اتے پتے بتائے تمام لوگ پُوری توجہ اور خاموشی کے ساتھ آپؐ کی اس تفصیلی گفتگو کو سُن رہے تھے۔

ساتھ ہی وہ سب، حیران بھی ہو رہے تھے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ا)

مگر ابھی آپؐ کی گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُن کے دماغوں میں پھر وہی ضد اور غرور لوٹ آیا۔ چنانچہ اُنہوں نے گردنیں ہلاتے ہُوئے کہا۔

"یہ سب باتیں تمہیں کسی نے بتا دی ہوں گی، ہمارے سامنے تو کوئی ایسی دلیل بیان کرو جس سے ہمیں یقین آجائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے راستے میں جو چیزیں دیکھی تھیں وہ بتانی شروع کیں۔ ان تجارتی قافلوں کا ذکر فرمایا جنہیں آپؐ نے راستے میں دیکھا تھا۔ ان دیہات کا بھی تذکرہ فرمایا جن کے پاس سے آپؐ کا گزر ہوا تھا۔ آپؐ نے مکے آنے والے قافلوں کا ذکر فرمایا جو اب صرف چند دن کے بعد پہنچنے والے تھے۔ آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ ان قافلوں کے پاس کس قسم کا سامان ہے اور ان کے پاس سواری کے کیسے جانور ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔

"مَیں بیت المقدس جاتے ہوئے تمہارے فلاں قبیلے کے قافلے کے پاس سے گزرا تھا ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور انہوں نے اس کو میرے بتانے پر دوبارہ پکڑ لیا تھا۔ پھر واپسی پر ایک جگہ جب مَیں فلاں قبیلے کے قافلے کے پاس سے گُزرا تو مَیں نے سب لوگوں کو سوتا ہُوا پایا وہیں پانی کا ایک برتن ڈھکا ہُوا رکھا تھا مَیں نے اس برتن کا پانی پی کر اس کو پھر ڈھک دیا، تم جاکر اس قافلے کو دیکھ سکتے ہو۔ اس میں سب سے آگے آگے خاکستری رنگ کا ایک اُونٹ ہے اور اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں اُن میں سے ایک سیاہ ہے اور ایک دھاریدار ہے۔" (ابن ہشام)

مشرکوں نے کہا۔

"ہم تمہاری بات کا اس وقت تک یقین نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم خود ان قافلے والوں سے جاکر نہ پُوچھ لیں اور ان کی جن علامتوں کا تم نے ذکر کیا ہے وہ ہم خود دیکھیں گے۔ اس سے پہلے ہم تمہاری کوئی بات نہیں مان سکتے۔"

اب مشرک اس بات کا امتحان کرنے کے لیے شام کے راستے کی طرف گئے۔ دیکھا تو

وہی قافلہ آرہا ہے۔ سب سے آگے خاکستری رنگ کا اُونٹ تھا جس کے اُوپر دو بوریاں لدی ہوئی تھیں، ایک بوری سیاہ تھی اور دوسری دھاری دار۔ پھر کافروں نے پانی کے برتن کے متعلق معلوم کیا۔ قافلے والوں نے جواب دیا کہ ہم نے پانی کا برتن ڈھک کر رکھ دیا تھا۔ صبح کو وہ ڈھکا ہُوا تو ملا مگر اس میں پانی نہیں تھا۔

پھر مشرکوں نے اس قافلے کے لوگوں سے معلوم کیا جن کے اُونٹ کے بھاگ جانے کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ اُنھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہُوا تھا ہمارا اُونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک آدمی کی آواز سُنی جو ہمیں اُونٹ کی طرف بُلا رہا تھا۔ ہم نے اس طرح اُونٹ کو پکڑ لیا۔ (سیرت ابن ہشام)

مگر بدبخت مشرکوں نے پھر بھی آپؐ کی سچائی کو نہیں مانا لیکن جب رسول اللہ صلعم بیت المقدس کا نقشہ بتلا رہے تھے تو حضرت ابو بکرؓ بار بار کہتے جاتے تھے۔

"یا رسول اللہؐ! آپ نے سچ فرمایا"

پھر آخر تک وہ ہر بات کی تصدیق کرتے رہے۔

اس موقعہ پر رسول اللہؐ نے اپنے سچے جانثار اور کامل مسلمان حضرت ابو بکرؓ کو "صدیق" کا لقب عطا فرمایا جب ہی سے اُن کا لقب صدیق چلا آتا ہے۔

اس کے بعد سب لوگ اُٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ اس وقت تمام مشرکوں کی زبانوں پر آپؐ کی معراج کا ہی تذکرہ تھا اور وہ سب اس ہی شش و پنج میں تھے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک (نعوذ باللہ) غلط ہے۔

ادھر معراج کے اس واقعہ سے ان لوگوں کا بھی فیصلہ ہو گیا جو رسول اللہؐ پر ایمان لا چکے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ مُسلمان بھی پہچانے گئے جو سچائی کے ساتھ ایمان لائے تھے اور جن کے دلوں میں اسلام گھر کر چکا تھا اور ساتھ ہی وہ مُسلمان بھی ظاہر ہو گئے جن کا ایمان کمزور تھا۔ اس لیے کہ سچے مُسلمانوں کے ایمان معراج کے واقعہ سے اور زیادہ تازہ اور مضبوط ہو گئے۔ ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کے دلوں میں شک باقی تھا اور جن کے ایمان مضبوط نہیں تھے مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم مسلمانوں کے پاس تشریف لائے اور اُن کے سامنے خدا کی اس عظیم ترین نعمت اور اپنی اس زبردست خصوصیت کا ذکر کیا جس سے خدا نے آپؐ کو نوازا تھا۔ آپؐ نے ان سے معراج اور بیت المقدس سے آسمانوں کی بلندیوں پر اُٹھائے جانے کا تذکرہ کیا۔ وہاں خدا کی جو زبردست نشانیاں دیکھی تھیں وہ اُن سے بتائیں کہ کیسے جبرائیل آپؐ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ آپؐ پہلے آسمان پر پہنچے جہاں آپؐ نے تمام انسانوں کے باپ حضرت آدمؑ کو دیکھا جو اس وقت اپنی دائیں جانب دیکھ کر خوشی سے ہنس رہے تھے۔ کیونکہ ان کو اس طرف اپنی نیک اولاد سے اچھے عمل اور نیکیاں نظر آئیں اور اس کے بعد جب انہوں نے اپنی بائیں جانب دیکھا تو رنجیدہ ہوگئے اور رونے لگے کیونکہ اس طرف ان کو اپنی بدکردار اولاد کے اعمال نظر آئے۔

پھر اُنہوں نے ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہؐ کا استقبال کیا۔

"صالح نبی اور صالح بیٹے کو خوش آمدید"

رسول اللہؐ نے جبرائیل سے پوچھا۔

"یہ کون ہیں جبرائیل؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"یہ انسانوں کے باپ آدمؑ ہیں"

اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ آپؐ کو لے کر دوسرے آسمان پر گئے۔ پھر تیسرے پر۔ اسی طرح وہ رسول اللہؐ کو لے کر بلندیوں کی طرف بڑھتے اور مختلف نبیوں کے پاس سے ہو کر گزرتے رہے۔ تمام نبی آپؐ کو انہی الفاظ سے خوش آمدید کہتے تھے۔

"صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید"

اس طرح رسول اللہؐ ساتویں آسمان پر پہنچ گئے اور وہاں آپؐ نے اپنے جدِامجد حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا۔ انہوں نے بھی آپؐ کو انہی الفاظ میں خوش آمدید کہا۔

"صالح نبی اور صالح بیٹے کو خوش آمدید" (ابن ہشام)

اب پھر حضرت جبرائیلؑ رسول اللہؐ کو لے کر اُوپر کی طرف بڑھنے شروع ہوگئے۔ آپؐ نے

ہزاروں فرشتوں کو اپنے رب کی عظمت وجبروت کے اظہار میں سربسجود دیکھا جہاں معبودِ مطلق کی کبریائی اور اس کا جلال وجمال جلوہ فگن تھا۔ اس کے بعد آپؐ اس جگہ سے بھی گزر کر "سدرۃ المنتہیٰ" تک پہنچ گئے۔ سدرۃ المنتہیٰ عرش سے ادھر ایک بیری کا سا درخت ہے مخلوقات کا علم اور ان کے اعمال کے پہنچ اس سے آگے نہیں ہے۔ یہ درخت (سدرہ) طرح طرح کے رنگوں اور روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہؐ خدائے برحق کی ایسی ایسی نشانیاں دیکھتے ہوئے عرش کی طرف بلند ہوئے جن کے سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہے اور زبان جس کی تعریف کرنے سے بے بس ہے۔ جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ سے دو کمانوں کی مار کے فاصلے پر پہنچے تو آپؐ نے محسوس کیا کہ آپؐ کے جسم میں آہستہ آہستہ کپکپی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے بعد وہ کپکپی ہلکے ہلکے ایک میٹھے سے سکون، ایک نشاں انگیز اطمینان اور ایک کیف آگیں سرور میں بدلنے لگی۔

پھر رسول اللہؐ کو خدا کا حکم ملا کہ آپؐ پر اور آپؐ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔

رسول اللہؐ وہاں سے لوٹتے ہوئے جب حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرے تو حضرت موسیٰؑ نے پوچھا۔

"آپؐ کی اُمت پر خدا نے کیا فرض کیا؟"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"میری اُمت پر خدا نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں"

حضرت موسیٰؑ نے کہا۔

"آپؐ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور خدا سے اپنی اُمت کے لیے رعایت کی درخواست کیجئے اس لیے کہ آپؐ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی"

رسول اللہؐ واپس تشریف لے گئے اور خداوندِ کریم سے درخواست کی۔

خدا تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ جب واپس موسیٰؑ کے پاس آئے اور ان سے بتایا تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔

"آپ خدا تعالےٰ کے پاس پھر واپس جائیے اس لیے کہ آپ کی اُمت اس کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لے گئے۔ خدا تعالےٰ نے اس میں سے پانچ نمازیں اور کم کر دیں۔

آپ موسیٰ کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے کہا۔

"پھر جائیے اور کچھ اور رعایت مانگئے۔"

غرض موسیٰ علیہ السلام آپ کو بار بار بھیجتے رہے اور ہر مرتبہ پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں اور وہی اس اُمت پر فرض ہوئیں جن کا ثواب پچاس کے برابر ہی ملے گا۔

رسول اللہ نے جو جمال دیکھا تھا اور آسمانوں میں جو جلال دیکھا تھا وہ آپ نے بیان فرمایا۔ آپ نے خدا تعالےٰ کی بنائی ہوئی اس جنت کے حالات بیان فرمائے جس کا خدا تعالےٰ نے اپنے نیک بندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

آپ نے اپنے صحابہ کو جنت کی ان نعمتوں کی خوش خبری سنائی جو ان کا انتظار کر رہی ہیں اور جو لوگ اسلام سے پھر گئے ان کے لیے دوزخ کا عذاب تیار ہو رہا ہے۔ (نسائی وسیرت الرسولؐ)

❖

قبیلوں کے ساتھ

۱
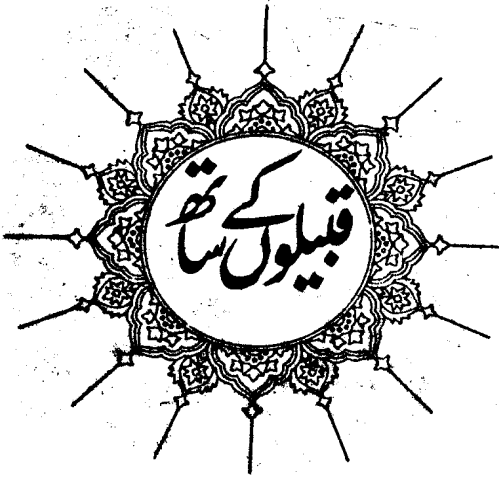
معراج کی رات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلایا اور آپؐ کو وہاں کی سیر کرائی اور خدا تعالےٰ نے آپؐ کو ایک ایسی زبردست خصوصیت سے نوازا جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس واقعے سے مسلمان تو بہت خوش ہوئے اور اُن کے ایمان پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے۔ مگر قریشیوں نے اس واقعہ کو جھٹلایا اور اس کو آپؐ کے مذاق اُڑانے کا ایک اور بہانہ بنا لیا۔ ان کے ساتھ بعض ایسے مسلمان بھی مل گئے جن کے ایمان کمزور تھے وہ اس واقعہ پر اسلام کو چھوڑ بیٹھے۔ اس سے قریش کے دل اور زیادہ بڑھ گئے اور اُنہوں نے آپؐ کو تکلیفیں پہنچانے کے نئے سرے سے نئے پروگرام بنانے شروع کئے۔ کیونکہ مشرک یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح باقی مسلمان بھی اسلام کو چھوڑ دینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تکلیفیں برداشت کرتے اور صبر کرتے اس لیے کہ خدا نے آپؐ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ مشرک چاہے آپؐ کو کتنی بھی تکلیفیں پہنچائیں آپ اُن کے ساتھ بھلائی کیجئے۔ اس طرح دشمن بھی آپؐ کے دوست ہو جائیں گے۔

مگر مشرک دشمنی میں اندھے بن چکے تھے وہ نہ خود سچائی کو دیکھتے تھے اور نہ دوسروں کو دیکھنے دیتے تھے۔

قریش نے فیصلہ کیا کہ جو تھوڑے بہت مسلمان رہ گئے ہیں اُن سے لڑیں گے اور اس وقت تک اُنہیں ستاتے رہیں گے جب تک وہ اپنے اس دین سے پھر نہیں جائینگے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی نہیں چھوڑ دیں گے اور جس راستے کی طرف وہ بلاتا ہے اور جو کچھ وہ لے کر آیا ہے ہم ان مسلمانوں کو اس سے ہٹا کر چھوڑیں گے۔

لیکن رسول اللہ صلعم قریش کی ان ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرتے اور انہیں نیک کاموں کی ترغیب دیتے۔ ہر سال حج کے موسم میں مکہ کے قریب مختلف بازار لگا کرتے تھے جن کا نام عکاظ، مجنۃ اور ذی المجاز

تھے۔ جو لوگ حج کا ارادہ کرتے تھے وہ مکہ آنے سے پہلے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ حج کے موسم میں ان بازاروں میں جاتے اور جو قافلے اور وفد منیٰ اور عقبہ کے راستے میں یہاں قیام کرتے تھے اُن سے آپ ملتے انہیں خدا کی طرف بلاتے اور خدا کے دین کی تبلیغ کرتے۔ آپؐ اُن کے سامنے وہ آیتیں پڑھتے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ گمراہ اور غلط راستے پر ہیں اور جن میں یہ خوشخبری ہوتی تھی کہ اگر وہ لوگ آپؐ کی پیروی کریں گے تو انہیں جنت میں سکون و سلامتی اور نعمتیں ملیں گی۔ آپؐ اُن سے درخواست کرتے کہ وہ آپؐ کی حمایت اور مدد کریں اور مشرکوں کی دُشمنی سے آپؐ کی حفاظت کریں تاکہ آپ خدا کے دین کی تبلیغ کر سکیں اور جس مقصد کے لیے خدا تعالےٰ نے آپ کو بھیجا ہے اس کو پھیلا سکیں۔ لیکن قریش رسول اللہؐ کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتے تھے کہ آپ آزادی سے دین کی تبلیغ کر سکیں اور آپ کے پیروؤں اور آپؐ کا ساتھ دینے والوں کی تعداد بڑھ جائے۔

اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے واسطے ان بازاروں میں جاتے تو آپؐ کے پیچھے پیچھے آپ کا چچا عبدالعزیٰ یعنی ابولہب یا قریش کے دوسرے بدقماش لوگ بھی جاتے تھے اور جب رسول اللہؐ حاجیوں کے کسی ڈیرے پر پہنچتے یا کسی قافلے کے خیموں پر تشریف لے جاتے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو اسی وقت آپ کے پیچھے پیچھے ابولہب بھی وہاں پہنچ جاتا وہ لوگوں کو آپؐ سے دور دور رہنے کے لیے کہتا۔ آپؐ سے ڈراتا اور آپؐ پر جھوٹا ہونے اور جادوگر ہونے کا الزام لگاتا۔ وہ لوگوں کو منع کرتا کہ وہ نہ آپؐ کی پیروی کریں اور نہ آپؐ کی بات سُنیں۔

اسی لیے اکثر وفدوں اور جماعتوں کے پاس سے رسول اللہؐ کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ان لوگوں نے آپؐ کے ساتھ بدسلوکی کی اور آپؐ کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ مکّے آنے والے ان وفدوں میں سے بہت تھوڑے لوگوں نے آپؐ کی پیروی اختیار کی۔ انہی میں سے حضرت طفیل اوسی بھی تھے۔ یہ ایک نہایت معزز آدمی تھے اور بہت ذہین شاعر تھے۔ یہ جب حج کے لیے مکّے آئے تو قریش نے اُنہیں رسول اللہؐ سے بچے رہنے کی تاکید کی۔ چنانچہ جب اُنہوں نے طواف کا ارادہ کیا تو اپنے کان بند کر لیے تاکہ اگر رسول اللہؐ

کوئی بات کہیں تو یہ اُسے سُن نہ سکیں۔ جب طفیل کعبہ میں پہنچے تو اس وقت وہاں رسول اللہؐ نماز پڑھ رہے تھے یہ جب بھی طواف کے پھیروں میں رسول اللہؐ کے پاس سے گزرتے تو کان بند ہونے کے باوجود آپؐ کے کچھ نہ کچھ الفاظ اُن کو سنائی دے جاتے۔ اب انہوں نے جو کچھ سنا تھا اس پر سوچنا اور غور کرنا شروع کیا تو اُنہوں نے محسوس کیا کہ یہ تو بہت خوبصورت کلام ہے۔ انہوں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"یہ کیا حماقت ہے؟ میں ایک شاعر آدمی ہوں ذہین اور سمجھدار ہوں ہر بات کی اچھائی اور بُرائی کو سمجھ سکتا ہوں۔ پھر آخر میں اس شخص کا کلام کیوں نہ سُنوں! جو کچھ اُن کے پاس ہے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اگر وہ اچھی چیز ہے تو میں اُسے قبول کر لوں گا اور اگر بُری چیز ہے تو انکار کر دوں گا۔"

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے سے واپس اپنے گھر جانے لگے تو طفیل دوسی بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ گئے اور آپؐ کو تمام بات بتائی اس پر رسول اللہؐ نے ان کے سامنے قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھیں جنہیں سُن کر اُن کا دل عاجزی اور انکساری سے بھر گیا اُنہیں اپنے دل میں بڑا سکون اور ٹھنڈک محسوس ہوئی اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ سچے دل کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔

"اے پیغمبرِ خدا! میں اپنے لوگوں میں صاحبِ حیثیت آدمی ہوں اور سب لوگ میری بات مانتے ہیں اب میں واپس جا رہا ہوں اور وہاں فارغ لوگوں کو تبلیغ کروں گا اور اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ میری کامیابی کے لیے دُعا فرمائیے۔"

اس پر رسول اللہؐ نے اُن کے لیے خدا سے دُعا فرمائی۔

چنانچہ جب حضرت طفیل اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچے تو اُنہوں نے سب لوگوں کو تبلیغ کی اور اسلام قبول کرنے کی درخواست کی جس پر قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانے مُسلمان ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ ص۱۳۵ ج۱)

اب رسول اللہؐ کی خبر جزیرہ نمائے عرب کے تمام شہروں میں پھیل چکی تھی۔ عیسائیوں

کو جب یہ خبر پہنچی تو اُن کا ایک وفد اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ خود رسول اللہ ؐ سے پوری بات معلوم کر سکے۔ رسول اللہ ؐ نے اُن کے سامنے قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت کیں جنہیں سُن کر اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اُنہوں نے اُسے قبول کیا۔ وہ لوگ ایمان لے آئے اور رسول اللہ ؐ نے جو کچھ اُن سے کہا اُنہوں نے اس کی تصدیق کی اور مسلمان ہو کر رسول اللہ ؐ کے پاس سے واپس ہوئے۔

راستے میں ابوجہل اور قریش کے کچھ دُوسرے لوگوں نے انہیں روکا اور ان سے کہا۔

"خُدا تمہارا ناس کرے تمہاری قوم کے لوگوں نے تو تمہیں اس لیے بھیجا تھا کہ تم محمد ؐ کے بارے میں معلومات کر کے آؤ لیکن تم نے اس کے پاس بیٹھ کر اپنا دین ہی چھوڑ دیا اور اس کی باتوں کو سچا سمجھ بیٹھے۔"

لیکن ان لوگوں نے ان کی باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا بلکہ انہیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور اُنہیں نئے دین کی خوش خبری دی۔ (ابن ہشام ص ۱۳۲ ج ۲ تا ۳)

جن لوگوں کے دل رسول اللہ صلعم کی گفتگو سُن کر اسلام کی طرف مائل ہوئے اور وہ ایمان لے آئے تھے اُن میں سُوید ابن صامت بھی تھے۔ یہ یثرب کے بہت بڑے اور معزز لوگوں میں سے تھے۔ ان کی برتری، عزت اور خاندانی شرف کی وجہ سے لوگ اُنہیں کامل کہا کرتے تھے۔ یہ حج کے لیے مکے آئے تھے۔ رسول اللہ ؐ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو اسلام لانے کی پیش کش کی اور خدا کے راستے پر آنے کے لیے فرمایا۔

حضرت سُوید نے رسول اللہ ؐ سے کہا۔

"شاید تمہارے پاس بھی وہ سب چیزیں ہوں گی جو میرے پاس ہیں۔"

رسول اللہ ؐ نے پُوچھا۔

"تمہارے پاس کیا چیزیں ہیں؟"

سوید نے کہا۔

"لقمان کی دانائی اور فراست۔"

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

"میرے سامنے پیش کردہ کیا چیزیں ہیں ؟"

چنانچہ سوید جو کچھ جانتا تھا وہ اُنہوں نے رسول اللہؐ کو سُنایا۔

رسول اللہؐ نے سُن کر فرمایا۔

"یہ باتیں اور یہ کلام اچھا ہے لیکن جو میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ ہے افضل ہے وہ قرآن ہے جو خدا نے مجھ پر نازل کیا ہے اور وہ ہدایت اور نور ہے"

اس کے بعد آپؐ نے سوید کے سامنے قرآن پاک تلاوت کیا اور اُنہیں اسلام کی دعوت دی۔ سوید کے دل نے اُسے قبول کیا اور انہوں نے کہا۔

"یہ بہت اچھا کلام ہے"

اس کے بعد سوید مدینے کو واپس ہوئے لیکن جو کچھ اُنہوں نے رسول اللہؐ سے سُنا تھا وہ اُن کے ذہن پر نقش ہو چکا تھا۔ جس راستے کی طرف رسول اللہؐ نے اُن کو بُلایا تھا وہ مسلسل اسی پر غور کر رہے تھے۔

مدینے پہنچ کر حضرت سوید قبیلہ خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ لیکن اس وقت وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ص۱۴۹ ج ۱ تا ۳)

جو صحابہ مدینے ہی سے رسول اللہ صلعم کے پاس آکر اسلام لائے اُن میں حضرت ایاس ابن معاذ بھی تھے۔ یہ ایک نوعمر لڑکے تھے اور ایک وفد کے ساتھ مکّے آئے تھے۔ یہ قبیلہ خزرج کا وفد تھا جو اس لیے آیا تھا تاکہ قریش کے لوگ قبیلہ اوس کے خلاف اُن کے ساتھ معاہدہ کریں۔ کیونکہ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ عرب کے قبیلوں کے ساتھ ہی معاہدے کرتے تھے تاکہ اوس کے لوگ خزرج کے ساتھ اور خزرج کے لوگ اوس کے ساتھ جنگ کرنے کے قابل ہو سکیں۔

جب رسول اللہؐ کو اس وفد کے آنے کی خبر ہوئی تو آپؐ اُن کے پاس آئے اور اُن کو اسلام پیش کیا۔ آپؐ نے ان کے سامنے قرآن پاک کی آیتیں تلاوت فرمائیں تو ایاس نے اپنے وفد کے آدمیوں سے کہا۔

"ساتھیو! خدا کی قسم جس مقصد کے لیے تم یہاں آئے ہو یہ اُس سے بہتر ہے"

لیکن ایاس کی قوم کے لوگوں نے اُن کی بات پر دھیان نہیں دیا کیونکہ وہ مدینے میں رہنے والے اپنے پڑوسی قبیلے کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ اس وفد کے سردار ابوالحیسر نے ایاس سے کہا۔

"چھوڑو یہ باتیں! ہم یہاں اس کام کے واسطے نہیں آئے ہیں"

اس کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے انہی کے ساتھ ایاس ابن معاذ بھی چلے گئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے دن کے بعد قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے درمیان جنگ زور پکڑ گئی۔ یہ وہی جنگ تھی جو "جنگ بُعاث" کے نام سے مشہور ہے۔ ادھر مدینے پہنچنے کے تھوڑے ہی دن کے بعد ایاس ابن معاذ کا انتقال ہو گیا۔ جو لوگ موت کے وقت اُن کے پاس موجود تھے انہوں نے بتایا کہ آخری وقت میں ایاس کلمہ پڑھ رہے تھے۔

(ابن ہشام ص ۱۴۹ ج ۱)

ادھر عرب کے دوسرے قبیلوں میں بھی رسول اللہؐ تشریف لے گئے تھے اور ان کو اسلام پیش کیا تھا اُن سے آپؐ نے مدد اور حمایت چاہی تھی لیکن انہوں نے بھی آپ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور آپ کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اس لیے آپؐ کی پیش کش ٹھکرا دی تھی کہ اُنہیں اپنے شہر کی اہمیت اور احترام کے ختم ہو جانے کا خطرہ تھا۔ جیسے قبیلہ ثقیف کے لوگ تھے کہ اُنہیں طائف کی اہمیت کے ختم ہونے کا خطرہ ہُوا کیونکہ یہاں کی اچھی آب و ہوا کی وجہ سے عرب کے بہت سے دولت مند لوگ گرمیاں گزارنے یہیں آیا کرتے تھے۔ دُوسرے یہ لوگ لات نامی مشہور بُت کا خیال کرتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے وہاں لوگ حج کرنے آیا کرتے تھے۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے صرف اس لالچ میں رسول اللہؐ کے قریب آنا چاہا کہ آپ کے بعد ساری عزت اور مُسلمانوں کی سرداری اُن کے ہاتھ آجائے گی۔ ایسے لوگوں میں بنی عامر کا قبیلہ تھا لیکن جب رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا کہ

"حکومت اور سرداری خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے دے"

تو وہ لوگ فوراً یہ کہہ کر آپؐ کے پاس سے واپس چلے گئے۔

تو کیا ہم محض تمہاری وجہ سے عربوں کی تلواروں سے اپنی گردنیں کٹوا دیں۔ اگر خدا کی طرف سے یہ ظاہر ہوا کہ حکومت ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے گی تو ہمیں تمہارا ساتھ دینے کی کیا ضرورت ہے۔" (ابن ہشام)

اسی طرح سے کندہ، کلب، بنو حنیفہ، بنو مضر اور دوسرے قبیلوں نے رسول اللہؐ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور آپؐ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

اس طرح رسول اللہؐ کو کسی بھی قبیلے سے مدد اور کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بلکہ اکثر نے بہت بے رحمی اور سختی کے ساتھ آپؐ کو واپس کر دیا۔

ادھر جن لوگوں نے کان دھر کے آپؐ کی بات سُنی اُن کو ابو جہل نے ابھارا اور رسول اللہؐ کی بات سُننے سے روک دیا۔ وہ ایسے لوگوں سے کہتا۔

"یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ تُم لات اور عزیٰ کو چھوڑ دو اور اس گمراہی کو قبول کر و جو یہ لے کر آیا ہے اس لیے اس کی باتوں میں ہرگز مت آنا۔"

اس طرح یہ لوگ بھی آپؐ کے قریب آنے سے رُک گئے۔

(سیرت حلبیہ و سیرتِ رسولؐ)

مدینے میں دو قبیلے رہتے تھے ایک کا نام "اوس" تھا اور دوسرے کا نام "خزرج" تھا۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں ایک دُوسرے کے دُشمن تھے اور ادھر ان دونوں قبیلوں کی دشمنی مدینے میں رہنے والے یہودیوں سے تھی۔ وہ دشمنی اُن کی آپس کی لڑائی سے بھی کہیں زیادہ سخت تھی۔ یہ تینوں آپس میں کسی نہ کسی کے ساتھ ضرور لڑتے رہا کرتے تھے۔ کبھی اوس اور خزرج لڑتے رہتے تھے اور کبھی اوس اور یہودیوں میں چھڑی رہتی تھی، کبھی یہودیوں اور خزرج میں خوں ریزی ہوتی رہتی اور کبھی اوس و خزرج دونوں مل کر یہودیوں سے لڑتے نظر آتے تھے۔ جنگ ٹھنڈی پڑنے نہیں پاتی تھی کہ پھر بھڑک اُٹھتی تھی۔ ایک لڑائی ختم نہیں ہوتی تھی کہ دوسری نئی جنگ کی تیاریاں ہونے لگتی تھیں۔ غرض مدینے میں کسی نہ کسی انداز میں

جنگ ضرور رہتی تھی۔

یہودی بڑے چالاک اور عیّار تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اوس اور خزرج دونوں ایک ہو کر ہم سے لڑتے ہیں جس سے ہمارا زبردست جانی اور مالی نقصان الگ ہوتا ہے اور ادھر مدینے پر سے ہماری دھاک الگ ختم ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سازش کر کے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ٹھنوادی تاکہ ان دونوں قبیلوں کی توجہ ہماری طرف سے ہٹ جائے اور یہ دونوں ایک ہو کر ہم سے نہ ٹکرا سکیں۔

اس کا نتیجہ یہودیوں کی مرضی کے مطابق ہوا کہ ان دونوں قبیلوں کے درمیان آپس میں ہی سخت دشمنی پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اُن کے درمیان معمولی معمولی باتوں پر زبردست جنگیں اور ذرا ذرا سی چیزوں پر لڑائیاں ہونے لگیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے درمیان جو محبّت کے رشتے تھے وہ ختم ہو گئے۔ ان کی طاقت کمزور ہونے لگی۔ مال و دولت اُن کے پاس سے جانے لگا اور ان دونوں قبیلوں کے آدمی مرنے لگے کیونکہ انہیں یہودیوں یا اپنے دُوسرے دشمنوں سے لڑنے کے بجائے آپس ہی میں لڑنے سے فرصت نہ رہی۔

یہودی انتہائی مکّار تو تھے ہی اب اُنھوں نے ایک چال اور چلی کہ ان دونوں قبیلوں میں سے ہارے ہوئے قبیلے کے ساتھ معاہدہ کر لیں تاکہ ان میں سے ایک قبیلہ کمزور ہو جائے اور دوسرا مضبوط ہو جائے اس طرح خود یہودیوں کی حیثیت بڑھ جائے گی۔

اس حرکت سے وہ ایک طرف تو ان دونوں قبیلوں کے اوپر اپنی سرداری مسلّط کرنا چاہتے تھے تاکہ دونوں قبیلے یہودیوں کے سامنے کمزور اور ذلیل ہو جائیں اور دوسری طرف اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سارا باعزّت کام اور دولت پیدا کرنے کے راستے یہودیوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔

وہ ان لوگوں کے سامنے فخر کیا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب ایک باقاعدہ شریعت ہے ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے جبکہ اوس اور خزرج پتھر کے بُتوں کے آگے سر جُھکاتے ہیں۔ یہودی ان لوگوں کو اپنے مقابلے میں شرم اور عار دلاتے، اُنھیں ڈراتے کہ اُن کا انجام خراب ہوگا۔ اپنی کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور کا حوالہ دے کر اُنھیں ڈراتے اور کہتے۔

"وہ نبی ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا زمانہ شروع ہو چکا ہے ہم اس کی پیروی کریں گے اور پھر اس نبی کے ساتھ ہم اس طرح تمہارا تہس نہس کر دیں گے جس طرح عاد اور ارم کی قومیں مٹ گئی تھیں۔"

مدینے والوں کے یہ حالات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچے کہ قبیلہ اوس کے کچھ لوگ وفد کی صورت میں مکہ آئے اور قبیلہ خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنے کی درخواست کی پھر ان لوگوں کی ملاقات رسول اللہ صلعم سے ہوئی آپ نے انہیں اسلام پیش کیا اور ایاز ابن معاذ مسلمان ہو گئے لیکن باقی لوگ انکار کر گئے۔ کیونکہ وہ لوگ لڑائی کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔

قبیلہ اوس کے لوگوں نے رسول اللہ ص کی پیش کی ہوئی اسلام کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر بھی خدا کے کلام اور رسول اللہ ص کی تبلیغ کا ان پر بہت گہرا اثر ہوا تھا وہ بار بار اس کو سوچتے تھے اور اس کی سچائی کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد اوس اور خزرج کے درمیان جنگ کی آگ نہایت سختی کے ساتھ بھڑک اٹھی اور اس حد تک بڑھ گئی کہ وہ ان سب کو فنا کر ڈالے لیکن چونکہ قبیلہ اوس کو یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر لینے کی وجہ سے مدد مل گئی تھی اس لیے وہ جیت گئے اور جنگ ختم ہو گئی۔ مگر اب جو ان دونوں قبیلوں نے اپنی حالت پر نظر ڈالی تو وہ یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے کہ اس لڑائی میں جس کو انہوں نے "یوم بعاث" کا نام دیا تھا دونوں قبیلوں کے جان اور مال کا زبردست نقصان ہو گیا تھا۔ ان کا وقار اور ان کی عزت ختم ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ جیتنے والا قبیلہ اور ہارنے والا قبیلہ دونوں یہودیوں کے غلام اور ان کے اشاروں پر ناچنے والے بن کر رہ گئے۔

اب ان دونوں قبیلوں نے اپنی تباہی پر نظر ڈالی تو انہیں اپنی بے وقوفی کا اندازہ ہوا اس لیے انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم دونوں قبیلوں کو ایک ہو جانا چاہیئے ورنہ یہی حالت رہی تو جلد ہی دنیا سے ہمارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے آپس میں صلح کی اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ دونوں قبیلوں کا سردار ایک ہو جانا چاہیئے۔ اس عہدہ کے واسطے سب نے ایک زبان ہو کر قبیلہ خزرج کے

عبداللہ ابن محمد کو چُنا کیونکہ وہ ایک باعزّت آدمی تھا اور ساتھ ہی اس کی سمجھداری اور عقلمندی بھی بہت مشہور تھی۔ (سیرت الرسول ؐ)

(۳)

یوم بعاث کے بعد جو حج کا موسم آیا تو قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ حج کے ارادہ سے چلے ان میں دو آدمی بنی نجار کے بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دادا عبدالمطلب کی ننھیال کے لوگ تھے وہ لوگ مکّہ آرہے تھے کہ راستے میں عقبہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملے۔ آپؐ نے اُن سے پُوچھا۔

"آپ لوگ کون ہیں ؟"

اُنہوں نے کہا۔

"ہم قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں"

آپؐ نے پُوچھا۔

"کیا یہودیوں کے معاہدہ بردار ہو ؟"

اُنہوں نے کہا۔

"ہاں !"

آپؐ نے سوال کیا۔

"کیا تم لوگ تھوڑی دیر کے لیے کہیں بیٹھ سکتے ہو۔ مَیں تم لوگوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

اُنہوں نے کہا۔

"ضرور !"

وہ لوگ رسول اللہ ؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اُنہیں خدا کی طرف بُلایا اور اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھ کر سُنائیں۔ آپؐ نے اُنہیں بتایا کہ مَیں خدا کا پیغمبر اور رسول ہوں۔ وہ لوگ حیران رہ گئے اور بہت متاثر ہوئے پھر ایک دُوسرے سے کہنے لگے۔

"خدا کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن سے یہودی ہمیں ڈرایا کرتے ہیں۔ ہمیں ان کی پیروی کر لینی چاہیئے ورنہ وہ ہم سے پہلے ان کی پیروی قبول کرلیں گے"۔

چنانچہ اُنھوں نے اسی وقت آپؐ کی سچائی کا اقرار کیا اور آپؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر اُنھوں نے آپؐ سے کہا۔

"ہم اپنے پیچھے ایسی قوم کو چھوڑ کر آئے ہیں جن کے اندر آپس میں اتنی دُشمنیاں اور بُرائیاں ہیں کہ شاید ہی کسی دوسری قوم میں ہوں مگر ہو سکتا ہے کہ خدا انہیں آپ کی برکت سے ایک کر دے۔ اب ہم اُن کے پاس جا کر اُنہیں آپؐ کا پیغام سُنائیں گے اور اسی دین کی طرف اُنہیں بلائیں گے۔ اگر اس طرح وہ لوگ ایک ہو گئے تو پھر ان کی نظروں میں آپ سے زیادہ کسی کی عزت نہیں ہوگی"۔ (ابن ہشام صفحہ ۱۵۰ ج ۱)

اس کے بعد یہ لوگ مُسلمان بن کر اپنے گھروں کو واپس گئے اور اپنی قوم کو اپنے مُسلمان ہو جانے کی اطلاع کی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم اسی نئے نبی کے ہاتھ پر ایمان لائے ہیں جن سے ہمیں یہودیوں نے ڈرا رکھا تھا۔ پھر ان خزرجی مُسلمانوں نے مدینے میں عام طریقے سے سب کو اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ پورے مدینے میں ایک گھر بھی ایسا باقی نہیں رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا نہ ہو گیا ہو۔

اگلے سال جب حج کا موسم آیا تو عقبہ کے مقام پر رسول اللہ ؐ کے پاس اوس اور خزرج کے بارہ آدمی آئے۔ آپؐ نے اُن سے عہد لیا کہ اُن میں سے کوئی بھی خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائے گا۔ چوری نہیں کرے گا، اولاد کو قتل نہیں کرے گا اور کسی پر کوئی بہتان نہیں باندھے گا۔ جو کوئی اس عہد کی اور ان باتوں کی پابندی کرے گا اس کے لیے جنّت کے دروازے کھُلے ہیں اور اگر کوئی ان باتوں میں سے کسی کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے چاہے وہ اُسے عذاب دے اور چاہے اس کو بخش دے۔

جب وہ لوگ مدینے کو واپس ہوئے تو رسول اللہ ؐ نے ان کے ساتھ مُصعب ابن عُمیرؓ کو بھیجا تاکہ وہ ان لوگوں کو قرآن پاک پڑھائیں اسلام کی تعلیم دیں اور دین سمجھائیں۔

(ابن ہشام صفحہ ۱۵۱ ج ۱)

مدینے میں اسلام پھیل گیا، غمگین اور پیاسے دل اس نعمت کو پاکر خوش اور سیراب ہوگئے
حضرت مصعب ابن عمیرؓ مدینے میں حضرت اسعد ابن زرارہ کے گھر ٹھہرے، لوگ نئے دین میں داخل ہونے لگے اور وہ انہیں پورے جوش وخروش کے ساتھ دین سکھانے لگے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اپنا پیدائشی دین چھوڑتے ہوئے شرم آتی تھی۔ کچھ اپنے غرور اور بڑائی کی وجہ سے رُکے ہوئے تھے۔ مگر جب ایسے لوگوں کو حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی تعلیمات معلوم ہوتیں اور پتہ چلتا کہ وہ کن باتوں سے روکتے ہیں اور کن کاموں کے کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور ادھر قرآن پاک کی آواز ان کے کانوں میں پہنچتی تو وہ بھی اسلام قبول کر لیتے۔

حضرت مصعب ابن عمیرؓ مدینے میں ٹھہرے رہے۔ مدینے والوں کو اسلام کی تعلیم دیتے اور نماز پڑھاتے یہاں تک کہ پورے مدینہ میں اسلام پھیل گیا اور پورے شہر میں چند لوگوں کے سوا کوئی مشرک نہیں رہا۔

خدا مدینے والوں پر برکت نازل فرمائے انہوں نے ایک سال میں وہ دعوت قبول کر لی جسے مکّہ والوں نے برسوں میں بھی قبول نہ کیا۔ اُنہوں نے رسول اللہؐ کے نام کو بلند کیا وہ آپؐ کے ذکر سے خوش ہوتے تھے جبکہ قریش کے لوگ آپؐ کے نام کو مٹانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اسی وجہ سے مکّے کے مُسلمانوں کو مدینے والوں سے بے حد محبت ہوگئی تھی۔ اس لیے کہ جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزت ہوگی ہر مسلمان کے دل میں اس کی عزت ہوگی۔

عقبہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اوس اور خزرج کے لوگوں سے جو بیعت لی یہ اسلام کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے مددگار ساتھی مل گئے تھے جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم آپ کی حمایت اور حفاظت کریں گے تاکہ آپ بے خوف ہو کر اسلام کو پھیلا سکیں۔ یہی مدینے کے مسلمان "انصاری" کہلاتے ہیں جس کے معنی ہیں "مددگار"۔

حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی تبلیغ سے مدینے میں اسلام پھیلتا رہا اور حضور اکرمؐ کے پاس اس کامیابی کی خوش خبریاں آتی رہیں۔

رسول اللہؐ جو پیغام لے کر آئے تھے اس کو مدینے والوں کے دلوں نے قبول کر لیا

تھا اسی لیے انہوں نے آپؐ کی حفاظت اور آپؐ کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح انہیں آپؐ کا ساتھ دینے اور آپؐ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہو۔

انہوں نے آپس میں کہا۔

"آخر ہم کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چھوڑے رکھیں کہ آپ مکّے کے پہاڑوں میں پریشان پھریں اور اپنے مددگار تلاش کرتے رہیں۔" (مسند احمد)

آخر کار انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ حج کے موسم میں مکّے جائیں گے اور رسول اللہ صلعم سے مدینہ تشریف لے چلنے کی درخواست کریں گے اور آپؐ کی حمایت اور مدد کا عہد کریں گے۔

اس کے بعد حضرت مصعب مکّے واپس آگئے۔ رسول اللہؐ نے اُن سے حالات معلوم کئے جب اشہر حرم ( ) پُورے ہو گئے تو مدینے کے مسلمانوں نے مشرکوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لیے مکّے آئی۔ مسلمان اسی نیت سے آئے تھے کہ اپنے فیصلے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ لیکن انہوں نے اپنے اس ارادے کا اظہار مشرکوں پر نہیں کیا۔

اور پھر کعبہ میں رسول اللہ اور ان لوگوں کے درمیان ملاقات ہوئی اور متفقہ رائے سے ایک جگہ متعین کر لی گئی جہاں رسول اللہؐ اور سب لوگ بیعت کے لیے جمع ہوں گے۔

جب رات پھیل گئی اور اس کا تقریباً ایک تہائی حصہ گزر گیا۔ قریش آرام کی نیند سو چکے تھے، تمام حاجی اپنے قافلوں اور ڈیروں میں محوِ خواب تھے۔ مدینے کے حاجیوں میں سے تہتّر مرد اور دو عورتیں خاموشی سے اُٹھے اور چپکے چپکے سے چلتے ہوئے مکّے سے کچھ دُور عقبہ کے مقام پر آئے اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں بیٹھ کر رسول اللہؐ کی راہ دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر بعد رسول اللہؐ بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ ابھی تک اپنے باپ دادا کے مذہب پر ہی قائم تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص خاص رازوں میں انہیں شریک کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی رسول اللہؐ یہی چاہتے تھے کہ عباس اس معاہدہ کے وقت موجود رہیں جو مدینہ کے لوگ اُن کے بھتیجے کے ہاتھ پر کرنے والے تھے اور وفاداری کا یہ عہد اور بیعت اور زیادہ مضبوط اور پکا ہو جائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ انصار کے پاس پہنچے (انصار مدینے کے وہ مسلمان کہلاتے ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی مدد اور حفاظت کا عہد آپؐ سے کیا تھا) تو حضرت عباسؓ نے اس طرح گفتگو شروع کی۔

"اے خزرج کے لوگو! آپ کو معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہیں اور ہم نے اپنی قوم سے ان کا بچاؤ اور حفاظت کی ہے۔ یہ اپنے شہر میں عزت والے بھی ہیں اور محفوظ بھی ہیں۔ یہ تمہارے ساتھ ملنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اب جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے اگر تم اُن کا ساتھ دو اور دشمنوں سے اُن کا بچاؤ کرو تو اس میں کتنی بھی مصیبتیں آئیں وہ تمہیں جھیلنی پڑینگی لیکن اگر تم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ابھی بتا دو۔ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں بہت عزت سے ہیں اور اسی کے ساتھ محفوظ بھی ہیں۔"

اس بات سے حضرت عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ مدینے والے حضورؐ کی حفاظت کا جو اقرار کرنے آئے ہیں اس کا اچھی طرح اطمینان ہو جائے۔

جب حضرت عباسؓ کہہ چکے تو مدینے والوں نے کہا۔

"آپ نے جو کچھ کہا وہ ہم نے سن لیا اب آپ فرمائیے رسول اللہ! آپ اپنے اور خدا کے نزدیک جو مناسب سمجھیں وہ راستہ اختیار کریں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو قرآن پاک کی چند آیتیں پڑھیں پھر لوگوں کو اسلام کی خوبیاں بتائیں اور اس کے بعد فرمایا۔

"میں تم سے اس بات پر معاہدہ کرتا ہوں کہ تم ہر اُس چیز سے میری حفاظت کروگے جس سے تم اپنی عورتوں اور بچوں کو بچاتے ہو۔"

یہ سُن کر براء ابن معرور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ یہ اپنی قوم میں باحیثیت بھی تھے اور بڑے بھی تھے اور رسول اللہ صلعم نے جو کچھ فرمایا تھا اس پر بیعت کی اور کہا۔

"ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو سچائی دے کر بھیجا ہے کہ ہم ہر اُس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے جس سے اپنے گھر والوں کی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ خدا کی قسم ہم جنگ

کے بیٹے ہیں۔ جنگیں ہمیں بڑوں سے ورثہ میں ملی ہیں۔"

براء کی اس گفتگو پر ابوالہیثم ابن تیہان نے اعتراض کیا۔ یہ بھی مدینے کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے آپؐ سے کہا۔

"رسول اللہ! ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کچھ معاہدے ہیں اور اب ہم انہیں توڑ رہے ہیں لیکن اس وقت کیا ہوگا کہ ہم تو یہ کچھ گزریں اور بعد میں خدا کی طرف سے آپ کو حکم ہو کہ آپ مدینے والوں کو چھوڑ دیجئے اور اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیے۔"

اس پر رسول اللہؐ مسکرائے اور آپؐ نے فرمایا۔

"نہیں! میرا خون تمہارا خون ہے جب تم خون بہاؤ گے میں بھی تمہارے ساتھ بہاؤں گا۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو جس سے تم لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا اور جسے تم پناہ دو گے اسے میں بھی پناہ دوں گا۔" (سیرت حلبیہ)

اس کے بعد جب لوگوں نے معاہدہ کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک شخص عباس ابن عبادہ اُٹھے اور انہوں نے کہا۔

"اوس و خزرج کے لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص سے کس بات پر معاہدہ کر رہے ہو؟ تم ان کے لیے بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر طرح کی جنگ کا معاہدہ کر رہے ہو۔ اس لیے اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ اگر تمہاری جان و مال پر بن گئی اور تمہارے سب بڑے بڑے لوگ قتل ہو گئے تو تم ان کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ گے تو ابھی کہہ دو اس لیے کہ خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاؤ گے اور اگر یہ ارادہ ہے کہ تم اپنے وعدہ کے مطابق مال و دولت ختم ہو جانے اور بڑے بڑے لوگوں کے قتل ہو جانے کے باوجود بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑو گے تو آگے آؤ۔ اس لیے کہ اس میں خدا کی قسم! دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

اس پر لوگوں نے کہا۔

"چاہے ہمارے جان و مال پر بن جائے اور ہمارے بڑے بڑے لوگ قتل ہو جائیں مگر ہم ان کا ساتھ دیں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو رسول اللہؐ ہمیں کیا ملے گا؟"

رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

"تمہیں جنت ملے گی۔"

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا۔

"تب پھر ہاتھ بڑھائیے۔"

چنانچہ رسول اللہؐ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک کے بعد ایک ان سب نے عہد و پیمان دیا۔ (ابن ہشام)

اسی وقت رات کے سینے سے ایک زوردار آواز ابھری جو پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

"یہ اوس و خزرج کے لوگ ہیں جو محمدؐ سے تمہارے قتل کا عہد کر رہے ہیں۔"

(سیرت حلبیہ)

بیعت کرنے والوں نے جب یہ کسی انجانے شخص کی آواز سنی جس نے خود بخود ہی ان کی جاسوسی شروع کر دی تھی تو عباس ابن عبادہ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو سچائی دے کر بھیجا ہے اگر آپ چاہیں تو صبح ہی منیٰ والوں پر اپنی تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں؟"

رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

"ہم ایسا حکم نہیں دے سکتے تم لوگ اپنے قافلوں میں واپس چلے جاؤ۔"

سب لوگ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے خیموں اور خواب گاہوں میں جا کر سو گئے۔

صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ قریش کے بڑے بوڑھے اور ذمہ دار مدینے والوں کی قیام گاہوں کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر قریش مدینے والوں سے ملے اور انتہائی غصے کے ساتھ اُنہیں لعنت ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"اے خزرج کے لوگو! ہم نے سنا ہے کہ تم نے ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لیے محمدؐ سے کوئی معاہدہ کیا ہے اور تم اُسے ہمارے پاس سے نکال لے جانا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! ہمارے نزدیک اس سے برا کوئی آدمی نہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ چاہتا ہو۔"

قریش سے یہ بات سن کر مدینے کے مشرکوں کو بہت تعجب ہوا اور وہ بڑے گھبرائے

کیونکہ رات کے اس معاہدہ اور بیعت کی انہیں کوئی خبر نہیں تھی۔ انہوں نے بڑی بڑی قسمیں کھا کر اور حلف اٹھا کر مکے والوں کو یقین دلانا شروع کیا کہ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا جس کا آپ لوگ ذکر کر رہے ہیں۔ (ابن ہشام)

مسلمان اس بات کو بالکل ٹال گئے اور اس پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ وہ کوشش کرنے لگے کہ گفتگو کا موضوع بدل جائے اور دوسری باتیں چھڑ جائیں۔ آخر کار قریش وہاں سے چلے گئے وہ سخت حیران تھے کہ آخر یہ قصّہ کیا ہے۔

غرض وہ لوگ اسی ادھیڑ بن میں واپس چلے گئے مگر وہ سب کے سب اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح اصل بات کا پتہ لگائیں۔

ادھر مدینے والوں نے اسی وقت کوچ کا اعلان کر دیا اور فوراً اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ قریش کو اصل بات معلوم ہونے سے پہلے وہ وہاں سے نکل جائیں ورنہ قریش بدلہ لینے کی کوشش کریں گے۔

انصاریوں کا خیال درست نکلا کیونکہ قریش کو جیسے ہی اصل بات کا پتہ چلا وہ فوراً ہی انصاریوں کا پیچھا کرنے نکل کھڑے ہوئے تاکہ اُن کو راستہ ہی میں پکڑ لیں۔ وہ غصّے میں پاگل ہوئے جا رہے تھے اس لیے فوراً ہی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے مگر سوائے حضرت سعد ابن عبادہ کے کوئی بھی اُن کے ہاتھ نہ آسکا۔

وہ انہیں لے کر چلے اور سارا غصّہ ان پر ہی اُتارنا شروع کیا ان کے ہاتھ گردن تک خوب کس کر باندھ دیئے اور انہیں مارتے ہوئے اور بالوں سے کھینچتے ہوئے یہ لوگ مکے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ان کو بہت مارا اور ستایا۔ آخر کار جبیر ابن مطعم ابن عدی اور حارث ابن امیہ نے آکر اُن کو اس عذاب اور مصیبت سے چھڑایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں جب اپنی تجارتوں کے سلسلہ میں شام جاتے ہوئے مدینے سے گزرا کرتے تھے تو حضرت سعد ابن عبادہ ان دونوں کو پناہ دیا کرتے تھے۔ (ابن ہشام)

اب قریش کے لوگ سخت پریشان ہو چکے تھے وہ ہر وقت اسی سوچ بچار میں لگے رہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کس طرح مقابلہ کریں اور اس نئے دین کو کس طرح پھیلنے سے روکیں!

وہ سوچتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہم پریشان ہو گئے اب حد ہو گئی کہ اُس نے ہمارے درمیان میں رہتے ہوئے ہمارے خلاف اتنی بڑی کارروائی کر دی اور ہم کچھ بھی نہ کر سکے۔ مگر اوس اور خزرج کے ساتھ معاہدہ کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرنا چاہتا ہے۔

کبھی وہ اس دین کی کامیابی سے خوف زدہ ہو جاتے اور سوچتے!

کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر غالب آ جائے گا؟ کیا وہ دین جس کی وہ تبلیغ کرتا ہے مدینے میں پھیلنے کے بعد سارے عرب میں پھیل جائے گا۔

غرض اسی طرح کی باتیں سوچتے سوچتے قریش کے دماغ پک جاتے مگر اس سیلاب کو روکنے کی انہیں کوئی تدبیر نہ سوجھتی۔

ادھر مدینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ بیعت اور معاہدہ کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی بن چکے تھے انہیں ایسا لگتا جیسے اُن کے دل مضبوط بھی ہو گئے اور اُن میں سکون و اطمینان بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جب وہ واپس مدینے پہنچے تو اپنے ایمان لے آنے کا اعلان کرتے ہوئے پہنچے، اسلام پھیلاتے ہوئے پہنچے اور لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے پہنچے کہ وہ اس نئے دین میں داخل ہوں۔

اس کے بعد وہ دین کی محبت میں اتنے بڑھے کہ اپنی مشرک اولاد اور قوم کے دوسرے مشرکوں کے بتوں پر حملہ کرنے لگے یا تو وہ ان بتوں کو توڑ دیتے تھے یا اُن کے مالکوں سے چھپا کر اُنہیں اُٹھا لاتے تھے اور انہیں کوڑوں اور گوبر کے ڈھیر میں ڈال لیتے تھے۔ صبح کو جب مشرک دیکھتے کہ ان کے بتوں کا کیا حشر کیا گیا ہے تو وہ بہت غضب ناک ہوتے اور انہیں دھونے اور پاک کرنے کے بعد دوبارہ اپنے گھروں میں ان کی جگہوں پر رکھ دیتے اور اس کے بعد مسلمان پھر وہی حرکت کر گزرتے تھے۔

مسلمان ہر مشرک کے ساتھ یہی کرتے رہتے یہاں تک کہ وہ خود سمجھ لیتا کہ یہ پتھر کے بے جان معبود کس قدر حقیر اور ذلیل ہیں جنہیں وہ خدا بنائے بیٹھا ہے۔ اُسے احساس ہوتا کہ ان بتوں کو خود اپنے نفع و نقصان کی بھی خبر نہیں ہے، وہ اپنے دل کو ٹٹولتا اور پھر توبہ کر کے خدا کے دین میں داخل ہو جاتا۔

اس طرح مدینے والوں نے رسول اللہ ؐ کے استقبال کی بڑی اچھی تیاریاں کر لی تھیں کیونکہ اب آپؐ کی تشریف آوری کے دن قریب آ رہے تھے۔

اس طرح مدینے والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے اور مدینے کی سرزمین ایک نئے اور برکت والے زمانے کا انتظار کرنے لگی۔

اور پھر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا حکم ہو گیا۔ آپؐ نے پہلے اپنے صحابہ کو خفیہ ہجرت کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ اکٹھے ہو ہو کر مکّے سے نہ نکلیں کیونکہ اس سے لوگوں کو شک پیدا ہو گا بلکہ ایک ایک یا دو دو کر کے جائیں تاکہ قریش کو یہ اندازہ نہ ہو کہ یہ لوگ ہجرت کر رہے ہیں۔

اس طرح کافی مسلمان مکّے سے ہجرت کر کے مدینے چلے گئے اور قریشی مشرکوں کو پتہ بھی نہ چل سکا۔ مگر جب اُنہیں اس کا اندازہ ہوا تو وہ غصّے میں آپے سے باہر ہو گئے اور اُن کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف کمیں گاہیں بنائیں تاکہ اُنہیں شہر کے باہر نکلنے سے روکا جا سکے۔

اسی وقت حضرت عمر ابن خطابؓ کو بھی ہجرت کرنی تھی۔ طے یہ ہوا کہ اُن کے ساتھ حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ اور حضرت ہشام ابن عاص جائیں گے اور یہ تینوں چھپ کر الگ الگ روانہ ہوں گے اور مکّے کے باہر ایک جگہ ملیں گے ان میں سے اگر کوئی ایک بھی نہیں آیا تو دُوسرے دونوں ساتھی یہ سمجھ لیں گے کہ اس کا راز کھُل گیا ہے اور اس کو روک لیا گیا ہے پھر باقی دونوں ساتھی پروگرام کے مطابق چلے جائیں گے۔

مقررہ وقت پر اور پہلے سے طے شدہ جگہ پر حضرت عمرؓ اور حضرت عیاشؓ پہنچ گئے مگر

ہشام نہیں آئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ مشرکوں میں پھنس گئے اور یہ دونوں مدینے کو روانہ ہو گئے۔

ادھر ہشام کا یہ ہوا کہ وہ مشرکوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے۔ انہوں نے انہیں بیحد عذاب اور تکلیفیں دیں اور زبردستی اسلام سے پھیر دیا۔

غرض اس طرح قریش ہر جانے والے کی گھات میں لگے رہتے تھے اور پھر جو بدقسمت بھی اُن کے ہاتھوں میں پڑ جاتا وہ اُسے سخت سے سخت عذاب میں یہاں تک کہ وہ لوگ شوہر کو بیوی سے چھڑا دیتے اور ماں کو بیٹے سے جُدا کر دیتے۔

قریش جس مسلمان کو بھی اس طرح پکڑتے تو اُن کی خواہش ہوتی کہ وہ فوراً اس کو قتل کر دیں لیکن اگر انہیں معلوم ہوتا کہ مکّے میں اس قیدی کے رشتہ دار بھی ہیں تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ انہیں ڈر ہوتا کہ قتل کرنے پر اگر اس کے رشتہ دار بھڑک اُٹھے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا اور اس طرح خود ہمارے درمیان ہی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

لیکن انہوں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھتے۔

"کیا محمّد بھی مدینے کو ہجرت کا ارادہ کر رہا ہے؟ جیسا کہ اس کو اجازت مل چکی ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کو بھیجنے پر رضا مند ہو گیا ہے؟ یا ایسا ہی ہو گا جیسا حبشہ کو ہجرت کے وقت ہوا تھا کہ وہ خود مکّے میں رہے گا اور صرف اپنے ساتھیوں کو بھیجے گا۔

قریش کی زبانوں پر یہ سوالات تھے لیکن ان کا جواب کسی کے پاس کچھ نہیں تھا۔

قریش رسول اللہ صلعم کے بارے میں صرف یہی نہیں سوچ رہے تھے بلکہ اب آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے اُن کے دماغوں میں ایک نئی تدبیر آئی تھی۔ اس سے پہلے حبش کی ہجرت کے وقت صحابہ اُن کے ہاتھوں سے بچ نکلے تھے اس لیے اس دفعہ وہ کوئی ایسی چال چلنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نکل کر نہ جا سکیں۔ قریش کو یہ ڈر تھا کہ اگر رسول اللہ صلعم بھی ہجرت کر کے مدینے جانے میں کامیاب ہو گئے تو وہاں پہنچ کر آپؐ اپنے انصاری اور مہاجر صحابہ کے ساتھ ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیں گے۔

قریش مسلمانوں کی گھات میں لگ گئے تھے اور وہ اُن کو مکے سے نکلنے اور ہجرت کرنے سے روک رہے تھے۔

مگر پھر بھی مسلمان ایک ایک کر کے ہجرت کو روانہ ہوتے رہے۔ وہ چھپ چھپا کر اس طرح نکل جاتے کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو پاتی۔

یہاں تک کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر ابن عوام بھی چلے گئے۔ جو بھی جاتا تھا وہ دوسرے کو اپنا مال و دولت سپرد کر جاتا تھا اور اپنے گھر والوں کی خبر گیری کے لیے اپنے رشتہ داروں کو کہہ جاتا تھا۔

اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے صحابہ میں سے صرف حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہم رہ گئے۔ ان کے علاوہ مکہ شہر میں آپؐ کے اُمتیوں میں سے صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جن کو مشرکوں نے گرفتار کر لیا تھا اور انہیں اسلام سے پھیرنے کے لیے اُن پر طرح طرح کی سختیاں کر رہے تھے۔

اب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اجازت لینے کے لیے آئے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"جلدی نہ کرو ممکن ہے خدا تمہارے لیے بھی کوئی ساتھی بھیج دے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جلد ہی ہجرت فرمانے والے ہیں۔ انہوں نے اس بات سے اندازہ لگا لیا کہ آپؐ تشریف لے جانے کے لیے خدا تعالےٰ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضؓ واپس چلے گئے اور عنقریب ہونے والی روانگی کے لیے ضروری تیاریاں کرنے لگے۔

(سیرت حلبیہ، سیرت الرسولؐ)

ہجرت

۱
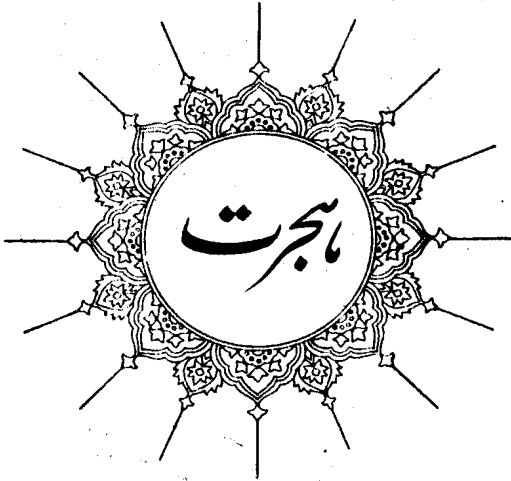
وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔

ترجمہ :۔ "اور البتہ اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بڑی بڑی) تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کریں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ (میاں) اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا اس لیے حکم دیا تھا تاکہ وہ مشرکوں کی تکلیفوں سے نجات پا جائیں اور اُن کی برائیوں سے اپنے دین کو بچا کر لے جائیں ۔ اب تک اکثر مسلمان قریش سے چھپ کر ہجرت کر کے جا چکے تھے۔ کچھ تھوڑے سے مسلمان قریش کے ہاتھوں میں پڑ کر گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے ان مسلمانوں کو ہجرت سے روک دیا اور عذاب دینے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنا سارا غصہ انہی پر اُتارا تا کہ انہیں ان کے دین سے پھیر دیں اور انہیں خدا اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرنے سے روک دیں۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہجرت کے لیے خدا کے حکم کا انتظار کر رہے تھے تا کہ اپنے ان ساتھیوں سے جا ملیں جنہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر خدا کی راہ میں ہجرت کی تھی اور اپنے سامان ، مال و دولت اور اپنی اولاد کو اس لیے چھوڑ دیا تا کہ مدینے میں ان انصاریوں کے ساتھ جا ملیں جنہوں نے رسول اللہ ؐ کی مدد کی تھی اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے اور آپؐ کا ساتھ دینے کا عہد کیا تھا۔

مُسلمانوں کو اپنے خدا اور رسول اور اپنے دین سے جس قدر عشق تھا اس کی سب سے بڑی مثال ان کی ہجرت ہے۔ مُسلمانوں نے صرف اپنے خدا اور رسول کو خوش کرنے اور اپنے

دین کو دشمنوں سے بچانے کے لیے اپنا گھر بار اپنی جائدادیں اور اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور اجنبی شہر اور اجنبی لوگوں میں جا کر رہنے لگے۔ ادھر مدینے کے مسلمانوں نے اپنے ان اسلامی بھائیوں کے واسطے اپنے خزانے اور اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مکے ہی میں تھے جہاں قریش آپ کے خلاف بڑے بڑے پروگرام بنا رہے تھے اور (خدانخواستہ) آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ ایک روز قریش کے سب بڑے بڑے لوگ ایک جگہ جمع ہوئے جس کا مقصد یہ تھا کہ آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اب کوئی آخری اور سخت سے سخت کارروائی کریں۔ کیونکہ اب تک تو انہوں نے جو کارروائیاں بھی کی تھیں اُن کا نتیجہ اُلٹا ہی ہوا تھا۔

ادھر وہ مسلمانوں کی ہجرت کا حال بھی دیکھ رہے تھے اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ مدینے والوں نے اُن کے ساتھ کس قدر عزت اور محبت کا برتاؤ کیا ہے۔ اس سے انہیں خطرہ ہو رہا تھا کہ مدینے کے مسلمان کہیں اپنے نبی کی وجہ سے ہمارے خلاف جنگ کا اعلان نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ جنگ چھڑ جانے کے بعد مدینے کے مسلمان مکے والوں کو مدینے کے راستے شام جانے سے روک دیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قریش کا سارا کاروبار اور تجارت تباہ ہو جائیگی۔ اس پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ قریش کا گزر بسر تجارت پر تھا جو شام سے ہوتی تھی اور شام کا راستہ مدینے سے تھا اس لیے اگر مدینہ والوں سے لڑائی ہوتی تو وہ قریشی تاجروں کو اپنے شہر سے نہ گزرنے دیتے۔

غرض وہ بہت پریشان تھے اسی لیے اُنھوں نے رائے مشورہ کے لیے میٹنگ کی تاکہ کسی طرح رسول اللہ صلعم کو اپنے راستے سے ہٹا دیں۔ اب ایک شخص نے کھڑے ہو کر رائے دی۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک کمرے میں ڈال دو اور اس کے تمام راستے بند کر دو۔ اس کے بعد دیکھو اس کا ویسا ہی حال ہو جائے گا جیسا اِس سے پہلے اُسی کے جیسے شاعروں کا ہو چکا ہے۔"

دوسرے نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! اگر تم نے اُسے بند کر بھی دیا تو اس کا فرمان اس بند دروازے کے پیچھے سے بھی نکل کر اُس کے ساتھیوں تک پہنچ جائے گا اور پھر وہ لوگ تمہارے اوپر چڑھائی کر کے اُس کو تمہارے ہاتھوں میں سے چھین کر لے جائیں گے۔"

یہ سُن کر تیسرے نے کہا۔

"میری رائے میں اُس کو پکڑ کر کسی دُور دراز کی سرزمین میں چھوڑ آؤ پھر وہ ہماری طرف سے کہیں بھی جائے ہم اس سے بے فکر ہو جائیں گے۔"

اس پر کسی نے جواب دیا۔

"میری یہ رائے نہیں ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس کی باتیں کتنی اچھی لگتی ہیں۔ اس کی گفتگو کتنی میٹھی ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کا کتنا احترام ہے! اس طرح اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہ عربوں کی کسی بستی میں پہنچ گیا تو اپنی باتوں سے ان کا دل موہ لے گا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر اُن کی مدد سے وہ تم پر چڑھائی کر کے تمہیں روند ڈالے گا اس طرح تمہاری عزت اور سرداری بھی تمہارے ہاتھوں سے چھن جائے گی۔"

غرض سب اسی طرح اپنی اپنی رائے دیتے رہے اور ایک دُوسرے سے اُلجھتے رہے مگر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔

اب ابوجہل بولا۔

"اگر آپ لوگ قبول کریں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں میری کچھ اور رائے ہے۔"

لوگوں نے کہا۔

"کیا ہے وہ ابوالحکم!"

ابوجہل نے کہا۔

"میری رائے ہے کہ ہم ہر قبیلے کا ایک ایک نوجوان لیں جو بہادر بھی ہو اور طاقت ور بھی اور پھر ہر ایک کو ایک ایک نہایت عمدہ اور تیز تلوار دیں۔ تلواریں لے کر وہ نوجوان

محمد کے پاس جائیں اور سب مل کر ایک ساتھ اس کے تلواریں ماریں اور اُسے قتل کردیں۔ اس طرح ہر قبیلہ اُس کے قتل میں شریک ہو جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بنی عبد مناف اگر اس کا بدلہ لینے کے لیے لڑنا چاہیں گے تو اُنہیں تمام قبیلوں سے لڑنا پڑے گا۔ جس کی وہ کبھی ہمت نہیں کریں گے۔ بس پھر وہ ہمارے سے لڑنے کے بجائے جان کی قیمت لینے پر راضی ہو جائیں گے جو ہم ادا کر دیں گے "

اس رائے کو سب مجلس والوں نے بیحد پسند کیا۔ اُنہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"ابوالحکم بس رائے تو تمہاری ہی ہے" (ابن ہشام)

اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ سب لوگ بہت خوش اور مگن تھے گویا انہوں نے ابھی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ ان نوجوانوں کو چُننے لگے جو گویا (خدانخواستہ) آپؐ کا کام تمام کریں گے۔ ساتھ ہی اُنہوں نے نوجوانوں کو دینے کے واسطے تلواریں بھی چھانٹنی شروع کر دیں۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور اُدھر خدا نے اپنے نبی کو اس چال سے بچانے کا سامان کیا۔ حضرت جبرئیل نے آکر آپؐ کو قریش کے اس ارادے کی اطلاع کی اور خدا کا یہ پیغام پہنچایا کہ آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ ادھر خُدا نے آپؐ کو ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ عادت تھی کہ آپؐ روزانہ دو مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر صبح اور شام کو تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن اس روز آپؐ صدیق اکبر کو ہجرت کی اطلاع دینے کے لیے دوپہر کے وقت اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر پہنچ کر آپؐ نے دستک دی۔ صدیق اکبرؓ نکلے اور اس دوپہر کے وقت رسول اللہؐ کو دیکھ کر بے اختیار کہہ اُٹھے۔

"ضرور کوئی خاص بات ہے جو رسول اللہؐ اس وقت تشریف لائے ہیں"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اندر پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔

"لوگوں کو یہاں سے ہٹادو، کچھ بات کرنی ہے"

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ! یہاں صرف میری دونوں لڑکیاں عائشہؓ اور اسماءؓ ہیں جو آپ کے لیے بھی گھر والوں ہی کی طرح ہیں۔ اس لیے جو بات بھی ہو آپ بے تکلف فرمائیے"

تب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔

"مجھے خدا نے ہجرت کی اجازت عطا فرما دی ہے اور میں آج رات ہی کو مدینے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں"

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی عزت حاصل ہو گی"

آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں! آپ ساتھ ہوں گے"

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کے خوشی سے آنسو نکل آئے۔ پھر اُنہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں پہلے ہی سفر کے لیے دو سواریوں کا انتظام کر چکا ہوں۔ اس لیے آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ان میں سے کوئی ایک آپ لے لیجئے"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں قیمت دیئے بغیر نہیں لوں گا"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ جیسے آپؐ کی خوشی ہو میں اسی میں خوش ہوں یعنی اگر آپ قیمت دے کر اونٹنی لینا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کر لیجئے"

اب حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے اپنے والد کے حکم پر سفر کا سامان اور ناشتہ تیار کرنا شروع کیا۔ اسماءؓ نے ایک دسترخوان میں کھانا لپیٹ دیا اور ایک مشکیزہ میں پانی بھر دیا۔ اب اُنہوں نے ان دونوں چیزوں کو ایک ساتھ باندھنا چاہا۔ مگر اس قسم کی کوئی ڈوری وغیرہ انہیں نہیں ملی۔ اس لیے اُنہیں اور کچھ نہ ملا تو اُنہوں نے اپنی اوڑھنی پھاڑ کے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک سے کھانے کا برتن اور پانی کا مشکیزہ باندھ دیا اور دوسرا اپنی کمر سے باندھ لیا۔ اسی وقت سے ان کا لقب "ذات النطاقین" یعنی "دو اوڑھنیوں والی"

پڑ گیا۔ (سیرت حلبیہ، البدایۃ والنہایۃ، ابن ہشام)

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔

ترجمہ:۔ اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب! مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئو جس کے ساتھ نصرت ہو۔"

وہ رات آگئی جس کا رسول اللہ ؐ کی گھات میں رہنے والے مشرک انتظار کر رہے تھے وہ لوگ آپؐ کے مکان کے پاس اندھیرے میں چھپ گئے۔ اُن میں سے ہر ایک نے اپنے کپڑوں میں ایک ایک نہایت تیز اور عمدہ تلوار چھپا رکھی تھی۔ یہ تلواریں ایسی تھیں کہ ان کی دھار میں موت چھپی ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس لمحے کا انتظار کر رہے تھے جب رسول اللہ صلعم باہر تشریف لائیں اور یہ سب آپ پر ٹوٹ پڑیں تاکہ اس طرح اپنی اس بھیانک تدبیر کو مکمل کر دیں۔ لیکن یہ مشرک نہیں جانتے تھے کہ آپؐ کے ساتھ ہمیشہ خدا کی حفاظت اور نگرانی شامل ہے۔ آپؐ کو خدائے برحق نے اس دُنیا میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ خدا کے گمراہ بندوں کو سیدھا راستہ بتائیں اور ایک ایسا دین اور پیغام دُنیا کے سامنے پیش کریں جو سارے انسانوں کے لیے برابر مفید ہو تاکہ دُنیا کفر کے اندھیروں سے نکل کر ایمان اور سعادت کی روشنی سے جگمگا اُٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تھے اس وقت حضرت علی بھی مکان میں تھے رسول اللہ حضرت علی کو بتلا چکے تھے کہ آپ کو خدا تعالےٰ نے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ ادھر حضرت علیؓ یہ بھی جانتے تھے کہ اس وقت مکان کے باہر قریش کے نوجوان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے چھپے ہوئے ہیں۔ جب کچھ رات گزر گئی تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"علی! آج رات تم میرے بستر پر سو جانا اور میرا سبز حضرمی کمبل اوڑھ لینا۔ خدا کے

حکم سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکے گی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اس وقت تک مکّے میں ٹھہریں جب تک کہ آپؐ کی طرف سے لوگوں کی وہ تمام چیزیں واپس نہ کر دیں جو آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ قریش دشمن ہونے کے باوجود بھی یہ بات خوب جانتے تھے کہ آپؐ سے زیادہ ایماندار اور دیانت دار دُوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسی لیے وہ آپؐ پر پُورا بھروسہ کرتے تھے اور جب کوئی چیز امانت کے طور پر رکھوانی ہوتی تھی تو آپ ہی کے پاس لا کر رکھوا جاتے تھے اس لیے اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سی امانتیں رکھی ہوئی تھیں ان کو ان کے مالکوں تک پہنچانے کے لیے بھی آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مکّے میں چھوڑا اور فرمایا کہ تم اس کام سے نمٹ کر مدینہ پہنچ جانا۔ انشاء اللہ وہیں مُلاقات ہو گی۔

مکان کے اندر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو یہ ہدایتیں دے رہے تھے اور باہر جو دُشمن چھپے کھڑے تھے ان میں ابوجہل اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔

"ساتھیو! تم نے محمّد کی بات بھی سُنی وہ کہتا ہے کہ اگر تم لوگ میری پیروی اختیار کر لو تو تم عرب اور عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ تم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ گے اور پھر تم کو ایسے ایسے باغات دیئے جائیں گے جیسے اردن میں ہیں۔ لیکن اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو تم سب کے سب مار ڈالے جاؤ گے اور پھر مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کر کے دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا"۔

ابوجہل کا یہ جُملہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سُن لیا۔ آپ ہاتھ میں مٹی اٹھا کر باہر تشریف لائے اور اسے ان بدبختوں پر اچھال دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں یہ باتیں میں ہی کہتا ہوں اور جو لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے اُن میں تُو بھی شامل ہے"۔

آپؐ نے جو مٹی اُن کی طرف پھینکی وہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر پڑی اور خدا کے حکم سے وہ سب کے سب اندھے ہو گئے اُن میں سے کوئی بھی آپؐ کو نہیں دیکھ سکا۔ آپؐ

اُن کے بیچ میں سے اُن پر مٹی اچھالتے ہوئے اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھتے ہوئے گزر گئے اس وقت آپؐ نے سورہ یٰسین کی جو آیتیں تلاوت فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۔

ترجمہ :۔ اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کر دی اور ایک آڑ اُن کے پیچھے کر دی۔ جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے مکان پر پہنچے وہ پہلے ہی سے تیار تھے اور بے چینی سے آپؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے ہی عبد اللہ ابن ارقد نام کے ایک مشرک کو اُجرت پر حاصل کر لیا تھا تاکہ وہ اندھیری رات میں راستہ بتائے۔ اِدھر حضرت ابو بکرؓ نے جو دو اونٹنیاں حاصل کی تھیں وہ بھی عبد اللہ ابن ارقد کے سپرد کر دی تھیں اور اس کو ہدایت کر دی کہ چلنے کے وقت اونٹنیاں لے کر پہنچ جائیں۔

صدیق اکبرؓ نے اسی وقت اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو ہدایت کی کہ وہ اُن کے پاس چھپ چھپا کر غارِ ثور میں آتے رہیں اور انہیں بتاتے رہیں کہ رسول اللہؐ کی تلاش میں قریش کیا کر رہے ہیں۔ ادھر اُنہوں نے اپنے غلام عامر ابن فہیرہ کو ہدایت کی کہ وہ ان کی بکریاں لیکر اُنہیں دن بھر تو جنگل میں چرائے اور جب شام ہو جائے تو واپسی میں انہیں لے کر غار میں آجایا کرے تاکہ وہ اور رسول اللہؐ ان کا دودھ نکال کر نوش کر لیا کریں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی بیٹیوں کو ہدایت کی کہ وہ ان کے لیے راستے کا ناشتہ تیار کریں اور جب مانگیں تو فوراً دے دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضؓ مکان کے پچھلے دروازے سے نکل کر روانہ ہو گئے اور رات کے اندھیرے میں مکے کو پیچھے چھوڑ کر جنوب کی سمت میں چلے گئے۔ اُن کی منزل کوہِ ثور کا غار تھی۔

صبح کو پو پھٹتے ہی حضرت علی رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے اُٹھے اُن کے اُٹھتے ہی رات بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے والے بھی اُٹھ کر تیار ہو گئے

وہ سمجھ رہے تھے کہ اب ان کے کام کے انجام دینے کا وقت آگیا اور اُن کی تلواروں کے وار کا لمحہ آن پہنچا۔

مگر !!! یہ رسول اللہ ؐ کے بستر سے اُٹھنے والا کون ہے ؟"

ان نوجوانوں میں سے ہر ایک نے دیوار کے سوراخ میں سے جھانکا۔ اور ہر ایک انتہائی حیرانی اور گھبراہٹ کے عالم میں پلٹا۔

یہ سو کر اٹھنے والا محمدؐ نہیں ہے ! یہ تو علی ابن ابو طالب ہے ! تعجب ہے۔

انتہائی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں ان نوجوانوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

اُن کے دماغوں میں طرح طرح کے سوال اُبھر رہے تھے۔

"کیا ہم تمام رات علیؓ کی ہی گھات میں بیٹھے رہے اور اُسے محمد سمجھتے رہے ؟ یہ علی، محمد کے بستر پر کیوں سویا اور خود محمدؐ کہاں ہے ؟"

یہ نوجوان اسی طرح حیران و پریشان کھڑے تھے کہ اُن کے رشتہ دار اور قوم کے دُوسرے لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے جو یہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ اُنہوں نے کیا کیا ؟ ان نوجوانوں نے بتایا کہ محمدؐ کہیں غائب ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر سب لوگ چکرا گئے اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس اندر گئے اور ان سے پُوچھا۔

"تیرا ساتھی کہاں ہے ؟"

ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ لیا اور اُنہیں کھینچ کر سامنے لائے اور مارا پیٹا تاکہ وہ بتا دیں کہ رسول اللہ ؐ کہاں ہیں ؟

آخر کار جب وہ مایوس ہو گئے تو اُنہوں نے حضرت علیؓ کو قید میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ مگر اس پر اُن کے کچھ رشتہ دار بیچ میں آ گئے۔ اُنہوں نے حضرت علی کو کافی مارا پیٹا اور پھر مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔

قریش اس بات پر غصّے سے پاگل ہوئے جا رہے تھے کہ محمدؐ اسی رات میں نکل گئے جس رات میں ہم اُسے قتل کرنا اور اس سے چھٹکارا پانا چاہ رہے تھے۔ اُنہوں نے فوراً ہی آپؐ کی تلاش شروع کر دی۔ کچھ لوگ مدینے کے راستے کی طرف ڈھونڈنے گئے، کچھ لوگ تیزی

سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مکان پر گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ صدیق اکبرؓ آپؐ کے بہت قریبی دوستوں میں ہیں۔ ان جانے والے لوگوں میں ابو جہل بھی شامل تھا۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء باہر نکلیں۔ ان لوگوں نے ان سے پُوچھا۔

"تیرا باپ کہاں ہے ؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"مجھے تو معلوم نہیں کہاں ہیں ؟"

اب ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ بھی رسول اللہؐ کے ساتھ ہی گئے ہیں اس پر ابو جہل غصے سے آپے سے باہر ہو گیا اور اُس نے ہاتھ اُٹھا کر پوری قوت سے اسماء کے گال پر طمانچہ مارا جس کی وجہ سے اُن کا بُندا ٹوٹ کر گِر گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے اور کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگے جو بھاگنے والوں کے پیروں کے نشانات دیکھ کر چلتا ہُوا وہاں پہنچ جائے اور اُن کو پکڑ سکے۔

قریش نے فوراً ہر طرف اپنے آدمی رسول اللہؐ کی تلاش میں دوڑائے۔ کچھ لوگ زمین پر رسول اللہؐ اور صدیق اکبرؓ کے پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے چلنے لگے۔ ان کے ساتھ بھی قریش کا ایک بڑا مجمع تھا۔ پیروں کے نشانات دیکھنے والے لوگ مکّے سے بھی باہر نکل گئے اور پھر وہ جنوبی سمت میں ثور کے پہاڑ کی طرف چلنے لگے۔ پیچھے پیچھے آنے والے تمام لوگ تعجب کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔

"محمدؐ کہاں گئے ہیں ؟ کیا وہ جنوب کی طرف گئے ہیں۔ مگر مدینے کا راستہ تو شمال کی طرف ہے۔

سب لوگ پیروں کے نشانات دیکھنے والوں کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ وہ ثور پہاڑ کے اُوپر چڑھنے لگے۔

خدایا! تُو نے اپنے نبی سے وعدہ کیا ہے کہ تُو اُن کے دشمنوں کے فریب اور ان کی چالوں کو اُنہی پر لوٹا دے گا اور تیرا وعدہ سب سے زیادہ سچا ہے۔

لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس پہاڑ پر غار کے قریب پہنچ گئے مگر یہاں آکر وہ مایوس ہو گئے اس لیے کہ آگے پیروں کے نشان نہیں تھے۔

اب ان سب لوگوں نے تیزی کے ساتھ آپؐ کو پہاڑ میں تلاش کرنا شروع کیا۔ یہ سب تلواروں وغیرہ سے لیس تھے۔ ان میں سے ہر ایک اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے ہاتھ لگ جائیں۔ ہر ایک یہ چاہ رہا تھا کہ اُن پر اُٹھنے والی سب سے پہلی تلوار اسی کی ہو۔

اسی وقت صدیقِ اکبرؓ نے لوگوں کی آوازیں سُنیں اور اندازہ لگایا کہ وہ اسی طرف آرہے ہیں اور پھر اچانک اُن کے قدموں کی آواز اور ان کے بولنے کا شور غار کے قریب سُنائی دینے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا دم سادھ لیا اور نظریں رسول اللہ صلعم پر جمادیں۔ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح آپؐ کو اپنی رُوح اور دل میں چُھپالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کر لیا کہ صدیقِ اکبرؓ کس قدر پریشان ہیں اور اُن کے دل میں کیسے کیسے خیال آرہے ہیں؟ آپؐ نے اُن کو اطمینان اور ڈھارس دلاتے ہوئے فرمایا۔

"غم مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے"

قریش کے نوجوانوں میں سے ایک تیزی سے کے ساتھ غار کے دہانے پر آیا مگر غار کے پاس آتے ہی پلٹا اور واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ اس کے چہرے سے افسوس اور مایوسی کی تھکن ظاہر ہو رہی تھی۔

اس کے ساتھیوں نے جو اس کے پیچھے جلدی جلدی آرہے تھے اس سے پوچھا۔

"کیا ہوا؟ تم نے غار کے اندر کیوں نہیں دیکھا؟"

اس نے جواب دیا۔

"اس کے اُوپر تو شاید محمدؐ کی پیدائش سے بھی پہلے کے مکڑی کے جالے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ غار کے دہانے پر کبوتروں نے انڈے بھی دے رکھے ہیں۔ اور پھر ایک درخت نے اس کا راستہ الگ روک رکھا ہے۔ اس لیے میں واپس چلا آیا کہ اس میں کوئی نہیں ہو سکتا۔"

صدیقِ اکبرؓ ان لوگوں کی ٹانگیں دیکھنے لگے جو غار کے دہانے کے سامنے سے آ جا رہے تھے مگر کسی کو بھی یہ خیال نہیں آ رہا تھا کہ غار کے اندر بھی دیکھ لے۔

حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کے کان میں سرگوشی کے ساتھ کہا۔

"اگر کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو اس کی نظر ہمارے اُوپر پڑ جائے گی"

رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

"ابوبکرؓ تم دو سمجھ رہے ہو ان کے ساتھ تیسرا خدا ہے"

قریش کے لوگ غار کے پاس سے واپس نیچے وادی میں چلے گئے تاکہ دوسری جگہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کریں۔ یہ ساری تلاش اور جستجو یہ لوگ صرف اس لالچ میں کر رہے تھے کہ قریش نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص محمدؐ کو پکڑ کر لائے گا اس کو سو اُونٹنیاں انعام میں دی جائیں گی۔

رسول اللہؐ اور صدیق اکبرؓ اس غار میں تین دن تک رہے۔ صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ روزانہ شام کے وقت اُن کے پاس غار میں آتے تھے اور انہیں قریش کی خبریں پہنچاتے تھے کہ کس طرح قریش ان کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ کے ساتھ اُن کی بہن اسماءؓ بھی آتی تھیں وہ رسولِ خدا اور اپنے والد کے واسطے گھر سے کھانا پکوا کر لایا کرتی تھیں۔

ادھر صدیق اکبرؓ کے غلام عامر ابن فہیرہ دن بھر تو مکّے کی چراگاہوں میں اپنی بکریاں چراتے اور جب شام ہو جاتی تو واپسی میں اپنی بکریاں لے کر غار میں پہنچ جاتے تاکہ دودھ دوھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو پلا دیں۔ اس کے بعد وہ اپنی بکریوں کو لیکر حضرت عبداللہ ابن ابوبکر اور ان کی بہن کے پیروں کے نشانوں پر سے گزرتے ہوئے جاتے تاکہ وہ نشان مٹ جائیں۔

تین دن گزر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی کی تلاش کم ہو گئی تو حضرت عبداللہ نے غار میں آکر یہ بات بتائی۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے اُنہیں حکم دیا کہ اب جا کر وہ اُونٹنیاں لے آئیں جو اسی مقصد سے بہت پہلے خرید لی گئی تھیں۔ ساتھ ہی صدیق اکبرؓ

نے انہیں یہ بھی ہدایت کی کہ اپنے ساتھ عبداللہ ابن ارقط کو بھی لے آئیں جسے انہوں نے اس غرض سے اُجرت پر حاصل کیا تھا کہ وہ انہیں ایسے راستوں سے لے کر مدینے جائے جو عام راستے نہ ہوں۔

شام ہوئی تو عبداللہ ابن ابو بکرؓ، اُن کی بہن اسماء اور عامر ابن فہیرہ غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے پیچھے عبداللہ ابن ارقط دونوں اونٹوں کو ہنکاتا ہُوا لے کر چلا۔

جب یہ غار میں پہنچ گئے تو صدیق اکبرؓ نے دونوں اونٹوں میں سے اچھا والا اُونٹ رسول اللہؐ کو پیش کیا اور کہا۔

یارسول اللہؐ! سوار ہو جائیے! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں"۔

آپؐ نے فرمایا۔

"میں اُس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہیں ہے"۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔

"رسول اللہؐ! یہ آپ ہی کا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں! لیکن اتنی ہی رقم ادا کرنے کے بعد جتنے میں تم نے اُسے خریدا ہے"۔

آخر حضرت ابوبکرؓ نے بتلایا کہ میں نے اتنے میں اسے خریدا ہے۔ تب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

"میں نے اسے اتنی ہی قیمت میں خرید لیا"۔

رسول اللہؐ صدیق اکبرؓ اور عبداللہ ابن ارقط سوار ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے غلام عامر سے پیچھے پیچھے آنے کو کہا تا کہ اگر راستے میں رسول اللہؐ کو یا اُن کو کوئی ضرورت ہو تو وہ پوری کر دیں۔

اور پھر یہ مبارک قافلہ مکے کو چھوڑتا ہُوا آگے روانہ ہو گیا۔ اُنہوں نے ساحل کے ساتھ ساتھ جانے والا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ یہ مشہور راستہ نہیں تھا۔

(سیرت الرسولؐ، سید العرب، ابن ہشام، سیرت حلبیہ، خصائص الکبریٰ)

(۳)

آج کل قریش کے بچے بچے کی زبان پر یہی ذکر تھا۔ مشرکین ہر وقت مشورے اور میٹنگیں کرتے رہتے تھے تاکہ اگر آپؐ کی کوئی خبر ملے تو وہ پھر آپؐ کو پکڑنے کے لیے دوڑیں۔ اس وقت بھی اسی طرح کی ایک میٹنگ ہو رہی تھی کہ مجلس میں ایک شخص آیا جو کسی سفر سے واپس آیا تھا۔ اُس نے آکر قریش سے کہا۔

"میں نے تین آدمیوں کو ساحل کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ محمدؐ اور اس کے ساتھی تھے"۔

اس وقت مجلس میں ایک شخص سراقہ ابن مالک بھی تھے جو نہایت تیز فہم، ذہین اور چالاک آدمی مشہور تھے۔ وہ آنے والے شخص کی بات سنتے ہی سمجھ گئے وہ سچ کہہ رہا ہے اور راستے میں ملنے والے وہ تینوں آدمی رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے ساتھی ہی ہوں گے مگر ان کو ان اونٹنیوں کا لالچ ہوا جن کے بارے میں قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص محمدؐ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام میں دی جائیں گی۔ اس خیال کے آتے ہی سراقہ نے اس آدمی کی بات کو جھٹلا دیا اور مجلس کے لوگوں کو بھٹکانے کے لیے کہا۔

"نہیں! میں انہیں جانتا ہوں وہ لوگ محمدؐ کے ساتھی نہیں ہیں بلکہ وہ تو اپنے کسی کام کے سلسلے میں ابھی اس راستے سے گئے ہیں"۔

اس کے بعد سراقہ تھوڑی دیر تو مجلس میں بیٹھے اور جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ لوگوں کا دھیان اس بات کی طرف سے ہٹ گیا ہے تو وہ اُٹھے اور اپنے گھر پہنچے، جلدی جلدی ہتھیاروں سے لیس ہوئے اور اپنے خادم سے کہا کہ گھوڑا تیار کرے اور اُسے لے کر مکے سے باہر پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائے۔ اس کے بعد خود بھی تیزی سے وہاں پہنچے لیکن اس طرح کہ کوئی انہیں دیکھنے نہ پائے کہ وہ باہر جا رہے ہیں۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور باگ ڈھیلی چھوڑ کر اُسے بے تحاشہ دوڑاتے ہوئے ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اچانک سراقہ کے گھوڑے نے ایک زور کی ٹھوکر کھائی۔ قریب تھا کہ سراقہ نیچے گر جائیں

مگر وہ سنبھل گئے اور اُنہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنی منزل کی طرف اور زیادہ تیز دوڑایا۔ گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی مگر سراقہ مایوس نہیں ہوتے بلکہ دوبارہ گھوڑے پر جم گئے اور اُسے ایڑ لگائی۔ لیکن اب اُن کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ بدشگونی ہے اور ان پر اس خیال سے خوف طاری ہونے لگا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ اس کے بعد گھوڑا پھر پُوری قوت سے دوڑنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی تمام رات اور آدھا دن مسلسل چلتے رہے نہ تو راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی اور نہ کوئی پیچھا کرتا ہوُا پایا گیا۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ مطمئن ہو گئے اور رسول اللہؐ کی زندگی کی طرف سے جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا، وہ جاتا رہا۔

سُورج مغرب کی طرف جھکنے لگا تھا اچانک صدیق اکبرؓ کی نظر اُٹھی اور اُنہوں نے دیکھا کہ بہت دُور ایک سوار کی پرچھائیں سی نظر آ رہی ہے جو تیزی کے ساتھ انہی کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اُن کا دل دھڑکنے لگا اور انہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہؐ! یہ ہماری تلاش ہو رہی ہے یہ سوار ہم تک پہنچ گیا ہے"۔

رسول اللہؐ نے پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا۔

"ابوبکر! گھبراؤ مت خدا ہمارے ساتھ ہے"۔

تھوڑی دیر میں سراقہ کا گھوڑا ان سے کافی قریب ہو گیا۔ اب وہ صاف نظر آ رہا تھا اور اُس کے دوڑنے کی آواز سُنائی دینے لگی تھی۔ مگر اچانک گھوڑی کو ایک زبردست ٹھوکر لگی اور اس کے پیر نرم اور پولے ریت میں دھنس گئے۔ سوار لوٹ پوٹ ہو کر ریت پر گرا اور اس کا چہرہ ریت سے اَٹ گیا۔ اب سراقہ کو یقین ہو گیا کہ یہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددُعا کا اثر ہے۔ اب وہ پوری طرح سمجھ گئے کہ خدا اپنے نبی کی حفاظت کر رہا ہے اس لیے وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے اور بلند آواز کے ساتھ رسول اللہؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو پُکارا۔

"مَیں سراقہ ابن مالک ہوں، مَیں جانتا ہوں کہ میری گھوڑی کے پیر آپؐ کی دُعا کے اثر سے دھنس گئے ہیں اس لیے آپ دعا فرمائیے کہ اس کے پیر کھل جائیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی اور زمین کو حکم دیا کہ گھوڑی کو چھوڑ دے اسی وقت گھوڑی آزاد ہو گئی۔ سراقہ نے عرض کیا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ بے فکر رہیئے مجھ سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا۔

"اس سے پوچھو وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

صدیق اکبرؓ نے اُن سے پُوچھا۔

"تم رسول اللہ ﷺ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

سراقہ نے جواب دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ایک تحریر لکھ کر دیدیں کہ میں جب آپؐ سے کہیں ملوں تو آپ میرے ساتھ عزت کا معاملہ کریں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ابوبکر اسے تحریر لکھ دو۔"

صدیق اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہُوئے الفاظ ایک چینی کے برتن کے ٹکڑے پر لکھ دیئے اور انہیں دیدیئے۔ سراقہ تحریر لے کر واپس مکّے چلے گئے۔

مکّے پہنچ کر انہوں نے قریش سے اس پورے معاملہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، بلکہ انہیں جب بھی معلوم ہوتا کہ کوئی شخص اس راستے کا پتہ بتا رہا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے ہیں تو وہ اس کو جھٹلا دیتے۔

اسی طرح اگر انہیں معلوم ہوتا کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں جانے کا ارادہ کر رہا ہے تو وہ اس کو روکنے کی کوشش کرتے۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، الخصائص الکبریٰ)

۴

جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے اس وقت سے حضرت علیؓ ہر وقت آپؐ کی یاد میں اداس رہتے تھے۔ مگر چونکہ خود رسول پاکؐ ہی ان کو یہ خدمت سپرد کر گئے تھے کہ وہ لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دیں اس لیے یہ کام پورا کئے بغیر وہ مکے سے روانہ نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر وہ ہر وقت آپؐ کی طرف سے فکرمند رہتے تھے۔ کیونکہ قریش آج کل سخت غضب ناک ہو رہے تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کہیں سے رسول اللہؐ کی کوئی خبر ملے تو وہ آپ کی گرفتاری کے لیے فوراً آدمی دوڑا دیں۔

غرض حضرت علیؓ نے جلدی جلدی لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچائیں اور پھر اس کام سے نمٹ کر تیسرے دن ہی سفر کا ارادہ کر لیا۔ وہ مکے والوں سے چھپ کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے سفر کے لیے کوئی اونٹ گھوڑا وغیرہ بھی نہیں لیا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کے لیے شوق میں پوری تیز رفتاری کے ساتھ پیدل ہی مدینے کو روانہ ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ رات بھر چلے، تمام تمام دن تن تنہا چلے، خشک میدانوں اور دشوار راستوں میں اس طرح چل رہے تھے کہ سر پر آگ اگلتا ہوا سورج شعلے برسا رہا تھا اور نیچے تپتے ہوئے پتھر اور ریت پیروں کو جھلس رہے تھے۔ مگر انہیں صرف ایک ہی دھن تھی اور وہ تھی رسول اللہؐ سے ملاقات۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ چلتے رہے چلتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیروں میں آبلے پڑ گئے اور انہیں چلنا دوبھر ہو گیا۔ مگر منزل پہ پہنچنے کی آرزو انہیں لئے چلی گئی۔ اس تھکن اور تکلیف کے باوجود وہ کہیں بھی آرام کے لیے ٹھہرنے پر تیار نہ ہوتے بلکہ وہ اس تکلیف سے لڑتے رہے تاکہ رسول اللہؐ کے پاس پہنچ جائیں۔

آخر کار قباء کے مقام پر جو مدینے کے دروازوں سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے حضرت

علیؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ دونوں کو دو دو خوشیاں تھیں۔ ایک تو دشمنوں کی چال سے چھٹکارا پانی کی خوشی اور دوسرے مدینے میں داخل ہونے کی خوشی، جو دوستوں کا شہر تھا۔

رسول اللہؐ قباء کے مقام پر چودہ دن ٹھہرے۔ اس دوران میں آپؐ نے وہاں کے رہنے والوں کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور پھر آپؐ اور آپؐ کے ساتھی مدینے کو روانہ ہوئے۔

مدینے والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ایک زبردست خوشی کا پیغام تھی جس کے لیے مسلمان، مشرک اور یہودی سب ہی تیاریاں کر رہے تھے۔

مدینے والے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس لمحے کا انتظار کر رہے تھے جب رسول اللہ کی تشریف آوری کی خبر آئے۔ چنانچہ جونہی اُنھوں نے سُنا کہ آپؐ روانہ ہو چکے ہیں تمام شہر کے لوگ باہر آ کر آپؐ کے انتظار میں کھڑے ہو جاتے۔ وہ لوگ پلک جھپکائے بغیر سامنے افق میں نظریں جمائے رہتے جہاں سے رسول اللہؐ نمودار ہونے والے تھے۔

ایک روز جب کہ وہ لوگ اسی انتظار اور بے چینی کے عالم میں کھڑے تھے کہ ایک پہاڑی کے اُوپر سے کسی شخص نے پُکار کر کہا۔

"اے بنی قیلہ! یہ تمہارے ساتھی آ گئے"

اس ایک جملہ نے ـــ لوگوں کو خوشی سے بے قابو کر دیا۔ ان کے دل جھُوم اُٹھے عورتیں اور بچے تک خوشی سے کھِل اُٹھے۔

یہ آواز ایک یہودی کی تھی جو دُوسرے مسلمانوں کے ساتھ خود بھی رسول اللہؐ کا انتظار کر رہا تھا وہ آپؐ کی تشریف آوری کے انتظار میں مسلمانوں کی بے قراری دیکھ رہا تھا جس سے اُس کو اس بزرگ اور بلند انسان کی عظمت اور بڑائی کا احساس ہُوا جس کے یہ لوگ منتظر تھے اسی لیے جیسے ہی اُس نے اُفق میں کچھ لوگوں کو آتے ہُوئے دیکھا وہ ایک دم چیخ اُٹھا اور اس نے پُکار کر مسلمانوں کو اس عظیم ہستی کی آمد کی اطلاع دی۔

مدینے کے تمام بوڑھے اور جوان رسول اللہؐ کا استقبال کرنے کے لیے باہر آ گئے۔

اُن میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو آپؐ کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی آپؐ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ مگر اُن کے دل آپؐ کو پہچانتے تھے۔ اُن کے سینوں میں آپؐ کی محبت اور عشق بھرا ہوا تھا۔

اور پھر ایک درخت کے سائے میں مدینے کے بڑے بوڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں سے ملے۔ اس وقت جناب سرورِ کائنات اس درخت کے نیچے خاموش بیٹھے تھے۔ چونکہ دھوپ آگئی تھی اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بڑھ کر اپنی چادر سے آپؐ پر سایہ کر لیا تھا اس سے لوگوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے میں آسانی ہو گئی تھی۔

یہ جمعہ کا دن تھا، رسول اللہؐ نے وادی رانونا کے درمیان میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ آپؐ کے ساتھ ان تمام لوگوں نے نماز پڑھی جو آپؐ پر ایمان لا چکے تھے اور آپؐ کو دیکھنے سے بھی پہلے سے آپؐ کا ساتھ دے رہے تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے شہر میں داخل ہوئے۔ جس شہر نے اس وقت آپؐ کا ساتھ دیا جب خود آپؐ کے شہر نے آپؐ کے ساتھ دشمنی کی۔ آپؐ کو وہ انصاری گھیرے میں لیے ہوئے تھے جنہوں نے اُس وقت آپؐ کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کا حلف اٹھایا جب خود آپؐ کی قوم آپؐ کے ساتھ دغا کر رہی تھی۔

مدینے کی تاریخ میں یہ ایک یادگار اور انتہائی برکت والا دن تھا، آج سب بچے، بڑے اور مرد و عورت اس قدر خوش تھے جتنے کبھی بھی نہیں دیکھے گئے۔ آج دُنیا کے سب سے بڑے اور سب سے بزرگ انسان نے اس شہر کو اپنے مبارک قدموں سے عزت بخشی تھی۔

مدینے کے سردار ایک دُوسرے سے پہلے حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس پہنچے۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ آپؐ اسی کے مکان پر قیام فرمائیں تاکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میزبان بننے کی عزت حاصل ہو۔ چنانچہ ہر ایک آپؐ سے یہی کہتا ہوا آیا۔

"ہمارے ساتھ تشریف لائیے یا رسول اللہؐ! ہم آپ کی حفاظت بھی کریں گے اور

آرام بھی پہنچائیں گے "۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی اور فرمایا۔

"اسے چھوڑ دو! یہ خدا کے حکم سے خود کہیں ٹھہر جائے گی "۔

اونٹنی رسول اللہ کو لیے ہوئے مدینے کے راستوں میں سے گزرتی رہی۔ پیچھے پیچھے آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ تھے۔ مدینے کے لوگوں کا ہجوم ایک آواز میں بہت زور زور سے کہتا آ رہا تھا۔

"اللہ اکبر! محمد تشریف لے آئے۔ اللہ اکبر! رسول اللہ تشریف لے آئے "۔

بچے اور بچیاں دف بجا کر ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

طلع البدر علینا ۔۔۔ من ثنیات الوداع

ہم پر ثنیات الوداع کی طرف سے چاند نکل آیا ہے۔

وجب الشکر علینا ۔۔۔ ما دعا للہ داع

دعا مانگنے والے جب تک دعا مانگیں ہم پر خدا کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔

ایھا المبعوث فینا ۔۔۔ جئت بالامر المطاع

اے ہم میں ظاہر ہونے والے! آپ ایسی باتیں لے کر آئے ہیں جن کا ماننا فرض ہے۔

کسی مکان کی چھت ایسی نہیں تھی جس پر عورتیں نہ چڑھی ہوئی ہوں۔ کوئی ٹیلہ اور پہاڑی ایسی نہیں تھی جس پر لوگ نہ موجود ہوں۔ یہ سب حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے اور آپ کی زیارت سے اپنے دلوں کی پیاس بجھا رہے تھے۔

جہاں تک خدا نے چاہا اونٹنی چلتی رہی آخر کار وہ ایک میدان میں آ کر رکی اور بیٹھ گئی۔ یہ زمین دو یتیم لڑکوں کی تھی جو بنی نجار میں سے تھے۔ رسول اللہ اونٹنی سے اترے اور آپ نے پوچھا۔

"یہ زمین کس کی ہے؟"

معاذ ابن عفراء سامنے آئے اور اُنہوں نے عرض کیا۔

" یا رسول اللہؐ ! یہ زمین عمرو کے دو لڑکوں سہل اور سہیل کی ہے۔ یہ دونوں یتیم ہیں اور میری تربیت میں ہیں۔ مَیں ان کو راضی کر لوں گا آپؐ یہاں مسجد بنوا لیجئے "

رسول اللہؐ نے ان لڑکوں کے سرپرست اور مربی معاذ سے یہ زمین خرید لی اور حکم دیا اس جگہ آپؐ کے لیے مسجد بنا دی جائے۔

رسول اللہؐ نے حضرت ابو ایوبؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔ ان صحابی کا اصل نام خالد بن زید انصاری تھا۔ جب تک مسجد اور مکان تیار ہوئے آپؐ اُن کے یہاں رہے۔ اس کے بعد اپنے مکان میں قیام فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اور آپؐ کی قربت حاصل ہونے پر بنی نجار کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ بنی نجار، رسول اللہؐ کے دادا عبدالمطلب کے ننہال والے تھے۔

ادھر بنی نجار کے پڑوسی بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اس لیے کہ انہیں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پڑوس میسر آیا تھا۔ وہ اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کر رہے تھے۔

نحن جوارٍ من بنی النجار   یاحبذا محمدٌ من جار

ہم بنی نجار کے پڑوسیوں میں سے ہیں زہے نصیب کہ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پڑوس ملا۔ (سیرت ابن ہشام۔ سیرت حلبیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف لانے کے بعد اسلام کو زبردست عزت اور طاقت حاصل ہوئی۔ یہاں پہنچ کر جلد ہی آپؐ کے تمام مہاجر صحابہ کے لیے بھی مدینے میں گھر بار کا انتظام ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ نے مکّے سے اپنے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر والوں کو مدینے بُلا لیا۔ دوسرے صحابہ نے بھی آدمی بھیجے تاکہ وہ اُن کے رشتہ داروں کو مکّے سے لے آئیں۔ غرض آہستہ آہستہ تمام مسلمان اور اُن کی

عورتیں اور بچے مکّے سے مدینے پہنچ گئے۔ کوئی مسلمان بھی اپنا سب سامان اور مال و دولت ساتھ نہیں لا سکا تھا کیونکہ سب چوری چھپے ہی مکّے سے روانہ ہوئے تھے۔

لیکن مدینے کے انصاریوں نے اُن کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے اور اُن کے اُوپر اپنا مال و دولت خرچ کیا جس سے مہاجروں کو اپنی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے میں مدد ملی۔ انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے کام پیدا کر لیے۔ کچھ لوگوں نے تجارتیں شروع کر دیں اور کچھ لوگوں نے انصاریوں کی زمینوں میں اپنی کھیتی باڑی شروع کر دی۔ اس طرح ان مجاہدوں نے نئے سرے سے اپنی روزیاں پیدا کیں اور اپنے اور اپنے خاندانوں کے لیے گھر آباد کئے۔

جو لوگ اتنے زیادہ غریب تھے کہ وہ نہ کوئی کام کر سکتے تھے اور نہ کوئی گھر بنا سکتے تھے اُن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں کے روپے پیسے اور مال میں سے وظیفے مقرر کرائے تاکہ اُن کا گزر چل سکے۔

رسول اللہؐ نے ایک زبردست دُور اندیشی یہ فرمائی کہ مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان بھائی چارہ اور برادرانہ رشتے قائم کئے۔ ہر مہاجر کا آپؐ نے ایک انصاری بھائی بنایا۔ اس طرح آپؐ نے تمام مُسلمانوں کو خدا کے راستے میں بھائی بھائی بنا دیا تاکہ ان کے دلوں میں محبّت پیدا ہو اور وہ سب ایک ہو جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ سب مُسلمان ایک جان دو قالب ہو گئے۔ ہر شخص دُوسرے کے لیے وہی چیز پسند کرتا تھا جو خود اُسے پسند ہوتی تھی۔

مدینے میں یہودی بھی بہت بڑی تعداد میں آباد تھے اور خود مدینے اور اُس کے چاروں طرف ان کا کافی اثر اور اقتدار تھا۔ ایسی صورت میں جب تک کہ مُسلمان اور اُن کے درمیان اتحاد نہ ہو اس وقت تک امن و سکون پُوری طرح قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے کوئی ایسا معاہدہ ضروری تھا جس کے بعد یہودیوں اور مُسلمانوں کے درمیان ایکتا پیدا ہو جائے۔ آپس میں لڑائی جھگڑا، عداوت و دُشمنی اور پھوٹ باقی نہ رہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے لیے ایک معاہدہ لکھا جس کے ذریعہ

اُن کے دین و مذہب اور مال و دولت کو امان دی اور جنگ کی حالت میں اُن کو برابر کا شریک کیا کہ ایسی صُورت میں مسلمان بھی خرچ کریں گے اور وہ بھی خرچ کریں گے۔ اسی طرح مُسلمانوں کو بھی مالِ غنیمت ملے گا اور اُن کو بھی ملے گا۔

یہودیوں میں سے وہ لوگ ایمان لے آئے جنہوں نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہماری کتابوں میں ذکر ہے اور یہ وہی پیغمبر ہیں جنہیں خدا نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اسی سچائی کی طرف بلائیں جس سے یہودی اور عیسائی ہٹ گئے ہیں۔ مگر زیادہ تر یہودی اس بات کو نہیں مانتے تھے کہ آپ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو اُن کے دین سے بہتر ہے۔

تقریباً سب ہی یہودی یہ بات جانتے تھے کہ پیغمبرِ آخرالزمان کا ظہور ہو چکا ہے اور جنابِ رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جن کا ہماری کتابوں میں ذکر ہے۔ یہودی عالم صدیوں سے خبریں دیتے آرہے تھے کہ خُدا کے ایک سچے اور آخری نبی ظاہر ہونے والے ہیں۔ اسی لیے سب یہودی آپؐ کے ظہور کا بڑے شوق سے انتظار کر رہے تھے تاکہ اس نبی کے ظاہر ہونے کے بعد ان پر ایمان لائیں۔

مگر جب حضرت پیغمبرِ خدا نے اپنی نبوّت و رسالت کا اعلان فرمایا تو اکثر یہودی آپؐ کی سچائی کا انکار کر بیٹھے۔ اس لیے کہ رسول پاکؐ ایک نیا دین لے کر تشریف لائے تھے۔ جو سب سے زیادہ مکمل مذہب ہے۔ یہ بات یہودیوں کو گوارا نہ ہوئی کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کرلیں۔

ادھر وہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام روز بروز پھیلتا پھولتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب اُنہیں کا شہر مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا۔ اس سے اُن کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے دکھانے کو تو مُسلمانوں کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا مگر اندر ہی اندر اسلام کی جڑیں کھودنے کے لیے سازشیں کرتے رہے۔

ان سازشوں میں ایک زبردست سازش تھی "نفاق"، یعنی ایسے لوگ جو ظاہر میں مُسلمان ہو گئے تھے مگر اُن کے دل اسی طرح گمراہ اور سیاہ تھے کیونکہ وہ دل سے مُسلمان

نہیں ہوئے تھے بلکہ دکھانے کو صرف اس لیے مسلمان ہوئے تھے کہ مسلمانوں کے اندر رہ کر اُن میں پھوٹ پیدا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اعتراضات کر کر کے مسلمانوں کو بھٹکانے کی کوشش کریں۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے۔

یہ اسلام کے خلاف ایک بہت خطرناک سازش تھی مگر اسلام خدائی مذہب اور سچا دین ہے۔ اس لیے منافقوں کے اس نفاق سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ وہ پھلتا پھولتا رہا۔

اس لیے کہ منافقوں کی باتوں سے ان کا پول کھل جاتا تھا اور پھر مسلمان بھی اُن کے قریب نہیں پھٹکتے تھے۔ اگر ان سے ملتے تو ان کی باتوں پر بالکل دھیان نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے مذہب اور اپنے پاک نبی کی بھلائی کے لیے اُن سے جو کچھ بھی بن پڑتا وہ کرتے رہتے تھے۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام)

منافقین

۱

مدینہ منورہ ایک بہت پُرانا شہر ہے اس کا پرانا اور اصل نام "یثرب" ہے۔ یثرب دراصل اس شخص کا نام ہے جس نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں پُشت میں ہے وہی سب سے پہلے اس علاقہ میں آکر ٹھہرا۔ پھر یہاں دُوسرے لوگ آکر ٹھہرتے رہے اور آبادی بڑھتی چلی گئی۔ یثرب چونکہ اس شہر کا بانی تھا اس لیے اس جگہ ہی کو لوگ "یثرب" کہہ کر پُکارنے لگے اور پھر اُس کا یہی نام پڑ گیا۔

ہجرت سے پہلے اس شہر کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے تمام عرب میں یہ شہر بدنام تھا کیونکہ یہاں کی آب و ہوا بہت زیادہ خراب تھی۔ لوگ اس شہر کو بیماریوں کا گھر سمجھتے تھے۔ یہاں طرح طرح کی بیماریاں اور وبائیں پھُوٹتی رہتی تھیں مگر اس سرزمین کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا۔ اس زمین کو آسمانوں سے بھی زیادہ بلندیاں ملنے والی تھیں اور اس کے مقدّر میں وہ عزّت اور شرف لکھا ہوا تھا جس کا مقابلہ دُنیا کی کوئی زمین نہیں کر سکتی۔

یہی وہ سرزمین ہے جس نے خدا تعالےٰ کے حکم سے اس وقت حبیبِ خدا کو پناہ دی جب خود آپؐ کے وطن کی سرزمین آپؐ کے لیے تنگ ہو گئی تھی۔ یہی وہ شہر ہے جہاں کے لوگ اس وقت آپؐ کی مدد اور نصرت کے لیے کھڑے ہوئے جب خود آپؐ کی قوم نے آپؐ کو ظلم کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ یہی وہ شہر ہے جو دینِ اسلام کا سب سے پہلا گہوارہ بنا۔ اسی کی گود میں اسلام پھلا پھُولا اور یہیں سے اسلام کو ترقی ملی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہی وہ مقدّس سرزمین اور پاک مقام ہے جس کی آغوش میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے آرام فرما ہیں۔

ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کو اپنا وطن بنایا تو آپؐ نے اس کا نام "طیبہ" رکھا اللہ تعالےٰ نے اس کو "طابہ" کے نام سے

پکارا۔ یہ دونوں نام اصل میں "طیب" کے لفظ سے بنے ہیں طیبب کے معنی ہیں پاک "۔ نام بدلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کو "یثرب" کہنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا۔

"جو کوئی اس شہر کو یثرب کہے اسے خدا تعالےٰ سے توبہ کرنی چاہیئے یہ طابہ ہے ...... یہ طابہ ہے"!

مگر اب چونکہ یہ شہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن بن گیا تھا اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین احترام کی وجہ سے اسے "مدینۃ الرسول" یعنی پیغمبر کا شہر کہنے لگے۔ پھر یوں ہی آہستہ آہستہ اسے صرف "مدینہ" کہا جانے لگا۔

چونکہ مدینے کی آب و ہوا اچھی نہیں تھی اور یہاں اکثر بیماریاں پھیلتی رہتی تھیں اس لیے ہجرت کے بعد یہاں آکر بہت سے صحابہ بیمار پڑ گئے۔ بعض صحابہ کی بیماریاں بہت لمبی ہو گئیں اور انہوں نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ایسے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عامر ابن فہیرہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی تھے۔ بیماری کے زمانہ میں اُنہیں اپنا وطن مکہ بہت یاد آتا۔ یہ اپنی بیماری کو دیکھ کر اور مکے کو یاد کر کر کے بڑے پُر درد شعر پڑھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی کہ ان صحابہ کی بیماری بہت بڑھ گئی ہے اور وہ تکلیف میں مکے کو یاد کرتے ہیں تو آپؐ نے مدینے کی آب و ہوا کے اچھا ہونے کی بھی دُعا فرمائی اور اس کی بھی دُعا فرمائی کہ خدا تعالےٰ مہاجروں کے دلوں میں مدینے کی بھی ایسی محبت ڈال دے جیسی مکے کی ہے۔

خدا تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کی یہ دُعا فوراً قبول فرمائی۔ چنانچہ اس کے بعد سے مدینے کی آب و ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے پاک ہو گئی اور وہاں سے بیماریاں اور وبائیں ختم ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے بیمار صحابہ کو شفاء عطا فرمائی اور ان کے دلوں میں مکے سے بھی زیادہ مدینے کی محبت ڈال دی۔

(ابن ہشام، زرقانی، مُسلم)

۲

مدینہ منورہ میں بھی مکے کی طرح میٹھے پانی کی بڑی کمی تھی۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں تشریف لائے اس زمانے میں یہاں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا اسی سے تمام مدینے والے پانی حاصل کرتے تھے۔ اس کنوئیں کا نام "بیر رومہ" تھا یہ ایک یہودی کا تھا۔ اتفاق سے اس کنوئیں کا پانی سڑ کر بدبودار ہو گیا تھا اس لیے پانی کی اور زیادہ دقت پیدا ہو گئی۔ کیونکہ یہی ایک کنواں تھا جس سے لوگ سیراب ہوتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے اس کو صاف کرانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ ایک روز آپؐ نے اپنے صحابہ رضؓ سے پوچھا۔

"تم میں سے کون ہے جو اس کنوئیں کو صاف کرا سکتا ہے؟"

آپؐ کے سوال پر سب سے پہلے حضرت عثمان ابن عفان رضؓ نے سامنے آکر اس کام کا ذمہ لیا اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں صاف کرا سکتا ہوں"۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فوراً ہی اس کی صفائی کا انتظام کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے اور شہر والوں کو جو پانی کی دقت ہو رہی تھی وہ بھی دُور ہو جائے۔

مگر جب کنواں صاف ہو گیا تو اس کے یہودی مالک نے مسلمانوں کو اس میں سے پانی لینے سے روک دیا۔ اس لیے کہ یہودی بھی مسلمانوں کے ایسے ہی دشمن بن گئے تھے جیسے مکے کے قریش تھے۔ یہاں تک اُن سے بن پڑتا تھا وہ مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ یہ اور ان کی ایسی ہی دُوسری حرکتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وہ تحریری معاہدہ فرمایا تھا۔

غرض کنوئیں کی صفائی کے بعد بجائے اس کے کہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اب وہ اس سے بالکل ہی محروم ہو گئے۔

جب مسلمانوں کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک بار پھر صحابہ کو بلایا اور اُن سے فرمایا۔

"کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو بیر رومہ خرید کر اُسے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اور اس کے بدلے میں خدا کے یہاں جنت حاصل کرے"

اس دفعہ پھر یہ سعادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حصّے میں آئی اس کے جواب میں اُنہوں نے عرض کیا کہ میں ہی اس کے لیے بھی حاضر ہوں اور اس کے بعد اُنھوں نے کنوئیں کے یہودی مالک سے بات کی۔ اُس نے مسلمانوں کو ضرورت مند سمجھ کر کنوئیں کی قیمت بہت بڑھا چڑھا کر مانگی۔ مگر حضرت عثمانؓ نے خدا اور اُس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قیمت کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ یہودی کو اس کے مُنہ مانگے دام دے کر کنواں خرید لیا اور اُسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

غرض مدینے پہنچنے کے بعد اور مہاجر صحابہ کے رہنے سہنے کا انتظام کرنے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے جو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ یہودیوں کی دشمنی اور منافقوں کی دھوکہ بازی تھی۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مدینے تشریف لائے تو جہاں انصاریوں نے آپؐ کا دل وجان سے استقبال کیا وہیں یہودی بھی آپؐ کو خوش آمدید کہنے میں آگے آگے رہے مگر فرق یہ تھا کہ انصاری تو خدا تعالےٰ اور رسولؐ کی محبت میں آپؐ کے لیے آنکھیں بچھا رہے تھے اور یہودی اس خیال سے خوش ہو رہے تھے کہ خدا کے اس رسول کو ہم اپنے ساتھ ملا کر اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے اس وقت تک یہودی اپنا سب سے بڑا دشمن عیسائیوں کو سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہودی اپنے ساتھ ملانے کے جو خواب دیکھ

رہے تھے اس کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات میں پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں تشریف لانے کی خبریں موجود تھیں جس کو وہ سب جانتے تھے۔ اُن کے مذہبی پیشواؤں نے انہیں بتا رکھا تھا کہ خدا ایک نبی کو ظاہر کرنے والا ہے جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ یہ لوگ آپؐ کی صفات، آپؐ کے ظہور کا زمانہ اور جگہ تک جانتے تھے۔ اسی وجہ سے یہودی بڑے شوق اور بے چینی کے ساتھ آپؐ کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ لوگ بڑے یقین کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ہم اس نبی کا ساتھ دیں گے۔ وہ ہمارے دین کی تبلیغ کریں گے اور ہمارے ساتھ مل کر چلیں گے۔

اوس اور خزرج مدینے کے دو مشہور قبیلے تھے جو بت پرست تھے۔ جب بھی یہودیوں کا ان قبیلوں سے کوئی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا تو یہ ان کو آپؐ کے ظہور کی خبر دیکر ڈرایا کرتے اور کہا کرتے تھے۔

"اب جو نبی ظاہر ہونے والا ہے ہم اس کے پیروی کریں گے، اس کا زمانہ آچکا ہے ہم اس کے ساتھ مل کر تمہیں عاد اور ارم کی طرح تہس نہس کر ڈالیں گے۔"

اور پھر مکّے میں پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوّت کا اعلان فرمادیا۔

جلد ہی یہ خبر مدینے پہنچ گئی اور یہودیوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ اس نبی کا ظہور ہوگیا جس کے آنے کی پیشین گوئی ہماری کتابوں میں موجود ہے اور جن کی خبر حضرت موسیٰ ؑ کے وقت سے ہمارے بزرگ دیتے آرہے ہیں۔

مگر۔۔۔۔ ابھی وہ اس خبر پر خوش بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ انہیں وہ باتیں معلوم ہوئیں جن کی آپؐ تعلیم دے رہے تھے۔

ان باتوں پر انہیں بہت تعجب ہوا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اب جو نبی ظاہر ہوں گے وہ دُنیا کو یہودی مذہب کی تبلیغ کریں گے۔

ادھر کچھ مُدّت کے بعد اُنہوں نے دیکھا کہ اوس اور خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنی شروع کر دی۔ ان میں اسلام پھیلنا شروع ہوگیا یہاں تک کہ مکّے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی مدینے

آ گئے اور اُنہوں نے گھر گھر جا کر لوگوں کو اسلام کی طرف بُلانا شروع کر دیا اور پھر ہوتے ہوتے مدینے کے ہر گھر میں اسلام داخل ہو گیا۔ ان باتوں سے اُن کے دلوں پر سانپ لوٹتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے سوچ رکھا تھا اور جو کچھ وہ کہا کرتے تھے اس کا بالکل اُلٹ ہو گیا۔ کہاں تو وہ اوس و خزرج کے لوگوں کو اس نبی کا نام لے لے کر ڈرایا کرتے تھے اور کہاں اب یہ حالت ہو گئی کہ وہ خود بیٹھے دیکھتے ہی رہ گئے اور اوس و خزرج کے لوگ ایک ایک کر کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہوتے گئے۔

آخر یثرب کی سرزمین کا ستارہ چمک اُٹھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ چھوڑ دیا اور ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے آئے۔ وہی یثرب جسے یہودی اپنے مذہب اور اپنی حکومت کا مرکز بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے اب "مدینۃ الرسول" بن گیا اور اسلام اور اسلامی حکومت کا مرکز بن گیا۔ یہودی دیکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں قرآن پاک کی آیتیں تلاوت فرما رہے ہیں اور اوس و خزرج کے مسلمان ایک طرف تو خدا تعالےٰ کے اس کلام سے اپنے دلوں کو ٹھنڈا کر رہے ہیں اور دوسری طرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر رہے ہیں۔

اب یہودی بالکل مایوس ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ہماری امیدیں غلط تھیں۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ وہی نبی ہیں جن کا ہماری کتابوں میں ذکر ہے۔ ادھر ان کے مذہبی پیشوا بھی آپس میں بیٹھ کر اس کا اقرار اور تصدیق کرتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر آخرالزمان ہیں جن کی توراۃ نے خبر دی ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ آپؐ کا ساتھ دینے پر تیار نہیں ہوئے صرف اس لیے کہ اسلام انہیں ان برائیوں سے روکتا تھا جن کو اُنہوں نے مذہب کا نام دے کر اختیار کر رکھا تھا۔

اسی لیے اب وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہر طرح سے مسلمانوں اور پیغمبر خدا کو تنگ کریں گے۔ آپؐ کے کاموں میں روڑے

اٹکائیں گے اور اسلام کے خلاف سازشیں کریں گے۔

اسلام سے پہلے مدینہ میں یہودی ہی سب سے زیادہ طاقت ور اور دولت مند تھے۔ اس پورے علاقہ میں ان ہی کا اقتدار اور سرداری تھی۔ مگر جب یہاں اسلام کی روشنی پھیلی اور رسولِ خدا نے اسی شہر کو اپنا مرکز بنا لیا تو یہودیوں کو اپنی عزت کا چراغ گُل ہوتا نظر آیا۔ اسی خطرہ کی وجہ سے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں۔

اِدھر ایک واقعہ اور ایسا پیش آیا جس سے یہودیوں کا رہا سہا اطمینان بھی ختم ہو گیا اور وہ اپنی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو گئے۔ وہ واقعہ حضرت حصین ابن سلام کے اسلام قبول کرنے کا تھا۔

حصین ابن سلام یہودیوں کے سب سے بڑے مذہبی عالم اور پیشوا تھے۔ جب مدینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا چرچا پہنچا تو حصین نے ان لوگوں سے آپؐ کی علامتیں پوچھیں۔ جو آپؐ کی زیارت کر چکے تھے۔ علامتیں ہوبہو وہی تھیں جو انہوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھی تھیں۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور آپؐ قبا میں پہنچے تو ایک شخص نے مدینہ میں آکر یہ خبر سنائی۔

اس وقت حصین اپنے باغ میں ایک درخت پر چڑھے ہوئے پھل اتار رہے تھے وہیں درخت کے نیچے ان کی پھوپھی خالدہ بنت حرث بیٹھی تھیں۔ حضرت حصین نے جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی انہوں نے فوراً زور زور سے تکبیر کہی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ جب ان کی پھوپھی نے حصین کے منہ سے تکبیر سُنی تو انہیں بڑا ناگوار ہوا اور انہوں نے کہا۔

"خدا تیرا ناس کرے! میرا خیال ہے اگر تو موسیٰ ابن عمران کے آنے کی خبر سُنتا تب بھی اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔"

حصین نے جواب دیا۔

"پھوپھی! خدا کی قسم! وہ موسیٰ ابن عمران ہی کے بھائی ہیں اور وہی دین لے کر آئے ہیں جو وہ لے کر آئے تھے۔"

خالدہ کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے پوچھا۔

"حصین! کیا یہ واقعی وہی نبی ہیں جن کے ظہور کے بارے میں ہمیں تبلایا گیا تھا۔"

حصین نے کہا

"ہاں!"

خالدہ نے کہا۔

"تب پھر وہی ہوں گے۔"

اس کے بعد حصین سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ اپنے گھر واپس آئے اور گھر والوں سے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا جس پر اُن کا سارا گھر بھی مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصین کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا۔

حضرت عبد اللہ ابن سلام نے یہودیوں سے اپنے مسلمان ہونے کو چھپائے رکھا۔ پھر ایک روز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! یہودیوں کی قوم بڑی جھوٹی اور مکار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے گھروں یعنی کمروں میں سے کسی میں چھپا دیں اور پھر یہودیوں کو بلا کر ان سے میرے بارے میں سوال کیجئے کہ وہ مجھے کیسا سمجھتے ہیں مگر اس سے پہلے میرے اسلام لانے کے بارے میں انہیں کچھ نہ بتائیے ورنہ اگر انہیں پہلے ہی میرے مسلمان ہو جانے کی خبر ہو گئی تو وہ صحیح بات نہیں بتائیں گے بلکہ مجھ میں بھی عیب نکالنے اور بہتان باندھنے شروع کر دیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن سلام کے کہنے کے مطابق انہیں اپنے گھر میں چھپا دیا اور جب یہودی آئے تو آپ نے اُن سے پوچھا۔

"تم میں حصین ابن سلام کیسے سمجھے جاتے ہیں ؟"
اس پر یہودیوں نے اُن کی بڑی تعریف کی اور کہا۔
"وہ ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں۔ بہت بڑے عالم ہیں اور ہمارے مذہبی پیشوا ہیں۔"
ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت حصین ابن سلام جو اب عبداللہ ابن سلام بن چکے تھے کمرے سے باہر نکل آئے اور کہا۔
"یہودیو! خدا سے ڈرو اور جو کچھ رسول اللہ ؐ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اسے قبول کرو اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کے پیغمبر ہیں تم اُن کا نام اور اُن کی تمام نشانیاں اپنی کتاب توراۃ میں پڑھ چکے ہو۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کے رسول ہیں اور ان پر ایمان لاتا ہوں ......"
اس پر وہی سارے یہودی جو ابھی اُن کی تعریف کر رہے تھے ایک دم بگڑ اُٹھے اور کہنے لگے کہ یہ جھوٹا ہے۔ پھر وہ ان میں طرح طرح کے عیب نکالنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن سلام نے رسول اللہ ؐ سے عرض کیا۔
"یا رسول اللہ! میں نہ کہتا تھا کہ یہ بڑے جھوٹے اور مکار لوگ ہیں۔"
اس کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے مسلمان ہو جانے کا اعلان کر دیا۔

حضرت حصین ابن سلام یہودیوں کے سب سے بڑے پیشوا تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے یہودیوں میں سخت غم و غصہ پھیل گیا۔ ادھر حضرت عبداللہ کے علاوہ اور بہت سے معزز یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جن میں سعلبہ ابن سعیہ، اسید ابن سعیہ اور اسد ابن عبید شامل تھے رضی اللہ عنہم۔
چونکہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر چکے تھے اس لیے چپکے چپکے ہی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ مگر اب ان مسلسل صدموں سے وہ جھنجھلا اُٹھے۔ چنانچہ اب انہوں نے نہ اس معاہدہ کا کوئی خیال کیا اور نہ اپنے قول و

قرار کا۔ بلکہ اب کھل کر سامنے آ گئے۔ اب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو جھٹلانا اور آپ کے ساتھ لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ اب تو انہیں اسلام اور رسول اللہ کے نام سے کد ہو گئی تھی ورنہ حقیقت میں تو وہ اور اُن کے عالم سب اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ وہی سچے رسول ہیں جن کا ہمارے بزرگ صدیوں سے انتظار کرتے آئے ہیں۔ ضد اور دشمنی میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہو رہا تھا کہ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی محض ضد کی وجہ سے اور اپنا عیش و آرام باقی رکھنے کی خاطر وہ سچی باتوں کو جھٹلا رہے تھے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کا سردار ایک شخص حُیی ابن اخطب تھا۔ جب رسول اللہ مدینے تشریف لائے تو حیی ابن اخطب ایک روز اپنے بھائی ابو یاسر کے ساتھ آپ سے ملنے گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد یہ دونوں بھائی بڑے بھاری اور تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ واپس آئے۔ ان دونوں کے چہروں پر بہت زیادہ غم کے آثار چھائے ہوئے تھے۔ یہ دونوں خاموشی کے ساتھ مُنہ لٹکائے ہوئے گھر پہنچ گئے۔

یہاں پہنچ کر ابو یاسر نے خاموشی کو توڑا اور اپنے بھائی حُیی ابن اخطب سے پُوچھا۔

"کیا یہ وہی ہے؟"

حیی نے جواب دیا۔

"ہاں! خدا کی قسم وہی ہے"

ابو یاسر نے دوبارہ پُوچھا۔

"کیا تم اسے پہچان گئے اور تمہیں یقین ہو گیا ہے؟"

حیی نے کہا۔

"ہاں!"

ابو یاسر نے کہا۔

"پھر اب اس کے بارے میں تمہارے دل میں کیا ہے ؟"

حیی نے جواب دیا۔

"صرف اس کی دشمنی .... ! اور خدا کی قسم! جب تک زندہ ہوں دشمنی کرتا رہوں گا۔"

اس طرح یہودی جانتے بوجھتے بھی غلط راستوں پر بھٹک رہے تھے مگر..... اب اُن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ انہوں نے اپنی نقاب اتار پھینکی اور کھلم کھلا مُسلمانوں سے لڑنے جھگڑنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا باتیں کہنے لگے۔ (ابن ہشام، سیرت حلبیہ، نسائی)

مدینے میں آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دوسرا مسئلہ منافقوں کی جماعت کا پیدا ہوا۔ ان منافقوں میں یہودی بھی تھے اور قبیلۂ اوس و خزرج کے بُت پرست بھی تھے۔

منافق ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو دل سے نہیں بلکہ صرف دکھاوے کو مُسلمان ہو گئے تھے اور اس طرح وہ مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔

اس فرقے کا امام عبداللہ ابن اُبی تھا جسے رئیس المنافقین یعنی منافقوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ یہ عبداللہ ابن ابی قبیلہ خزرج کا ایک رئیس تھا۔ اگرچہ قبیلہ اوس و خزرج میں اسلام سے پہلے بہت سخت دشمنی تھی۔ مگر پھر وہ دونوں قبیلے عبداللہ ابن اُبی کو اپنا سردار بنانے پر راضی ہو گئے۔ اوس و خزرج کے لوگوں نے ابن اُبی کے لیے ایک بہت قیمتی موتیوں کا تاج بنوایا تھا تاکہ اس کو باقاعدہ اپنا بادشاہ بنالیں۔ ابھی ابن ابی کی بادشاہت کا خواب پُورا نہ ہوا تھا کہ قبیلہ اوس و خزرج کے لوگوں کی مکّے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر اس کے بعد ان دونوں قبیلوں میں اتنی تیزی کے ساتھ اسلام پھیلا کہ

دیکھتے ہی دیکھتے چند آدمیوں کو چھوڑ کر دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد ان کو ابن ابی یا اس کی بادشاہت سے کیا غرض ہوتی اس لیے کہ اب وہ شہنشاہِ دوعالم اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن چکے تھے۔

غرض اس کے کچھ عرصے کے بعد خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم مدینے میں تشریف لے آئے اور یہاں اسلام نظام و انتظام شروع ہو گیا۔ اس انقلاب میں ابن ابی کی بادشاہت رُل گئی اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا یہیں سے ابن ابی کی اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کی بنیاد پڑی۔ کیونکہ وہ بدنصیب بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی قبول کر کے دونوں جہان کی عزت پاتا۔ وہ یہ سمجھنے لگا کہ میری عزت و بادشاہت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہی رکاوٹ ڈالی۔ اگر یہ اور ان کا اسلام یہاں نہ آتا تو مدینے کی بادشاہت و حکومت اور دولت میرے ہاتھ لگتی۔ اسی خیال نے ابن ابی کو رسولِ خدا اور اسلام کا دشمن بنا دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بے بس بھی ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ جن لوگوں نے اُسے بڑا بنایا تھا ان میں سے اکثر اب رسولِ خدا اور آپؐ کے نام کے غلام بن چکے تھے۔ اس کا ساتھ دینے والے لوگ بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کھل کر رسول اللہ سے دشمنی رکھے گا تو ایک تو یہ کہ بُت پرستوں میں بھی کوئی اس کا ساتھ نہیں دے گا اور دوسرے یہ کہ اس صورت میں خود اسی کی قوم کے لوگ جو اب مسلمان ہو چکے تھے اس کا تیا پانچہ کر دیں گے۔

انہیں باتوں کی وجہ سے ابن ابی کھُل کر سامنے نہیں آ سکتا تھا۔ اب دوسری صورت یہی ہو سکتی تھی کہ وہ اندر اندر رسول اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرے تاکہ اس کا مقصد بھی پُورا ہوتا رہے اور اس کی گردن بھی نہ پھنسے۔ اس کے لیے اس نے یہ تدبیر کی کہ ظاہر میں تو مسلمان ہو جائے اور دل سے آپؐ کا اور مسلمانوں کا دُشمن رہے۔ اس طرح وہ ہر وقت رسول اللہؐ کے پاس بھی رہ سکے گا اور مسلمانوں سے بھی مل جل سکیگا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے اُلٹے سیدھے سوالوں سے آپؐ کو پریشان

کرتا ہے اور عام مسلمانوں کو بھی آپؐ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتا رہے گا۔

اس طرح عبداللہ ابن اُبی ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ مگر دل سے نہیں بلکہ صرف دکھاوے کے لیے ظاہر میں۔ اس کے بعد اوس اور خزرج کے دوسرے بُت پرست بھی اس ٹولی میں شریک ہو گئے اور ادھر یہودیوں کی بھی خاصی تعداد منافقوں کے گروہ میں مل گئی کیونکہ وہ پہلے ہی رسول اللہ اور مسلمانوں کے خلاف ادھار کھائے بیٹھے تھے۔

اب منافقوں کی ایک اچھی خاصی تعداد مدینے میں پیدا ہو گئی تھی جو اپنی حرکتوں سے رسول اللہ کو تنگ کرتی رہتی تھی۔ ادھر یہ لوگ اس کوشش میں بھی لگے رہتے تھے کہ رسول پاک کے بارے میں غلط سلط افواہیں پھیلائیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں اور وہ اسلام سے منہ موڑ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کے ذریعہ آیتیں نازل ہوتیں اور آپ وہ مسلمانوں کو سناتے تو اس وقت یہ بھی وہیں ہوتے تھے چنانچہ ایسے وقت میں یہ منافق آپ سے بحث مباحثہ کرتے طرح طرح کے بیہودہ سوالات کر کے آپؐ کو پریشان کرتے۔

چونکہ منافق ہر وقت مسجد نبوی میں موجود رہتے تھے اور مسلمانوں ہی کی طرح نماز پڑھتے تھے اس لیے شروع شروع میں وہ پہچانے نہیں جا سکے لیکن بعد میں خدا تعالےٰ نے وحی کے ذریعے آپؐ کو بتلا دیا کہ مسلمانوں میں کچھ منافق بھی آملے ہیں جو مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی۔ جب اس کی ڈھونڈ تلاش شروع ہوئی تو یہ بات پھیلی ایک منافق زید ابن نصیب نے جب یہ سنا تو اس نے مسلمانوں کے دلوں میں شک پیدا کرنے کے لیے اسی کو ذریعہ بنانا چاہا چنانچہ اس نے ادھر ادھر لوگوں سے کہنا شروع کیا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ میرے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں مگر انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔"

اللہ تعالےٰ نے زید ابن معیت کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتائی اور یہ بھی خبر دی کہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے۔ جب رسول پاکؐ کو وحی کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔

"خدا کی قسم! میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا اللہ تعالےٰ مجھے بتلا دیتا ہے اور اسی نے مجھے اب یہ بتلایا ہے کہ میری اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اس کی مہار ایک درخت میں اٹک گئی جس کی وجہ سے وہ وہیں رُکی پڑی ہے۔"

یہ سُنتے ہی صحابہ فوراً اس گھاٹی میں گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ دیکھا تو اونٹنی ایک درخت ہی کے پاس رُکی کھڑی ہے اور اس کی مہار ایک شاخ میں پھنس رہی ہے۔ صحابہ اونٹنی لے آئے۔

اس طرح منافق اور یہودی مدینے میں مسلمانوں اور رسول اللہ کو پریشان کرنے میں ہر وقت لگے رہتے تھے۔

ایک روز کچھ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تعالےٰ نے تو تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے مگر خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟"

اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا سخت غصہ آیا کہ آپؐ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ مگر اسی وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے آپؐ پر یہ وحی نازل ہوئی جس میں آپ کی دل داری کی گئی تھی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ:۔ آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے۔ اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اس کے اولاد نہیں اور نہ

وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔"

جب آپؐ نے ان لوگوں کو یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا۔

"تب پھر محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ بتائیے کہ اس کی صورت شکل کیسی ہے؟ ہاتھ کس طرح کے ہیں؟ بازو کیسے ہیں؟"

اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی زیادہ غصہ آیا اور آپؐ ان پر بہت ناراض ہوئے۔ ادھر اس کے جواب میں بھی حضرت جبریلؑ آپؐ کو تسلی دینے اور خدا کی طرف سے وحی پہنچانے کے لیے آئے۔

کبھی یہ لوگ رسول اللہؐ کے پاس آتے اور کہتے۔

"محمد! جیسا کہ آپ کہتے ہیں اگر آپ واقعی خدا کے رسول ہیں تو خدا سے کہئے کہ ہمارے سے باتیں کرے تاکہ ہم اس کی بات چیت سن سکیں۔"

رسول اللہؐ ان کو بہت کچھ سمجھاتے نصیحتیں کرتے اور انہیں سیدھا راستہ دکھلاتے۔ آپؐ اُن سے فرماتے۔

"خدا سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ جو کچھ میں لے کر آیا ہوں وہ برحق ہے۔"

مگر وہ لوگ اس سے انکار کر دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ ہم نہیں جانتے یا یہ جواب دیتے۔

"محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین و مذہب پر ہیں اور کیا آپ ہماری توراۃ پر ایمان نہیں رکھتے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جواب دیتے۔

"ہاں! لیکن اس میں تم نے جو تبدیلیاں کر دی ہیں میں ان سے بری ہوں۔"

شاس ابن قیس ایک بہت بڑا یہودی تھا۔ یہ مسلمانوں کا زبردست دشمن تھا۔ یہ جب انصاریوں اور مہاجروں کو محبت سے ملتے دیکھتا تو جل کر کباب ہو جاتا تھا۔

اسی طرح اگر یہ اوس اور خزرج کے مسلمانوں کو گھلا ملا دیکھتا تو اس کے سینے میں حسد کی آگ بھڑک اٹھتی۔

ایک روز یہ کہیں سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ اوس اور خزرج کے مسلمان اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں اس لیے کہ اسلام نے اُن کی آپس کی دشمنی ختم کر کے انہیں ایک کر دیا تھا۔ شاس ان کی آپس میں محبت دیکھ کر جل اٹھا اور اس نے کہا۔

"بنی قبیلہ کے سینکڑوں آدمی یہاں آ بسے ہیں لیکن اگر وہ سکون کے ساتھ یہاں بیٹھ رہے تو ہمیں سکون نہیں مل سکتا۔

اس کے بعد شاس فوراً ہی ایک یہودی نوجوان کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا۔

"تم ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ جاؤ پھر "یوم بعاث" اور اس سے پہلے کی باتیں چھیڑ دینا اور پھر انہیں وہ شعر پڑھ پڑھ کر سناؤ جو یہ اس زمانے میں ایک دوسرے کے خلاف لکھا کرتے تھے"۔

"یوم بعاث" وہی دن تھا جب اوس اور خزرج آپس میں لڑے تھے اور اتنی بھیانک جنگ ہوئی تھی کہ دونوں قبیلے تباہی کے کنارے پر آ لگے تھے۔ یہ واقعہ ان قبیلوں کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا تھا۔

غرض وہ نوجوان اوس و خزرج کی مجلس میں پہنچا اور ان کے پاس بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر میں اس نوجوان نے یوم بعاث اور اس زمانے کی باتیں چھیڑ دیں۔

اب دونوں قبیلے کے لوگ یوم بعاث کی باتیں کرنے لگے اور ان شعروں پر فخر کرنے لگے جو اس وقت ان کے شاعروں نے کہے تھے۔ اوس کے مسلمان اپنی بڑائیوں کا ذکر کرنے لگے اور خزرج والے اپنی بڑائی جتانے لگے۔ ہوتے ہوتے بات اتنی بڑھ گئی کہ ان میں سے دو مسلمان ایک دوسرے سے لڑنے لگے ان میں سے ایک اوس کا تھا اور دوسرا خزرج کا۔ ایک نے کہا۔

"اگر تم چاہو تو پھر ہمارے مقابلے میں آ کر دیکھ لو"

اب دونوں قبیلوں کے لوگ گرم ہو چکے تھے۔ چنانچہ دوسرے قبیلے کے لوگوں نے مقابلہ کی دعوت دینے والوں سے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔

اس کے بعد وہ ہتھیار چلاتے ہوئے تیزی کے ساتھ چلے۔

یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ آپؐ فوراً مہاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے جس جگہ اوس اور خزرج کے لوگ جنگ کے لیے جمع ہوئے تھے آپؐ اُن کے درمیان میں جا کر کھڑے ہو گئے اور پھر انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"مسلمانو! اللہ اللہ! مَیں تمہارے درمیان موجود ہوں اور تم پھر اسی جاہلیت کے زمانے جیسی باتیں کر رہے ہو جس سے ہٹا کر خُدا نے تمہیں اسلام کا راستہ دکھایا تھا تمہیں خدا نے عزّت دی، جہالت اور کفر سے تمہیں پاک کیا اور اسلام کے ذریعہ تمہارے دلوں میں ایک دُوسرے کی محبّت پیدا کی"

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نے لوگوں کے دلوں میں بہت زیادہ اثر کیا۔ اُنہیں فوراً ہی اپنی اس بھیانک غلطی کا احساس ہُوا اب اُن کی سمجھ میں آگیا کہ ان کے درمیان صرف شیطان کا پیدا کیا ہوا جھگڑا ہے۔ وہ سب رو پڑے اور پھر دونوں قبیلوں کے لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ اس کے بعد وہ مُسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے وہاں سے لوٹ گئے۔ اس طرح خدا نے شاس ابن قیس کی اس چال کو ناکام بنا دیا۔

ایک دفعہ اسلام کے دشمنوں نے ایک اور اسکیم بنائی۔ اُنہوں نے آپس میں طے کیا۔ آؤ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اُن کے دین میں فتنے پیدا کرنے کے لیے ہم ایسا کریں کہ اگر دن میں محمّد اور اس کی باتوں پر ایمان لے آئیں تورات کو انکار کر دیا کریں ممکن ہے اس کو دیکھ کر مُسلمان بھی وہی کرنے لگیں اور اس دین کو چھوڑ دیں۔

غرض اس طرح منافق اور دُوسرے غیر مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مُسلمانوں

کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں کو پہچان چکے تھے مگر پھر بھی آپؐ اُن پر کوئی سختی نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور نصیحتیں فرماتے تاکہ خدا تعالےٰ اُن کے دلوں میں سچائی پیدا کر دے۔

رسول خداؐ چاہتے تو منافقوں کو سزا دے سکتے تھے مگر چونکہ ظاہر میں تو وہ مسلمان ہی بنے ہوئے تھے اس لیے غیر مسلم الزام دیتے کہ آپ اپنے پیروؤں کو ہی قتل کرا دیتے ہیں۔ ویسے اگر کسی منافق کو اسلام کے خلاف بولتے ہوئے خود سُن لیتے تھے تو آپؐ سزا بھی دیتے تھے۔ جیسے ایک دفعہ آپؐ نے خود دیکھا کہ کچھ منافق مسجد میں بیٹھے ہوئے اسلام کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ آپؐ نے اسی وقت اپنے انصاری صحابہ کو حکم دیا کہ ان منافقوں کو مسجد سے باہر نکال دیں۔ آپؐ کا حکم سُنتے ہی حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ حضرت عمارہؓ ابن حزم اور حضرت ابو محمد رضؓ بڑھے اور ان منافقوں کو مار مار کر مسجد سے باہر نکال آئے۔

مگر اس طرح کا واقعہ ایک آدھ ہی ہے ورنہ آپؐ ہمیشہ ان حرکتوں کے باوجود انہیں معاف فرما دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک جنگ میں سے واپس آتے ہوئے دو صحابیوں میں کسی بات پر تکرار ہو گئی ان میں سے ایک صحابی مہاجر تھے اور ایک انصاری جب بات ذرا بڑھ گئی تو ایک دوسرے مہاجر نے اپنے مہاجر ساتھی کی حمایت میں انصاری کے تھپڑ مار دیا۔ اتفاق سے منافقوں کا سردار عبد اللہ ابن اُبی بھی وہاں موجود تھا اس نے بھی یہ واقعہ دیکھا وہ تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا اُس نے فوراً سارے مہاجروں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کہنے لگا۔

"کیا ہم اسی واسطے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں کہ ان مہاجروں کے تھپڑ کھائیں"

پھر انصاریوں سے کہنے لگا۔

"اب آئندہ سے ان مہاجروں کی مدد کرنا بالکل بند کر دو اس طرح یہ تنگ آ کر خود

ہی مدینے سے بھاگ جائیں گے۔ اب میں مدینے واپس پہنچ کر ان ذلیل آدمیوں کو شہر سے نکلوا دوں گا۔"

ابن ابی کی یہ بکواس حضرت زیدؓ ابن ارقم انصاری نے بھی سُنی حالانکہ وہ خود بھی اسی قبیلۂ خزرج کے تھے جس سے ابن ابی تھا مگر انہیں مہاجروں کی یہ توہین سخت بُری لگی۔ اُنہوں نے فوراً اپنے چچا سے سارا واقعہ سُنایا۔ چچا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپؐ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ابن ابی کو بُلا کر واقعہ پوچھا مگر رسول پاکؐ کے سامنے ابن ابی صاف مُکر گیا کہ زید مجھ پر الزام لگا رہے ہیں میں نے ایسی بات نہیں کہی۔ اس پر سب انصاری حضرت زیدؓ پر ہی ناراض ہوئے کہ تم نے ایسی غلط بات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہی۔ حضرت زیدؓ ابن ابی کی چالاکی پر حیران رہ گئے اور خاموش ہو کر ایک طرف بیٹھ رہے۔

مگر اس کے بعد خدائے پاک نے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی جس میں آپؐ کو بتایا کہ ابن ابی جھوٹا ہے اور حضرت زید سچے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بُلا کر بتایا کہ خدا نے تمہاری بات کی تصدیق کی ہے۔

یہ بات جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہیں ابن ابی پر سخت غصہ آیا۔ وہ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو ابن ابی منافق کی گردن مار دوں۔"

مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ حضرت عمرؓ کو اس سے منع فرمایا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ فرماتے رہے۔ آپؐ ان کی مکاریوں کو جاننے کے بعد بھی ان کو سزا دینا پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کو نرمی اور محبت سے سمجھاتے، نصیحتیں فرماتے اور خُدا کے عذاب سے ڈراتے۔ صرف اس لیے کہ وہ ظاہر میں مُسلمان بنے ہوئے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور مسجد نبویؐ میں آکر آپؐ کی مجلسوں میں بھی شریک ہوتے تھے ورنہ اُنہیں

سزا دینے کے لیے جس دن بھی آپؐ اپنے جاں نثار صحابہ کو حکم دیتے اس دن مدینے میں ایک بھی منافق نظر نہ آتا۔ مگر آپؐ دنیا میں رحمت بن کر تشریف لائے تھے اس لیے اپنے پرائے اور دوست و دشمن ہر ایک کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آتے اور دوسروں کو بھی یہی نصیحت فرماتے کہ سب کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

(البدایہ والنہایہ، ابن ہشام و سیرۃ حلبیہ)

نجران کے عیسائیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ مدینے میں اسلام پھیل گیا ہے تو ان میں سے ساٹھ آدمی مدینے آئے تاکہ اس نبی کو دیکھیں جس کا آج ہر جگہ چرچا ہے اور جس کا دین دور دور تک پھیلتا جا رہا ہے۔

ان ساٹھ آدمیوں میں چودہ آدمی مشہور اور حیثیت والے تھے۔ پھر ان چودہ میں سے تین بہت زیادہ عزت والے اور مرتبے والے تھے۔ ان تین کے نام یہ ہیں :۔ عبدالمسیح، ایہم اور ابو حارثہ ابن علقمہ۔

یہ ابو حارثہ، نجران کا بڑا مذہبی پیشوا تھا اس نے نصرانی مذہب کی کتابیں پڑھی تھیں اور بہت بڑا عالم شمار ہوتا تھا۔ اس نے اپنی مذہبی کتابوں میں رسول اللہؐ کی نبوت کا ذکر پڑھا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ایک نبی آخرالزمان تشریف لانے والے ہیں جن کی عادتیں ایسی ہوں گی، دین یہ ہوگا اور ان کی فلاں فلاں نشانیاں ہوں گی۔

اس کے بعد اُس نے اچانک سُنا کہ وہ نبی دُنیا میں تشریف لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کر دی ہے۔ اس نے آپؐ کی نشانیاں اور علامتیں معلوم کیں تو وہ وہی تھیں جو یہ اپنی کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔ مگر یہ ایک بڑا عالم تھا، لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتا تھا۔ دور دور تک اس کا شہرہ تھا یہاں تک کہ عیسائی بادشاہ اُسے جانتے تھے اور اس کے علم کی وجہ سے ہی انہوں نے اسے خوب دولت اور روپے پیسے سے نوازا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلعم کو اچھی طرح جاننے

پہچاننے کے باوجود یہ آپ پر ایمان لانے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ پھر اس کی وہ تمام دولت و عزت چھن جاتی۔

اس نے اپنے بھائی کوز ابن علقمہ سے کہا تھا۔

"خدا کی قسم! یہ وہی نبیؐ ہیں جن کا ہم انتظار کیا کرتے تھے۔"

اس کے بھائی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جب تمہیں یہ معلوم ہے تو تم کس وجہ سے ان کی بات نہیں مانتے۔"

ابو حارثہ نے جواب دیا۔

"ان چیزوں کی وجہ سے جو رومی بادشاہوں نے ہمارے لیے کی ہیں۔ انہوں نے ہمیں دولت دی، عزت دی، مرتبہ دیا، وہ لوگ محمدؐ کو نہیں مانتے۔ اب اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کر لوں گا تو یہ ساری عزت چھن جائے گی۔"

غرض نجران کے یہ عیسائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور آپؐ کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے آئے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس تو ایمان موجود ہے پھر ہمیں کسی دوسرے کے اوپر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ انہوں نے عیسائی مذہب کو بالکل بدل دیا تھا اور غلط سلط عقیدے گھڑ کے خدا تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنے لگے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا کا بندہ اور نبی کہنے کے بجائے (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا اور خدا کہتے تھے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مُردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔ غیب کی خبریں بتا دیتے تھے، مٹی سے پرندے بنا کر اُن میں رُوح ڈال دیتے تھے۔

ان باتوں کی وجہ سے وجہ کہتے تھے کہ یہ کام خدا تعالےٰ کے ہیں اس لیے حضرت عیسیٰؑ بھی (نعوذ باللہ) خدا تھے۔

یہی سب باتیں ان عیسائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہیں۔ کیونکہ جب عبدالمسیح اور ایہم نے آپؐ سے بات چیت شروع کی تو آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"تم مسلمان ہو جاؤ"

انہوں نے کہا۔

"ہم تو مسلمان ہی ہیں"

آپؐ نے فرمایا۔

"نہیں حقیقت میں تم مسلمان نہیں ہو"

انہوں نے جواب دیا۔

"نہیں! ہم تو تم سے بھی پہلے مسلمان ہو چکے ہیں"

آپؐ نے فرمایا۔

"غلط کہتے ہو۔ تم اسلام پر نہیں ہو اس لیے کہ تم خدا کے بیٹا مانتے ہو، تم صلیب کی پوجا کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو"

اس طرح رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نجران کے عیسائیوں کو حق اور سچائی کا پیغام دیتے رہے اور انہیں سمجھاتے رہے کہ تم گمراہی پر ہو۔ تمہارے عقیدے غلط ہیں۔ خداتعالےٰ نے وحی کے ذریعہ آپؐ کو حضرت عیسیٰؑ کے ظہور اور اُن کے دین کے بارے میں جو کچھ تبلایا وہ آپؐ نے اُن کو سُنایا مگر نجران کے یہ عیسائی آپؐ کے ساتھ بحث مباحثہ کرتے رہے وہ اسی پر جمے رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جو کچھ وہ جانتے ہیں وہی سچ ہے۔ مگر اس بارے میں خداوند تعالےٰ کا آخری فرمان تھا جو اُس نے آپؐ پر وحی کے ذریعے نازل فرمایا۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔

ترجمہ:۔ پس جو شخص آپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور

اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو۔ پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور سے کہ اللہ تعالےٰ کی لعنت بھیجیں اُن پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے وفد کے سامنے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اس پر وہ لوگ بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے اور انہیں خدا تعالےٰ کی لعنت کا ڈر لگا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر خدا کے رسول نے اُن پر لعنت بھیجی تو خدا تعالےٰ اُن سے انتقام لے گا۔

نجران کے وفد کو اس مقابلے کی تاب نہیں تھی اس لیے انہوں نے بحث مباحثہ بند کر دیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئے۔

"اے ابو القاسم! ہمیں اپنے معاملے پر غور کرنے کی مہلت دیجئے" اس کے بعد ہم مل کر آپؐ کو کوئی آخری جواب دیں گے"۔

وہاں سے اُٹھ کر جب یہ سب الگ جا کر ملے تو انہوں نے اپنے امیر سے پوچھا۔

"عبد المسیح! تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

خدا کی قسم! عیسائیو! تم سمجھ چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خداوند کریم کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور انہوں نے تمہارے نبی کے بارے میں جو بتایا ہے وہ سچی اور آخری خبر ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی قوم نے بھی کبھی کسی نبی پر لعنت نہیں کی ورنہ تو اُن کے سب بڑے اور چھوٹے تہس نہس ہو جاتے ہیں۔ اب اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اسی لیے اب اگر تم اسی پر جمے رہنا چاہتے ہو جو تم اپنے نبی کے بارے میں جانتے ہو تو فوراً اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ"۔

اس بات کو سب نے مان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ واپس ہو جائیں گے۔

اس کے بعد وہ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"اے ابوالقاسم! ہم نے طے کیا ہے کہ ہم آپ کا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ آپ کو آپ کے دین پر چھوڑ دیں گے اور خود اپنے وطن کو واپس ہو جائیں گے۔ مگر آپ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہمارے جو جھگڑے ہیں وہ ان کا فیصلہ کر دے اس لیے کہ ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔"

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھیجنے کے لیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو چنا کہ وہ جا کر حق اور سچائی کے ساتھ اُن کے جھگڑے چکا دیں۔

ادھر کوز ابن علقمہ نے اپنے بھائی ابوحارثہ سے جب یہ سنا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہی سچے نبی ہیں جن کا عیسائی انتظار کیا کرتے تھے تو اُن کے دل میں اسلام نے گھر کر لیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

آغازِ جہاد

۱

مدینہ منورہ میں آجانے کے بعد مسلمانوں اور اسلام کو طاقت حاصل ہو چکی تھی۔ یہاں مسلمانوں کو وہ سب باتیں حاصل ہو گئی تھیں جن کے لیے وہ مکّے میں ترستے تھے۔ یعنی یہاں وہ کھلم کھلا اپنے دین کی پیروی کر سکتے تھے، جماعت سے نمازیں پڑھ سکتے تھے۔ ہر وقت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک مجلسوں میں بیٹھ سکتے تھے اور آپؐ کی متبرک تعلیم سے اپنے دلوں کو روشن کر سکتے تھے۔

اگرچہ مہاجر صحابہ اپنا وطن، اپنے رشتہ دار اپنے گھر بار چھوڑ کر اب اجنبی شہر اور پرائے لوگوں میں رہ رہے تھے مگر چونکہ اسلام نے اپنے پرائے کا فرق ختم کر کے انہیں ایک کر دیا تھا اور اُن کے دلوں میں ایک دُوسرے کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اس لیے مہاجروں کو اپنے گھر چھوٹ جانے کا کوئی غم نہیں تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے عشق اور اپنے انصاری بھائیوں کی محبت میں مگن تھے انہیں اس کی خوشی تھی کہ اب وہ بلا روک ٹوک اپنے پیغمبر کے پاس اُٹھ بیٹھ سکتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کر سکتے ہیں۔

اسی طرح انصاریوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا انہیں خدا نے دین دُنیا کی سب سے بڑی نعمت عطا فرمادی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے شہر میں تشریف لے آئے۔ آپؐ نے اسے اسلام اور مسلمانوں کا مرکز بنا دیا۔ اس طرح انصاریوں کو گھر بیٹھے یہ دولت میسّر آگئی۔ وہ پروانوں کی طرح رسول پاکؐ کے گرد جمع رہتے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر آپؐ کی خدمت کرنا چاہتے اور اس طرح آپؐ کی دعائیں حاصل کرتے جو دین اور دُنیا کا سب سے بڑا خزانہ تھیں۔

اگرچہ یہاں منافقوں اور یہودیوں نے مکّے کے مشرکوں کی یاد تازہ کر رکھی تھی مگر فرق یہی تھا کہ مکّے میں مسلمان کمزور تھے اور یہاں خدا تعالےٰ نے انہیں طاقت عطا

فرمادی تھی اس لیے دشمنوں کی دشمنی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ مکے میں دشمنوں نے ستا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر مدینے میں حال یہ تھا کہ مسلمانوں کے دشمن ان کی کامیابیوں سے جل جل کر خود شہر چھوڑ کے جا رہے تھے۔

مدینے میں مسلمانوں کے منافق دشمنوں کا امام تو عبداللہ ابن اُبیؔ تھا اور مشرک دشمنوں کا امام ابو عامر اوسی تھا۔ قبیلہ اوس کے جو لوگ اب تک مشرک تھے ان میں سب سے آگے آگے ابو عامر تھا۔ یہ ایک بڑا سردار تھا اور سب لوگ اس کی بات مانتے تھے۔ مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو اور لوگوں کی طرح قبیلہ اوس کے لوگ بھی تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف کھنچتے چلے گئے۔ اوس کے لوگ بڑھ چڑھ کر مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ ابو عامر یہ دیکھ کر جل اُٹھا مگر وہ بے بس تھا اس لیے کہ خود اسی کے قبیلے کے بے شمار لوگ مسلمان ہو چکے تھے ایسے میں وہ اگر اسلام کی دشمنی کرتا تو ساتھ دینے والے کہاں سے لاتا اس لیے اس نے خود ہی وطن چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ مکے چلا گیا۔ وہاں قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشمنی زوروں پر تھی۔ ابو عامر کو تو ایسی ہی جگہ چاہیئے تھی اس نے اس دشمنی کو اور ہوا دی اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ بھڑکانا شروع کر دیا۔

اس طرح خدا تعالےٰ کے فضل سے مسلمان مدینے میں خوش اور مطمئن تھے انصاری اور مہاجر اس طرح گھُلے مِلے رہتے تھے جیسے وہ سب آپس میں سگے بھائی ہوں۔ یہ سب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم کا اثر تھا جو آپؐ دنیا میں لے کر آئے تھے کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور برابر ہیں نہ کوئی روپے پیسے کی وجہ سے بڑا ہے اور نہ ذات پات کی وجہ سے اونچا ہے بلکہ بڑا وہ ہے جو خدا کی زیادہ عبادت کرتا ہے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے

امیر غریب سب کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے اور بے کسوں کی مدد کرتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لے آئے تو ہر ہر قبیلے اور بستی کے مسلمان کھنچ کر مدینے میں سمٹ آئے ان میں بہت سے ایسے تھے جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے آئے تھے اور بہت سے وہ تھے جن کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔

اس طرح مدینے میں ایسے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی جو بالکل ہی بے سہارا تھے۔ نہ ان کے پاس رہنے کو مکان تھے نہ پہننے کو پورے کپڑے اور نہ کھانے کو روٹی۔ پھر خود مدینے میں جو ایسے درویش مسلمان تھے وہ بھی اس جماعت میں آملے۔ جب نئی مسجد نبویؐ تعمیر ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو پرانی مسجد میں ٹھہرایا۔ اس جماعت کا نام "اصحابِ صفہ" پڑ گیا۔ مسلمان ان کو "اسلام کے مہمان" کہا کرتے تھے اور ان کی پوری خبر گیری کرتے تھے۔ ان کی درویشی کا یہ حال تھا کہ بہت سوں کے پاس بدن ڈھانپنے کو صرف ایک ایک چادر تھی۔ وہ اُسے بدن پر لپیٹتے تو پھر بھی وہ صرف گھٹنوں تک پہنچتی تھی۔

شروع میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ صفہ کو روزانہ کھجوریں عنایت فرمایا کرتے تھے۔ مگر پھر آپؐ انہیں روزانہ شام کو بلا لیتے اور کھانا کھانے کے لیے ان صحابہ کے ساتھ بھیج دیا کرتے تھے جن کو خدا تعالےٰ نے دولت عطا فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ اسلام نے سب مسلمانوں کو ایک ایک کر کے ان میں ایک دوسرے کی ہمدردی پیدا کر دی تھی اس لیے انصاری اور مہاجر خود بھی ان اسلام کے مہمانوں کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ شام ہوتی تو اکثر صحابہ خود ہی آجاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلانے کے لیے ان میں سے دو دو تین تین کو لے جاتے۔

حضرت سعدؓ ابن عبادہ انصاری کو خدا تعالےٰ نے دولت دی تھی اس لیے وہ سب سے بڑھ چڑھ کر اصحابِ صفہ کی مدد کرتے وہ روزانہ شام کو ستر ستر اور اسی اسی اصحابِ صفہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار زیادہ سے زیادہ ان مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاکر کھانا کھلاتے۔

غرض مسلمان ہر طرح سے ان کی خبر گیری کرتے اور جہاں تک ہوسکتا ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتے۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت اور آپؐ کی پاک تعلیم نے آپؐ کے صحابہ کو کندن بنا دیا تھا۔ (ابن ہشام)

۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکے میں رہے اس زمانے میں بھی آپؐ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور پھر اس کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہاں بھی کچھ کم ڈیڑھ برس تک آپؐ بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ کی طرف مُنہ کر کے ہی نماز پڑھتے رہے۔ یعنی مُسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا۔

جب تک رسولِ خدا مکّے میں رہے اس وقت تک تو آپؐ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ رُخ تو آپؐ کا مسجدِ اقصیٰ کی طرف ہی ہوتا تھا مگر بیت اللہ شریف بھی سامنے رہتا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے ہجرت فرمائی اور مدینے میں قیام فرمایا۔ یہاں یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ نماز میں کعبہ بھی سامنے رہ سکے۔

مگر آپؐ کے دل میں یہ خواہش تھی کہ کاش مُسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ شریف مقرر ہو جائے۔ چنانچہ مدینہ تشریف لانے کے بعد آپؐ اکثر آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر اس امید میں دیکھا کرتے تھے کہ شاید خدا تعالےٰ کی طرف سے قبلہ بدلے جانے کی وحی آجائے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آرزو کو پُورا فرمایا۔ مدینے میں آنے کے سولہ یا سترہ مہینے کے بعد خدا تعالےٰ نے آپؐ پر وحی نازل فرمائی۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔

ترجمہ :۔" ہم آپؐ کے منہ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لیے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپؐ کی مرضی ہے (لو) پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے "۔

اس طرح خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کی یہ خواہش پوری فرمائی اور آپؐ کو اس کی اجازت دی کہ آئندہ سے آپ اپنا قبلہ مسجد اقصیٰ کی بجائے بیت اللہ شریف کو بنائیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ مسجد نبویؐ میں ممبر پر تشریف لے گئے اور صحابہ کے سامنے یہ وحی تلاوت فرمائی تاکہ آئندہ سے تمام مسلمان نمازوں میں اپنا منہ کعبہ کی طرف رکھیں۔ اس اعلان کے بعد آپؐ نے کعبہ کی طرف رُخ کر کے سب کو ظہر کی نماز پڑھائی۔

قبلہ بدلے جانے کا حکم ۲ھ میں نازل ہوا۔ اس وقت تک اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت پر روزے فرض نہیں فرمائے تھے۔ یہ حکم بھی اسی سال ہوا۔ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی جس کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو رمضان کے روزے رکھنے کا حکم ملا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۔

ترجمہ :۔" ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لیے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف) واضح الدلالۃ ہے منجملہ ان کتب کے جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی ہیں) سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیئے۔

اس سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم "یوم عاشورا" یعنی دسویں محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے عام لوگوں کو بھی اسی دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تھا۔

مگر جب اللہ تعالےٰ نے رمضان کے روزے فرمائے تو آپؐ نے صحابہ کو اجازت دیدی کہ اب عاشورا کے دن جس کا دل چاہے وہ روزے رکھے اور جو افطار کرنا چاہے وہ کرسکتا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے نمازِ عید اور فطرہ کا حکم نازل فرمایا۔ اس وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ وحی آئی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی۔

ترجمہ :۔" بامراد ہوا جو شخص (قرآن سُن کر خباثت عقائد و اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا"

پھر اللہ تعالےٰ نے بقرعید کی نماز اور قربانی کا حکم نازل فرمایا۔ اس وقت آپؐ پر جو وحی آئی وہ یہ ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔

ترجمہ :۔ سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپؐ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ (نسائی، بخاری، مسلم)

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے میں تشریف لائے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ تقریباً سب ہی مہاجر بھی آکر بس چکے تھے ان میں سے کچھ نے کاروبار شروع کر دیا تھا۔ کچھ کھیتی باڑی میں لگ گئے تھے۔ ان کے رہنے سہنے کے لیے مکانوں کا انتظام ہوگیا تھا۔ انصاری مسلمانوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق خدمت کی اور ہر طرح ان کی مدد کی۔ ادھر یہ کہ آہستہ آہستہ خدا کی طرف سے اسلامی احکام بھی نازل ہوتے جا رہے تھے۔ عبادتوں میں نماز، زکواۃ اور روزے فرض ہو چکے تھے۔ انتظامات میں حلال و حرام کے احکام اور جرموں کی سزائیں طے ہو چکی تھیں۔

ابھی تک نماز کے لیے اذان کا طریقہ شروع نہیں ہوا تھا بلکہ جب نماز کا وقت ہوتا تو مسلمان خود ہی مسجد نبویؐ میں آکر جمع ہو جاتے اور نماز ادا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غور فرما رہے تھے۔ پہلے آپؐ نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس مقصد کے لیے یہودیوں کی طرح "بوق" بجوادیا کرے۔ بوق بینڈ کی طرح کا ہوتا ہے جو منہ سے بجایا جاتا ہے اس کی آواز بہت دور تک پہنچتی ہے۔ یہودی اپنی نمازوں کے وقت یہی بجایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بوق استعمال کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر آپؐ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ پھر آپؐ نے یہ ارادہ کیا کہ اس کام کے لیے عیسائیوں کی طرح "ناقوس" استعمال کیا جائے۔ اس رائے کو سب مسلمانوں نے پسند کیا۔ جب یہ طے ہو گیا تو آپؐ نے ناقوس تیار کرانے کا کام حضرت عمر فاروقؓ کو سونپا۔

مگر اسی دوران میں حضرت عبداللہ ابن زید نے خواب دیکھا کہ ایک شخص سبز کپڑے پہنے ہوئے جا رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا۔

"اے بھائی! کیا تم یہ ناقوس بیچتے ہو؟"

اس آدمی نے جواب میں پوچھا۔

"تم اس کا کیا کرو گے؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"ہم اس کے ذریعہ نماز کا اعلان کیا کریں گے؟"

اس نے کہا۔

"میں تمہیں اس سے اچھا طریقہ نہ بتلادوں؟"

انہوں نے پوچھا۔

"وہ کیا ہے؟"

اس نے کہا۔

"تم اس طرح کہا کرو۔"

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ۰
اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

حضرت عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا اور اذان کے الفاظ دہرائے۔ آپؐ نے جب یہ خواب سُنا تو فرمایا۔

"بے شک یہ ایک سچا خواب ہے تم بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جا کر یہ خواب سناؤ تاکہ وہ انہیں الفاظ میں اذان دیں اس لیے کہ بلال کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے"

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اذان دی اور یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے سُنے تو وہ فوراً اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے تاکہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جلدی سے اس لیے آنا چاہتے تھے کہ خود انہوں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ناقوس تیار کرانے کے لیے لکڑیاں خریدنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اسی دوران میں وہ سوئے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

"نماز کے واسطے ناقوس مت لگاؤ بلکہ اذان دو"

حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو سچائی دے کر بھیجا ہے میں نے بھی بالکل ویسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا عبداللہ نے دیکھا ہے"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"خدا کا شکر ہے"

اس طرح خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کو ایک سچے خواب کے ذریعہ اذان سکھلائی۔ یہ خدمت رسولِ خدا کی زندگی میں ہمیشہ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہی ذمہ رہی اس لیے کہ آپؐ کو ان کی آواز بہت پسند تھی۔ حضرت بلال کی آواز بڑی پُر درد، بلند

اور خوب صورت تھی ۔

مسجد نبویؐ کے برابر بنی نجار کی ایک عورت کا مکان سب سے زیادہ اُونچا تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ روزانہ سحری کے وقت وہاں آکر مکان کے اُوپر چڑھ جاتے اور وہاں بیٹھ کر فجر یعنی پو پھٹنے کا انتظار کیا کرتے جب فجر کا وقت ہوجاتا تو وہ انگڑائی لے کر اُٹھ جاتے ۔ پہلے دُعا پڑھتے اور اس کے بعد اذان دیتے تھے ۔

(طبری، نسائی، مسلم، سیرت حلبیہ)

اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا وان اللہ علٰی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وّ صلوٰت ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرًا ولینصرنّ اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیزٌ ۔

ترجمہ :۔ (اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالےٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالےٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانہ میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہوگئے ہوتے اور البتہ مدد دے گا اللہ اس کو کہ مدد دیتا ہے

اس کو، تحقیق اللہ البتہ زور آور ہے غالب "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی نازل ہونے کے بعد سے تیرہ سال تک مکے میں قیام فرمایا۔ اس پورے زمانے میں آپ لوگوں کو خدائے پاک کا پیغام سناتے رہے۔ قریش جن برائیوں میں مبتلا تھے آپ انہیں دیکھ دیکھ کر کڑھتے ان کے گھروں میں جا کر انہیں سمجھاتے۔ ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر انہیں نصیحتیں فرماتے، میلوں اور بازاروں میں پہنچ کر انہیں خدا کے عذاب سے ڈراتے۔ لیکن خدا کے کچھ نیک بندوں کو چھوڑ کر باقی سب نے آپ کی اس تبلیغ کا الٹا ہی اثر لیا۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی برائیوں کو پہچان کر ان سے بچتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا سیدھا راستہ اختیار کرتے انہوں نے آپ کے ساتھ دشمنی شروع کر دی۔ آپ ان کی بھلائی کے لیے ان کو تبلیغ فرماتے مگر وہ اس کے جواب میں آپ کو ستاتے، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے اور آپ کا مذاق اڑاتے۔ صرف اس جرم میں کہ آپ یہ کہتے تھے کہ ایک خدا ہے، وہی سارے عالم کا مالک ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا اور وہی سب کو مار کر دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر اس زندگی میں ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا جس کے عمل اچھے ہوں گے وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آرام اٹھائے گا اور جس کے عمل برے ہوں گے وہ وہاں سزائیں بھگتے گا۔ اس لیے خدا کو ایک جانو، کسی انسان کو یا پتھر کی تصویروں کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، خدا کے فرمان پر عمل کرو، جن کاموں کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے انہیں کرو اور جن سے اس نے روکا ہے ان سے بچو، کسی پر ظلم مت کرو، آپس میں مت لڑو جھگڑو۔

یہ تھا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور آپ کی تبلیغ.... مگر قریش نے اس کو جھٹلا دیا اور آپ کو ڈرا دھمکا کر روکنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیغام خدا کے حکم سے پہنچا رہے تھے آپ وہ مقصد پورا کر رہے تھے جس کے لیے خدا نے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا اس لیے قریش کی دھمکیوں کے باوجود آپ اسی ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنا کام پورا کرتے رہے یہاں تک کہ ان ہی قریش میں کے سمجھدار

لوگوں نے اس تعلیم کو سمجھ لیا۔ ان کے دلوں میں خدا اور رسول اور اسلام کی محبت نے گھر کر لیا اور وہ مسلمان ہو کر خود بھی اپنے پیغمبر کے ساتھ تبلیغ میں شریک ہو گئے۔ آپؐ کی اس کامیابی پر قریش تلملا اُٹھے اور اب وہ پوری طرح قوت کے ساتھ آپؐ کے مقابلے میں آ گئے۔ اب انہوں نے انسانیت اور شرافت کو بھلا کر آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر ایسے ایسے ظلم توڑے کہ انہیں سن کر بھی کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ خود رسول پاکؐ کو وہ سب سے زیادہ ستاتے۔ وہ بدبخت آپؐ کے اینٹیں اور پتھر مار مار کر آپؐ کو لہولہان کر دیتے۔ آپؐ گھر سے باہر نکلتے تو بدمعاشوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیتے اور پھر وہ غنڈے آپ پر آوازے کستے۔ کبھی آپؐ کے جسم مبارک پر گندگی اور گوبر ڈال دیتے۔ آپؐ نماز پڑھتے ہوتے تو آپؐ کی گردن مبارک میں پھندا ڈال کر اتنا کھینچتے کہ آپؐ کا گلا گھٹنے لگتا۔

غرض قریش نے آپؐ کو اس قدر تکلیفیں پہنچائیں کہ دُنیا میں کسی نے ایسی مصیبتیں نہیں اٹھائیں۔ مُسلمان یہ سب کچھ دیکھتے اور خدا تعالےٰ سے مدد مانگتے اس لیے کہ وہ تھوڑے اور کمزور تھے۔ قریش اپنی تعداد پر شیر ہو رہے تھے۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں پر ایسے ایسے خوف ناک ظلم ڈھائے کہ ان کا مکّے میں رہنا دشوار کر دیا۔ آپؐ نے یہ ظلم بھی صبر و شکر کے ساتھ برداشت فرمایا۔ اور مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنا دین بچانے کے لیے دوسرے ملکوں میں چلے جائیں۔ چنانچہ بہت سے مُسلمان مکّہ چھوڑ کر حبش کو چلے گئے۔ اول تو مکّے میں مسلمان پہلے ہی تھوڑے تھے۔ اب اس ہجرت کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بہت ہی تھوڑے ساتھی رہ گئے۔ قریش نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اب انہوں نے ان گنے چنے مُسلمانوں کا بائیکاٹ کر کے انہیں بھوکوں مارنا چاہا۔

غرض کوئی بھیانک سے بھیانک طریقہ ایسا نہیں تھا جو قریش نے آپؐ کو ستانے کے لیے اختیار نہ کیا ہو۔ آخر مجبور ہو کر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی مکّے کو خیرباد کہہ دیا اور ہجرت کر کے مدینے تشریف لے آئے۔ آپؐ نے سب

مسلمانوں کو پہلے ہی اجازت دے دی تھی اس لیے وہ سب بھی اپنے گھربار، مکان جائداد اور پیارے وطن کو چھوڑ کر مدینے میں جا بسے تھے۔ قریش انہیں ہجرت بھی نہیں کرنے دینا چاہتے تھے۔ اسی لیے سب مسلمان اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر راتوں کے اندھیروں میں مکے سے رخصت ہوئے۔ مگر پھر بھی کچھ قسمت کے مارے ان بدبختوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے۔ قریش نے رسول خدا اور سب مسلمانوں کا بدلہ ان ہی چند مظلوم مسلمانوں سے لینا شروع کر دیا۔ انہیں ایسا ایسا ستایا کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

یہ تھے قریش اور ان کے مظالم۔ جنہیں مسلمان صبر و شکر کے ساتھ سہتے رہے۔ اس لیے کہ اب تک خدا تعالے نے اپنے نبی کو ان کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

اس وقت ایک سب سے بڑا مسئلہ ان مظلوم مسلمانوں کی رہائی کا تھا جو اب تک قریش کے ہاتھوں میں پڑے ہوئے تھے اور وہ اُن کے ساتھ درندوں کا سا سلوک کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ایک سوال تھا۔ آپ اکثر ان غریب مسلمانوں کی رہائی کے لیے تدبیریں فرماتے رہتے تھے۔

حضرت مرثدؓ ابن ابومرثد ایک مہاجر مُسلمان تھے۔ یہ نہایت طاقت ور اور دلیر صحابی تھے ان کی بہادری بہت مشہور تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کو مکے بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ وہاں سے چوری چھپے ایک دو مظلوم مسلمانوں کو نکال لایا کریں۔ حضرت مرثد اس طرح کئی دفعہ مکے گئے اور جو مُسلمان بھی ہاتھ لگ سکا اُسے نظر بچا کر مدینے لے آئے۔ اس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مسلمانوں کو ان کے ذریعے قید سے چھٹکارا دلایا۔ (طبری)

مگر مسلمانوں کو قریش کے ظلم و ستم بھولے نہیں تھے اور پھر اب جب کہ وہ ان کی وہ ان کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر آ گئے تھے۔ قریش نے ان کے بہت سے مسلمان بھائیوں کو زبردستی روک لیا اور ان پر ظلم و ستم کے تیر چلانے شروع کر دیئے اس

سے صحابہ اور زیادہ غضب ناک ہوتے۔ ادھر مسلمانوں کو اپنے وطن کی یاد آتی، اپنے گھربار اور ان میں اپنی بے کسی کی زندگی کا خیال آتا اور سب سے بڑھ کر انہیں بیت اللہ کی یاد آتی جو ان کا قبلہ بن چکا تھا جس کی زیارت اور حج کے لیے وہ تڑپتے تھے مگر قریش اس میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اس سے مسلمانوں کے سینے جوش و غضب سے بھر جاتے۔ مگر خدا کے حکم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ایک انتظار تھا جو اس جوش و غضب کو پھوٹ پڑنے سے روکے ہوئے تھا اور وہ تھا وحی کا انتظار ....!

اور آخر وہ انتظار ختم ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر وحی بھیجی جس میں مسلمانوں کو دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی۔

جہاد کی ابتدا ہجرت کے تقریباً سال بھر کے بعد صفر کے مہینے سے ہوئی۔ آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابن عبادہ انصاری کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اس کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ الواء کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں قریش کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ یہ اسلام کا پہلا غزوہ تھا۔ اس میں حضرت حمزہؓ علمبردار تھے یعنی ان کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا۔

"غزوہ" اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے ہوں۔

جب رسولِ خدا مجاہدوں کے ساتھ ضمرہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کا سردار فحشی ابن عمرو خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے لڑنے کے بجائے آپؐ سے صلح کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی اور اس سے صلح کا معاہدہ کر کے واپس مدینے تشریف لے آئے۔

قریش کے لوگ یوں تو اب تک اسی زور شور کے ساتھ مسلمانوں کو ستانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے مگر ساتھ ہی اب وہ ہر وقت پریشان اور فکر مند بھی رہنے لگے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ مدینے میں اسلام کو روز بروز ترقی مل رہی ہے اور

مسلمانوں کی طاقت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ادھر قریش کی بہت بڑی تجارت شام تھی جس کا راستہ مدینے کی طرف سے تھا اس لیے قریش ڈرتے تھے کہ کہیں مسلمان ان کے تجارتی قافلوں کو لوٹ کر یا انہیں روک کر اپنا بدلہ نہ لیں۔ اس طرح اُن کی تجارتیں ٹھپ ہو جائیں گی اور وہ بھوکوں مرنے لگیں گے۔ یہ خطرہ انہیں ہر وقت لگا رہتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ابواء سے واپس تشریف لانے کے کچھ دن بعد حضرت عبیدہؓ ابن حرث کو بلایا اور انہیں مہاجر صحابہ کی ایک جماعت دے کر قریش کے پیچھے بھیجا۔ حضرت عبیدہ کے ساتھ ستر یا اسی اُونٹ سوار مجاہد تھے۔ یہ قریش کے ایک قافلہ کی گھات میں روانہ ہوئے۔ اس قافلے کا سردار عکرمہ ابن ابوجہل تھا۔

مجاہدوں کا دستہ روانہ ہوا اور ایک جگہ انہوں نے قریشی قافلے کو جا لیا۔ اس قافلے میں قریش کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دونوں جماعتیں مقابلے کے لیے آمنے سامنے ہوگئیں۔ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص نے تیر چلا کر پہل کی۔ یہ پہلا تیر جو اسلام کے نام پر چلایا گیا۔ مگر لڑائی سے پہلے ہی قریش بھاگ گئے اس لیے کہ انہیں یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کے پیچھے ان کی مدد کے لیے کوئی بڑا لشکر آ رہا ہے۔ غرض یہاں بھی کوئی جنگ نہ ہو سکی اور مسلمان خیریت کے ساتھ مدینے واپس آ گئے۔

اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جماعتیں بھی اسی طرح مشرکوں کے پیچھے روانہ کی۔ ان میں سے بعض کے ساتھ خود رسولِ خدا تشریف لے گئے اور بعض کو آپؐ نے اپنے صحابہ کی کمان میں روانہ فرمایا۔ ان جماعتوں کے جانے سے بڑے زبردست فائدے حاصل ہوئے کیونکہ انہوں نے جا کر قبیلوں کے ساتھ معاہدے کئے اور ان سے یہ تحریریں لکھوائیں کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ جہاں معاہدے نہیں ہوئے وہاں دشمنوں پر مسلمانوں کا رُعب بیٹھ گیا۔

جیسے غزوہ ابواء میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو مخشی ابن عمرو نے صلح کر لی اور معاہدہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف نہیں لڑے گا۔

دوسرے غزوؤں میں بھی اسی طرح اسلام کے دشمنوں پر مسلمانوں کے پہنچنے سے دھاک بیٹھ گئی اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہم نے اگر مسلمانوں سے دشمنی کی تو وہ خاموش نہیں بیٹھیں گے بلکہ ہمارے مقابلے میں تلوار لے کر آجائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریشیوں کا ایک قافلہ شام سے تجارت کر کے مکے واپس جارہا ہے۔ اس قافلے کا امیر ابوجہل تھا۔ رسول اللہؐ نے فوراً حضرت حمزہؓ کو تیس سواروں کے ساتھ اس قافلے کے پیچھے بھیجا۔ حضرت حمزہؓ اپنے دستے کو لے کر "سیف البحر" کے مقام تک گئے۔ قریش کا قافلہ سمندر کے کنارے کنارے جارہا تھا حضرت حمزہؓ نے تیزی کے ساتھ چل کر اُسے جالیا۔ اس میں تین سو آدمی تھے مگر دونوں جماعتوں میں لڑائی نہیں ہوسکی اس لیے کہ ایک شخص مجدی ابن عمرو نے بیچ بچاؤ کرادیا۔

اسی سال آپؐ نے جمادی الآخر کے مہینے میں اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہؓ ابن جحش رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو آٹھ یا بارہ صحابہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔ جب حضرت عبداللہ چلنے کے لیے تیار ہوئے تو آپؐ نے اُن کو ایک بند خط دیا اور فرمایا کہ جب تک دو دن کا سفر نہ کرلو اس وقت تک یہ خط کھول کر مت دیکھنا۔ دو دن کا سفر کر لینے کے بعد اس کو پڑھنا اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا مگر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور مت کرنا۔

حضرت عبداللہ روانہ ہو گئے۔ دو دن کے برابر سفر کر لینے کے بعد انھوں نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

"جب تم میرا یہ خط دیکھو تو اور آگے بڑھ جانا یہاں تک کہ مکے اور طائف کے درمیان میں "نخلہ" جو مقام ہے وہاں قیام کرنا۔ وہاں سے تم قریش کی نگرانی کرنا اور ہم تک ان کی خبریں پہنچانا۔"

حضرت عبداللہ نے خط پڑھ کر کہا۔

"سر آنکھوں پر!"

اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں "نخلہ" کے مقام پر ٹھہروں اور وہاں قریش کی نگرانی کروں اور ان کی خبریں رسول اللہ ص تک پہنچاؤں۔ ساتھ ہی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ میں تم لوگوں پر زبردستی نہ کروں۔ اس لیے تم میں سے جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے اور جو نہ جانا چاہے وہ واپس ہو جائے۔ جہاں تک میری بات ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جا رہا ہوں۔"

حضرت عبداللہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی واپس جانا گوارا نہ کیا بلکہ سب کے سب نخلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے یہ ایک جگہ پہنچے جس کا نام بحران تھا یہاں حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت عتبہ ابن غزوان کے اونٹ کہیں کھو گئے۔ وہ دونوں ان کو ڈھونڈنے میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے۔ اسی دوران میں یہ دونوں قریش کے ہاتھوں میں پڑ کر گرفتار ہو گئے۔

ادھر حضرت عبداللہ رض چلتے چلتے اپنے ساتھیوں سمیت نخلہ پہنچ گئے اب یہ سب یہیں ٹھہر گئے اور قریش کا انتظار کرنے لگے۔ آخر جمادی الآخر کے مہینے کی آخری رات میں وہیں قریش کا ایک قافلہ آیا۔ اس قافلے کے ساتھ منقی اور کھالیں اور دوسرا تجارتی سامان تھا۔ حضرت عبداللہ ابن جحش نے اس قافلے کو دیکھا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اس قافلے کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ وہ آپس میں کہنے لگے :۔

"خدا کی قسم! اگر تم نے ان کو آج کی رات چھوڑ دیا تو "اشہر حرم" (یعنی وہ مہینے جن میں عرب قتل و خون اور جنگیں حرام سمجھتے تھے) شروع ہو جائیں گے اور پھر تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے لیکن اگر تم نے انہیں پھر بھی قتل کیا تو یہ قتل اس مہینے میں ہو گا جس میں خون بہانا حرام ہے۔"

یہ سب پہلے تو سوچتے اور ہچکچاتے رہے مگر پھر انہوں نے اپنے حوصلوں کو ابھارا

اور قافلے پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے کیونکہ قریش نے مسلمانوں کو ستانے میں کبھی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ان کا مال و دولت زبردستی دبائے بیٹھے تھے۔

غرض مسلمانوں نے ان مشرکوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب سب سے پہلے حضرت واقد ابن عبداللہ تیمی نے اپنی کمان کھینچی اور تیر چلایا۔ تیر ایک سردار عمرو ابن حضرمی کے لگا اور وہیں مر گیا۔

آخر ہوتے ہوتے حضرت عبداللہؓ اور ان کے دستے نے قریش کے دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ دونوں عثمان ابن عبداللہؓ اور حکم ابن کیسان تھے۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ اب حضرت عبداللہ نے اس قافلے کے سامان پر قبضہ کر لیا اور اسے لے کر مدینے کو واپس ہوئے۔

مدینے پہنچ کر حضرت عبداللہ دونوں قیدیوں اور سامان کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر جب وہ آپؐ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہیں۔ آپؐ نے عبداللہ سے فرمایا۔

"میں نے تمہیں ادب والے مہینے میں خون بہانے کا حکم تو نہیں دیا تھا"۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اُن کے ساتھی بہت گھبرائے وہ سمجھ گئے کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہو گئے۔ رسولِ خدا نے دونوں قیدیوں اور مالِ غنیمت کو بھی نہیں قبول کیا۔

اصل میں اُس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے ساتھی یہ سمجھ رہے تھے کہ آج جمادی الثانی کی آخری تاریخ ہے حالانکہ رجب کی پہلی تاریخ شروع ہو چکی تھی اور اس مہینے میں خون بہانا حرام تھا۔

یہ خبر بہت جلد عرب کے قبیلوں میں پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے ادب والے مہینے میں قریشی قافلے کے ساتھ جنگ کی۔ رسول اللہؐ کے

دشمنوں کے لیے یہ ایک بہت اچھا موقعہ تھا کہ وہ اسلام کے بدنام کریں۔ اسی لیے آج کل قریش کے لوگوں کی زبان پر ہر وقت یہی بات تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں نے ماہ حرام میں خون بہایا۔ وہ لوگ کہتے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آن کے ساتھیوں نے اپنے لیے حرام مہینوں کو بھی حلال کر لیا۔ انہوں نے ان مہینوں میں بھی خون بہایا، مال و دولت لوٹا اور لوگوں کو قید کیا"

یہودی مسلمانوں کی اس غلطی کو نیک فال سمجھ رہے تھے ان کا خیال تھا کہ اب خدا ضرور مسلمانوں سے بدلہ لے گا اور ان پر اپنا غضب نازل فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی اس غلطی پر بہت شرمندہ تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کی وجہ سے بہت اداس اور غمگین رہتے تھے۔

مگر جب مسلمانوں کی پریشانی اور اسلام کے دشمنوں کے طعنے بہت زیادہ بڑھ گئے تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عبداللہ ابن جحش اور ان کے ساتھیوں پر رحم فرمایا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی جس میں خدا تعالےٰ نے رسول اللہ ؐ اور مسلمانوں کے لیے تسلی کا سامان فرمایا۔ اس وقت جو آیتیں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ: قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ (الخ)

ترجمہ:۔ لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا (یعنی عمداً) جرم عظیم ہے اور اللہ تعالےٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام یعنی کعبہ کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کرنا جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے۔ اس غرض سے کہ اگر (خدانہ کرے) قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں "

مسلمان ان آیتوں کے نازل ہونے سے خوش ہو گئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ اگرچہ اس مہینے میں قتل کرنا اور خون بہانا جرم ہے مگر قریش کے لوگ جو

حرکت کر رہے ہیں وہ اس سے بھی بڑا جرم ہے کہ وہ فتنہ پھیلا رہے ہیں۔ ادھر یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو اُن کے وطن اور بیت اللہ سے نکال کر اس سے بھی بڑا جرم کیا ہے۔ ان کا یہ جُرم خدا کے نزدیک خون بہانے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

غرض مسلمان ان آیتوں کے نازل ہونے پر خوشی سے پھُولے نہیں سمائے کیونکہ اب انہیں اطمینان ہو گیا کہ خدا تعالےٰ ان کے اس فعل سے ناراض نہیں ہے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔ آپؐ نے اس کو اس کے حق دار مسلمانوں میں تقسیم کیا۔

قیدیوں کے واسطے قریش نے قاصد بھیجا کہ مسلمان مال لے کر ان کو چھوڑ دیں اس پر رسول خدا نے اُن کے پاس یہ جواب بھیجا۔

"ہم ان دونوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تم ہمارے دونوں آدمیوں یعنی سعد ابن ابی وقاص اور عتبہ ابن غزوان کو ہمارے حوالے نہ کر دو کیونکہ ہمیں ان کے بارے میں تمہاری طرف سے خطرہ ہے اگر تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے دونوں آدمیوں کو قتل کر دیں گے"

اس پر قریش نے دونوں قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا۔ چنانچہ اس کے بدلے میں آپؐ نے بھی دونوں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ لیکن ان دونوں میں سے حضرت حکم ابن کیسان کا دل اسلام کی طرف جُھک گیا اور وہ مسلمان ہو کر مدینے میں ہی ٹھہر گیا۔ دوسرا آدمی کُفر کی حالت میں ہی واپس چلا گیا تھا۔

جب سے خدا تعالےٰ نے حضرت عبداللہ ابن جحش رضؓ کے بارے میں وحی نازل فرمائی تھی جس میں اُن کو معافی دی گئی تھی اس وقت سے وہ خوش بھی تھے اور اس جہاد کے بدلے میں خدا کی طرف سے ثواب کے امیدوار بھی ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک روز آپؐ سے پُوچھا۔

"یا رسول اللہ! کیا اب ہم اس کی امید کریں کہ اس جنگ کے بدلے میں ہمیں ایسا

ہی ثواب ملے گا جیسا مجاہدوں کو ثواب ملتا ہے"۔

ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ:۔ "حقیقتاً" جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائیں گے اور (تم پر) رحمت کریں گے"۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کی طرف سے اجازت مل جانے کے بعد جہاد کی ابتداء فرمائی۔ مسلمانوں کے سینے جوش و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ برسوں سے اُن کے دشمن انہیں ستا رہے تھے۔ اُن کے نبی کو گالیاں دے رہے تھے مگر مسلمان خاموش تھے۔ شروع میں اس لیے کہ ان کے پاس طاقت نہیں تھی۔ دشمنوں کے مقابلے میں وہ بہت تھوڑے تھے اور بعد میں اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے ان کو اجازت عطا فرمائی اور مسلمان اپنے خدا اور اپنے دین کے لیے میدان میں آ گئے۔

(ابن ہشام و تاریخ طبری، سیرت حلبیہ)

غزوۂ بدر

(۱)
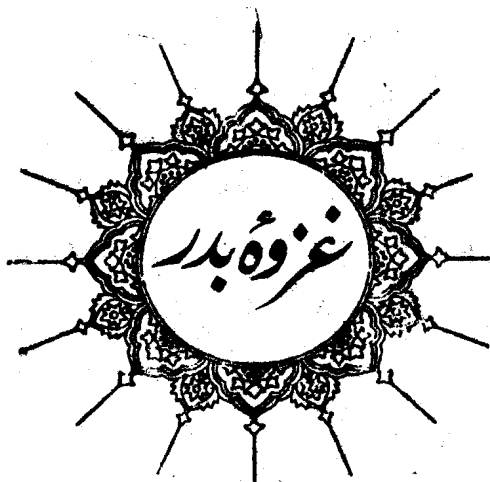
قریش نے آج تک مسلمانوں کو ستایا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سے بڑی تکلیفیں پہنچائیں مگر مسلمانوں نے انہیں اس کا منہ توڑ جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے یہ ظلم سہتے اور اُن کا بُرا بھلا سنتے اس لیے کہ وہ اپنے خدا اور اس کے رسول کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ خدا و رسول کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرتے تھے۔ اس واسطے کہ ان کا کوئی کام اپنے ذاتی فائدے کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ اس کی کوشش کرتے تھے کہ ان کی دوستی اور دشمنی، لوگوں سے ان کی صلح یا جنگ صرف اپنے خدا اور رسول کو خوش کرنے کے لیے ہو اور اپنے دین کی عزت و حفاظت کے لیے ہو تاکہ اس کے بدلے میں ان سے خدا بھی خوش ہو اور رسولِ خدا بھی اور اس نیکی کے صلہ میں انہیں ثواب حاصل ہو۔

قریش نے مسلمانوں کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائیں تھیں۔ انہیں ان کے شہر سے نکال دیا تھا اور ان کے مال و دولت اور گھروں پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے تھے مگر مسلمانوں کو اپنے اس نقصان کی پروا نہیں تھی نہ اپنے گھر بار کے لٹنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں قریش کے خلاف غصہ تھا۔ بلکہ ان کو قریش پر اس لیے غصہ تھا کہ وہ خدا کے سچے دین کو پھیلنے سے روک رہے تھے لوگوں کو اس لیے ستا رہے تھے کہ انہوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ وہ قریش پر اس لیے غضب ناک تھے کہ انہوں نے خدا کے نبی کو تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ آپؐ کی نصیحتوں کے بدلے میں آپؐ کو گالیاں دی تھیں۔

مسلمان قریش سے اس لیے بدلہ لینا چاہتے تھے کہ انہوں نے ان کو خدا کے گھر سے محروم کر دیا تھا اور کعبہ کی زیارت سے روک دیا تھا۔ ان کے دل بیت اللہ کا طواف کرنے اور حج کرنے کے لیے ترستے تھے مگر بیچ میں قریش راستہ

روکے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کی آنکھیں مسجد حرام کو دیکھنے کے لیے ترستی تھیں مگر مکّے کے ان مشرکوں نے دنیا کی اس سب سے زیادہ مقدس جگہ کا دروازہ ان کے لیے بند کر رکھا تھا۔

اس طرح مسلمانوں کے سینوں میں قریش کے خلاف جتنا بھی غصّہ تھا وہ اپنے خدا اور رسول اور اپنے دین کے لیے تھا اسی لیے وہ ان سے بدلہ بھی اس وقت لینا چاہتے تھے جب خدا اور رسولؐ اس کی اجازت دیں کیونکہ یہ لڑائیاں عبادت تھیں اسلام اور کفر کی لڑائیاں تھیں جن میں مرنے والے شہید کہلاتے ہیں اور زندہ رہنے والے غازی۔ شہیدوں سے خدا خوش ہوتا ہے اس لیے کہ اُنہوں نے خدا کے راستے میں اپنی جان پیش کر دی۔ خدا تعالےٰ انہیں اپنے یہاں بڑے بڑے درجے عطا فرماتا ہے۔ ادھر غازیوں کو دنیا اور آخرت دونوں کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ اُن سے خوش ہوتا ہے اس لیے کہ انہوں نے بہادری کے ساتھ اس کے دین کی حفاظت کی۔

مذہبی لڑائیوں کو جہاد کہتے ہیں مگر وہ جہاد تب ہی بنتی ہیں جب خدا اور اس کے رسول بھی اس کی اجازت دیتے ہوں۔ اگر آدمی خداوند کریم کی اجازت کے بغیر کوئی جنگ لڑے تو وہ نہ غازی کہلائے گا اور نہ شہید اور نہ ہی اس کے بدلے میں اُسے ثواب ملے گا۔

اسی لیے مسلمانوں نے خدا اور رسول کی اجازت کا انتظار کیا تاکہ یہ جنگ، جنگ نہ رہے بلکہ جہاد کہلائے۔ اس میں لڑنے والے شہید یا غازی کہلائیں اور اس کے بدلے میں ان کا خدا ان سے خوش ہو۔

چنانچہ جب مسلمانوں کو خداوند کریم نے اجازت دے دی تو وہ پوری بہادری سے میدان میں آ گئے۔ جس غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا چاہا وہ تلواریں لے کر ساتھ ہو گئے۔ جہاں آپؐ نے انہیں بھیجنا چاہا وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن ابھی تک جس جگہ بھی وہ گئے وہاں یا تو لڑائی ہوئی ہی

نہیں اور اگر ہوئی تو بہت معمولی سی ہوئی۔

ہجرت کو ڈیڑھ سال سے زائد ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کی سرداری میں قریش کا ایک قافلہ آ رہا ہے جو شام سے تجارت کر کے واپس مکے جا رہا ہے۔ یہ قافلہ بہت زبردست تھا اس میں تیس چالیس آدمی تھے لیکن اس قافلے کے ساتھ لاکھوں روپے کا سامان تھا۔ ہزاروں اونٹ اور بہت زیادہ مال و دولت تھا۔ اس قافلے میں حضرت عمرو ابن العاص بھی تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس قافلہ کو روکیں اور اس کا مال و دولت ضبط فرمالیں۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ سے اس کا ذکر کر کے فرمایا۔

"یہ قریشیوں کا قافلہ ہے اس میں ان کا بہت مال و دولت ہے تم لوگ چل کر اسے روک لو شاید خدا تمہیں یہ دولت مالِ غنیمت میں دلا دے"

اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کی طرف روانہ ہوئے آپؐ کے ساتھ کل تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمی تھے، ستر ۷۰ اونٹ تھے اور دو گھوڑے۔ اس دفعہ پہلی مرتبہ آپؐ کے ساتھ انصاری صحابہ بھی تھے۔ اس طرح آپؐ مدینے سے روانہ ہوئے بہت سے مسلمان بغیر کسی تیاری کے ہی ساتھ ہو گئے تھے اور کچھ تیار ہو کر نکلے تھے۔ کچھ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لیے روانہ کیا تاکہ وہ قافلے کی خبریں لے کر آئیں۔

ادھر خود ابوسفیان کو بھی مسلمانوں کے آجانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا اس لیے انہوں نے بھی اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ انہوں نے راستے میں بدر سے پہلی منزل پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے انہیں معلوم ہوا کہ مسلمان ان کی تلاش میں ہیں۔ یہ سُن کر ابوسفیان بہت زیادہ گھبرا گئے۔ انہوں نے فوراً ضمضم ابن عمرو کو بلا کر کہا کہ تم ابھی مکے جاؤ اور قریش سے کہو کہ فوراً مدد لے کر آئیں اس لیے کہ مسلمان ہمارے قافلے پر حملہ کرنے اور سامان لُوٹنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

ابوسفیان نے ضمضم کو حکم دیا کہ جب تم مکے میں داخل ہو تو اپنی اونٹنی کے دونوں کانوں کو کاٹ ڈالنا۔ ہودج کو الٹا کر دینا اور اپنی قمیص سامنے اور پیچھے سے پھاڑ لینا۔

یہ مکے والوں کا رواج تھا کہ جب کوئی شخص بری خبر لے کر آتا تھا تو وہ اس طرح شہر میں داخل ہوتا تھا۔ (ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

۲

ضمضم کے مکے پہنچنے سے تین دن پہلے حضرت عباس کی بہن عاتکہ نے ایک بہت ڈراؤنا خواب دیکھا۔ عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں وہ اپنے خواب سے پریشان تھیں انہوں نے فوراً اپنے بھائی حضرت عباس کو بلا کر ان سے کہا۔

"بھائی! رات میں نے ایک بہت ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اور مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ میں تمہیں وہ خواب سناتی ہوں مگر اس کا ذکر کسی سے مت کرنا"

حضرت عباس نے ان سے خواب پوچھا تو انہوں نے بتایا۔

"میں نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آتا ہے، وہ ایک جگہ آکر رکا۔ اس جگہ کا نام "ابطح" تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے بہت اونچی آواز سے یہ جملہ کہا کہ:-

"اے قریشیو! تین دن کے اندر اندر اس جگہ کے لیے چل پڑو جہاں تمہیں قتل کیا جائے گا"

یہ سن کر لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے پھر وہ سوار وہاں سے بیت اللہ میں آیا لوگ اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ اب لوگوں نے دیکھا تو وہ اچانک اپنے اونٹ سمیت کعبہ کی چھت پر چڑھا نظر آیا۔ یہاں سے اس نے پھر وہی آواز لگائی۔

"اے قریشیو! تین دن کے اندر اندر اس جگہ کے لیے چل پڑو جہاں تمہیں قتل کیا جائے گا۔"

اس کے بعد اچانک وہ اپنے اونٹ سمیت اس پہاڑ پر نظر آیا جس کا نام ابوقبیس تھا۔ یہاں اس نے پھر وہی جملہ کہا:۔

"اے قریشیو! تین دن کے اندر اندر اس جگہ کے لیے چل پڑو جہاں تمہیں قتل کیا جائے گا۔"

اس کے بعد اس سوار نے ایک بہت بڑا پتھر اٹھایا اور اسے پہاڑ سے نیچے پھینک دیا وہ پتھر نیچے گر کر چور چور ہو گیا اور اس کے ٹکڑے مکے کے ہر ہر مکان میں جا کر گرے۔

حضرت عباس نے یہ ڈراؤنا خواب سنا تو انہوں نے اپنی بہن عاتکہ سے کہا۔

"اس خواب کو چھپائے رکھو کسی سے اس کا ذکر مت کرنا۔"

حضرت عباس بہن کو تو منع کر گئے مگر راستے میں خود انہوں نے اپنے ایک دوست سے ذکر کر دیا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا۔ بس پھر کیا تھا یہ خبر ایک دم سارے مکے میں پھیل گئی۔ ابوجہل نے جب سنا تو وہ بہت بگڑا اس نے حرم میں آکر حضرت عباس سے کہا۔

"طواف کرنے کے بعد ذرا میری ایک بات سن لینا۔"

ابوجہل اس وقت قریشیوں کے ایک مجمع کے ساتھ حرم میں بیٹھا تھا اور اسی خواب کا ذکر چل رہا تھا۔ جب حضرت عباس طواف سے نمٹے تو ابوجہل نے ان سے پوچھا۔

"ابوالفضل! کیوں بھئی تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی ہے؟"

حضرت عباس نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

ابوجہل بولا۔

"وہی خواب کا قصہ ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔"

حضرت عباس ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابو جہل بہت غصے میں ہے اس لیے وہ فوراً صفائی کرنے لگے کہ یہ غلط ہے عاتکہ نے کوئی ایسا خواب نہیں دیکھا۔ مگر ابو جہل بہت جھلایا ہوا تھا کہنے لگا۔

"عبدالمطلب کی اولاد! ابھی تک تو تمہارے مرد ہی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے مگر معلوم ہوتا ہے اب تمہاری عورتوں نے بھی آئندہ کی خبریں بتانا شروع کر دیا ہے۔"

پھر ابو جہل بگڑتا رہا اور کہنے لگا۔

"ہم تین دن انتظار کریں گے اگر کوئی بات ہوئی تو خیر ورنہ اگر یہ خواب غلط ثابت ہوا تو ہم تمہارے خلاف ایک تحریر لکھیں گے کہ یہ عرب کا سب سے جھوٹا خاندان ہے۔"

مگر عاتکہ کا یہ خواب سچا ہو گیا کہ تین دن کے بعد ضمضم مکے پہنچ گیا۔ جب وہ مکے کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اونٹنی کے دونوں کان کاٹ ڈالے۔ اپنا کرتہ پھاڑ ڈالا۔ اور زین کا رخ اونٹ کی دم کی طرف کر کے زور زور سے چلانے لگا۔

قریش والو! غضب ہو گیا تمہارا جو مال شام سے آ رہا ہے اس کو روکنے کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ جلدی کرو اور اس کی خبر لو۔ پتہ نہیں تم اسے بچا بھی سکو گے یا نہیں! مدد...... مدد"۔ ابو جہل نے یہ سنا تو وہ بدحواس ہو کر حرم کی طرف بھاگا۔ (البدایہ والنہایہ، زرقانی، سیرت حلبیہ)

جیسے ہی مکے والوں نے ضمضم کی یہ پکار سنی ان میں ہلچل سی مچ گئی۔ خاص طور پر ابو جہل کا حال بہت خراب تھا۔ غصے کے مارے وہ طوفان بنا پھر رہا تھا۔ غرض ہر شخص کا یہ حال تھا کہ وہ آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ وہ لوگ کہنے لگے۔

"شاید محمد اور اس کے ساتھیوں نے اس قافلے کو بھی ابن حضرمی کا قافلہ سمجھا ہو گا۔ خدا کی قسم! اب کے انہیں پتہ چل جائے گا۔"

مکے والے مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پورے زور شور سے

جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مکّے کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جو جان و مال سے اس تیاری میں شریک نہ ہوا ہو۔ ہر شخص یا تو خود جا رہا تھا یا اپنی جگہ کسی کو بھیج رہا تھا۔ قریش کے بڑے لوگ چھوٹوں کی مدد کر کے انہیں تیار کر رہے تھے۔ سرداروں میں ابولہب کے سوا کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔ ایک قریشی عاص ابن ہشام پر ابولہب کے چار ہزار درہم بنتے تھے اس نے عاص کو اپنی جگہ بھیج دیا اور اس کے بدلے میں چار ہزار درہم چھوڑ دیئے۔ وہ خود جاتے ہوئے عاتکہ کے خواب کی وجہ سے ڈر رہا تھا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ یہ خواب سچّا ہے اور پُورا ہو گا۔

جو شخص بھی جانے میں ہچکچاتا قریش اس کو شرم دلاتے وہ اس کو الزام دیتے کہ وہ مرد نہیں عورت ہے اس کو سرمہ دانیاں اور چولہے پیش کرتے کہ سنگار کرو اور گھر میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح چولھے ہانڈی کا کام کرو اس لیے کہ اگر تم مرد ہوتے تو گھر میں گھس کر نہ بیٹھتے بلکہ جنگ کے میدان میں چلتے۔ ایسی باتیں سُن کر ہچکچانے والا بھی چلنے پر تیار ہو جاتا تھا۔

یہ واقعہ امیہ ابن خلف کے پاس پیش آیا تھا۔ امیہ ایک بہت معزز قریشی سردار تھا اس کی دوستی حضرت سعد ابن معاذ انصاری سے تھی۔ یہ جب مدینے جاتا تو حضرت سعد کے یہاں ٹھہرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سعد مکّے آئے تو وہ امیہ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت سعد کو طواف کرنے کا شوق پیدا ہوا تو امیہ چُپکے سے انہیں بیت اللہ شریف میں لایا۔ اسی وقت اتفاق سے وہاں ابوجہل پہنچ گیا۔ اس نے ایک اجنبی کو طواف کرتے دیکھ کر پوچھا۔

"یہ کون طواف کر رہا ہے ؟"

حضرت سعد نے جواب دیا۔

"یہ میں ہوں سعد ابن معاذ"

ابوجہل بولا۔

"کیا تم اتنے اطمینان سے طواف کر رہے ہو ؟ حالانکہ تم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور اُن کے ساتھیوں کو پناہ دی۔ خدا کی قسم! اگر تم ابوصفوان (یعنی امیہ) کے ساتھ نہ ہوتے تو وہ یہاں سے زندہ سلامت اپنے گھر نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

اس پر دونوں میں لڑائی ہوگئی۔ حضرت سعد نے ابوجہل سے ڈانٹ کر کہا۔

"خدا کی قسم! اگر تو مجھے یہاں آنے سے روکے گا تو میں تجھے مدینے کے اس راستے سے روک دوں گا جو تم لوگوں کو بہت زیادہ مہنگا پڑے گا۔"

امیہ نے یہ صورت دیکھی تو وہ حضرت سعد کو روکنے لگا کہ ابوالحکم کے سامنے اتنی زور زور سے نہ بولو وہ اس وادی کا سردار ہے۔ مگر حضرت سعد نے ایک نہ سنی اور پھر خود اُنہوں نے امیہ سے کہا۔

"میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ امیہ ابن خلف کی موت ابوجہل کی وجہ سے آئے گی۔"

یہ سُنتے ہی امیہ تو زرد ہوگیا کیونکہ عرب والوں کو تجربہ تھا کہ حضورؐ کی کوئی پیشین گوئی غلط نہیں ہوتی۔

اسی لیے اس وقت امیہ جنگ میں جانے سے ہچکچا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عقبہ ابن معیط جو ایک قریشی تھا اس کے پاس گیا اور اُسے جاکر سرمہ دانی اور چولہے کا سامان پیش کیا اور خوب شرم دلائی۔ آخر دل ہی دل میں کوستا ہوا امیہ چلنے کے لیے تیار ہوگیا اور وہیں اس کا کام تمام ہوگیا۔

اس طرح قریش کے بعض لوگ صرف یہی کام کر رہے تھے کہ لوگوں کو شرم دلا کر چلنے کے لیے تیار کرتے تھے۔ کچھ لوگ دوسروں کو ابھارتے اور ان میں جوش پیدا کرتے پھر رہے تھے۔ ایسے لوگوں میں ایک شخص سہیل تھا اس نے قریش سے کہا۔

"اے غالب کی اولاد! کیا تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھتے رہو گے کہ تمہارے قافلے اور مال و دولت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں لُٹتے رہیں۔"

غرض قریش نے دو یا تین دن کے اندر اندر زبردست تیاریاں کرلیں۔ ہر شخص جوش و غضب میں بھرا ہوا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ بس اس دفعہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم کر دیں گے۔ قریش کے اس لشکر میں ساڑھے نو سو یا ایک ہزار آدمی تھے جو نہایت بہادر اور لڑنے مرنے والے سمجھے جاتے تھے۔ اس لشکر میں سو گھوڑے تھے، سات سو اونٹ تھے اور سینکڑوں زرہیں وغیرہ تھیں۔ ان کے ساتھ گانے والیوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ یہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی شان میں بہت بُرے بُرے شعر پڑھتی جا رہی تھیں۔ قریشی لشکر اپنی طاقت کے نشے میں مست گاتا بجاتا بڑھتا رہا۔

ادھر ابوسفیان جب اپنے قافلے کے ساتھ بدر کے میدان میں قریب پہنچے تھے تو انہیں معلوم ہوا تھا کہ مسلمان قافلہ روکنے کے لیے نکل آئے ہیں۔ انہوں نے فوراً ضمضم کو مکے بھیجا تھا تاکہ وہ مدد لے کر آئے۔

چونکہ ابوسفیان بہت زیادہ ڈرے ہوئے تھے اس لیے ضمضم کو روانہ کرنے کے بعد وہ خود بھی وہاں نہیں رُکے۔ اُنہوں نے اُسی وقت قافلے کو تیاری کا حکم دیا اور ذرا ہی دیر میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے مکے جانے کا سیدھا راستہ وہی تھا جو بدر کے مقام سے گزرتا تھا۔ اسی راستے سے سب لوگ سفر کرتے تھے۔ مگر ابوسفیان چونکہ بہت زیادہ ڈرے ہوئے تھے اس لیے وہ بڑے پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے احتیاطاً اسی میں سمجھی کہ بدر کا راستہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ وہ بدر کے بجائے ساحل کی طرف مُڑ گئے اور پھر سمندر کے کنارے کنارے اتنی تیزی سے چلے کہ کہیں ٹھہرے بھی نہیں۔ اس طرح وہ اپنے قافلے سمیت مسلمانوں کی زد سے نکل گئے۔

اب ابوسفیان کو اپنے قافلے کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کی مدد کے لیے قریش لشکر لے کر آئیں گے۔ ابوسفیان نے ایک آدمی کو قریش کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ تم لوگ اپنے مال و دولت کو بچانے

کے لیے ہی اُٹھے تھے سو خدا تعالےٰ نے اس کو بچا دیا اب آگے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے تم لوگ واپس ہو جاؤ۔

قریشی لشکر اس وقت "جحفہ" کے مقام پر تھا وہیں ان کے پاس ابوسفیان کا یہ پیغام پہنچا۔ ابوجہل یہ سُن کر تن گیا اور کہنے لگا۔

"نہیں! خدا کی قسم ہم لوگ اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک میدانِ بدر میں نہ پہنچ جائیں وہاں ہم تین دن ٹھہریں گے، اُونٹ ذبح کریں گے، شراب پئیں گے اور گانے والیوں سے گانے سُنیں گے۔ اس طرح عربوں پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور پھر وہ کبھی ہمیں دھمکانے کی ہمت نہیں کریں گے۔

وہ آدمی واپس ابوسفیان کے پاس گیا اور بتایا کہ قریش لشکر لے کر روانہ ہو چکے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ لوگ بدر پہنچے بغیر واپس جانے پر تیار نہیں ہیں۔ ابوسفیان کو یہ سُن کر بہت غصّہ آیا اور وہ کہنے لگے۔

"افسوس! یہ سرکشی اور ضد ہے اس کا نتیجہ بدقسمتی ہے"۔

مگر وہ بھی مجبور تھے اس لیے کہ لشکر ابوجہل نے تیار کیا تھا اُسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ (ابن ہشام، سیرت حلبیہ، ابن جریر طبری)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے، شہر سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر پہنچے تو آپؐ ایک کنوئیں کے پاس ٹھہر گئے۔ اس کنوئیں کا نام "ابوعنبہ" تھا۔ یہاں پہنچ کر آپؐ نے لشکر کی جانچ کا حکم دیا۔ تمام صحابہ آپ کے سامنے سے گزارے گئے۔ صحابہ میں جو کم عمر اور نابالغ تھے آپؐ نے ان کو واپس کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے یہاں تک کہ چلتے چلتے آپؐ وادی ذفران تک پہنچ گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش نے اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کا ارادہ کیا ہے اور وہ بڑا زبردست لشکر لے کر

نکلے ہیں۔

اب معاملہ بدل گیا تھا اس لیے کہ مسلمان جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے بلکہ وہ تو ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کے لیے آئے تھے۔ اسی لیے بہت سے صحابہ بغیر تیاری کے ہی چل کھڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے مہاجر اور انصاری صحابہ کو بلا کر اُن سے مشورہ کیا کہ اب اُن کی کیا رائے ہے؟

سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یقین دلایا کہ جنگ کی صورت میں ہم آپؐ کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔" اس کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے بھی یہی کہا۔

ان دونوں کے بعد حضرت مقداد ابن عمر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"یا رسول اللہ! خدا کے حکم کے مطابق آپؐ آگے بڑھیئے ہم آپؐ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ "تم اپنے خدا کے ساتھ جا کر خود ہی لڑ لو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" اس کے بجائے ہم آپؐ سے یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ جنگ کیجئے ہم آپؐ کے ساتھ جانیں دینے کے لیے حاضر ہیں۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دُعا دی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔

"لوگو! مجھے مشورہ دو۔"

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ انصاریوں کی رائے بھی معلوم ہو جائے کیونکہ وہ پہلی بار آپؐ کے ساتھ لڑائی پر نکلے تھے۔ حضرت سعد ابن معاذ انصاری قبیلۂ اوس کے سردار تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ رسول خداؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ انہوں نے پوچھا۔

"شاید آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے یا رسول اللہؐ؟"

آپؐ نے فرمایا۔ "بے شک"

حضرت سعد نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں وہ بالکل سچا ہے۔ ہم آپ کے سامنے عہد کر چکے ہیں کہ آپ کا ہر حکم ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ اس لیے۔ یارسول اللہ جو آپ کا ارادہ ہے اس کے مطابق چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں بھی اُتر نا چاہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے، ہم میں سے کوئی بھی مُنہ نہیں موڑے گا۔ ہم دشمن کے سامنے جانے سے نہیں گھبراتے۔ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ہمارے ذریعہ سے ایسی خوشی عطا فرمائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اس لیے ہمیں ساتھ لیجئے اور خدا کے نام پر آگے بڑھیئے "

حضرت سعد کی اس تقریر سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور آپ کو اطمینان ہو گیا۔ اب آپ نے فرمایا۔

"خدا کے نام پر بڑھو تمہیں کامیابی حاصل ہو گی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دونوں جماعتوں میں سے ایک پر مجھے کامیابی دے گا۔ (یعنی یا تو قریشی قافلہ اور اس کا مال و دولت اور اگر ہم قافلہ چھوڑ کر لشکر کی طرف بڑھیں تو اس پر فتح) خدا کی قسم! ایسا ہے جیسے دُشمن کی بربادی مجھے سامنے نظر آ رہی ہے "

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذفران سے روانہ ہوئے۔ آپ اصافر اور دبہ سے گزرتے ہوئے بدر کے میدان کے قریب اُترے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیر ابن عوامؓ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی وقاص کو بھیجا کہ وہ بدر کے چشمہ کے پاس جائیں اور قریش کے بارے میں کوئی خبر لے کر آئیں۔ یہاں ان تینوں کو قریش کے کچھ سقّے ملے۔ صحابہ ان میں سے دو سقّوں کو پکڑ کر اپنے پڑاؤ میں لے آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ نے ان سقوں سے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔

"ہم قریش کے سقے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لیے بھیجا ہے۔"

صحابہ نے اس پر یقین نہیں کیا اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ یہ ضرور ابوسفیان کے آدمی ہوں گے۔ صحابہ نے اس جواب پر ان دونوں کو مارا تاکہ وہ سچی بات بتائیں۔ سقوں کو ڈر ہوا کہ اگر ہم نے ان کی مرضی کا جواب نہ دیا تو ہمیں یہ اور ماریں گے اس لیے انہوں نے کہہ دیا۔

"ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔"

یہ سن کر صحابہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ اسی وقت رسولِ خدا نماز سے فارغ ہو گئے۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔

"جب انہوں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے ان کو چھوڑ دیا اس لیے کہ انہوں نے واقعی سچ کہا ہے کہ وہ قریش کے آدمی ہیں۔"

اب رسولِ خدا نے ان ان سقوں سے پوچھا کہ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ اس پر سقوں نے بتلایا کہ لشکر اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

"وہ لوگ کتنے ہیں؟"

انہوں نے کہا۔

"بہت ہیں۔"

آپؐ نے پوچھا۔

"ان کی تعداد کتنی ہے؟"

سقوں نے کہا۔

"یہ ہمیں نہیں معلوم۔"

جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ اس طرح ٹھیک بات نہیں بتاتے تو آپؐ نے اُن سے پُوچھا۔

"وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟"

سقوں نے بتایا۔

"کسی دن نو اور کسی دن دس۔"

یہ سُن کر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔

"ان کا لشکر نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔"

پھر آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"تمہارے مقابلے کے لیے مکّے نے اپنے جگر کے ٹکڑے بھیجے ہیں۔"

(ابن ہشام و سیرت حلبیہ)

میدانِ بدر کے قریب جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا تھا یہاں پانی کی تنگی تھی اس لیے حضرت خباب ابن منذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! کیا اس جگہ آپ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے قیام فرمایا ہے یا اس میں کوئی جنگی چال ہے؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"نہیں! اس میں صرف جنگی چال ہے۔"

یہ سُن کر حضرت خباب نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! تب تو پھر یہ جگہ ٹھیک نہیں رہے گی ہمیں پانی کے پاس اُترنا چاہیئے۔ اس لیے تشریف لے چلیے ہم ایک کنوئیں کے پاس پڑاؤ ڈالیں اس طرح ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ ہم اس کنوئیں کے ساتھ والے سارے کنوؤں پر بھی

قبضہ کرلیں گے اور ادھر یہ کہ ہم اس کنوئیں پر ایک حوض بنا کر اسے پانی سے بھر لیں گے۔ اس کے بعد لڑائی کے وقت ہمیں تو پانی ملتا رہے گا لیکن دشمن کو نہیں مل سکے گا۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ آپؐ تمام صحابہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور اس کنوئیں پر آکر قیام فرمایا جس کی حضرت خباب نے رائے دی تھی۔

اب حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابن معاذ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ ہم آپؐ کے لیے ٹیلے کے اوپر ایک چبوترا بنا دیں آپؐ اس پر تشریف رکھیں وہیں آپ کے واسطے سواریاں تیار رہیں گی۔ اس کے بعد ہم دشمن سے جنگ کریں گے۔ اگر خدا تعالےٰ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی تو اس سے اچھی کوئی بات ہی نہیں لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو آپؐ سواری پر بیٹھ کر واپس مدینے تشریف لے جائیں وہاں آپ کے وہ انصاری جاں نثار موجود ہیں جو اس موقعہ پر ساتھ نہیں آسکے۔ آپؐ کی محبت میں وہ ہم سے کم نہیں ہیں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ جنگ کی ضرورت پڑے گی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ وہ لوگ آپؐ کی پوری طرح حفاظت کریں گے اور آپؐ کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے لڑیں گے۔"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو بہت دعائیں دیں۔ پھر آپؐ کے لیے چبوترا تیار کیا گیا اور آپؐ وہیں رہے۔

جس جگہ جنگ ہوئی تھی وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے پہلے تشریف لے گئے تھے۔ جس صبح کو لڑائی ہوئی اس کی رات میں آپؐ وہاں پہنچے اور دشمنوں کے مرنے کی ایک ایک جگہ بتلائی کہ خدا تعالےٰ نے چاہا تو کل اس جگہ فلاں شخص مرے گا۔ اس جگہ فلاں شخص مرے گا۔ آپؐ زمین پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے اس جگہ فلاں آدمی قتل ہوگا اور اس جگہ فلاں۔ لڑائی کے بعد جب دشمن کی لاشیں اٹھائی گئیں تو جس کے مرنے کی جو جگہ رسول اللہؐ نے بتلادی تھی اس کی لاش وہیں سے ملی۔

اس لڑائی میں دشمن مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے۔ پھر یہ کہ ان کے پاس ہر طرح کے ہتھیار تھے اونٹ اور گھوڑے تھے۔ اِدھر مسلمان تھوڑے بھی تھے اور ان کے پاس ہتھیار بھی بہت کم تھے۔ اسی واسطے قریش خوش تھے کہ فتح ان کی ہو گی۔ جنگ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ سے دُعا فرمائی کہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان لڑائی میں ختم ہو گئے تو پھر دُنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

لڑائی کے دن صبح کی نماز کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپؐ اس سے صفیں برابر کر رہے تھے جو بھی صف سے نکلا ہُوا ہوتا آپؐ اس کو پیچھے ہٹا کر قطار کے برابر کر دیتے تھے۔

قریش نے عمیر ابن وہب کو مسلمانوں کے لشکر کی طرف بھیجا کہ وہ اسلامی فوج کی تعداد معلوم کر کے آئے عمیر نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کا ایک چکر لگایا اور پھر واپس جا کر قریش سے کہا۔

”وہ تین سو کے لگ بھگ ہیں مگر ذرا ٹھہرو میں یہ بھی دیکھ لوں کہ ان کا کوئی دوسرا لشکر کہیں چھپا ہُوا تو نہیں ہے“

اس کے بعد عمیر دوبارہ گئے اس دفعہ وہ بہت دُور تک دیکھ کر آئے مگر وہاں کوئی اور لشکر نہیں ملا تو وہ واپس آکر کہنے لگے۔

”مجھے اور کوئی لشکر تو نظر نہیں آیا مگر ہاں یہ میں نے دیکھا ہے کہ ان پر موت سوار ہے انہیں کسی بات کی پرواہ نہیں ہے وہ یثرب کے سینچائی کرنے والے اُونٹوں کی طرح سخت ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں وہ گونگوں کی طرح بالکل خاموش ہیں مگر سانپوں کی طرح پھنکارتے پھر رہے ہیں۔ وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس جانے کے ارادے سے نہیں آئے۔ ان کے پاس اپنی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اپنی تلواروں کے سوا ان کے پاس کوئی بچاؤ کا راستہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک نہیں مار سکو گے جب تک وہ خود تمہارا ایک آدمی نہیں

مار لے گا۔ اب اگر واقعی انہوں نے ہمارے بھی اتنے ہی آدمی مار لیے جتنے اُن کے مریں گے تو یہ بڑی رسوائی کی بات ہوگی اور اس کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں ہوگا اس لیے پہلے ہی خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔"

جب یہ بات قریش کے لوگوں نے سُنی تو وہ بڑے گھبرائے۔ حکیم ابن حزام فوراً قریشی سپہ سالار عتبہ ابن ربیعہ کے پاس آئے اور اُسے سمجھایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑ کر تم نقصان اٹھاؤ گے اس لیے اچھا یہی ہے کہ لڑائی کا خیال چھوڑ دو اور واپس ہو جاؤ۔

عتبہ کے یہ بات سمجھ میں آگئی کیونکہ عتبہ کے اس جنگ میں آنے کی صرف ایک وجہ تھی اور وہ تھی عمرو ابن حضرمی کا قتل جسے حضرت واقد ابن عبداللہ نے قتل کر دیا تھا۔ یہ قتل اُس وقت ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن جحش کو ایک بند خط دے کر مجاہدوں کی جماعت کے ساتھ بھیجا تھا وہ نخلہ کے مقام پر ٹھہرے تھے اور وہیں مُشرکوں کا ایک قافلہ آ رکا تھا مسلمانوں نے اس قافلے پر حملہ کیا اور ادب والے مہینوں میں عمرو ابن حضرمی کا قتل ہو گیا تھا۔

غرض عمرو ابن حضرمی عتبہ ابن ربیعہ کا معاہدہ بردار تھا اور اب عتبہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اسی کے قتل کا بدلہ لینے آیا تھا مگر اب حکیم ابن حزام نے اُسے سمجھایا کہ تم عمرو کا خون معاف کر دو اور اپنے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

عتبہ نے کہا کہ میں تو تیار ہوں تم ابوجہل کو راضی کر لو۔ اب حکیم یہاں سے ابوجہل کے پاس گئے مگر ابوجہل بات ماننے کے بجائے اُلٹا عتبہ کو ہی طعنے دینے لگا کہ وہ بزدل ہے مگر عتبہ اب لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے پھر بھی لوگوں کو واپس چلنے کے لیے سمجھانا شروع کر دیا۔ ابوجہل کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے لوگوں سے کہا کہ اصل میں عتبہ کا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہے

اس لیے وہ تمہیں لڑائی سے روک رہا ہے تاکہ کہیں اس کا بیٹا نہ مارا جائے اس پر عتبہ نے مجبور ہو کر واپسی کا ارادہ ختم کر دیا۔

ادھر اللہ تعالےٰ کی یہ حکمت تھی کہ جنگ سے پہلے مشرکوں کو مسلمان بہت تھوڑے سے نظر آتے رہے۔ اس سے ان کی ہمت بندھ گئی اور انہوں نے حملہ کیا۔ مگر لڑائی شروع ہونے کے بعد انہیں مسلمان بہت زیادہ نظر آنے لگے اس سے وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہیں شکست ہوئی۔ ادھر خدا تعالےٰ کی یہ قدرت تھی کہ جب جنگ چھڑ گئی تو مسلمانوں کو مشرک بہت تھوڑے سے معلوم ہوئے اس سے ان کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے زبردست حملہ کر کے انہیں مار بھگایا۔

مسلمانوں نے اپنے لیے ایک حوض تیار کی تھی تاکہ انہیں لڑائی کے وقت پانی کی تکلیف نہ ہو۔ جب مشرکوں کا لشکر بدر پہنچا تو اُن کے بھی کچھ آدمی اس حوض میں سے پانی پینے آئے ان میں حضرت حکیم ابن حزام بھی تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے ان مشرکوں کو روکنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا۔

"انہیں مت روکو اس لیے کہ ان میں سے جو بھی پانی پی لے گا وہ آج قتل ہو گا"

اور پھر ایسا ہی ہوا کہ جس مشرک نے بھی اس میں سے پانی پی لیا تھا وہ اسی دن قتل ہو گیا۔ صرف حضرت حکیم ابن حزام بچ گئے تھے وہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔

اب دونوں لشکر آمنے سامنے آ چکے تھے۔ عربوں کا قاعدہ تھا کہ عام جنگ شروع کرنے سے پہلے اپنے بہادروں میں سے کسی ایک کو پہلے آگے بھیجتے تھے وہ سامنے آ کر دشمن کے بہادروں میں سے کسی کو اپنے مقابلے کے لیے بلاتا تھا اور اس طرح پہلے دو بہادر تنہا تنہا لڑتے تھے۔ اب مشرکوں کی صفوں میں سے پہلے عتبہ ابن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید نکلے۔ انہوں نے اپنے مقابلے کے لیے مسلمان بہادروں کو پکارا۔

ان کی اس للکار پر مسلمانوں کی صفوں میں سے تین انصاری نوجوان نکلے۔ جب

وہ سامنے آئے تو عتبہ وغیرہ نے ان سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"ہم انصاری ہیں"

عتبہ وغیرہ نے کہا کہ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اُن میں سے ایک للکارا۔

"محمدؐ! ہمارے مقابلے پر ہماری قوم کے آدمی بھیجو"

اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضؓ، حضرت علی رضؓ اور حضرت عبیدہؓ ابن حرث کو پکارا اور فرمایا کہ تم جاؤ۔ اس پر یہ تینوں صحابہ مقابلے کے لیے پہنچے۔ مشرکوں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے اپنے نام بتائے تو عتبہ وغیرہ نے کہا کہ اب برابر کی جوڑ ہے"

اب حضرت حمزہؓ عتبہ کی طرف بڑھے اور اُسے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ حضرت علیؓ ولید کی طرف بڑھے اور انہوں نے بھی اس کو پہلے ہی وار میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عبیدہ شیبہ کی طرف بڑھے ان دونوں میں تلوار کے وار ہونے لگے۔ اسی میں شیبہ کی تلوار حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ پر پڑی اور ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو وہ فوراً آئے اور انہوں نے شیبہ کو بھی اس کے بھائی اور بھتیجے کے پاس پہنچا دیا۔ پھر انہوں نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیا۔ بدر سے واپسی کے وقت حضرت عبیدہ صفراء کے مقام پر شہید ہو گئے اور وہیں اُن کو دفن کیا گیا۔

اب جنگ شروع ہو چکی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود لشکر میں تشریف لائے اور آپؐ نے مجاہدوں کو جوش اور حوصلہ دلایا۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے آج جو بھی ان مشرکوں سے لڑ رہا ہے وہ اگر صبر و شکر کے ساتھ اور پیٹھ دکھائے بغیر قتل ہو گیا تو اللہ تعالٰی اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

حضرت عمیر ابن حمام نے رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے جنت کا یہ وعدہ سنا تو انہوں نے بے اختیار کہا۔

"واہ! واہ میرے جنت میں داخل ہونے کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔"

حضرت عمیر اس وقت کھجور کھا رہے تھے انہوں نے اُسے پھینک دیا اور مشرکوں کی صفوں میں گھس کر لڑنے لگے۔ آخر اسی بہادری سے لڑتے لڑتے وہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد جب دونوں لشکر لڑتے لڑتے ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی اٹھائی پھر آپؐ نے اُسے قریش کی طرف اُچھال دیا۔ ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا۔

"یہ چہرے بگڑ گئے۔"

اس کا اثر یہ ہوا کہ قریش میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس کی ناک آنکھ یا مُنہ میں اس مٹی کے ذرے نہ پہنچے ہوں۔ مشرک یہ مٹی صاف کرنے میں لگے رہے اور ادھر مُسلمانوں نے اسی وقت اُن پر بھرپور حملہ کر دیا اور انہیں مارتے کاٹتے اور گرفتار کرتے ہوئے بڑھنے لگے۔

ادھر ابو جہل کو دو انصاری نوجوانوں نے قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کو بہت زیادہ زخمی کر دیا تھا وہ زمین پر گر گیا۔ یہ انصاری سمجھے کہ مر گیا ہے اس لیے وہ اس کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے حالانکہ ابو جہل اس وقت تک زندہ تھا اور سسک رہا تھا۔

غرض مسلمانوں کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ اس لڑائی میں بے شمار قریشی

قتل ہوئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے باقی لوگ جانیں بچا کر بھاگ گئے۔

جب لڑائی ختم ہوگئی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی تو رسولِ خدا نے حکم دیا کہ مشرکوں کی لاشوں میں ابوجہل کی لاش ڈھونڈیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اسے ڈھونڈ لیا وہ ایک جگہ پڑا ہوا اپنے سانس پورے کر رہا تھا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس لیے حضرت عبداللہ اس کی گردن پر پیر رکھ کر کھڑے ہوگئے مگر یہ بدبخت اس وقت بھی اپنی بڑائی سے باز نہیں آیا کہنے لگا۔

"او بھیڑوں کے چرانے والے تو نے بہت بڑی جگہ پیر رکھا "

حضرت عبداللہ نے جب اس کی گردن کاٹنے کا ارادہ کیا اس وقت بھی ابوجہل کو اپنی سرداری کا خیال نہیں بھولا۔

اس نے حضرت عبداللہ سے کہا۔

"دیکھو میری گردن مونڈھوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ یہ سب گردنوں میں اونچی رہے اور معلوم ہو جائے کہ یہ ایک بڑے سردار کی گردن ہے"

حضرت زبیر نے ابوجہل کی گردن اتاری اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے لے جاکر ڈال دیا۔ آپؐ نے اسلام کے اس دشمن کو اس حال میں دیکھ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

غزوہ بدر میں قریش کے بہت سے بڑے بڑے سردار اور سالار قتل ہوئے۔ ان کے ستّر آدمی قتل ہوئے اور اتنے قید ہوئے۔ مسلمانوں میں سے کل چودہ ۱۴ صحابہ شہید ہوئے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ان کو ایک کنوئیں میں بھر کر اُسے پاٹ دیا۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے روانہ ہونے لگے تو آپؐ اس کنوئیں کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ یہ رات کا وقت تھا اور اس وقت لاشوں کو دبائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ آپؐ نے ان مُردہ قریشیوں کو ان کے نام لے لے کر پکارا

اور پھر فرمایا۔

"وہ بُرے لوگ تھے تم! تم نے مجھے جھٹلایا مگر دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے نکالا مگر دوسرے لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی مگر دوسرے لوگوں نے میرا ساتھ دیا۔ (اب بتاؤ)۔ تمہارے رب نے تم سے جو وعدے کئے تھے کیا تم نے اُن کو سچ پایا؟ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے ہو گئے"۔

حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! آپ ان سوکھی ہوئی لاشوں کو پکار رہے ہیں"۔

آپؐ نے جواب دیا۔

"جو کچھ میں نے اُن سے کہا ہے انہوں نے اُس کو سُن لیا ہے مگر یہ جواب نہیں دے سکتے"۔

خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کو مشرکوں پر فتح نصیب فرمائی جب رسول اللہ صلعم واپس مدینے جانے لگے تو آپؐ نے حضرت زید ابن حارثہ اور حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ کو آگے روانہ کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری سُنادیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لے جا رہے تھے تو اس وقت آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہ سخت بیمار تھیں۔ حضرت رقیہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔ رسولِ خداؐ نے حضرت عثمان کو اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے مدینے میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ مگر رسولِ خدا کی تشریف آوری سے پہلے ہی حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا۔ جس وقت فتح کی خوش خبری مدینے میں پہنچی اس وقت مسلمان حضرت رقیہ کو دفنا کر مٹی برابر کر رہے تھے۔

حضرت زیدؓ نے آکر اعلان کیا۔

"لوگو! قریش کے فلاں فلاں آدمی قتل ہو گئے اور فلاں فلاں سردار قید ہو گئے ہیں"۔

یہ سن کر اسلام کا دشمن کعب ابن اشرف انہیں جھٹلانے لگا اور کہنے لگا۔
"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے واقعی ان سرداروں کو قتل کر دیا ہے تو اس جینے سے مر جانا بہتر ہے۔"
اس طرح اس خبر سے یہودی اور منافق جل رہے تھے۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

جنگ ختم ہو گئی اور مسلمانوں کو زبردست فتح نصیب ہوئی۔ جب رسول خدا صلعم میدانِ بدر سے واپس ہونے لگے تو آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ مشرکوں کے پڑاؤ میں جو کچھ مال اور سامان ملے وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ جب یہ مالِ غنیمت جمع ہو گیا تو آپ نے اس کو ساتھ لے چلنے کے لیے لدوا دیا اور حضرت عبداللہ ابن کعب انصاری کو اس کی نگرانی پر مقرر فرما دیا۔ راستے میں آپؐ نے صفراء میں قیام فرمایا اور یہیں مالِ غنیمت مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم فرمایا اور اس کے بعد مدینے تشریف لائے۔
مدینے پہنچ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ قیدیوں کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رائے دی کہ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں اس لیے ان کو قتل کر دینا چاہیئے۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا۔
"یارسول اللہ! ان میں آپ کے عزیز بھی ہیں۔ ان پر خدا تعالےٰ نے آپ کو فتح اور قبضہ عطا فرمایا ہے اس لیے میری رائے ہے کہ آپؐ انہیں قتل نہ کریں بلکہ ان سے فدیہ (یعنی جان کی قیمت) لے کر انہیں چھوڑ دیں۔"
زیادہ صحابہ کی رائے فدیہ کی تھی اس لیے یہی بات طے ہوئی۔ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے تھے وہ جان کی قیمت دے کر رہا ہو گئے اور جو لوگ بالکل مفلس تھے وہ رہ گئے۔

بدر کی لڑائی میں قریش کی کمر ہی ٹوٹ گئی تھی اس لیے کہ انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ قریش کے جو لوگ قید ہوئے تھے ان میں وہب ابن عمیر بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

اُن کے باپ عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے جب انہیں اپنے بیٹے کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو یہ ایک روز صفوان ابن امیہ کے پاس گئے۔ صفوان مکے کے ایک بڑے سردار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے انہوں نے بھی بعد کو اسلام قبول کر لیا تھا۔ جہاں بیٹھے ہوئے یہ دونوں باتیں کر رہے تھے اس جگہ کا نام "حجر" تھا۔ یہ دونوں اُن قریشی سرداروں کا ذکر کر رہے تھے جو جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ صفوان عمیر سے کہنے لگے۔

"ان سب کے مرنے کے بعد اب خدا کی قسم زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا"

عمیر نے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو! میں تو قرض میں پھنسا ہوا ہوں ورنہ میں مدینے جاتا اور خدا کی قسم محمد کو قتل کر دیتا اس لیے کہ میرا تو بیٹا بھی وہیں قید ہے"

صفوان نے یہ سُنا تو اُنہوں نے فوراً عمیر کو لالچ دینا شروع کیا اور ان سے کہا کہ تمہارا قرض میں چکا دوں گا اور عمر بھر تمہارے گھر والوں کا خرچ میں اُٹھاؤں گا۔

یہ سن کر عمیر تیار ہو گئے۔ انہوں نے صفوان سے کہا کہ یہ بات کسی سے بتانا مت۔

اس کے بعد عمیر نے گھر جا کر تلوار نکالی۔ اس کی دھار تیز کی اور پھر اُسے زہر میں بجھایا۔ اب وہ مکے سے چل کر مدینے پہنچے۔ اس وقت مسجد نبویؐ میں حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے جنگ بدر کا ذکر کر رہے تھے۔ جس وقت عمیر نے مسجد نبویؐ کے دروازے پر جا کر اُونٹنی بٹھائی تو حضرت عمرؓ نے اُنہیں دیکھا۔ عمیر کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہیں دیکھتے ہی رسول اللہ صؐ کے پاس گئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! یہ خدا کا دشمن عمیر تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے!"

آپؐ نے فرمایا۔

"اُسے میرے پاس لے کر آؤ۔"

حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے عمیر کی گردن میں جو تلوار کا پٹکا پڑا ہوا تھا اس سے انہیں پکڑ لیا اور لے چلے۔ اس وقت جو دوسرے صحابہ وہاں موجود تھے وہ بھی کہنے لگے۔

"اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔"

جب رسول اللہؐ نے اُسے دیکھا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

"عمر اس کی گردن چھوڑ دو .... عمیر! قریب آ جاؤ۔"

عمیر نے قریب پہنچ کر آپؐ کو اپنے رواج کے مطابق سلام کیا۔

آپؐ نے فرمایا۔

"عمیر! ہمیں خدا تعالیٰ نے اس سے بھی اچھا سلام بتا کر عزت بخشی ہے وہ جنت والوں کا سلام ہے۔ تم کس لیے آئے ہو؟"

عمیر نے جواب دیا۔

"میں اسی قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپؐ کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہے۔ یعنی میرا بیٹا وہب۔ اس کے معاملے میں آپؐ مہربانی فرمایئے۔"

آپؐ نے پوچھا۔

"پھر اس تلوار کا کیا مطلب ہے؟"

اس پر عمیر نے بہانہ بنا دیا کہ یہ تو یوں ہی لٹکی رہ گئی ہے۔ مگر رسول اللہؐ نے فرمایا۔

"سچ سچ بتاؤ کس لیے آئے ہو؟"

عمیر نے پھر کہا۔

"میں اپنے اس قیدی ہی کے لیے آیا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"نہیں تم "حجر" میں صفوان ابن امیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں تم اپنے ان قریشی سرداروں کی باتیں کر رہے تھے جو جنگ بدر میں قتل ہوئے ہیں پھر تم نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا۔ اس پر صفوان نے تمہارے قرض کی اور تمہارے گھر والوں کی ذمہ داری لے لی تاکہ تم یہاں آکر مجھے قتل کر دو مگر تمہارے اور تمہاری اس سازش کے بیچ میں خدا حائل ہے۔"

یہ سنتے ہی عمیر حیران رہ گئے اور انہوں نے فوراً کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کو جھوٹا کہا کرتے تھے اور آپ کے پاس جو وحی آتی ہے اس کو غلط بتایا کرتے تھے۔ اس گفتگو میں تو میرے اور صفوان کے سوا کوئی تھا ہی نہیں۔ اس لیے خدا کی قسم! یہ بات آپ کو خدا تعالےٰ کے سوا کوئی بتا ہی نہیں سکتا۔ خداوند تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کا راستہ دکھایا۔

اس کے بعد انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین سکھاؤ اور ان کا قیدی چھوڑ دو۔ مسلمانوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ، ابن جریر طبری)

غلبۂ اسلام
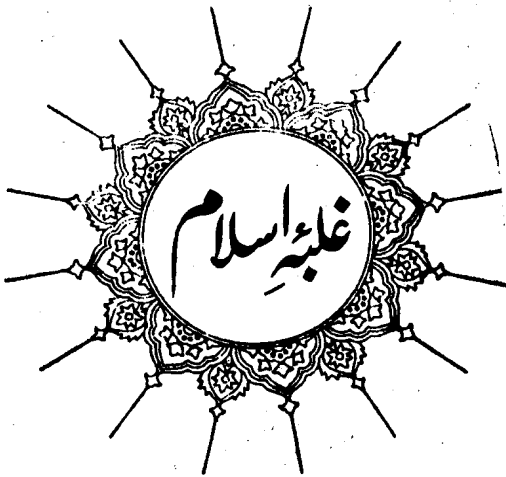
مُسلمانوں کو غزوۂ بدر میں زبردست فتح حاصل ہوئی تھی اور مشرکوں کو ایسی شکست ہوئی کہ اُن کے سارے کس بَل نکل گئے۔ اُن کے جتنے بڑے بڑے سردار تھے ان میں سے اکثر مارے گئے اسی لیے صفوان ابن امیہ نے کہا تھا کہ اب ان سرداروں کے مرنے کے بعد جینے کا کوئی مزہ نہیں رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قریش کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک تو ابوسفیان کا قافلہ اور ایک مشرکوں کا لشکر۔ ان میں سے آپ جس کو بھی چُن لیں گے اسی پر آپؐ کو غلبہ حاصل ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کو چھوڑ دیا اور قریش کے لشکر کا رخ کیا خدا کا وعدہ پُورا ہوا اور آپؐ کو اس پر فتح نصیب ہوئی۔

اس فتح سے مُسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہر مسلمان خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے نہتے مسلمانوں کو اتنے بڑے لشکر پر فتح دی۔

دوسری طرف جب یہ خبر مکّے میں پہنچی تو ہر شخص دل تھام کر رہ گیا تھا۔ سارے مکّے میں جیسے طوفان آگیا اس لیے کہ قریشیوں کو پورا یقین تھا کہ فتح ان کی ہو گی۔ ان کا لشکر بھی زیادہ تھا ان کے پاس ہتھیار اور اُونٹ گھوڑے بھی تھے جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

سب سے پہلے جو آدمی یہ خبر لے کر مکّے پہنچا تو وہ حیسمان ابن عبداللہ تھا۔ لوگوں نے اُسے دیکھتے ہی اس سے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو؟

حیسمان نے کہا:

"وہ سب قتل ہو گئے عتبہ، شیبہ، ابوالحکم (یعنی ابوجہل) امیہ، زمعہ، منبہ اور ابوالبختری سب قتل ہو گئے۔"

جب حیسمان نے ان قریشی سرداروں کے نام گنانے شروع کئے تو لوگوں کو یقین

نہیں آیا وہ سمجھے یہ پاگل ہو گیا ہے۔ صفوان ابن امیہ اس وقت "حجر" میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس سے ذرا میرے بارے میں تو پوچھو۔"

لوگوں نے حیسمان سے صفوان کے بارے میں پوچھا۔ حیسمان سمجھ گیا کہ یہ مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں۔ اس نے کہا۔

"یہ سامنے تو بیٹھا ہوا ہے، مگر خدا کی قسم! اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔"

جب ابولہب کو یہ خبر ملی تو وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس کے بعد وہ بھاری بھاری قدموں سے چلتا ہوا حرم میں آیا اور ایک حجرے میں بیٹھ گیا۔ یہ حجرہ حضرت عباس کے غلام ابورافع کا تھا۔ حضرت عباس، ان کی بیوی ام فضل اور ابورافع تینوں مسلمان ہو چکے تھے مگر وہ اس بات کو اب تک چھپائے ہوئے تھے اور مکے میں ہی رہتے تھے۔ حضرت عباس بہت دولت مند آدمی تھے ان کا روپیہ مشرکوں میں بٹا ہوا رہتا تھا اسی وجہ سے وہ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے کیونکہ اگر قریش کو پتہ چل جاتا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ ان کا روپیہ دبا کر بیٹھ جاتے اور کبھی ادا نہ کرتے۔

ابورافع حضرت عباس کے غلام تھے یہ ایک بہت بوڑھے آدمی تھے اور تیر بنانے کا کام کرتے تھے۔ اس وقت بھی یہ اپنے کمرے میں بیٹھے تیر بنا رہے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ان کی مالکن حضرت ام فضل بھی یہیں بیٹھی تھیں۔ ابولہب آیا اور یہیں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک دم لوگوں کی آواز آئی۔

"لو یہ مغیرہ ابن حرث آگیا۔"

ابولہب نے مغیرہ کا نام سنتے ہی اسے آواز دی۔"

"میرے پاس آؤ خدا کی قسم تم خبر لائے ہو گے۔"

مغیرہ ابولہب کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگ بھی آکر چاروں طرف کھڑے

ہو گئے۔ ابولہب نے مغیرہ سے پوچھا۔

"بھتیجے! اب بتاؤ وہاں کیا گزری؟"

مغیرہ نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! بس اتنی بات ہے کہ جیسے ہی وہ ہمارے مقابلے کو آئے ہم نے ہمت ہار دی، ہم نے خود کو ان کے سامنے پیش کر دیا اور پھر انہوں نے جیسے چاہا ہمیں قتل کیا۔ جیسے چاہا گرفتار کیا مگر خدا کی قسم! میں پھر بھی کسی کو الزام نہیں دیتا کیونکہ جن کو ہم نے اپنے سامنے دیکھا وہ بالکل سفید تھے اور سیاہ اور سفید گھوڑوں پر سوار تھے، ہمیں زمین اور آسمان کے بیچ میں وہ ہی وہ نظر آرہے تھے۔ ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔"

یہ بات ابو رافع بھی سن رہے تھے اُن سے نہیں رہا گیا۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"خدا کی قسم! وہ فرشتے تھے۔"

ابو رافع نے ابھی یہ جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ ابولہب کا ایک زوردار تھپڑ اُن کے منہ پر پڑا۔ اس پر ابو رافع بھی غصہ میں کھڑے ہو گئے مگر وہ بوڑھے آدمی تھے ابولہب نے ایک دم اُن کو دبوچ لیا اور اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد اُس نے جھپٹ کر انہیں تھپڑوں اور مکّوں سے مارنا شروع کر دیا۔

ابو رافع کی مالکن حضرت ام فضل یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں ان سے نہیں رہا گیا۔ انہوں نے غصّے میں ایک موٹا ڈنڈا اٹھایا اور پوری قوت سے ابولہب کے سر پر مارا۔ ڈنڈا لگتے ہی اس کے سر میں سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ اس کے بعد ام فضل نے ڈانٹ کر ابولہب سے کہا۔

"بے شرم! اس کا مالک یہاں نہیں ہے تو تو اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے۔"

ابولہب ڈنڈا کھا کر اور ذلیل ہو کر چپکا ہی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ دشمن ایک ہفتہ ہی زندہ رہا۔

جنگ بدر سے پہلے یہ عاتکہ کا خواب سن کر ڈر گیا تھا اسی لیے یہ خود لڑائی میں نہ گیا بلکہ اپنی جگہ اس نے چار ہزار درہم میں عاص کو بھیج دیا تھا مگر پھر بھی خدا تعالےٰ نے

نے اپنے رسول ﷺ کے اس دشمن کو نہیں چھوڑا۔ جب ابولہب کو اس جنگ کا انجام معلوم ہوا تو یہ اپنے گھر جا کر پڑ گیا اور ہر وقت اسی غم میں گھلنے لگا۔ آٹھ ہی دن کے بعد اس کے طاعون کی طرح کا پھوڑا نکلا۔ عرب کے لوگ اس بیماری سے بہت ڈرتے تھے، جس کو یہ بیماری ہوتی تھی اس کے پاس بھی نہیں جاتے تھے۔ ابولہب اسی پھوڑے کی وجہ سے مر گیا مگر کوئی آدمی بھی اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں کر سکا۔ تین دن تک اس کی لاش یوں ہی پڑی سڑتی رہی۔ اس کے بیٹوں نے اس گھر میں جانا چھوڑ دیا۔ دو تین دن میں اس کی لاش اتنی سڑ گئی کہ سارے محلے میں بدبو پھیل گئی۔ لوگوں کا وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔

آخر دو تین دن کے بعد مجبور ہو کر لوگ ابولہب کے بیٹوں کے پاس آئے اور ان کو ڈانٹا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، تمہارے باپ کی لاش پڑی سڑ رہی ہے اور تم اس کو دفن نہیں کرتے۔ بیٹوں نے کہہ دیا کہ وہ پھوڑے کی بیماری میں مرا ہے اس لیے ہمیں اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔

سب ہی لوگ اس بیماری سے ڈرتے تھے مگر اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ آخر لوگوں نے کہا کہ آؤ ہم سب مل کر اسے کہیں پھینک آئیں۔ اب یہ سب اندر گئے۔ وہاں بدبو کی وجہ سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ لوگوں کو اتنی گھن آ رہی تھی کہ کوئی بھی اس کے قریب نہ گیا۔ دور سے ہی انہوں نے اس پر پانی ڈالا اور پھر ناک پر انگلیاں رکھ کر کسی طرح اسے وہاں سے اٹھایا۔ یہ لوگ اسے لے کر شہر سے باہر پھینک آئے اس طرح خدا نے اس بدبخت کا انجام خراب کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچانے والا یہ شیطان دنیا اور آخرت میں رسوا ہوا۔

جب قریش کو اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ ان کا لشکر تباہ ہو گیا تو سارے مکے پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ لوگوں نے رونا دھونا اور اپنے رشتہ داروں کا ماتم کرنا شروع کر دیا۔ مگر پھر قریش کو خیال ہوا کہ جب ہمارے رونے دھونے کی خبر یں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں تک پہنچیں گی تو وہ ہم پر ہنسیں گے۔ اس لیے انہوں نے

مکے میں اعلان کرایا کہ کوئی شخص رونے دھونے کی آواز بھی نہ نکالے۔

اس اعلان سے سارے مکے میں سناٹا چھا گیا۔ ہر شخص نے اپنے ہونٹ سی لیے۔ اُن کے دل تڑپ رہے تھے سینے غم سے گھٹ رہے تھے مگر وہ آنسو نہیں بہا سکتے تھے۔ ہر آدمی اپنے سرداروں کے اعلان سے مجبور تھا۔

مکے میں ایک شخص تھا اسود ابن مطلب۔ بدر کے میدان میں اس کے تین بیٹے قتل ہوئے تھے۔ وہ اُن کی یاد میں تڑپ رہا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ بیٹوں کی یاد میں دل کھول روئے۔ مگر اس اعلان کے بعد وہ بے بسی سے اندر اندر گھٹتا رہا۔ اسی غم میں وہ اندھا ہو گیا تھا۔

ایک رات وہ اپنے گھر میں بے قرار پڑا ہوا تھا اپنے بیٹوں کی یاد میں وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ اچانک رات کے سناٹے میں اُسے کسی کے سسکنے کی آواز آئی۔ کوئی عورت کہیں رو رہی تھی۔ اسود نے فوراً اپنے غلام کو بلایا اور اس سے کہا۔

"ذرا معلوم کر کے آؤ کہ کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے؟ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کر دیا ہے؟ شاید میں بھی اپنے بیٹوں پر آنسو بہا سکوں اس لیے کہ میرا سینہ جلا جا رہا ہے۔"

غلام باہر گیا۔ تھوڑی دیر میں اُس نے واپس آکر کہا۔

"کسی عورت کا اُونٹ کھو گیا ہے وہ اس کی وجہ سے رو رہی ہے۔"

اس پر اسود نے فوراً یہ شعر پڑھے ؎

أَتَبْكِي أَنْ أَضَلَّ لَهَا بَعِيرٌ ۔ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ

فَلَا تَبْكِي عَلَى بَكْرٍ وَلَكِنْ ۔ عَلَى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُودُ

ترجمہ:- کیا یہ عورت اس لیے رو رہی ہے کہ اس کا اُونٹ گم ہو گیا ہے؟ اور اس کی وجہ سے وہ اتنی بے چین ہے کہ اُسے نیند نہیں آ رہی ہے۔ نہیں وہ بکر (یعنی اونٹ) پر نہیں رو رہی ہو گی بلکہ بدر (یعنی جنگِ بدر) پر رو رہی ہو گی جس نے نسلیں ختم کر دیں۔"

اس طرح خدا تعالےٰ نے جنگِ بدر میں کافروں کو نیچا دکھایا اور انہیں برباد کیا۔ دوسری طرف خداوندکریم نے اسلام کو غلبہ اور فتح نصیب فرمائی جس سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (ابن ہشام، ابن جریر طبری، سیرت حلبیہ)

قریش اپنی اس شکست پر جھلائے ہوئے تھے۔ ابوسفیان ویسے بھی مسلمانوں کے خلاف ادھار کھائے پھرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ان کا غصہ اور دشمنی اور زیادہ بڑھ گئی۔ انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے اس ہار کا بدلہ نہیں لے لوں گا اس وقت تک نہ تو نہاؤں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے جلدی جلدی دوسو گھوڑے سواروں کا لشکر تیار کیا اور اُسے لے کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مدینے کے قریب آکر ایک جگہ اُترے۔ پھر یہاں سے رات کو چلے اور یہودیوں کی ایک بستی میں پہنچے یہ یہودی قبیلہ بنی نضیر کے تھے۔

بنی نضیر کے یہودیوں کی بستی مدینے سے باہر تھی جو مدینے کا ہی ایک محلہ شمار ہوتی تھی۔ اس بستی میں آکر ابوسفیان حییؔ ابن اخطب کے مکان پر آئے۔ حیی اس قبیلے کے سرداروں میں سے تھا۔ ابوسفیان نے اس کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا مگر ابن اخطب کو جب معلوم ہُوا کہ ابوسفیان ہیں تو اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں ان کی گڑبڑ میں وہ بھی نہ پھنس جائے۔

اب ابوسفیان سلاّم ابن مشکم کے گھر پہنچے یہ بنی نضیر کا سردار تھا اس نے انہیں اندر بلایا۔ ابوسفیان اس کے پاس رات گئے تک بیٹھے رہے۔ اخیر رات میں وہ وہاں سے واپس اپنے لشکر میں آئے۔ اب انہوں نے اپنے قریشی ساتھیوں کو مدینے کی طرف بھیجا۔ قریشی مدینے میں عریض کے مقام پر آئے یہاں انہوں نے مسلمانوں کے باغ میں آگ لگادی اتفاق سے وہاں انہیں دو انصاری صحابہ مل گئے انہوں نے دونوں کو قتل کیا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی یہ خبر ملی آپ نے فوراً صحابہ کی ایک جماعت ساتھ لے کر قریشیوں کا پیچھا کیا۔ مگر قریشی ایسے بھاگے کہ انہوں نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ کیونکہ دو آدمیوں کو قتل کر کے اور ایک باغ جلا کے ابوسفیان اپنی قسم پوری کر چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کا پیچھا کرتے ہوئے "قرقرت الکدر" کے مقام تک گئے۔ قریشیوں کے پاس بہت سے تھیلے تھے جن میں ستو بھرے ہوئے تھے۔ جب وہ بھاگے تو بوجھ کم کرنے کے لیے راستہ میں ستو کے تھیلے پھینکتے گئے۔ ستو کو عربی میں "سویق" کہتے ہیں اسی لیے اس غزوہ کا نام "غزوہ سویق" مشہور ہوا۔ جناب رسولِ خدا ﷺ "قرقرت الکدر" سے واپس مدینے تشریف لے آئے۔

(ابن ہشام)

۳

بدر میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو جو کامیابی عطا فرمائی اس سے اسلام کے سب ہی دشمن جل رہے تھے مگر سب سے زیادہ مدینے کے یہودی جل رہے تھے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ کر لیا تھا مگر پھر بھی یہودی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہے تھے۔ جب فتح کی خوشخبری مدینے پہنچی تو ایک یہودی کعب ابن اشرف نے کہا تھا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر اس جینے سے مر جانا بہتر ہے۔

ابھی تک یہودی چھپ چھپ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے مگر جنگ بدر کے بعد ان کا حسد بہت زیادہ بڑھ گیا اور اب وہ کھل کر مسلمانوں کو گالیاں دینے لگے۔

مدینے میں یہودیوں کے کئی قبیلے آباد تھے انہی میں ایک قبیلہ "بنی قینقاع" تھا یہ قبیلہ سب سے زیادہ بہادر سمجھا جاتا تھا۔ یہ لوگ بہت دولت مند تھے۔ ایک روز ایک انصاری عورت اپنے کسی کام سے ان کے بازار میں گئی۔ جب یہ دوکاندار کے پاس پہنچی تو اس وقت وہاں کچھ دوسرے یہودی غنڈے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب نے

اس مسلمان عورت سے کہا کہ اپنا چہرہ کھول کر دکھاؤ۔ انصاری عورت نے انکار کر دیا۔ اس پر اُن میں سے ایک شخص اُٹھا اور اس نے چپکے سے پیچھے جا کر اس عورت کی چادر میں کوئی چیز اٹکا دی۔ اب یہ عورت جو اُٹھی تو چادر کھینچ کر اُس کا چہرہ کھل گیا۔ اس پر یہودیوں نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ مسلمان عورت نے اس بے عزتی پر شور مچایا۔ عورت کی چیخیں سُن کر ایک انصاری مُسلمان وہاں پہنچ گئے۔ انہیں جب یہ بات معلوم ہوئی تو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے اس یہودی کو پکڑ لیا اور مار مار کر وہیں ختم کر دیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے یہودی اس مسلمان سے لپٹ گئے اور انہیں قتل کر دیا۔

جب مُسلمانوں کو یہ واقعہ معلوم ہُوا تو وہ بہت غضب ناک ہو گئے۔ کیونکہ رسول اللہؐ پہلے ہی ان سے معاہدہ کر چکے تھے مگر انہوں نے اس کا کبھی کوئی خیال نہیں کیا۔ ادھر خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہودیوں کو ان کی ان حرکتوں پر خدا تعالےٰ کے قہر سے ڈرایا کرتے تھے مگر یہودیوں کے دماغ سیدھے نہیں ہوتے۔ رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا۔

"یہودیو! خدا کی قسم تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں خدا تعالےٰ کا رسول ہوں یہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے۔ اس لیے خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ ورنہ خدا تعالےٰ تمہیں بھی اسی طرح تباہ کر دے گا جس طرح اُس نے قریش کو کیا ہے"

اس پر یہودیوں نے رسول پاکؐ کو جو جواب دیا وہ یہ تھا:۔

"محمدؐ! تم ہر ایک کو قریشیوں جیسا ہی مت سمجھو! تم نے انہیں زور دکھایا ہے جنہیں جنگ کرنی ہی نہیں آتی۔ اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم ہم جیسوں سے کبھی نہیں لڑے"

غرض یہودیوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے معاہدہ ختم ہو گیا تھا۔ ادھر اس واقعہ کے بعد مسلمان بہت غضب ناک ہو رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے بنی قینقاع کے یہودیوں سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بنی قینقاع کی بستی میں تشریف

لائے اور یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی اپنی حویلیوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں آپؐ نے حضرت بشیر ابن عبدالمنذر کو اپنا قائم مقام بنایا۔ بنی قینقاع کے یہودی مدینے کے باہر رہتے تھے جہاں ان کی حویلیاں وغیرہ ہوتی تھیں۔ اس قبیلے میں لڑنے والے لوگ کل ملا کر سات سو تھے جن میں سے تین سو باقاعدہ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ نہ کھیتی باڑی کرتے تھے اور نہ باغات وغیرہ لگاتے تھے بلکہ یہ سب بڑی بڑی تجارتیں کرتے تھے۔ ان کا دوسرا کام صرافہ تھا۔ غرض سب کے سب بڑے مالدار لوگ تھے۔ یہ حضرت عبداللہ ابن سلام کے قبیلے کے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بستی کے چاروں طرف زبردست محاصرہ کر لیا۔ جب اس محاصرہ کو پندرہ دن گزر گئے تو یہودی پریشان ہو گئے آخر مجبور ہو کر انھوں نے ہار مان لی۔ مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ چونکہ یہ لوگ باغی تھے اس لیے ان کو قتل کی سزا دی جانی تھی مگر عبداللہ ابن ابیٔ ان کا معاہدہ بردار تھا اس نے رسول اللہؐ سے سفارش کی کہ ان پر رحم فرمائیں۔ آپؐ کو ان یہودیوں پر بہت سخت غصہ تھا مگر جب منافقوں کے سردار ابن ابیٔ کی منت خوشامد حد سے زیادہ بڑھ گئی تو آپؐ نے اُن کی جان بخشی کر دی۔

مگر اس کے ساتھ ہی آپؐ نے ان یہودیوں کو جلاوطنی کا حکم دیا کہ یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر کہیں چلے جائیں۔ ان کی شرارتوں کے بدلے میں آپؐ نے ان کا تمام مال و دولت اور ہتھیار ضبط کر لیے۔ آپؐ نے حضرت عبادہ ابن صامت کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ انھیں اپنی نگرانی میں شہر سے نکالیں۔

حضرت عبادہؓ نے ان کو شہر بدر کر دیا۔ بنی قینقاع کے یہ یہودی مدینہ چھوڑ کر خیبر میں جا بسے۔ ان کا مال و دولت اور ہتھیار مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملے۔ اس میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لیا۔ یہ حصہ پہلی مرتبہ لیا گیا۔ اس کے بعد رسولِ خداؐ مدینے واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کو پہلی

مرتبہ بقر عید منائی گئی۔ رسولِ پاکؐ مسلمانوں کے ساتھ شہر سے باہر جنگل میں تشریف لائے اور بقر عید کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے دو بکریاں ذبح کیں۔ یہ اسلام کی پہلی قربانی تھی۔ (ابن ہشام، تاریخ ابن خلدون)

مسلمانوں کی کامیابیوں سے خاص طور پر یہودی بہت جل رہے تھے اس لیے کہ اب تک ایک طرح سے یہی لوگ حکومت کرتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان کی عزت خاک میں مل گئی تھی اس لیے مسلمانوں سے سب سے زیادہ انہیں ہی جلن تھی۔ یہودیوں میں ایک شخص تھا کعب ابن اشرف۔ یہ خود قبیلہ طے کا تھا اور اس کی ماں بنو نضیر میں کی تھی۔ کعب بڑا دولت مند آدمی تھا ساتھ ہی یہ شاعر بھی تھا یہودیوں میں اس کی بڑی عزت و شہرت تھی۔ اس کو مسلمانوں سے خدا واسطے کی دشمنی تھی ہر وقت رسولِ پاکؐ اور مسلمانوں کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔

جنگِ بدر میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی تو رسولِ پاکؐ نے حضرت زید ابن حارثہ اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو آگے بھیج دیا تھا کہ وہ مدینے والوں کو یہ خوش خبری سنا دیں۔ جب یہ مدینے پہنچے تو انہوں نے فتح کی خوش خبری سنائی اور قریش کے ان تمام سرداروں کے نام گنائے جو بدر میں قتل ہوئے تھے۔ کعب نے یہ سنا تو اس کے آگ لگ گئی۔ یہ لوگوں سے کہنے لگا۔

"کیا یہ خبر صحیح ہے؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ محمد نے ان تمام سرداروں کو قتل کر دیا ہوگا جن کے نام یہ دونوں بتا رہے ہیں؟ یہ تو سب عرب کے بڑے بڑے لوگ اور سردار تھے؟ اگر محمدؐ نے واقعی ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تب تو اس زندگی سے موت اچھی ہے"

جب اس بدبخت کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ خبر صحیح ہے تو یہ ان سرداروں کو رونے اور قریش کو بھڑکانے کے لیے مکے پہنچا۔ وہاں ایک قریشی سردار مُطلب

کے پاس ٹھہرا۔ مطلب کے پاس ایک لڑکی عاتکہ بنت ابو عمیس بھی تھی اس نے کعب کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے اپنے پاس ٹھہرایا۔ یہاں کعب نے ان قریشی سرداروں کے بڑے بڑے مرثیئے لکھے جو بدر میں قتل ہوئے تھے۔ وہ رو رو کر ان مرثیوں کو پڑھتا تھا اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

کچھ دن کے بعد کعب مدینے واپس آگیا یہاں آکر اُس نے عاتکہ اور مُسلمان عورتوں کی تعریف میں بڑے بے ہودہ شعر اور غزلیں لکھیں جن میں اُن کے حُسن کی تعریف کی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت غصّہ آیا۔

جب کعب کی حرکتیں حد سے بڑھ گئیں تو ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ سے فرمایا۔

"تم میں سے کون کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا بیڑہ اٹھاتا ہے؟"

اس پر جناب محمدؓ ابن مسلمہ نے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ! یہ کام مَیں کروں گا۔"

آپؐ نے حضرت ابن مسلمہ کو اس کی اجازت دے دی۔ اس کام میں اُن کی مدد کے لیے جو دوسرے صحابہ کھڑے ہوئے وہ یہ تھے:۔

حضرت ابو نائلہ یہ کعب کے رضاعی بھائی تھے، حضرت عباد ابن بشر، حضرت حرث بن اوث اور حضرت ابو عبس۔

ان سب نے پہلے حضرت ابو نائلہ کو کعب کے پاس بھیجا۔ یہ اس کے پاس پہنچے۔ پہلے کچھ دیر باتیں کیں کچھ شعر سنائے اور پھر انہوں نے اس سے کہا۔

"ابن اشرف! مَیں تمہارے پاس ایک خاص کام سے آیا ہوں مگر مَیں وہ بات تمہیں جب ہی بتاؤں گا کہ تم اس کو راز رکھنے کا وعدہ کرو۔"

کعب نے وعدہ کیا تب حضرت ابو نائلہ نے کہا۔

"ہمارے واسطے اس شخص (یعنی رسول اللہؐ) کا آنا مصیبت بن گیا۔ اس کی وجہ سے عربوں نے ہمیں بھی چھوڑ دیا اور اب وہ ہم سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے

ہیں عربوں نے ہمارے لیے ہر کام کے دروازے بند کر دیئے اور اب ہمیں جینا بھی مشکل ہو گیا۔"

کعب یہ سن کر بہت خوش ہوا اس نے ابو نائلہ سے کہا جن کا اصل نام سلکان ابن سلامہ تھا۔

"میں اشرف کا بیٹا ہوں ابن سلامہ! جو کچھ تم اب کہہ رہے ہو کیا میں پہلے ہی تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے؟"

حضرت ابو نائلہ نے کہا۔

"اب میں نے یہ سوچا ہے کہ تم ہمیں کچھ غلہ وغیرہ دے دو اس کے بدلے میں ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھ دیں گے۔"

اس طرح حضرت ابو نائلہ نے کعب کو تیار کر لیا کہ وہ چپکے سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں گے اور ہتھیار لا کر اس کو دے دیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے ساری بات آکر اپنے ساتھیوں کو بتائی۔

اب یہ سب صحابہ کعب ابن اشرف کے مکان پر پہنچے یہ ایک چاندنی رات تھی اور اس وقت کعب اپنی نئی نویلی دلہن کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے کعب کو آواز دی۔ کعب آواز سن کر باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے اُسے روکا مگر وہ اُسے اطمینان دلا کر باہر آیا۔ تھوڑی دیر ابو نائلہ اس سے باتیں کرتے رہے اس کے بعد اُنہوں نے کعب سے کہا۔

"آؤ ابن اشرف! کچھ دُور تک چلیں ذرا باتیں بھی کر لیں گے۔"

کعب نے کہا کہ چلو۔ اس کے بعد یہ سب وہاں سے چلے۔ راستے میں حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے کعب کے سر کے بالوں میں انگلیاں گھما کر نکالیں۔ پھر انہوں نے اپنی انگلیوں کو سونگھا اور کعب سے کہنے لگے۔

"میں نے اس سے زیادہ مہکدار خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔"

کچھ دُور چل کر انہوں نے پھر اس کے سر میں انگلیاں گھمائیں۔ کعب کو کوئی شک شبہ

نہیں ہوا وہ اطمینان سے چلتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ابو نائلہ نے پھر وہی کیا مگر اب کے انہوں نے اچانک کعب کی کھوپڑی پکڑ لی اور فوراً اپنے ساتھیوں سے گرج کر کہا۔
"اس خدا کے دشمن کو مار ڈالو "۔

حضرت ابو نائلہ کے تمام ساتھی ایک دم کعب پر چڑھ دوڑے۔ بہت سی تلواریں ایک ساتھ اس پر لہرائیں۔ آخر انہوں نے مار مار کر اُسے ختم کر دیا۔ جب حضرت ابو نائلہ نے اس پر اپنی تلوار ماری تو وہ اتنی زور سے چیخا کہ اس پاس کے تمام گھروں میں یہودی جاگ اُٹھے۔ مسلمانوں نے فوراً اس کو گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا اور خود واپس مدینے پہنچے جہاں انہوں نے رسول اللہ ؐ کو اس کی اطلاع دی۔

(ابن ہشام و ابن خلدون)

غزوۂ بدر میں جو مشرک گرفتار ہوئے تھے ان میں ابو العاص بھی تھے۔ یہ رسول اللہ ؐ کے داماد تھے۔ آپ نے ان سے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ نکاح آپ ؐ نے نبوت سے پہلے کیا تھا۔

اس کے بعد جب خدا تعالےٰ نے آپ ؐ کو نبوت کا اعزاز بخشا اور آپ ؐ نے اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی تو ام المؤمنین حضرت خدیجہ ؓ بھی مسلمان ہو گئیں اور آپ ؐ کی صاحب زادیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا مگر ابو العاص مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اسی کفر و شرک میں مُبتلا رہے۔

مگر ابو العاص اس زمانے میں بھی بہت شریف اور امانت دار آدمی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے مشرکوں کو اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی تو وہ سب آپ ؐ کے دشمن ہو گئے اور ہر ہر طرح آپ ؐ کو تکلیفیں پہنچانے لگے۔ رسول اللہ ؐ کی دوسری صاحبزادی ابو لہب کے بیٹے عتبہ کے نکاح میں تھیں مگر ان کی اس وقت تک رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

غرض قریش نے رسول پاکؐ سے دشمنی باندھ لی تو انہیں خیال آیا کہ آپؐ کی دو صاحبزادیاں ہمارے آدمیوں کے نکاح میں ہیں ان کو طلاق دلوانی چاہیئے تاکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچے۔ وہ لوگ کہنے لگے۔

"اگر تم لوگ محمدؐ کی بیٹیوں کو طلاق دلوا دو تو وہ ان کی پریشانی میں لگ جائے گا"

یہ سوچ کر مشرک پہلے ابوالعاص کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے۔

"محمدؐ کی بیٹی کو طلاق دے دو اس کے بعد قریش کی جس لڑکی سے تم شادی کرنا چاہو گے ہم اسی سے کرا دیں گے۔"

مگر ابوالعاص نے انہیں جو جواب دیا اس سے وہ مشرک بہت مایوس ہوئے کیونکہ انہوں نے کہہ دیا۔

"ہرگز نہیں! خدا کی قسم میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دوں گا۔ مجھے اپنی بیوی کے سوا قریش کی کوئی لڑکی پسند نہیں ہے۔"

اس کے بعد جب قریش عتبہ کے پاس گئے تو وہاں وہ اپنی چال میں کامیاب ہو گئے کیونکہ عتبہ نے فوراً حضورؐ کی صاحبزادی کو طلاق دے کر اپنی پسند سے ایک اور قریشی لڑکی کے ساتھ بیاہ کر لیا۔

اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

عتبہ سے مشرکوں نے تو اس لیے حضورؐ کی صاحبزادی کو طلاق دلوائی تھی کہ اس سے آپؐ کو تکلیف پہنچے گی مگر اس میں اللہ تعالےٰ کی مصلحت یہ تھی کہ اس طرح وہ ایک مشرک کے نکاح میں رہنے سے محفوظ ہو گئیں۔ اگرچہ اسلام نے حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے راستے بھی الگ الگ کر دیئے تھے۔ مگر اس وقت یہ رسول خداؐ کی بس میں نہیں تھا کہ آپؐ حضرت زینبؓ کو طلاق دلوا دیتے اس لیے مسلمان ہو کر بھی وہ ان کے پاس رہیں اور ان کے شوہر کافر رہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے آئے اور حضرت زینبؓ مکے ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہ گئیں۔ جب قریش جنگ بدر کے

لیے چلے تو اُن کے ساتھ ابوالعاص بھی مسلمانوں سے لڑنے آئے۔ جنگ میں مشرکوں کو خدا تعالےٰ نے شکست دی۔ بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ انہی میں ابوالعاص بھی تھے۔ لڑائی کے بعد دُوسرے قیدیوں کے ساتھ ابوالعاص کو بھی مدینے لایا گیا۔ یہاں صحابہ کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے اُن سے فدیہ یعنی جان کی قیمت لے کر اُنہیں چھوڑ دیا جائے۔

قریشیوں نے اپنے اپنے قیدیوں کے لیے فدیہ بھیجا اُنہی میں حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کا فدیہ بھیجا اس فدیہ میں انہوں نے حضرت خدیجہؓ کا ایک ہار بھی بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا۔ انہوں نے شادی کے وقت یہ اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ یہ ہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا کہ اسے آپؐ کی صاحبزادی نے اپنے شوہر کے فدیہ میں بھیجا ہے۔ آپؐ نے جب یہ ہار دیکھا تو آپؐ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپؐ پر بہت زیادہ اس بات کا اثر تھا اس لیے آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا :-

"اگر تمہاری رائے ہو تو اس کے یعنی زینب کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا یہ ہار بھی واپس کر دو"

سب نے عرض کیا۔

"ضرور یا رسول اللہ!"

مسلمانوں نے فوراً ابوالعاص کو چھوڑ دیا۔ مگر ساتھ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ وعدہ بھی لیا کہ مکّے پہنچ کر حضرت زینب کو مدینے واپس بھیج دیں گے کیونکہ اب اسلام کی وجہ سے وہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔

ابوالعاص نے مکّے جا کر حضرت زینب کو بتایا کہ اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ ادھر رسول اللہؐ نے حضرت زید ابن حارثہ اور ایک انصاری کو ہدایت کی کہ مکّے اور مدینے کے درمیان ایک جگہ حضرت زینب کا انتظار کریں۔ جب ابوالعاص انہیں

وہاں پہنچا دیں تو یہ دونوں ان کو مدینے لے آئیں۔
جب حضرت زینبؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔
ایک دن حضرت زینبؓ اپنی تیاری میں لگی ہوئی تھیں کہ اُن کے پاس ایک مشرک عورت ہندہ بنت عتبہ آئی۔ اس نے آکر کہا۔
"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی! میں نے سُنا ہے کہ تم اپنے باپ کے پاس جانے کا ارادہ کر رہی ہو؟"
حضرت زینب کو ڈر ہوا کہ بات پھیل نہ جائے اس لیے انہوں نے کہہ دیا کہ "نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے"
مگر ہندہ نے پھر کہا۔
"بھتیجی! تکلف مت کرو۔ اگر تمہیں اپنے سفر کے سلسلے میں کسی چیز کی ضرورت ہو یا اپنے باپ کے پاس پہنچنے کے لیے روپے پیسے کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہدو میں تمہاری ضرورت پوری کروں گی"
مگر حضرت زینبؓ ڈری ہوئی تھیں اس لیے انہوں نے اُسے ٹال دیا۔
ابوالعاص نے خود جانے کی بجائے اپنے بھائی کنانہ سے کہا کہ حضرت زینب کو لے جائے۔ جب حضرت زینب تیار ہو گئیں تو کنانہ ابن ربیع بھی اپنی تیر کمان لے کر آگیا اور ایک دن حضرت زینب کو لے کر روانہ ہو گیا۔
قریش کو معلوم ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی مدینے جا رہی ہیں۔ وہ تو ایسے موقعہ کی تاک میں رہتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ حضرت زینب کو روک لیں تاکہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ یہ سوچتے ہی قریش کے بہت سے آدمی انہیں راستے ہی میں روکنے کے لیے چل پڑے۔ ابھی حضرت زینبؓ ذی طویٰ تک ہی پہنچی تھیں کہ پیچھے سے قریش نے انہیں جا لیا۔
سب سے پہلے ان میں سے ایک آدمی ہبار ابن اسود آگے بڑھا اور اس نے اپنا نیزہ دکھا کر حضرت زینب کو ڈرایا۔ حضرت زینب اونٹ پر اپنے ہودج میں بیٹھی

ہوئی تھیں جیسے ہی ہبار نے انہیں نیزہ دکھا کر ڈرایا کنانہ نے فوراً اپنا تیر کمان بھی نکال لیا اور اس کا رخ قریش کی طرف کر کے اس نے کہا۔

"خدا کی قسم! جو بھی میرے سامنے آئے گا میں یہ تیر اس کے آر پار کر دوں گا"

اسی وقت ابوسفیان آگے آئے اور انہوں نے کنانہ سے کہا۔

"بھائی ذرا اپنا تیر ہماری طرف سے ہٹا لو تاکہ ہم تم سے کچھ بات کر سکیں"

کنانہ نے تیر کمان نیچے کر لی اور ان سے پوچھا کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ ابوسفیان نے اس کے پاس جا کر کہا۔

"تم نے جو کچھ کیا ٹھیک نہیں کیا۔ تم اس عورت کو سرداروں کی مرضی کے بغیر کھلم کھلا لے کر نکل آئے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہم پر کتنی بڑی بڑی مصیبتیں اور تباہیاں آئی ہیں۔ تم ایسے آدمی کی بیٹی کو ہمارے سامنے کھلم کھلا لیے جا رہے ہو۔ اس سے لوگ سوچ رہے ہیں کہ اس سے ہماری ہتک اور رسوائی ہوتی ہے۔ ویسے خدا کی قسم! ہم یہ نہیں چاہتے کہ اس کو اس کے باپ سے جدا کر کے یہاں روکے رکھیں، نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ اس وقت تم اس کو واپس لے چلو اور جب لوگ اس بات کو بھول جائیں اور وہ یہ سمجھنے لگیں کہ ہم اس کو واپس لے آئے ہیں تب تم چپکے سے اسے لے کر نکل جانا اور اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا"

کنانہ کے یہ بات سمجھ میں آ گئی اور وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو لے کر واپس مکے آ گئے۔

کچھ دن کے بعد جب لوگوں کے ذہن ادھر سے ہٹ گئے تو وہ انہیں رات کے وقت لے کر نکل گئے اور حضرت زیدؓ ابن حارثہ کے پاس پہنچا آئے۔ حضرت زیدؓ انہیں لے کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

(سیرت حلبیہ)

۶

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تھے تو آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس وقت بہت بیمار تھیں۔ ان کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوچکی تھی۔ رسول اللہ ؐ نے حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو مدینے میں چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ اپنی بیوی کی تیمارداری کریں۔ مگر رسول اللہ ؐ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا۔ جب بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور حضرت زید ابن حارثہ ؓ خوش خبری لے کر مدینے پہنچے تو اس وقت حضرت عثمان اور دوسرے مسلمان حضرت رقیہ کو دفنانے کے بعد قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے۔

واپسی کے بعد جب رسولِ خدا ؐ کو یہ خبر ملی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ادھر خود حضرت عثمانؓ اپنی پاک بیوی کے انتقال کے بعد ہر وقت اداس رہا کرتے تھے کیونکہ ان پر اس کا بہت زیادہ اثر تھا۔ رسول خدا ؐ بھی ان کو ہر وقت غمگین دیکھتے تھے ایک روز آپ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا۔

"کیا بات ہے میں تمہیں ہر وقت غمگین دیکھتا ہوں۔"

حضرت عثمان نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کیا اتنا بڑا غم بھی کسی پر پڑا ہوگا جیسا مجھ پر پڑا ہے کہ میرے اور آپؐ کے درمیان سے سسرالی رشتہ ختم ہوگیا۔"

ابھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ آپؐ نے ان سے فرمایا۔

"یہ جبریل علیہ السلام میرے پاس خدا تعالےٰ کا حکم لائے ہیں کہ میں رقیہ کی بہن ام کلثوم کا تم سے نکاح کردوں۔"

اس کے بعد آپؐ نے خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق اپنی دوسری صاحبزادی حضرت

ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ سے بیاہ دیا۔

اس شادی کے بعد ایک روز آپ حضرت ام کلثومؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا۔

"بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟"

حضرت ام کلثوم نے جواب دیا۔

"ابا جان! میں نے اپنے شوہر کو بہت اچھا اور بہت افضل پایا۔"

تب آپؐ نے فرمایا۔

"بیٹی! کیوں نہ ہوں۔ وہ لوگوں میں تمہارے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔"

اس طرح رسولِ خداؐ نے حضرت عثمانؓ سے اپنی بیٹیوں کو بیاہ کر انہیں عزت بخشی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی یہ شادی ہجرت کے تیسرے سال میں یعنی ۳ھ میں ہوئی۔

اس کے علاوہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے خود بھی اپنے بعض صحابہ کے گھرانوں میں شادی بیاہ کے رشتے پیدا کئے۔ اس کے ذریعے ان صحابہ کے ساتھ آپؐ کا تعلق اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔

مکے میں جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے حضرت سودہ بنتؓ زمعہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا۔ نکاح کے بعد حضرت سودہ تو رخصت ہو کر حضورؐ کے گھر آ گئیں لیکن حضرت عائشہؓ کی رخصتی نہیں ہوئی تھی اس لیے کہ وہ اس وقت بہت چھوٹی تھیں۔

اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا اور آپؐ مدینے تشریف لے آئے یہاں آ کر جب سب مہاجر صحابہ اطمینان سے جم گئے اور سب کے رہنے سہنے کا انتظام ہو گیا تو ہجرت کے تقریباً چھ سات مہینے بعد ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ اپنے گھر والوں کو اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے؟"
اس سے حضرت ابوبکر کا مقصد یہ تھا کہ آپ حضرت عائشہؓ کو رخصت کرا کے کیوں نہیں بلا لیتے۔

آپ نے فرمایا۔

"مہر کی وجہ سے"

اس کے بعد جب آپؐ کے پاس مہر کا انتظام ہو گیا تو حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہو گئی اور وہ رسولِ خدا کے گھر آ گئیں۔

اس کے بعد ۳ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی حضرت حفصہ سے شادی کی۔ حضرت حفصہ کی پہلی شادی حضرت خنیس ابن حذافہ سے ہوئی تھی۔ حضرت خنیس جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ اور وہیں شہید ہو گئے تھے۔ اس طرح حضرت حفصہ بیوہ ہو گئی تھیں۔

جب وہ عدت سے فارغ ہو گئیں تو حضرت عمر ان کی دوسری شادی کے لیے فکر مند رہنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو صدیق سے ان کی شادی کرنی چاہی اور انہیں جا کر پیغام دیا مگر حضرت ابوبکرؓ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر حضرت عثمان غنیؓ سے ان کی شادی کرنی چاہی۔ مگر جب ان سے ذکر کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس سے حضرت عمرؓ کو صدمہ ہوا اور انہوں نے ایک روز رسول اللہؐ سے ذکر کیا۔

"یارسول اللہ! میں نے حفصہ کے لیے عثمان کو پیغام دیا تھا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔"

اس پر آپؐ نے فرمایا۔

"عثمان کو تمہاری بیٹی سے اچھی بیوی مل گئی اور تمہاری بیٹی کو عثمان سے اچھا شوہر مل گیا۔"

چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی سے اپنی صاحبزادی کا نکاح

کر دیا اور حضرت حفصہؓ سے اپنا نکاح کر کے انہیں ساری اُمت کی ماں بنا دیا اور ان کا مرتبہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اس طرح حضرت عمرؓ کی ساری پریشانیاں اور غم دُھل گئے۔ اور ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔

پھر اسی سال رمضان میں آپؐ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح کیا۔ ان کے شوہر بھی جنگ بدر میں کام آ گئے تھے۔ رسول خداؐ نے ان سے نکاح کر کے امت کے لیے ایک مثال قائم کی کہ بیواؤں کی طرف سے بے توجہ نہیں رہنا چاہیئے۔ حضرت زینبؓ بہت نیک خاتون تھیں اور ان کا لقب "ام مساکین" تھا۔

غزوہ بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں سات دن ہی ٹھہرے تھے کہ آپؐ کو قبیلہ بنی سلیم کے مقابلے کے لیے جانا پڑا۔

اس غزوہ میں جانے کے وقت آپؐ نے حضرت سباع ابن عرفطہ غفاری کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور آپؐ خود صحابہ کی جماعت کے ساتھ بنی سلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں سفید رنگ کا اسلامی جھنڈا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

آپؐ مدینے سے روانہ ہو کر ایک جگہ پہنچے جس کا نام "کدر" تھا۔ یہاں آپؐ تین رات ٹھہرے مگر بنی سلیم کو مقابلے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخر آپؐ تین دن وہیں ٹھہرنے کے بعد مدینے واپس تشریف لے آئے۔

پھر اسی سال یعنی ۲ھ میں آپؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کی۔ یہ شادی رجب یا رمضان کے مہینہ میں ہوئی۔

جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے اپنا رشتہ دیا تو آپؐ بیٹی کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔

"علیؓ نے تم سے رشتہ بھیجا ہے!"

حضرت فاطمہؓ خاموش رہیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا۔

"بیٹی! ہمارے چچا کے بیٹے علیؓ نے تم سے اپنا پیغام دیا ہے تمہاری

مرضی کیا ہے؟

اس پر حضرت فاطمہ رضؓ رونے لگیں۔ آخر میں انہوں نے عرض کیا۔

"جس بات سے خدا تعالےٰ اور اس کے رسول ؐ راضی ہیں، مَیں بھی اس سے راضی ہوں۔"

نکاح کے وقت حضرت فاطمہ رضؓ کی عمر پندرہ سال کی تھی اور حضرت علیؓ کی عمر اس دن اکیس سال پانچ مہینے کی تھی۔

اس وقت صرف نکاح ہوا۔ اس کے بعد ذی الحجہ کے مہینے میں حضرت فاطمہؓ رخصت ہو کر حضرت علیؓ کے گھر آئیں۔

جس وقت آپؐ نے نکاح پڑھایا تو پہلے خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا۔

"مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ مَیں چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہ کو علیؓ سے بیاہ دوں۔ پس علی کیا تمہیں منظور ہے؟"

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"مجھے منظور ہے"

اس طرح یہ مبارک شادی انتہائی سادگی کے ساتھ پوری ہوئی۔

(البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

❖

غزوۂ اُحد

۱

غزوۂ بدر میں مشرکوں کو ایسی زبردست شکست ہوئی تھی کہ مکے والوں کی کمر ہی ٹوٹ گئی تھی، ان کے سارے بڑے بڑے سردار مارے گئے کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں اور کتنے ہی بچے یتیم ہو گئے۔ غرض ان کا جان اور مال کا بے طرح نقصان ہوا۔ یہ سب انہیں اس ظلم کا بدلہ ملا جو انہوں نے خدا کے پیارے رسول اور مسلمانوں پر کیا تھا۔

مگر مشرک دشمنی میں اندھے ہو رہے تھے، انہوں نے اس ذلت سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا بلکہ اب اُن کی دشمنی کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی اسی لیے انہوں نے مکے میں اعلان کرا دیا کہ کوئی آدمی بھی اپنے ان رشتہ داروں کا ماتم نہ کرے جو بدر میں قتل ہوئے ہیں بلکہ اندر اندر گھٹتا رہے اور مسلمانوں کے خلاف اپنا غصہ بھڑکاتا رہے تاکہ اس شکست کا بدلہ لے سکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم روئیں دھوئیں گے تو اس کی خبر مسلمانوں کو ہو گی اس پر وہ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہمیں بزدل سمجھ کر اور شیر ہو جائیں گے۔

ادھر ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک میں مسلمانوں سے بدلہ نہیں لے لوں گا اس وقت تک نہ تو سر میں تیل ڈالوں گا اور نہ نہاؤں گا اور وہ دو سو سواروں کو لے کر چپکے سے مدینے آئے دو مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کے کھجور کے باغ جلا کر بھاگ گئے۔

اس طرح ابوسفیان نے اپنی قسم تو پوری کر لی تھی مگر اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا اس لیے کہ اول تو اپنے ستر سرداروں کے بدلے میں صرف دو آدمیوں کو قتل کیا اور وہ بھی معمولی انصاریوں کو۔ نہ وہ دونوں مکے کے تھے اور نہ کوئی بڑے سردار تھے۔ مکے کے مشرک سب کو اپنے سے چھوٹا سمجھتے تھے اسی لیے ان دو انصاریوں کو قتل کر کے ابوسفیان صرف اپنی قسم پوری کر آئے تھے ورنہ وہ سمجھتے تھے کہ ابھی بدلہ نہیں اترا کیونکہ اگر وہ مہاجروں میں سے کسی سردار کو مار لیتے تو اُن کے خیال میں برابر کی جوڑ ہوتی۔ انصاریوں کو تو وہ اپنے برابر کا ہی نہیں سمجھتے تھے۔

اس طرح غزوۂ بدر کی شکست سے قریشیوں کا جوش و غضب اور زیادہ بڑھ گیا۔ انہوں نے رونا دھونا بند کر کے اپنے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکانی شروع کر دی۔

قریشیوں میں سے جن کے رشتہ دار بدر میں قتل ہوئے تھے انہیں رہ رہ کر جوش آ رہا تھا۔ مسلمانوں کا نام سن کر ہی ان کا خون کھولنے لگتا تھا۔ ایسے لوگوں میں عبداللہ ابن ربیعہ عکرمہ ابن ابوجہل اور صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ سب اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اسی طرح دوسری طرف ابوسفیان کے دل میں سب سے زیادہ غصہ تھا کیونکہ جس تجارتی قافلے کی وجہ سے جنگ بدر چھڑی وہ انہیں کا تھا۔ ابوسفیان اپنے تجارتی سامان اور مال و دولت کی ساتھ بچ کر مکے پہنچ گئے تھے۔ مگر ادھر جنگ بدر چھڑ گئی تھی، اس لیے انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے وہ سامان اور مال و دولت اب تک اس کے مالکوں کو نہیں دیا تھا بلکہ اسے ایک جگہ اکٹھا کر کے بند کر دیا تھا۔ غرض وہ سارا مال و دولت جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔

جنگ بدر میں مشرکوں کو شکست ہوئی تو وہ بجائے اس سے سبق حاصل کرنے کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور زیادہ دشمن بن گئے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

چنانچہ عبداللہ ابن ابی ربیعہ، عکرمہ ابن ابوجہل اور صفوان ابن امیہ ایک دن ابوسفیان اور ان لوگوں کے پاس گئے جن کا اس تجارتی مال میں حصہ تھا۔ انہوں نے ابوسفیان وغیرہ سے کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں اتنا زبردست نقصان پہنچا دیا کہ تمام بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا۔ اس لیے اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ اس مال و دولت سے ہماری مدد کریں ہم اس سے جنگی تیاریاں کریں اور پھر محمد سے لڑنے جائیں، ممکن ہے اس طرح ہم اپنے سرداروں کے خون کا بدلہ لے سکیں اس مال و دولت کے مالکوں کو ان کا اصل حصہ واپس کر دیا جائے اور منافع روک لیا

جائے تاکہ اسے لشکر تیار کیا جائے۔"

یہ رائے سب کو پسند آئی۔ ابوسفیان نے کہا۔

"اس تجویز کو سب سے پہلے میں قبول کرتا ہوں۔ عبد مناف کے لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔"

اس کے بعد انہوں نے مالکوں کو ان کی اصل رقمیں واپس کر دیں اور اس کا منافع روک لیا۔ سب لوگوں کی اصل رقمیں ملا کر پچاس ہزار دینار تھیں اور اس پر اتنی ہی آمدنی ہوئی تھی۔ اس طرح انہیں جنگی تیاریوں کے لیے پچاس ہزار دینار مل گئے۔

جنگ کی تیاری کے واسطے قریش کو اتنی بڑی رقم آسانی سے مل گئی اس لیے انہوں نے اس دفعہ بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ انہوں نے مکے کے اِدھر اُدھر رہنے والے قبیلوں میں اپنے شاعر بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو رسولِ خدا اور مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکائیں اور انہیں اس جنگ میں قریش کا ساتھ دینے پر اکسائیں۔ ان شاعروں میں ایک مشہور شاعر تھا ابوعزہ۔ اس کو صفوان ابن امیہ نے قبیلوں میں بھیجا کہ لوگوں کو اپنے شعروں سے جوش دلاؤ تاکہ وہ قریشی لشکر میں شامل ہوں اور ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کریں۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ دوسرے قبیلوں سے بہت لوگ آکر قریشی لشکر میں شریک ہو گئے اس طرح قریشیوں کی فوج کی تعداد تین ہزار ہو گئی۔

اس لشکر میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ جوش اور غصہ تھا جن کے رشتہ دار جنگِ بدر میں قتل ہو گئے تھے جیسے جبیر ابن مطعم یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے ان کا چچا طعیمہ ابن عدی بدر میں کام آچکا تھا اس کی وجہ سے جبیر کے دل میں مسلمانوں کے خلاف سخت جوش و غضب تھا۔ جبیر کے پاس ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا۔ وحشی بھی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ تیر چلانے میں بہت ماہر تھے۔ یہ حبشی طریقے سے تیر چلاتے تھے ان کا نشانہ اتنا اچھا تھا کہ کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ جبیر نے وحشی کو بھی ساتھ لیا اور ان سے کہا۔

"ہمارے ساتھ جنگ میں چلو اگر تم نے میرے چچا طعیمہ ابن عدی کے بدلے محمدؐ کے چچا حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو۔"

قریش نے اپنے لشکر کے ساتھ عورتوں کو بھی لیا تھا ان کی تعداد پندرہ تھی اُن میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی، جنگِ بدر میں اس کا باپ بھائی اور چچا مارے گئے تھے اس لیے مسلمانوں کا نام سُن کر ہی اس کا خون کھولنے لگتا تھا۔ ہندہ اور ابوسفیان دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

ادھر طعیمہ کی بیٹی کو بھی اپنے باپ کے قتل کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف سخت غصّہ تھا اس نے بھی وحشی غلام سے کہا۔

"تو میرے باپ کے بدلے میں محمدؐ یا حمزہؓ یا علیؓ کو قتل کر دے اس لیے کہ اپنے باپ کے برابر کا میں ان ہی تینوں کو سمجھتی ہوں۔ اگر تُو نے یہ کام کر دیا تو تُو آزاد ہے۔"

اس طرح قریش کے سب مرد عورت جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ ان سب نے پورے جوش و خروش کے ساتھ یہ لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کے سپاہیوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں سات سو آدمی باقاعدہ زرہ پوش اور فوجی لباس میں تھے لشکر کے پاس دو سو گھوڑے تھے اور تین ہزار اونٹ تھے، اس زبردست لشکر کے سپہ سالار ابوسفیان تھے۔

اس دفعہ لشکر کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی تھیں۔ جب یہ لشکر روانہ ہُوا تو یہ عورتیں دف بجا بجا کر گاتی ہُوئی چل رہی تھیں وہ ایسے شعر پڑھتی تھیں جنہیں سُن کر مرد جوش و غضب کے پُتلے بن گئے۔

اس لشکر کے ساتھ ابو عامر اوسی بھی تھا۔ یہ مدینے کے قبیلہ اوس کا تھا۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور قبیلہ اوس مُسلمان ہو گیا تو یہ بجائے مُسلمان ہونے کے مکّہ چلا گیا۔ اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے دوسرے بھی بہت سے لوگ مدینہ چھوڑ کر مکّے چلے گئے تھے۔ اب جب مُسلمانوں سے جنگ کا

وقت آیا تو ابو عامر اپنی جماعت کے ساتھ قریشی لشکر میں شامل ہو گیا۔ یہ چونکہ اپنے قبیلہ میں ایک سردار تھا اس لیے اُسے یقین تھا کہ جب جنگ ہو گی تو میرے قبیلے کے جو مسلمان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہوں گے وہ میرے حکم پر مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

اس شان کے ساتھ مشرکوں کا یہ لشکر مکے سے روانہ ہُوا، آخر چلتے چلتے یہ لوگ ۴ شوال ۳ھ کو مدینے کے قریب ایک جگہ پہنچ گئے۔ اس مقام کا نام اَبواء تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ جنابہ آمنہ کا انتقال ہُوا تھا اس وقت جنابہ آمنہ مدینے سے واپس مکے آ رہی تھیں یہاں پہنچ کر اُن کا انتقال ہو گیا اور انہیں یہیں دفن کر دیا گیا۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ کو مسلمانوں سے سب سے زیادہ بَیر تھا جب مشرکوں کا لشکر جنابہ آمنہ کی قبر کے پاس پہنچا تو ہندہ نے لوگوں سے کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ماں کی قبر کھود کر اس کی لاش نکال لو اور پھر یہ کرو کہ جنگ میں تمہارا جو آدمی بھی گرفتار ہو اس کی رہائی کے لیے آمنہ کے بدن کے ٹکڑے فدیہ میں بھیجو۔"

مگر کچھ قریشیوں نے اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ انہوں نے کہا۔

"ایسی کوئی حرکت مت کرو ورنہ تو قبیلہ بنی بکر ہمارے مُردوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔"

غرض قریشی لشکر بڑی آن بان سے چلا اور مدینہ کے قریب "اُحد" کے مقام پر آ کر ٹھہر گیا۔ (ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضؓ ابھی تک مکے میں ہی تھے مگر وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ جس وقت قریش مکے میں لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے تو حضرت

عباسؓ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

جب قریش کا لشکر تیار ہوا تو حضرت عباسؓ نے فوراً رسول اللہؐ کے نام ایک خط لکھا جس میں قریش کے اس لشکر اور تیاریوں کی اطلاع دی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک شخص کو اُجرت پر حاصل کیا اور یہ خط دے کر اُسے مدینے کی طرف روانہ کیا۔ ساتھ ہی اُنہوں نے قاصد کو سخت تاکید کی کہ جیسے بھی ہو رات دن چل کر تین روز کے اندر اندر یہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دو۔ چنانچہ قاصد فوراً روانہ ہو گیا اور وعدہ کے مطابق تین دن میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت کفار کا لشکر "عقیق" کے مقام پر پہنچ گیا تھا۔

جس وقت یہ خط آپؐ کو ملا اس وقت آپ قبا میں تھے۔ حضرت ابی ابن کعب نے آپؐ کو خط پڑھ کر سُنایا۔ آپؐ نے خط سُننے کے بعد اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور مدینے تشریف لائے۔ یہاں آکر آپؐ حضرت سعد ابن ربیع کے مکان پر تشریف لائے اور ان سے اس خط کا ذکر کیا۔ ساتھ ہی آپؐ نے حضرت سعدؓ کو تاکید کی کہ ابھی اس بات کو چھپائے رکھیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ واپس تشریف لے گئے مگر اتفاق سے آپؐ کی بات چیت حضرت سعد کی بیوی نے سُن لی۔ رسول اللہؐ کے جانے کے بعد وہ حضرت سعد کے پاس آئیں اور اُن سے پوچھا۔

"رسول اللہؐ نے آپ سے کیا بات چیت کی ہے؟"

حضرت سعدؓ نے بتانے سے انکار کر دیا اس لیے کہ حضورؐ اُن کو منع فرما گئے تھے مگر اُن کی بیوی نے کہا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ سے جو بات چیت کی ہے وہ مَیں نے سُن لی ہے۔"

اس کے بعد اُنہوں نے وہ ساری گفتگو اپنے شوہر کے سامنے دُہرا دی۔ اس پر حضرت سعد پریشان ہوئے اور وہ اپنی بیوی کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ یہ خبر پھیل جائے گی اور آپ یہ خیال فرمائیں کہ میں نے پھیلائی ہے جبکہ آپ مجھے اس سے منع فرما چکے ہیں۔"

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ حضرت سعد اُن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

اس طرح یہ خبر پہلے ہی سارے شہر میں مشہور ہو گئی۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی لشکر کی طرف دو جاسوس روانہ فرمائے تاکہ وہ وہاں کی خبریں لے کر آئیں۔ یہ جاسوس قریشی لشکر کی طرف گئے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے بعد واپس آ گئے۔ انہوں نے آکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر کی تعداد وغیرہ بتائی اور یہ کہ وہ مدینے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

ادھر یہ ہُوا کہ قریش کے ساتھ قبیلہ بنی خزاعہ کے لوگ بھی تھے وہ ذی طوی کے مقام تک تو مشرکوں کے ساتھ آئے مگر یہاں پہنچ کر انہوں نے قریشیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ عمرو ابن سالم خزاعی اپنے ساتھیوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس نے آپؐ کو قریشی لشکر کی خبریں بتائیں اور اس کے بعد وہ چلا گیا۔

یہ رات مدینے والوں نے جاگ کر گزاری۔ کیونکہ دشمن سر پر موجود تھا اور ہر لمحہ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں مشرک رات کو سوئے ہوئے لوگوں پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔ مُسلمان رات بھر مدینے کی حفاظت کرتے رہے۔ ادھر حضرت سعد ابن معاذ، حضرت اسید ابن حضیر اور حضرت سعد ابن عبادہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر آ گئے اور تمام رات مسجد نبویؐ کے دروازے پر کھڑے پہرہ دیتے رہے۔

اگلے روز جمعہ تھا۔ صبح ہوئی تو سب مُسلمان آپؐ کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات ایک خواب دیکھا تھا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔

"میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ زرہ سے مراد مدینہ ہے اور گائے ذبح ہونے کا مطلب ہے کہ میرے صحابہ میں سے کچھ شہید ہوں گے"۔

اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔

"اگر تمہاری بھی رائے ہو تو مدینے ہی میں ٹھہرو اور دشمنوں کو وہیں رہنے دو جہاں وہ ہیں۔ اب اگر وہ لوگ وہیں رُکے رہے تو یہ اُن کے لیے بدترین جگہ ہوگی اور اگر وہ شہر میں داخل ہوئے تو ہم یہیں اُن سے جنگ کریں گے کیونکہ ہم اس شہر کو اُن سے زیادہ جانتے ہیں۔

مسلمانوں نے مدینے کے چاروں طرف پہرے بٹھا دیئے تھے اور خود مدینہ ایک قلعہ کی طرح سے ہو گیا تھا اسی لیے اکثر بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ کی رائے بھی وہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ میں رہ کر ہی کرنا چاہیئے مدینہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔

ادھر یہ کہ اب کے پہلی مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی منافق سے بھی مشورہ کیا۔ آپؐ نے اُسے بلوا کر رائے پوچھی تو اُس نے بھی وہی رائے دی جو حضورؐ کی تھی۔ اُس نے کہا۔

"یا رسول اللہ! مدینے میں ہی ٹھہریئے یہاں سے باہر مت نکلئے اس واسطے کہ خدا کی قسم! یہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب بھی کسی دشمن کے مقابلے کے لیے مدینہ سے باہر نکلے تو ہم نے نقصان اُٹھایا اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جب ہم شہر سے باہر نہیں نکلے بلکہ دشمن ہی اندر گھس آیا تو اُسے نقصان اُٹھانا پڑا اس لیے یا رسول اللہؐ! انہیں وہیں رہنے دیجئے اگر وہ وہیں رہے تو وہ ان کے لیے بدترین جگہ ہوگی اور اگر وہ شہر میں گھس آئے تو مرد اُن سے لڑیں گے اور پیچھے سے بچے ان پر پتھر برسائیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بغیر لڑے بھڑے باہر سے باہر ہی واپس چلے جائیں اس طرح بھی وہ گھاٹے میں رہیں گے اور جیسے آئے تھے ویسے ہی

چلے جائیں گے ۔"

مگر نوجوانوں کی رائے یہ نہیں تھی۔ جو لوگ غزوۂ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہوئے تھے انہیں بڑی آرزو تھی کہ وہ اسلام کے دشمنوں سے باہر نکل کر لڑیں اور خدا کے راستے میں اپنی جانیں دے کر شہید کہلائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔

"ہمیں لے کر دشمنوں کے سامنے چلئے۔ اس لیے کہ اگر ہم باہر نہیں نکلے تو وہ سمجھیں گے کہ ہم اُن کے سامنے آنے سے گھبرا رہے ہیں۔ اس لیے ان کی ہمتیں بڑھ جائیں گی۔"

ادھر بعض مہاجروں نے بھی اسی جوش کا اظہار کیا کہ دشمن ہمارے اُوپر چڑھ آیا، آپؐ ہمارے درمیان موجود ہیں اس لیے پھر کیا پرواہ ہے۔

ساتھ ہی ان سب مہاجر اور انصاری صحابہ کی تائید میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہؐ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ مدینے سے باہر نکل کر ان سے جنگ نہیں کرلوں گا۔"

اس طرح جہاں نوجوانوں میں جوش وخروش بھرا ہوا تھا وہیں بعض بڑے انصاری اور مہاجر صحابہ بھی مدینے سے باہر نکل کر ہی لڑنا چاہتے تھے۔ نوجوانوں میں تو ایسے لوگ بہت زیادہ جوش میں تھے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اسی لیے اس موقعہ پر وہ مشرکوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت زیادہ بے تاب تھے تاکہ یا تو وہ دشمن پر فتح حاصل کر کے غازی بن کر واپس آئیں اور یا خدا تعالےٰ کے راستے میں اپنے سر کٹا کر وہ زبردست مرتبہ حاصل کریں جو اس زندگی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

دوسری طرف کچھ بزرگ مہاجر اور انصاری صحابہ تھے جیسے حضرت حمزہؓ، حضرت سعد ابن عبادہؓ اور حضرت نعمانؓ ابن مالک۔ یہ صحابہ غزوۂ بدر میں خدا تعالےٰ کی

شان دیکھ چکے تھے کہ اس نے کس طرح مٹھی بھر مسلمانوں کو مشرکوں کے اتنے بڑے لشکر پر فتح نصیب فرمائی۔ انہوں نے اس غزوے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کی برکتیں دیکھی تھیں۔ اسی لیے وہ اس وقت بھی دشمن کے سر پر جا کر اس کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ مشرکوں کو بتا دیں کہ انہیں اپنے خدا تعالےٰ و رسولؐ سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہے۔

اس طرح نوجوان صحابہ اور بعض بڑے صحابہ باہر جا کر لڑنے پر اصرار کرتے رہے۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے یہی تھی کہ مدینے میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے، ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعد ابن معاذ رضؓ کی بھی وہی رائے تھی جو آپ کی تھی۔ مگر جب آپ نے صحابہ کا جوش و خروش دیکھا تو آپ نے اس رائے کو قبول کر لیا کہ مدینے سے باہر چل کر جنگ کی جائے۔

یہ جمعہ کا دن تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے صحابہ کو وعظ اور نصیحت فرمائی، جہاد کی فضیلت بتائی اور بتلایا کہ اگر وہ صبر کریں گے تو خدا تعالےٰ ان کو فتح عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ مسجد نبویؐ میں مسلمان جمع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد اپنے مکان کے اندر تشریف لے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ آپ کے ساتھ تھے ان دونوں حضرات نے آپ کو عمامہ بندھوایا اور جنگی لباس پہنایا۔

باہر لوگ قطار باندھے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ باہر مجمع میں حضرت سعدؓ ابن معاذ اور حضرت اسید رضؓ ابن حضیر بھی موجود تھے۔ دونوں صحابی یہی چاہتے تھے کہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے ہمیں اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر آپ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا پسند نہیں فرماتے تو ہمیں باہر نکلنے کے لیے اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت سعدؓ اور حضرت اسیدؓ نے ان نوجوانوں وغیرہ سے کہا جنہوں نے

باہر نکلنے کے لیے اصرار کیا تھا۔

"تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر اصرار کیا کہ باہر نکل کر لڑنا چاہیئے۔ اس لیے معاملہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دو، جو تمہیں حکم دیں وہ کرو، جس معاملہ میں تم یہ دیکھو کہ خود رسول اللہ کی کوئی خواہش ہے تو اس پر عمل کرو"

اس پر ان صحابہ کو شرمندگی ہوئی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور کیا۔ اسی وقت آپ جنگی لباس پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک طرف تلوار لٹکائی اور پشت پر ترکش لگایا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اسی وقت اصرار کرنے والے صحابہ آگے بڑھے اور انھوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہمارے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ کی رائے کی مخالفت کریں اور شہر سے باہر نکلنے کے لیے آپ کو مجبور کریں اس لیے جیسے خود آپ کی مرضی ہو ویسے ہی کیجئے"

آپ نے جواب دیا۔

"جب میں نے تم سے شہر ہی میں رہنے کے لیے کہا تو تم نے انکار کر دیا۔ اب نبی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جنگی لباس پہننے کے بعد اس سے پہلے اُتار دے کہ خداوند تعالے اُس کے اور اُس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اب خداوند کریم کا نام لے کر بڑھو اور جو کچھ میں کہوں اس کی پیروی کرو۔ اگر تم نے حوصلے سے کام لیا اور جم کر لڑے تو اللہ تعالے کی مدد اور فتح تمہارے ساتھ ہو گی"

اس کے بعد آپ ایک ہزار صحابہ کے لشکر کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا شوال ۳ھ کی گیارہ تاریخ تھی اور عصر کے بعد کا وقت تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ سے آگے آگے حضرت سعدؓ ابن معاذ اور حضرت سعدؓ ابن عبادہ زرہ بکتر پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ اس لشکر میں صرف دو گھوڑے

تھے جن میں سے ایک آپؐ کا تھا اور دوسرا حضرت ابو بردہؓ کا تھا۔
چلتے چلتے مسلمانوں کا لشکر ایک جگہ پہنچا جس کو "شیخین" کہتے تھے۔ یہاں دو اُونچے اُونچے ٹیلے تھے یہیں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا جائزہ لیا۔ مسلمانوں کے ساتھ کچھ کم عمر لڑکے بھی تھے جو جہاد کے شوق میں ساتھ آ گئے تھے، مگر جب آپؐ نے ان کو دیکھا تو دو کے سوا سب کو واپس کر دیا۔
مسلمانوں کے اس لشکر میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی بھی تھا وہ اپنے ساتھ تین سو چیلے چانٹے لایا تھا۔
رسولِ خدا ؐ ابھی شیخین کے مقام پر ہی تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور رات یہیں گزاری۔ آپؐ نے رات کے لیے حضرت محمد ابن مسلمہ کو پچاس صحابہ کے ساتھ پہرے پر متعین کیا تا کہ وہ رات بھر مسلم کیمپ کی حفاظت کریں۔ یہاں سے آپؐ اخیر رات میں آگے روانہ ہوئے۔ جب آپؐ احدؔ کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور آپؐ نے تمام صحابہؓ کے ساتھ نماز ادا کی۔ یہاں سے دشمن سامنے تھا۔
ابھی صفوں کی ترتیب بھی نہیں ہوئی تھی کہ عبداللہ ابن ابی منافق نے دغا دی وہ اپنے تین سو چیلے چانٹوں کو لے کر یہاں سے واپس مدینے چلا گیا۔ چلتے ہوئے اس نے بہانہ یہ بنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات نہیں مانی۔ کہنے لگا۔
"محمدؐ نے میری بات نہیں مانی بلکہ میرے مقابلہ میں ان بچوں کی بات مانی جن کی کوئی رائے ہی نہیں ہے لوگو! واپس چلو! ہم کس لیے اپنی جانیں گنوائیں"
یہ کہہ کر ابن ابی منافق اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر چلا گیا۔ اب مسلمانوں کے لشکر میں کل سات سو آدمی رہ گئے جن میں سے صرف دو کے پاس گھوڑے تھے۔
(سیرت حلبیہ، طبقات ابن سعد)

۳

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لشکر کی صف بندی کی۔ آپؐ نے مجاہدوں کو اس طرح کھڑا کیا کہ احد کا پہاڑ ان کی پشت پر آگیا اور مدینہ سامنے کی طرف آگیا۔ آپؐ نے میمنہ اور میسرہ یعنی دائیں حصے اور بائیں حصے کی ترتیب کی۔

اس روز مسلمانوں کے تین جھنڈے تھے، ایک جھنڈا قبیلہ اوس کا تھا وہ حضرت اسید ابن حضیر کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا جھنڈا قبیلہ خزرج کا تھا وہ حضرت خباب ابن منذر کے ہاتھ میں تھا اور تیسرا جھنڈا مہاجرین کا تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا۔

میدان میں لشکر کی ترتیب کے بعد آپؐ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ پہاڑ پر متعین کیا جو اس لیے تھا کہ اگر مسلمانوں پر پشت سے حملہ ہو تو یہ دستہ اس کو روکے یہ دستہ آپؐ نے پچاس آدمیوں کا بنایا اور اس کی کمان حضرت عبداللہ رضؓ ابن جبیر کے ہاتھ میں دی۔ آپؐ نے اس دستے کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"تم لوگ پشت کی طرف سے ہمارا بچاؤ کرنا اور اسی جگہ جمے رہنا یہاں سے ہرگز مت ہٹنا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم دشمنوں کو مارتے مارتے اُن کی صفوں میں گھس گئے تب بھی تم اپنی جگہ سے مت ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تب بھی نہ ہماری مدد کرنا اور نہ بچاؤ کرنا۔ تم صرف ان پر تیر برسانا وہ تیروں کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ جب تک تم اپنی جگہ جمے رہو گے دشمنوں پر ہمارا پلّہ بھاری رہے گا۔ اے اللہ! میں تجھے اُن پر گواہ بناتا ہوں۔"

دوسری طرف مشرکوں کا لشکر تھا۔ یہ لوگ یہاں کئی دن سے ڈیرہ ڈالے ہوئے پڑے تھے۔ ان کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سے سات سو پورے جنگی لباس یعنی زرہ بکتر میں تھے۔ اِدھر یہ کہ اُن میں سے دو سو آدمی گھوڑ سوار تھے۔ لشکر کے

پاس تین ہزار اونٹ تھے سارے لشکر میں جوش وخروش تھا اور یہ کہ اُن کے ساتھ جو عورتیں تھیں وہ انہیں شعر پڑھ پڑھ کر بھڑکا رہی تھیں۔

اب مشرکوں نے سامنے آکر اپنے لشکر کی ترتیب کی، انہوں نے لڑنے والوں کی صفیں بنائیں۔ دائیں طرف کے حصے پر انہوں نے خالد بن ولید کو افسر بنایا۔ بائیں طرف کے حصے پر عکرمہ ابن ابوجہل کو افسر بنایا۔ پیدل فوج کے حصے کو صفوان ابن امیہ کی کمان میں دیا۔ ساتھ ہی مشرکوں نے بھی ایک دستہ تیر اندازوں کا بنایا اس میں سو آدمی تھے اس دستہ کا افسر انہوں نے عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو بنایا۔ مشرکوں کے یہ سب افسر بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہم۔ مشرکوں نے اپنا جھنڈا طلحہ ابن طلحہ کے ہاتھ میں دیا یہ قبیلہ "بنی عبدالدار" کہلاتا تھا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار نکالی اور پھر اپنے صحابہ رضؓ سے فرمایا۔

"کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اُس کا حق ادا کرے گا؟"

یہ سنتے ہی بہت سے صحابہ تلوار لینے کے لیے آگے بڑھے جن میں حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ بھی تھے۔ مگر آپؐ نے ان میں سے کسی کو بھی تلوار نہیں دی آخر حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟"

آپؐ نے جواب میں فرمایا۔

"اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمنوں کو اتنا مارے کہ یہ مڑ جائے۔"

یہ سن کر حضرت ابودجانہ رضؓ نے عرض کیا۔

"میں اسکو اُسکے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔"

مقصد یہ تھا کہ میں اس کو لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔

آپؐ نے تلوار حضرت ابودجانہ رضؓ کو عنایت فرما دی۔ حضرت ابودجانہ ایک

بہت بہادر اور دلیر صحابی تھے۔ لڑائی کے وقت وہ اس طرح اکڑ اکڑ کر چلا کرتے تھے جیسے مغرور آدمی چلا کرتے ہیں۔ جب رسول پاکؐ نے ان کو فوجی صفوں میں اس طرح چلتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا۔

"یہ وہ چال ہے جس کو خدا تعالےٰ ایسے موقعوں کے سوا کسی وقت پسند نہیں کرتا۔"

(سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، سیرت حلبیہ)

۴

اب دونوں طرف کی صفیں آمنے سامنے تیار کھڑی تھیں۔ مشرکوں کے لشکر میں ابو عامر اوسی بھی تھا، یہ مُسلمان نہیں ہُوا تھا اسی طرح کچھ دوسرے اوس کے لوگ بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچے تو ابو عامر ایسے سب اوسیوں کو لے کر مکّے چلا گیا تھا وہاں اس نے قریشیوں کو جنگ کے لیے اُکسایا اور اُس نے کہا کہ مَیں اوسیوں کی جماعت لے کر تمہارے ساتھ چلوں گا۔ جنگ کے میدان میں جب مَیں مسلمان اوسیوں کو پکاروں گا تو وہ مجھے دیکھ کر محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ مدینے میں اس کو لوگ ابو عامر راہب کہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھا تھا۔

اب مشرکوں کی صفوں میں سے ابوسفیان نکل کر سامنے آئے اور اُنہوں نے مُسلم لشکر میں سے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے لوگوں کو پکارا۔

"اے اوس اور خزرج کے لوگو! ہمیں اور ہمارے خاندان کے لوگوں کو (یعنی مہاجر مسلمانوں کو) چھوڑ کر ہٹ جاؤ ہم بھی تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

اس پر اوس اور خزرج کے لوگوں نے ابوسفیان کو بہت برا بھلا کہا اور لعنت بھیجی۔

اب ابو عامر مشرکوں کے لشکر میں سے نکلا اور اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ سامنے آیا۔ اُس نے اوس کے مسلمانوں کو پکارا تا کہ وہ اسے دیکھ کر رسول اللہؐ کا

ساتھ چھوڑدیں۔ اُس نے پکار کر کہا۔

"اے اوس کے لوگو! میں ابو عامر ہیں "

مگر اوس کے مسلمانوں نے اُسے فوراً جواب دیا۔

"اے فاسق! خدا کبھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے "

یہ جواب سُن کر ابو عامر اپنا سا مُنہ لے کر رہ گیا اور واپس جا کر کہنے لگا۔

"میرے بعد میری قوم کی حالت ہی بدل گئی "

اب مشرکوں کی طرف سے سب سے پہلے طلحہ ابن ابو طلحہ جنگ کے لیے سامنے آیا اس کے ہاتھ میں مشرک فوج کا جھنڈا تھا۔ طلحہ نے سامنے آکر مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلے کے لیے پکارا۔ اس نے کئی بار پکارا مگر مسلمانوں میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔

آخر طلحہ نے کہا۔

"محمد کے ساتھیو! تمہارا دعوےٰ ہے کہ تمہاری تلواروں سے خدا تعالےٰ ہمیں جہنم میں پہنچاتا ہے اور ہماری تلواروں سے تمہیں جلدی جلدی جنت میں پہنچاتا ہے! پس کیا اب تم میں سے کوئی ہے جو یا تو اپنی تلوار سے مجھے فوراً جہنم میں پہنچا دے اور یا میری تلوار سے خود جنت میں پہنچ جائے! تم سب جھوٹے ہو۔ لات و عزیٰ کی قسم اگر تم اسے سچ سمجھتے تو تم میں سے میرے مقابلے کے لیے کوئی نکلتا "

یہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایک دم آگے بڑھے اور اس کے مقابلے کے لیے پہنچ گئے۔ دونوں میں تلوار کے وار ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ تلوار ماری تو طلحہ کا پیر کٹ گیا وہ فوراً زمین پر گر گیا۔ گرتے وقت اس کا ستر کھُل گیا۔ حضرت علیؓ ایک دم شرما کر بغیر اس کو قتل کئے واپس ہو گئے۔ جب وہ رسول اللہؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے اُن سے پوچھا۔

"علی! اس کو قتل کیوں نہیں کیا ؟"

حضرت علیؓ نے کہا کہ مجھے اس کا ستر کھل جانے سے شرم آگئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اُسے قتل کر کے آؤ۔ تب حضرت علی گئے اور اُس کو قتل کر کے آئے۔

اس کے بعد عثمان ابن ابوطلحہ نے عَلَم یعنی جھنڈا سنبھالا اور جوشیلے شعر پڑھتا ہُوا آگے آیا۔ اس کے مقابلے کے لیے حضرت حمزہ بڑھے اور عثمان کے ہاتھ اور مونڈھے کاٹ ڈالے۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد ابوسعید ابن ابوطلحہ نے عَلَم اُٹھایا۔ اُسے دیکھتے ہی حضرت سعد ابن ابی وقاص نے اُس پر تیر چلایا۔ تیر اُس کے حلق میں لگا اور ابوسعید وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس طرح یہ تینوں بھائی یعنی طلحہ، عثمان اور ابوسعید شروع ہی میں قتل ہو گئے۔

اب طلحہ کا بیٹا مسافع آگے بڑھا اور اُس نے عَلَم سنبھالا۔ اس کے مقابلے پہ حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالافلح آئے اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کر ڈالا۔ مسافع کے بعد اُس کا بھائی حرث ابن طلحہ بڑھا اور اُس نے عَلَم سنبھالا۔ حضرت عاصم نے اس کو بھی تیر مار کر ٹھنڈا کر دیا۔

مسافع اور حرث کی ماں سُلافہ بھی مُشرک لشکر کے ساتھ آئی تھی۔ جب یہ دونوں حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالافلح کے تیر کھا کر گرے اور پڑے ہوئے تڑپ رہے تھے تو سلافہ باری باری دوڑ کر دونوں کے پاس گئی وہ بیٹے کا سر اپنی گود میں رکھ کر اُس سے پوچھتی۔

"میرے بیٹے تجھے کس نے مارا ؟"

اس پر دونوں نے سسکتے ہوئے یہی جواب دیا۔

میرا قاتل تیر مارتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ :-

"لے یہ تیر سنبھال میں ابن ابوالافلح ہوں !"

اس پر سلافہ نے قسم کھائی کہ اگر کسی طرح عاصم ابن ابوالافلح کا سر مجھے مل گیا تو مَیں اُس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ ساتھ ہی اس نے اعلان کیا کہ جو کوئی مجھے اس کا سر لا کر دے گا اُس کو سو اونٹ انعام میں دوں گی۔

اس کے بعد مشرکوں میں سے عبدالدار کے خاندان والے آکر عَلَم اُٹھاتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ اب لڑائی پورے زور پر آچکی تھی۔ مجاہدینِ اسلام مشرکوں کی صفوں میں گھس گھس کر خدا کے دشمنوں کو قتل کر رہے تھے۔

ایک طرف حضرت ابو دجانہ رضؓ تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عنایت فرمائی تھی۔ وہ نہایت بہادری کے ساتھ اس تلوار کا حق ادا کر رہے تھے۔ جو مشرک بھی اُن کے سامنے آجاتا زندہ واپس نہیں ہوتا تھا انہوں نے اپنی سرخ پگڑی باندھ رکھی تھی وہ جدھر جاتے کسی نہ کسی کو قتل کر دیتے تھے۔

ایک جگہ حضرت ابو دجانہ نے دیکھا کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ لوگوں کو لڑائی پر اُبھار رہا ہے۔ یہ فوراً اس کی طرف بڑھے اور ذرا دیر میں اس کے سر پر پہنچ گئے مگر حضرت ابو دجانہ رضؓ نے جیسے ہی اس کے سر پر تلوار اُٹھائی وہ ایک دم اُونٹ کی طرح بلبلا اُٹھا۔ اب جو دیکھا تو وہ ہندہ بنت عتبہ تھی۔ حضرت ابو دجانہؓ نے فوراً اپنی تلوار نیچے جھکالی۔ اس احترام میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تلوار کسی عورت پر نہ اُٹھے۔

دوسری طرف شیرِ خدا حضرت حمزہؓ انتہائی بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ جس طرف بڑھتے خدا تعالےٰ کے دشمنوں کو زمین پر سلادیتے۔ اسی وقت ایک مشرک سردار سباع ابن عبدالعزیٰ یہ کہتا ہوا سامنے آیا۔

"کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے؟"

حضرت حمزہؓ نے اُسے دیکھ کر فوراً کہا۔

"او بدبخت میرے سامنے آ!"

حضرت حمزہؓ بڑھ کر سباع کے سامنے پہنچے اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ اُس کے مارا کہ وہ ختم ہو گیا۔

اس وقت وہیں قریب ہی وحشی غلام چھپا ہوا بیٹھا تھا اس نے اپنے مالک سے حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وحشی کو یہ موقعہ سب سے اچھا مل گیا

اس نے اطمینان سے نشانہ لیا اور حضرت حمزہؓ پر تیر چلا دیا۔ تیر شیرِ خدا کے پیٹ میں لگا اور پار نکل گیا۔ تیر کھا کر حضرت حمزہؓ ایک دم قاتل کی طرف گھومے مگر تیر آر پار ہو چکا تھا اس لیے فوراً لڑکھڑائے اور گر پڑے۔ اس طرح شیرِ خدا نے پوری بہادری کے ساتھ لڑ کر اور بیسیوں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر خود بھی شہادت کا مرتبہ پایا۔

حضرت حمزہؓ کے گرنے کے بعد بھی وحشی کو قریب آنے کی ہمت نہیں ہوئی بلکہ وہ دور کھڑا رہا۔ جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ وہ ٹھنڈے ہو چکے ہیں تو وہ قریب آیا اور حضرت حمزہؓ کے جسم میں سے اپنا تیر نکالا۔ اب وحشی اپنے لشکر میں جا کر ایک طرف بیٹھ گئے اس لیے کہ وہ صرف شیرِ خدا کو قتل کرنے آئے تھے اس کے بعد انہیں اس لڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے کہ انہوں نے آزاد ہونے کے لیے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔

دوسری طرف ابو عامر فاسق کے بیٹے حضرت حنظلہ رضؓ نہایت بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے ایک دفعہ اُن کے سامنے ابو سفیان آ گئے حضرت حنظلہ نے بڑھ کر ابو سفیان کو قتل کرنا چاہا مگر اسی وقت پیچھے سے ایک مشرک نے اُن پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

مسلمان جس بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکوں کے دلوں میں ان کا ڈر بیٹھ گیا اور ان سب کو اپنی موت سر پر نظر آنے لگی۔ آخر اُن کے پیر اکھڑ گئے اور اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ مشرک عورتیں جواب تک مردوں کو جوش دلاتی پھر رہی تھیں اب گھبرا کر چیخیں مارتی ہوئی اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگیں۔ اسی وقت مسلمانوں نے ایک بھرپور حملہ کیا اور مشرکوں کو مارتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اب مشرکوں کو مقابلے کی ہمت نہ رہی انہیں پوری شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے اُن کو بھگا کر مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔

پیچھے کی پہاڑی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس مسلمانوں کا ایک تیر انداز دستہ بٹھایا تھا۔ اس دستے کے امیر حضرت عبداللہ ابن جبیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے

اس دستے کو تاکید کی تھی کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مگر اب اُنہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی ہے اور وہ مشرکوں کے کیمپ میں سے مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے۔

"خداوندکریم نے مشرکوں کو شکست دے دی ہے پھر اب ہم یہاں کھڑے رہ کر کیا کریں؟"

یہ کہتے ہی وہ لوگ بھی ادھر بڑھے تاکہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر مالِ غنیمت جمع کریں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بہت روکا مگر وہ نہیں مانے اور چلے گئے۔ خود حضرت عبداللہ ابن جُبیر اور اُن کے ساتھ دس صحابہ وہاں سے نہیں ہلے بلکہ انہوں نے کہا۔

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا خلاف نہیں کروں گا"۔

اب یہاں حضرت عبداللہ سمیت صرف گیارہ آدمی رہ گئے۔ ادھر مشرکوں کی فوج میں خالد ابن ولید دائیں حصّے کے کپتان تھے انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت کا دستہ غائب ہے اور میدان خالی ہے۔ یہ دیکھتے ہی وہ اپنے گھوڑ سوار دستے کے ساتھ آگے بڑھے اور اُنہوں نے مسلمانوں کی پشت سے بھرپور حملہ کر دیا۔ ادھر ان کے ساتھ عکرمہ ابن ابوجہل بھی آ گئے۔ یہ حملہ بہت سخت تھا۔

ادھر مسلمان صرف گیارہ تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ سب مسلمان شہید ہو گئے۔ مشرکوں نے ان کو اس طرح شہید کیا کہ ان کی صورتیں بھی پہچانی نہیں جا رہی تھیں۔ اس کے بعد مشرکوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ مشرکوں کا نعرۂ "یا للعزّیٰ" اور "یا للہُبل" تھا۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو گھیر کر یہ نعرہ لگایا۔ اسے سُن کر بھاگتے ہوئے مشرک رُک گئے اور انہوں نے اپنے آدمیوں کے ساتھ مل کر پھر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت مسلمان مطمئن ہو کر مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے۔ مشرکوں کے اِس اچانک حملے سے وہ گھبرا گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ اسی میں مسلمانوں نے فوراً تلواریں سونتیں اور مقابلہ شروع کیا مگر مشرکوں کا یہ حملہ بہت شدید

تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو مقابلہ کرنے پر بھی سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ ادھر مسلمان اتنے گھبرا گئے تھے کہ انہیں اپنے پرائے کی بھی پہچان نہیں رہی اور بہت سے مسلمانوں کی تلواریں اس گھبراہٹ میں اپنے ہی بھائیوں پر اُٹھنے لگیں۔ اب جنگ کا نقشہ بالکل بدل چکا تھا۔

اس حملہ سے مسلمانوں میں ایسی ابتری پھیلی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس صرف چودہ صحابہ رہ گئے جو اپنی جان کی بازی لگا کر آپ کو دشمنوں سے بچا رہے تھے ان میں سات مہاجر تھے اور سات انصاری۔ اب دشمنوں کی توجہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف تھی۔ ہر طرف سے آپؐ پر پتھر اور تیر برسائے جا رہے تھے مگر رسولِ خدا ؐ بے مثال ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے۔ یہ چودہ جاں نثار صحابہ دشمن کے ہر وار سے رسول اللہ ؐ کو بچاتے تھے اور خود زخمی ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ انصاری صحابہ میں سب کے سب آپؐ پر نثار ہو کر شہید ہو گئے۔

آپؐ کا بچاؤ کرنے والوں میں حضرت زیاد جب شہید ہوئے تو رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ ان کو میرے قریب لاؤ۔ صحابہؓ نے انہیں آپؐ کے قریب کر دیا۔ انہیں یہ فخر حاصل ہوا کہ انہوں نے اپنا رخسار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر پر رکھ دیا اور اسی طرح جان دے دی۔

رسول اللہ ؐ پر ہر طرف سے حملہ ہو رہا تھا ایک دفعہ ایک مشرک عتبہ نے آپؐ پر پتھر کھینچ مارا جس سے آپؐ کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے پوری شدت سے آپؐ پر حملہ کیا۔ آپؐ اس حملے میں بھی سخت زخمی ہوئے۔ آپؐ کے خود کی کڑیاں چہرۂ مبارک میں گھس گئیں۔ مگر اس سب کے باوجود آپؐ کی ثابت قدمی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ادھر آپؐ کے جانثار صحابہ نے آپؐ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اس حملے سے آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نے فوراً آپؐ کو سہارا دیکر

باہر نکالا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ آپؐ کو بچانے کے لیے بڑھ بڑھ کر دشمنوں پر حملہ کرتے تھے تاکہ وہ آپؐ کے قریب نہ آسکیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضؓ کو خود اپنے تیر دے دیئے اور اُن سے فرمایا۔

"تیر چلاؤ! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔"

اسی دوران میں ایک شخص ابن قمیہ نے حضرت مصعب ابن عمیر کو شہید کر دیا۔ یہ مسلم لشکر کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے۔ قاتل نے یہی سمجھا کہ یہی عَلَم بردار رسول اللہؐ ہیں اس لیے اس نے ایک دم مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ جیسے ہی یہ خبر مشہور ہوئی بہت سے مسلمانوں نے ہمّت ہار دی۔ وہ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ ادھر جنگ کا نقشہ بدل جانے سے مسلم لشکر میں ابتری پھیل چکی تھی اس لیے ایک کو دُوسرے کی خبر نہیں رہی تھی۔ چنانچہ جب یہ خبر معلوم ہوئی تو بہت سے مسلمانوں کے دل ڈوب گئے اور وہ سوچنے لگے کہ اب لڑ کر کیا کریں۔ دوسری طرف اس خبر سے مشرکوں میں جیسے جان سی آگئی۔ اُن کی ہمتیں بڑھ گئیں اور انہوں نے بھرپور حملے شروع کر دیئے اس سے مسلمانوں کو اور نقصان پہنچا۔

مگر جب یہ خبر بڑے بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ نے سُنی تو انہوں نے اور بے جگری سے لڑنا شروع کر دیا اس لیے کہ انہوں نے سوچا کہ اب ہم ہی زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ ساتھ ہی انہوں نے مایوس مسلمانوں کو بھی حوصلہ دلایا۔

انہوں نے کہا۔

"لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب تم ہی زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اس لیے لڑو اور جس مقصد کے لیے آپؐ نے جہاد کیا اسی پر جہاد کر کے تم بھی اپنی جانیں دے دو۔"

ادھر یہ خبر لشکر میں پھیلی اور اُدھر رسول اللہ صؐ نے ان صحابہؓ سے فرمایا جو اس وقت آپؐ کے پاس تھے کہ وہ اس خبر کو نہ جھٹلائیں بلکہ خاموش رہیں۔ آپؐ پر مشرک برابر

حملے کر رہے تھے۔ حضرت قتادہ ابن نعمان نے دیکھا کہ مشرک رسول اللہ ؐ پر تیر چلا رہے ہیں۔ انہیں ڈر ہوا کہ کہیں کوئی تیر خدانخواستہ آپؐ کے نہ لگ جائے اس لیے انہوں نے اپنا چہرہ رسول اللہ ؐ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کر دیا۔ اسی میں ایک تیر حضرت قتادہ رضؓ کی آنکھ میں آ کر لگا۔ اس تیر کے لگنے سے حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل کر گر پڑا جسے انہوں نے ہاتھ میں اٹھالیا اسی حالت میں حضرت قتادہ رضؓ حضورؐ کے سامنے آئے۔ آپؐ ان کی یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور آپؐ نے فوراً خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی اسی طرح تُو اس کے چہرے کی حفاظت فرما۔ تُو اس کی آنکھ لوٹا دے اور اُسے پہلے سے بھی زیادہ تیز روشنی دے۔"

اس کے بعد آپؐ نے وہ آنکھ اس کی جگہ رکھ دی۔ حضرت قتادہ رضؓ کی آنکھ اسی وقت ٹھیک ہو گئی اور اس کی روشنی پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعد میں حضرت قتادہ رضؓ کو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

ادھر جب قریشیوں کو رسول پاکؐ کے قتل کی خبر ملی تو اُن کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے خوشی خوشی مقتولوں میں آپؐ کو تلاش کرنا شروع کیا۔

مسلمانوں کا دل اس خبر کے بعد لڑائی سے اُکھڑ چکا تھا۔ ادھر اس افراتفری میں ان کا کوئی ایک مرکز نہیں رہا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ چکے تھے اس لیے اس خبر پر یقین کر بیٹھے۔

اسی پریشانی اور مایوسی کے دوران میں اچانک انہوں نے ایک آواز سنی۔

"مسلمانو! خوشخبری سنو! یہ رسول اللہ ؐ موجود ہیں۔"

اس خبر کا سننا تھا کہ گویا مسلمانوں میں جوش اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اُن کے اترے ہوئے چہرے کھل اُٹھے اور دوڑ دوڑ کر اس آواز کی طرف جانے لگے۔

یہ آواز حضرت کعب ابن مالک کی تھی وہ اتفاق سے اس جگہ سے گزرے جہاں آپؐ چند صحابہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے دور سے دیکھ کر ہی چلّا کر مسلمانوں کو پکارا

اور خوشخبری سنائی ۔ جیسے ہی حضرت کعبؓ نے یہ اعلان کیا حضورؐ نے فوراً انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا مگر مسلمانوں تک اُن کی آواز پہنچ چکی تھی اس لیے فوراً ہی صحابہ وہاں آکر جمع ہونے لگے ۔ جب کچھ لوگ وہاں جمع ہو گئے تو آپؐ وہاں سے پہاڑ کی طرف چلے تاکہ وہاں محفوظ جگہ پر بیٹھیں سب صحابہ آپؐ کے ساتھ تھے ۔ آپؐ کو ضعف کی وجہ سے اُوپر چڑھنے میں دشواری ہوئی ۔ فوراً حضرت طلحہ رضؓ نیچے بیٹھ گئے اور آپؐ ان پر سے ہو کر اُوپر چڑھے ۔

جب مشرکوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو وہ آپؐ کی تلاش میں چلے ۔ اتفاق سے اُبیُ ابن خلف مشرک اس ٹیلے پر پہنچ گیا جہاں آپؐ بیٹھے تھے صحابہ نے چاہا کہ بڑھ کر اُسے قتل کر دیں مگر آپؐ نے روک دیا اور فرمایا کہ مَیں ہی اُس کو قتل کروں گا ۔ جب اُبیُ ابن خلف قریب آگیا تو آپؐ نے ایک صحابی سے ہتھیار لے کر اُس پر وار کیا ۔ ابن خلف ایک ہی وار میں بلبلا اُٹھا اور چیختا ہوا وہاں سے بھاگا ۔ مگر یہ ہلکا سا زخم ہی جان لیوا ثابت ہوا اور وہ راستے ہی میں مر گیا ۔

ادھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی نے شیرِ خدا کو قتل کرنے کے بعد ان کا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے جگر نکالا ۔ پھر وحشی اسے لے کر ہندہ کے پاس گیا اور اس سے کہا ۔

"مَیں نے تیرے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہے اب مجھے کیا ملے گا؟"

ہندہ نے جواب دیا ۔

"میرا زیور تیرا انعام ہے ۔"

وحشی نے ہندہ کو حضرت حمزہ رضؓ کا جگر دیا ۔ ہندہ نے اس خوشی میں اس کو اسی وقت اپنے کپڑے اور زیور دے دیئے اور وعدہ کیا کہ مکے پہنچ کر میں تجھے دس دینار انعام میں دوں گی اس کے بعد وحشی اس کو حضرت حمزہ کی لاش کے پاس لائے ۔ ہندہ لاش دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گئی اُس نے لاش کے کان،

ناک وغیرہ کاٹے اور اُن کے ہار بنا کر اپنے ہاتھوں اور گلے میں پہن لیے، پھر وہ اسی طرح مکے تک پہنچی۔

اب ابوسفیان خوش خوش اس پہاڑ کے نیچے آئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور پکار کر کہا "تمہیں اپنے مُردے ناک کان کٹے ہوئے ملیں گے مگر خدا کی قسم نہ مَیں نے اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا۔ نہ مَیں اس سے خوش ہُوا اور نہ مجھے اس سے افسوس ہی ہوا، نہ مجھے اس سے خوشی ہوئی اور نہ تکلیف ہوئی"۔

اس کے بعد جب مشرک چلے گئے تو رسول اللہؐ پہاڑ پر سے اُترے اور لاشوں کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ جب آپؐ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کی حالت دیکھی تو فرمایا۔

"مَیں نے اس سے زیادہ قابلِ نفرت کوئی بات نہیں دیکھی"۔

پھر آپؐ نے لاش سے فرمایا۔

"تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو، تم بھلائیاں کرنے والے تھے اور رشتہ داروں کے حق ادا کرتے تھے جب خدا قریش پر مجھے فتح نصیب فرمائے گا تو مَیں تمہارے بدلے میں اُن کے ستر آدمیوں کے ساتھ یہی سلوک کروں گا"۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد اثر تھا، مسلمانوں نے آپؐ کی یہ کیفیت دیکھی تو عہد کیا۔

"خداوند تعالےٰ جب بھی ہمیں دشمنوں پر فتح دے گا تو ہم اُن کی ایسی شکلیں بگاڑیں گے کہ عربوں میں آج تک کسی نے نہیں بگاڑی ہوں گی"۔

(البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ، ابن ہشام)

اُحد کے بعد

۱

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ہوئی۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد جب جنگ پورے زور پر آ گئی تھی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے اندر گھس گئے تھے تو مسلمانوں کا پلّہ بھاری تھا۔ مشرکوں کے علم بردار عبدالدار کے خاندان والے تھے مسلمانوں نے سب سے پہلے چُن چُن کر انہیں ہی ختم کر دیا۔ جو بھی جھنڈا اُٹھا کر سامنے آیا صحابہ میں سے کسی نے بڑھ کر اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ غرض مشرکوں کو اتنا نقصان ہُوا کہ آخر میں اُن کے پَیر اُکھڑ گئے اور جدھر جس کا مُنہ اُٹھا وہ اِدھر ہی بھاگ کھڑا ہُوا۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اُن کے کیمپ پر حملہ کر دیا اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہؐ نے اسلامی لشکر اس طرح ترتیب دیا تھا کہ مسلمان ہر طرف سے مضبوط تھے۔ پشت کی پہاڑی پر آپؐ نے پچاس صحابہ کا ایک تیر انداز دستہ بٹھا دیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ میدانِ جنگ میں کچھ بھی ہوتا رہے وہ وہاں سے نہ ہٹیں اس طرح مسلمان پُشت کے حملے سے بھی مطمئن تھے چنانچہ وہ اطمینان سے دشمنوں کو مارتے گراتے آگے بڑھتے رہے۔

مگر عین اس وقت جب کہ فتح مسلمانوں کے قدم چُوم رہی تھی تیر انداز دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی انہوں نے مسلمانوں کو فتح حاصل کرتے دیکھا تو وہ خوشی سے بے قابو ہو گئے انہوں نے خیال کیا کہ میدان ہمارے ہاتھ آ گیا ہے اور اب جنگ ختم ہو رہی ہے اس لیے کیوں نہ ہم بھی آگے بڑھ کر اپنے بھائیوں کا ہاتھ بٹائیں۔ اس خیال کے ساتھ ہی وہ پہاڑی سے اُتر کر مشرک کیمپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ان میں کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی جگہ جمے رہے۔ مگر وہ کُل گیارہ تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مشرکوں کے گھوڑ سوار دستے نے یہ دیکھا کہ مسلم لشکر کی پُشت خالی ہے انہوں نے وہیں حملہ کیا اور گیارہ کے گیارہ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

مسلمانوں کو اطمینان ہو چکا تھا کہ اب مشرکوں میں بھگدڑ پڑ گئی ہے اسی لیے جب اچانک پیچھے سے یہ حملہ ہوا تو وہ گھبرا گئے۔ دشمن نے اس گھبراہٹ سے فائدہ اٹھایا اور زور شور سے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ ادھر ایک شخص ابن قمیئہ نے یہ خبر مشہور کر دی کہ رسول اللہؐ قتل ہو گئے۔

غرض ان باتوں سے جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکل گیا یہاں تک کہ رسول اللہؐ بھی زخمی ہو گئے۔ صحابہ آپؐ کو لے کر ایک ٹیلے پر پہنچ گئے تاکہ آپؐ دشمن سے محفوظ رہیں مسلم لشکر میں اس طرح ابتری پھیل گئی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں رہی تھی مگر جب انہیں اچانک یہ خبر ملی کہ آپؐ زندہ ہیں تو مسلمان دوڑ دوڑ کر آپؐ کے پاس پہنچنے شروع ہو گئے۔

ادھر میدانِ جنگ پر مشرکوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ان کے سینوں میں دشمنی کی آگ بھری ہوئی تھی اس لیے انہوں نے مسلمانوں کی لاشوں سے بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالی اور انہوں نے شہیدوں کی لاشوں کی مُثلے کر دیئے یعنی ان کے ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالے۔ ابو سفیان میدانِ جنگ میں پھر رہے تھے کہ انہیں حضرت حمزہ رضؓ کی لاش نظر آئی۔ انہوں نے لاش کے ہی نیزے مارے۔ ساتھ ہی وہ کہتے جاتے تھے۔

"لے اپنے کئے کا مزہ چکھ!"

اس کے بعد مکے جانے سے پہلے ابو سفیان ایک پہاڑی پر چڑھے اور پھر چلا کر کہا۔

"کیا تم لوگوں میں محمد زندہ ہیں؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جواب دینے سے روک دیا۔

پھر ابو سفیان نے تین دفعہ یہی آواز دی مگر کوئی جواب نہیں ملا تو پھر تین تین دفعہ یہ کہا۔

"کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابو بکر) زندہ ہیں؟"

"کیا تم لوگوں میں ابن خطاب (یعنی عمر) زندہ ہیں؟"

جب کوئی جواب نہیں آیا تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے اور اُن سے کہا۔

"یہ سب کے سب قتل ہو گئے کیونکہ اگر اُن میں سے کوئی زندہ ہوتا تو جواب دیتا۔"

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چُپ نہیں رہا گیا اور اُنہوں نے فوراً پُکار کر کہا۔

"اے خدا کے دشمن خدا کی قسم تُو جھوٹا ہے جن جن کا تُو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔"

پھر ابو سفیان نے وہیں سے نعرہ لگایا۔

"ہُبل کی جے ہو! جنگ میں کبھی جیت ہوتی ہے اور کبھی ہار آج جنگ بدر کا بدلہ اُتر گیا اور برابر ہو گئے۔"

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا کہ اُٹھ کر اسے یہ جواب دو کہ۔

"اللہ تعالٰی ہی سب سے بڑا اور بزرگ ہے۔ ہم تم برابر نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔

پھر ابو سفیان نے کہا۔

"ہمارے پاس عُزّیٰ ہے اور تمہارے پاس نہیں ہے" (یعنی آج ہمیں ہی عزت ملی ہے)۔

رسول اللہ ص نے پھر حضرت عمر رضہ سے فرمایا کہ جواب دو۔

"اللہ تعالٰی ہمارا آقا ہے اور مددگار ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

اس کے بعد ابو سفیان نے حضرت عمر رضہ کو آواز دے کر بُلایا کہ میرے پاس آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ دیکھو کیا بات ہے؟ حضرت عمر رضہ ابو سفیان کے پاس آئے تو اُنہوں نے پوچھا۔

"عمرؓ! میں تمہیں خدا تعالٰی کی قسم دیتا ہوں، یہ تو بتاؤ کہ کیا واقعی ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

" ہرگز نہیں! حضورؐ اس وقت تیری باتیں خود سن رہے ہیں "

ابوسفیان نے کہا۔

" تم میرے نزدیک ابن قمیہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو! "

یعنی میں تمہارا یقین کرتا ہوں۔ ابن قمیہ ہی وہ شخص تھا جس نے حضرت مصعب ابن عمیر کو قتل کر دیا تھا جن کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا اسی وجہ سے اُس نے یہ خبر اڑا دی کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا۔

میدانِ احد سے واپس جاتے وقت ابوسفیان نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ۔

" اگلے سال ہم تم سے میدانِ بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ کرتے ہیں "

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا تو آپؐ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ "جواب دو "

" ہاں! ہمارا تمہارا یہ وعدہ رہا "

اس طرح مشرکین میدانِ احد سے بڑے خوش خوش واپس گئے کہ ہم نے جنگ جیت لی ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ مشرک اب کیا کرتے ہیں یعنی وہ مکے ہی واپس جاتے ہیں یا مدینے پر بھی حملہ کرنا چاہتے ہیں اسی لیے ان کے لشکر کے جانے کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

" ان کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں اور ان کا کیا ارادہ ہے؟ اگر وہ اُونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو ہنکا کر لے جائیں تو یہ سمجھو کہ وہ مکے ہی جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اُونٹوں کو ہنکاتے ہوئے لے جائیں تو یہ سمجھنا کہ وہ مدینے جانا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مدینے کا رُخ کرتے ہیں تو میں اُن کا پیچھا کروں گا اور مقابلہ کروں گا "

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن کا پیچھا کیا۔ مگر اُنھوں نے دیکھا کہ

مُشرک اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو ہنکا رہے ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ وہ مکے جا رہے ہیں۔ پہلے انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ یہاں سے مدینے پر چڑھائی کریں مگر صفوان ابن امیہ نے انہیں اس سے روکا کہ یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں۔ (ابن ہشام، زرقانی، سیرت حلبیہ)

مُشرک میدانِ جنگ سے جا چکے تھے۔ یہ بھی اطمینان ہوگیا تھا کہ واپس مکے ہی جا رہے ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ شہیدوں کی نماز اور دفن کا انتظام کریں۔ ادھر میدانِ جنگ سے شہیدوں کی لاشیں بھی اکٹھی کرنی تھیں، چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔

"کیا کوئی ہے جو سعد ابن ربیع کو میرے لیے تلاش کرے کہ وہ زندوں میں ہیں یا مُردوں میں اور اگر وہ تمہیں مل جائیں تو اُن سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہؐ نے پوچھا ہے کہ اس وقت تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟"

یہ سُن کر محمد ابن مسلمہؓ اُٹھے اور اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں اُن کو ڈھونڈوں گا۔ اس کے بعد حضرت ابن مسلمہ چلے اور انہوں نے حضرت سعدؓ کو ڈھونڈ لیا وہ سخت زخمی حالت میں تھے لیکن ابھی تک اُن میں تھوڑی سی جان باقی تھی حضرت ابن مسلمہ نے اُن سے کہا۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تلاش کرنے کا حکم دیا ہے کہ تم زندوں میں ہو یا مُردوں میں؟"

حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

"میں مُردوں میں ہوں۔ میری طرف سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنا اور کہنا کہ سعد ابن ربیع کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اپنی قوم کو بھی تم میرا اسلام پہنچانا اور یہ پیغام دینا کہ سعد کہتا

ہے کہ اگر تمہارے ہوتے ہوئے رسول اللہ ؐ کو کوئی بھی تکلیف پہنچی تو جان لینا کہ خدا کے یہاں تمہارا کوئی عذر بھی قبول نہیں ہو گا "۔

اتنا کہہ کر حضرت سعدؓ ابن ربیع کی روح پاک پرواز کر گئی۔ حضرت محمدؓ ابن مسلمہ واپس آئے اور رسول اللہ ؐ کو یہ ساری بات بتائی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کی لاش ڈھونڈنے کے لیے خود نکلے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش آپؐ کو اس حال میں ملی کہ ناک کان وغیرہ کٹے ہوئے تھے۔

جنگ احد میں حضرت عبداللہ ابن جحش بھی شہید ہوئے تھے اور ان کی لاش بھی اس حال میں ملی تھی کہ اس کے ناک کان کٹے ہوئے تھے اور پیٹ چاک تھا۔

حضرت عبداللہ جب جنگ کے میدان میں پہنچے تھے تو انہوں نے خدا سے دُعا مانگی تھی کہ مجھے دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہادت نصیب ہو پھر مُشرک میری لاش کے ناک کان کاٹیں اور جب تو مجھ سے پوچھے کہ تیرے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہُوا ؟ تو مَیں یہ جواب دوں کہ یہ سب تیرے اور تیرے رسول کے لیے ہُوا۔

خدا تعالےٰ نے حضرت عبداللہ ابن جحش کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو اُحد میں شہادت بھی ملی اور خدا تعالےٰ کے دُشمنوں نے ان کی لاش کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ بھی کیا۔

اس غزوہ میں کل تہتر ۷۳ صحابہ شہید ہوئے جن میں مہاجر بہت کم تھے، باقی زیادہ انصاری صحابہؓ تھے۔ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت اثر تھا۔ آپؐ سب سے زیادہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے لیے غمگین تھے۔ جب آپؐ نے اُن کی لاش دیکھی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا۔

"اگر ہمیں صفیہ کا خیال نہ ہوتا تو ہم حمزہؓ کو دفن نہ کرتے بلکہ یوں ہی چھوڑ دیتے تاکہ اُن کی لاش کو جانور کھاتے اور پھر قیامت میں وہ انہیں کے پیٹ میں سے اُٹھتے تاکہ اُن کے قاتل پر خدا کا غصہّ جوش میں آجاتا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

دُوسرے شہیدوں کی نمازیں اس طرح پڑھائیں کہ ایک کا جنازہ حضرت حمزہؓ کے برابر رکھ دیا جاتا اور آپؐ نماز پڑھا دیتے۔ پھر دوسرے شہید کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے برابر رکھ دیا جاتا اور آپؐ اُن کی نماز پڑھاتے اس طرح ہر شہید کی نماز کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی نماز ہوئی۔

اس روز مسلمانوں کے پاس سب شہیدوں کو ڈھکنے کے لیے کپڑا بھی پُورا نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پَیر کُھل جاتے تھے اور پَیر ڈھکتے تھے تو سر کُھل جاتا تھا۔ اسی لیے ایسے صحابہ کے سروں پر کپڑا اڈال دیا گیا اور پَیروں پر ایک گھاس ڈال دی گئی۔ بعض صحابہؓ کے لیے اتنا کپڑا بھی نہیں مل سکا تو دو دو کو ایک چادر میں ڈھک کر دفن کیا گیا۔

شہیدوں کی تدفین سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینے تشریف لے گئے۔ (سیرت حلبیہ، تاریخ طبری، زرقانی)

مُشرکوں کا لشکر اُحد کے میدان سے واپس مکّے کو روانہ ہُوا۔ چلتے وقت اُن میں کچھ لوگوں کی رائے ہوئی تھی کہ یہیں سے اب مدینے پر بھی حملہ کر دیا جائے مگر صفوان ابن امیہ نے اس کی مخالفت کی اور سب کو واپس مکّے جانے پر راضی کر لیا چنانچہ یہ لشکر یہاں سے واپس مکّے کی طرف روانہ ہُوا مگر راستے میں روحا کے مقام پر پہنچ کر ابو سفیان کی رائے پھر بدلی۔

اُنہوں نے سوچا کہ ابھی ہماری فتح مکمّل نہیں ہوئی اُحد کے میدان میں ہم نے مُسلمانوں کو شکست دے دی ہے، بہت سوں کو قتل کر دیا اور بہت سوں کو زخمی کر دیا۔ اس وقت مُسلمان پریشان بھی ہیں اور تھکے ہوئے بھی ہیں اس لیے اگر ہم یہاں سے سیدھے مدینے پر حملہ کر دیں تو ہماری جیت یقینی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ابو سفیان کی اس رائے میں اور بھی بہت سے

لوگ شریک ہو گئے اور اُنہوں نے مدینے پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اُحد کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مشرک لشکر کے پیچھے بھیجا تھا تاکہ وہ یہ دیکھ کر آئیں کہ اب اُن کا کیا ارادہ ہے؟ یعنی وہ مکّے ہی واپس جاتے ہیں یا مدینے پر بھی حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے آکر بتایا کہ وہ مکّے جا رہے ہیں۔ اُس وقت واقعی مشرکوں نے مکّے کا ہی ارادہ کیا تھا مگر روحا پہنچ کر اُن کی رائے بدل گئی تھی۔ رسول اللہؐ جب اس طرف سے مطمئن ہو گئے تب آپؐ نے شہیدوں کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس کے بعد مدینے تشریف لے آئے مگر یہاں آکر بھی آپؐ کو اس کا خطرہ رہا کہ کہیں مُشرک راستے میں سے نہ پلٹ آئیں۔ آپؐ کا یہ خطرہ بالکل صحیح نکلا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچ کر اگلے ہی دن یعنی ۱۶ شوال ۳ھ کو اعلان کرایا کہ ہم مشرکوں کے لشکر کا پیچھا کریں گے اور جو لوگ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے صرف وہی ساتھ چلیں گے۔ اگرچہ اس وقت مُسلمان تھکے ہوئے تھے اور اُن میں بہت سے زخمی تھے مگر رسول پاکؐ کا یہ حکم سُن کر فوراً سب تیار ہو گئے۔ اس لشکر میں صرف وہی لوگ تھے جو غزوۂ احد میں بھی شریک تھے۔ صرف ایک حضرت جابرؓ ابن عبداللہؓ ایسے تھے جو اُحد میں ساتھ نہیں تھے۔ انہوں نے رسول اللہؐ سے ساتھ چلنے کی اجازت لے لی تھی۔

قریش کا پیچھا کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ارادہ کیا تاکہ اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا ڈر اور رُعب باقی رہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ مُسلمان ان سے سب کمر مدینے میں بیٹھ گئے ہیں۔

مدینے سے روانہ ہو کر مُسلم لشکر نے ایک جگہ "حمراء اسد" پر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک شخص معبد ابن ابو معبد خزاعی حاضر ہوا۔ یہ مُسلمان نہیں تھا مگر یہ خود اور اس کا قبیلہ "خزاعہ" مُسلمانوں کا دوست تھا اسی لیے جب اُس نے جنگِ احد کا حال سُنا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ

اُس نے آپؐ سے عرض کیا۔

"محمدؐ! خدا کی قسم آپ کے نقصان سے ہمیں بہت صدمہ ہوا ہے ہم چاہتے ہیں کہ خدا آپؐ کو اِن مشرکوں سے محفوظ رکھے۔"

اس کے بعد معبد وہاں سے چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء کے مقام پر ہی ٹھہرے رہے یہاں سے چل کر معبد قریش کے لشکر میں پہنچا جو روحا کے مقام پر ٹھہرا ہُوا تھا۔ قریشی لشکر کے سالار ابوسفیان نے معبد کو آتے دیکھا تو کہا کہ لو یہ معبد آرہا ہے اس کے پاس ضرور کوئی نئی خبر ہوگی۔ پھر معبد سے پوچھا۔

"تم جس طرف سے آرہے ہو اُدھر کی کیا خبریں ہیں؟"

معبد نے جواب دیا۔

"محمدؐ تمہاری تلاش میں نکلے ہیں اور اُن کے ساتھ ایسا لشکر ہے کہ اس جیسا مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان میں سے ہر شخص تمہارے خلاف بھڑکا ہُوا ہے۔ اس دفعہ محمدؐ کے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو اُحد میں نہیں آسکے تھے۔ اُنہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ تم سے لڑے بغیر اور بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔"

ابوسفیان نے یہ سُن کر کہا۔

"خدا تیرا ناس کرے! یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

معبد نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! وہ بالکل قریب ہی ہیں۔"

ابوسفیان گھبرا گئے۔ اُنہوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! ہم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہاں سے واپس مدینے کو جائیں اور مسلمانوں پر پھر حملہ کریں تاکہ جو بچے کھچے ہیں انہیں بھی ختم کردیں۔"

معبد نے جواب دیا۔

"مَیں تمہیں اس سے منع کروں گا۔"

اب ابوسفیان خود خوف زدہ ہوگئے تھے اور پُورے لشکر نے مکّے واپس جانے

کا ارادہ کر لیا۔ ابھی یہ لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ اتفاق سے وہاں سے ایک قافلے کا گزر ہوا۔ یہ قافلہ عبد قیس کا تھا اور تجارت کے لیے مدینے جا رہا تھا۔ ابوسفیان نے قافلے والوں سے پوچھا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں ؟"

انہوں نے بتایا۔

"ہم تجارت کے لیے مدینے جا رہے ہیں "

ابوسفیان نے اُن سے پوچھا۔

"کیا تم لوگ میرا ایک پیغام محمد تک پہنچا سکتے ہو ؟"

وہ لوگ تیار ہو گئے، تب ابوسفیان نے کہا۔

جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچو تو اس سے بتا دینا کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم یہیں سے واپس ہو کر ان پر اور ان کے ساتھیوں پر چڑھائی کریں گے تاکہ جو مسلمان باقی رہ گئے ہیں اُن کو بھی ٹھکانے لگا دیں "

یہ قافلہ یہاں سے آگے روانہ ہو گیا۔ جب یہ لوگ حمراء اسد کے مقام پر پہنچے تو اُن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے آپؐ کو ابوسفیان کا پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہؐ نے پیغام سُن کر صرف اتنا فرمایا۔

"اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی سب سے اچھا سہارا ہے "

ادھر ابوسفیان نے معبد خزاعی کی بات سُنتے ہی مکّے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور جلدی جلدی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

رسول اللہؐ نے تین دن تک حمراء اسد میں قیام فرما کر مشرکوں کا انتظار فرمایا۔ آخر معبد کا بھیجا ہوا ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو اطلاع دی کہ ابوسفیان اور دوسرے قریشی مسلمانوں سے ڈر کر مکّے واپس چلے گئے ہیں۔ غرض تیسرے دن رسول اللہؐ وہاں سے واپس مدینے کے لیے روانہ ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ، سیرت حلبیہ)

۴

روحا کے مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لے آئے۔ یہاں آجکل منافقوں کی زبانیں خوب کھلی ہوئی تھیں کیونکہ غزوۂ اُحد میں مشرکوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ منافق اس پر مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے، اُنہیں بُرا بھلا کہتے اور ساتھ ہی اپنی بڑائیاں کرتے کہ اگر تم ہماری بات مانتے تو یہ نقصان نہ اُٹھاتے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ ابن اُبی رسول اللہ ؐ کی شان میں بُری بُری باتیں کہتا۔

غرض یہ لوگ طرح طرح سے رسولِ خدا ؐ اور اسلام کے خلاف زہر اُگلتے رہے مگر دل میں یہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کو شکست نہیں ہوئی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہُوا کہ لڑائی برابر ہوگئی۔ کیونکہ اُحد میں نہ تو کوئی مسلمان گرفتار ہوا اور نہ ہی مشرکوں کو مسلمانوں کا مالِ غنیمت ملا۔ دوسری طرف یہ کہ مشرکوں کے کئی بڑے بڑے سردار قتل ہوگئے تھے۔ اس طرح وہ لوگ اپنے بہت سے سرداروں کو کھو کر خالی ہاتھ واپس جارہے تھے۔ منافق یہ سب کچھ جانتے تھے مگر چونکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچا کر انہیں خوشی ہوتی تھی اس لیے جھوٹ سچ کی وہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔

غرض مدینے پہنچنے کے کچھ عرصے بعد رسول اللہ ؐ کو معلوم ہُوا کہ ایک شخص خالد ابن سفیان مُسلمانوں سے لڑنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ آپؐ نے فوراً حضرت عبداللہ ابن انیسؓ انصاری کو اس کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ اُس کا قصّہ پاک کر کے آئیں۔ حضرت عبداللہ گئے اور اس کو قتل کر کے اس کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرف کا خیال رکھتے تاکہ بے خبری میں کوئی دشمن حملہ کر کے مُسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا دے۔ آپؐ کو جب بھی معلوم ہوتا کہ کوئی قبیلہ مُسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کر رہا ہے تو آپؐ فوراً یا تو خود اُس کی طرف نکلتے یا صحابہ کی جماعت بھیجتے تاکہ اس کی طاقت ختم کر دیں۔

اسی طرح جن قبیلوں کے متعلق آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ اُن کے دل اسلام کی طرف جھک رہے ہیں تو آپؐ ان میں اپنے صحابہ کو بھیجتے تاکہ وہ وہاں تبلیغ کریں اور انہیں دین سکھائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام وہاں جاکر اُنہیں قرآن کی تعلیم دیتے اور دین سمجھاتے۔

غزوۂ اُحد کے بعد ایک دن قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! ہمارے قبیلہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اس لیے آپؐ ہمارے ساتھ اپنے صحابہ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمیں دین سمجھائیں اور قرآن شریف بھی پڑھائیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کے ساتھ چھ صحابہ کو بھیج دیا جن کے نام یہ ہیں:۔

حضرت مرثد۔ حضرت خالد ابن بکیر۔ حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالافلح۔ حضرت خبیب ابن عدی۔ حضرت زید ابن دثنہ اور حضرت عبداللہ ابن طارق رضی اللہ عنہم اجمعین۔

رسول اللہؐ نے اس جماعت کا امیر حضرت مرثد کو بنایا۔

صحابہ کی یہ جماعت ان آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ جب یہ رجیع کے مقام پر پہنچے تو اچانک ان لوگوں نے صحابہ کے ساتھ دغا کی جو اُنہیں لے کر آئے تھے۔ اُنھوں نے ایک دم شور مچا کر قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو بُلا لیا تاکہ وہ مُسلمانوں کو قتل کر دیں۔ قبیلہ ہذیل کے جو لوگ آئے اُن کی تعداد دو سو تھی۔

غرض ہذیل کے لوگ ایک دم تلواریں لے کر صحابہ پر جھپٹے، صحابہ سمجھ گئے کہ ہمیں دھوکہ سے لایا گیا ہے مگر خدا تعالےٰ کے یہ نیک بندے گھبرائے نہیں بلکہ انھوں نے فوراً تلواریں سونت لیں اور مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

اگرچہ مُسلمان صرف چھ تھے اور مُشرک دو سو تھے مگر جب اُنھوں نے مُسلمانوں کے ہاتھوں میں تلواریں دیکھیں تو وہ سمجھ گئے کہ یہ چھ آدمی بھی آسانی سے بس میں نہیں آئیں گے بلکہ نہ جانے ہمارے کتنے آدمیوں کو ختم کر دیں۔ اس لیے انھوں نے مسلمانوں کو پھر دھوکہ دینا چاہا تاکہ لڑے بغیر انہیں گرفتار کر لیں۔ اُنھوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! ہم تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہم تمہیں مکے والوں کو بیچ دیں گے تاکہ ہمیں کچھ مال مل جائے۔ ہم خدا کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے"۔

صحابہ سمجھ گئے کہ یہ پھر دھوکہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرثدؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عاصمؓ ابن ابوالافلح نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! ہم مشرکوں سے کوئی عہد نہیں کر سکتے"۔

اس کے بعد ان تینوں نے بہادری کے ساتھ اُن پر حملہ کر دیا مگر یہ صرف تین تھے کیونکہ باقی تین صحابہ نے اُن پر اعتبار کر لیا تھا اور اپنے آپ کو مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا تھا۔ غرض یہ تینوں دشمن سے لڑے اور بہادری کے ساتھ شہید ہو گئے۔

ان شہیدوں میں حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالافلح بھی تھے۔ یہ ابن ابوالافلح وہی تھے جنہوں نے ایک عورت سلافہ بنت سعد کے دو لڑکوں مسافع اور طلحہ کو اُحد میں قتل کیا تھا۔ اس وقت سلافہ بنت سعد نے قسم کھائی تھی کہ جو شخص مجھے ابن ابوالافلح کا سر لا کر دے گا اُسے سو اُونٹ انعام دوں گی۔ ساتھ ہی سلافہ نے یہ قسم بھی کھائی تھی کہ میں ابن ابوالافلح یعنی عاصمؓ کے سر پر شراب بھر کر پیوں گی۔

ہذیل کے لوگوں کو سلافہ کی اس قسم کا حال معلوم تھا اس لیے انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت عاصمؓ کا سر سلافہ کو لے جا کر دیں اور اس سے انعام لیں۔

ادھر حضرت عاصمؓ نے ایک دفعہ خدا تعالےٰ سے دُعا کی تھی اور عہد کیا تھا کہ نہ تو میں کبھی کسی مشرک کے بدن کو ہاتھ لگاؤں گا اور نہ کبھی کوئی مشرک میرے بدن کو ہاتھ لگا سکے۔

غرض ہذیل کے لوگ انعام کے لالچ میں حضرت عاصمؓ کا سر لینے لاش کے پاس گئے مگر انہوں نے دیکھا کہ لاش کے چاروں طرف بھڑوں (زنبور) کا ایک زبردست لشکر تنا ہوا ہے جس کی وجہ سے لاش کے پاس پھٹکنا بھی ممکن نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"چلو شام کو پھر آئیں گے اس وقت بھڑیں اڑ جائیں گی"۔

مگر خدا تعالےٰ عاصمؓ کی لاش کی حفاظت فرما رہا تھا اس لیے شام کو وہاں سیلاب آیا جو حضرت عاصمؓ کی لاش کو بہا کر نہ جانے کہاں سے کہاں لے گیا۔

قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے باقی تین صحابہ کو گرفتار کر لیا تھا جن کے نام یہ ہیں :۔

حضرت زیدؓ ابن دثنہ، حضرت خبیبؓ، اور حضرت عبداللہؓ ابن طارق۔

مشرکوں نے ان تینوں کو اپنی کمانوں کی تانت سے باندھ لیا اور انہیں لے کر مکّے روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ مکّے کے قریب وادی ظہران میں پہنچے تو حضرت عبداللہ ابن طارق نے کسی طرح اپنے ہاتھ کھول لیے مگر مشرکوں نے دیکھ لیا اور فوراً اُن کو پتھروں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ باقی دو صحابہ کو لے کر چلے اور مکّے پہنچ گئے۔ مکّے پہنچ کر اُنھوں نے دونوں قیدیوں کو قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ہذیل کے دو آدمی مکّے میں قید تھے انہوں نے ان صحابہ کے بدلے میں ان دونوں آدمیوں کو واپس لے لیا۔

حضرت زیدؓ کو صفوان ابن امیہ نے خرید لیا تاکہ انہیں اپنے باپ امیہ ابن خلف کے بدلے میں قتل کر دے۔ دوسری قیدی حضرت خبیبؓ کو جحیر ابن ابی اہاب نے خرید لیا تاکہ وہ انہیں اپنے ایک رشتہ دار کے قتل کے بدلے میں قتل کر دے۔

اب صفوان ابن امیہ نے اپنے ایک غلام کو بلایا جس کا نام نسطاس تھا صفوان نے حضرت زید کو نسطاس کے ساتھ تنعیم کے مقام پر بھیجا تاکہ وہاں انہیں قتل کر دیا جائے تنعیم میں پہلے سے بہت سے قریشی جمع تھے تاکہ حضرت زید کے قتل کا منظر دیکھیں۔ اس مجمع میں ابوسفیان بھی تھے۔ جب نسطاس حضرت زیدؓ کو قتل کرنے کے لیے بڑھا تو ابوسفیان حضرت زیدؓ کے پاس آکر اُن سے کہنے لگا۔

"زید میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تیرے دل میں خیال آتا ہے کہ اس وقت تیری جگہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے۔ ہم اُنہیں قتل کرتے ہوئے ہوتے اور تُو اپنے گھر آرام سے بیٹھا ہوا ہوتا"

حضرت زیدؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمدؐ اس وقت جہاں ہیں وہیں اُن

کے کانٹا چبھنے سے تکلیف ہو اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں "۔

ابوسفیان کو اس جواب پر بہت حیرت ہوئی اور انہیں کہنا پڑا۔

"میں نے ایسا آدمی آج تک نہیں دیکھا جس کے ساتھی اسے اتنا چاہتے ہوں جتنا کہ محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کو چاہتے ہیں "۔

اس کے بعد نسطاس آگے بڑھا اور اس نے حضرت زیدؓ کو قتل کر دیا۔

یہی صفوان ابن امیہ اور یہی نسطاس جنہوں نے اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کو صرف اس واسطے قتل کیا کہ وہ مسلمان تھے کچھ عرصے کے بعد خود بھی مسلمان ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہو گئے۔

دوسرے قیدی حضرت خبیب تھے ان کو مشرکوں نے ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا۔ نہ کھانے کو روٹی دیتے تھے اور نہ پینے کو پانی۔ تاکہ وہ وہیں بھوکے پیاسے مر جائیں۔ جس شخص نے حضرت خبیب کو خریدا تھا اس کی ایک باندی تھی جس کا نام ماویہ تھا۔ ایک روز ماویہ نے وہ کوٹھڑی کھولی جس میں حضرت خبیبؓ بھوکے پیاسے بند تھے۔ اُسے یہ خیال تھا کہ وہ بھوک پیاس سے ختم ہو گئے ہوں گے۔ مگر حضرت خبیبؓ کو دیکھ کر اُس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ اچھے خاصے ہی نہیں تھے بلکہ اس وقت اُن کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک بڑا سا خوشہ تھا اور وہ اُسے کھا رہے تھے۔ حالانکہ یہ انگوروں کا موسم بھی نہیں تھا۔

قتل سے پہلے حضرت خبیبؓ نے اسی باندی سے اُسترا مانگا تاکہ اس سے بال صاف کر لیں۔ اس نے اُسترا منگا دیا اسی وقت اس کا ایک چھوٹا سا بچہ کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت خبیبؓ نے بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ اب اس عورت نے دیکھا کہ حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں اُسترہ ہے اور بچہ ان کی گود میں بیٹھا ہے۔ وہ عورت یہ دیکھ کر ڈر گئی کیونکہ اُسے خیال ہوا کہ کہیں قیدی اپنے بدلے میں بچے کو قتل نہ کر دیں۔ حضرت خبیبؓ سمجھ گئے کہ یہ عورت بچے کی وجہ سے گھبرا رہی ہے۔ انہوں نے عورت سے کہا۔

"کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔"

آخر ایک دن مشرکوں نے حضرت خبیبؓ کو قید خانے سے نکالا اور انہیں پھانسی پر لٹکانے کے لیے تنعیم کے مقام پر لے چلے۔ جب وہاں پہنچ گئے تو حضرت خبیبؓ نے مشرکوں سے فرمایا۔

"اگر تم لوگ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہو تو دیدو۔"

مشرکوں نے اجازت دے دی تو حضرت خبیبؓ نے بہت سکون کے ساتھ اور ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھی۔ سلام پھیر کر انہوں نے مشرکوں سے فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم مجھے مرنے سے ڈر جانے کا الزام دو گے تو میں اور زیادہ دیر میں نماز پوری کرتا۔"

اس کے بعد حضرت خبیبؓ کو پھانسی کے تختے پر چڑھایا گیا۔ اس وقت حضرت خبیبؓ نے خدا سے دعا کی۔

"اے اللہ! ان کو گن گن کر اور منتشر کر کے مار اور ان میں سے ایک کو بھی مت چھوڑ۔"

مشرکوں نے سولی دینے سے پہلے حضرت خبیبؓ سے کہا۔

"تم اگر اپنا مذہب یعنی اسلام چھوڑ دو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے ورنہ تمہیں قتل کر دیں گے۔"

اس پر حضرت خبیبؓ نے جواب دیا۔

"خدا تعالےٰ کے راستے میں میرا قتل ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اے اللہ! یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے رسولؐ کو میری طرف سے سلام پہنچا دے اس لیے تو ہی ان تک میرا سلام پہنچا دے اور جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی خبر بھی اپنے رسول تک پہنچا دے۔"

جس وقت حضرت خبیبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچا رہے تھے اس وقت

حضورؐ مدینے میں کچھ صحابہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ صحابہ نے دیکھا کہ ایک دم آپؐ کی ایسی حالت ہوگئی جیسے وحی نازل ہونے کے وقت ہُوا کرتی تھی۔ پھر صحابہ نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا :۔

" وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (اس پر بھی سلام ہو اور خدا تعالےٰ کی رحمت اور برکت ہو) "

مشرکوں نے حضرت خبیبؓ کو سُولی دے دی اور وہ شہید ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صحابہ کی شہادت کا بہت زیادہ رنج اور صدمہ ہُوا۔ ہر مُسلمان کے دل پر اس کا بہت اثر تھا کیونکہ مشرکوں نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ، روض الانف، الخصائص الکبریٰ)

قبیلہ بنی عامر عرب کا ایک قبیلہ تھا جس کا سردار ایک شخص ابوبراء تھا۔ ۴ھ کے شروع ہی میں یہ ابوبراء ایک روز حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کچھ ہدیہ لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کر دیا۔ جب یہ حضورؐ سے ملنے آیا تو آپؐ نے اس سے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا۔ ابوبراء نے اسلام قبول نہیں کیا، مگر اس نے اس دین سے بے زاری بھی ظاہر نہیں کی بلکہ اُس نے آپؐ سے کہا۔

" میں آپؐ کے پیغام کو بہت اچھا اور عمدہ سمجھتا ہوں محمدؐ! اگر آپؐ اپنے کچھ صحابہ اہل نجد کی طرف بھیج دیں اور وہ اُنہیں اسلام کی تبلیغ کریں تو مجھے امید ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے "

اہلِ نجد سے مُراد قبیلہ بنی عامر اور بنی سلیم تھے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مجھے خطرہ ہے کہ اہلِ نجد میرے صحابہ کے ساتھ غداری نہ کریں۔"

ابوبراء نے کہا۔

"میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ وہ میری پناہ میں ہوں گے۔"

اس پر حضورؐ صحابہ کو بھیجنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ابوبراء اسی وقت نجد کی طرف گیا اور اُس نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو پناہ دے دی ہے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ صحابہ کو بھیجنے کے لیے چُنا۔ یہ سب بڑے پایہ کے صحابہ تھے اور سب قاری اور حافظ تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر ابن فہیرہ بھی تھے۔ حضورؐ نے اُن کو ایک خط دیا جو قبیلہ کے سردار عامر ابن طفیل کے نام تھا۔ یہ عامر ابوبراء کا بھتیجا تھا۔ حضورؐ نے اس جماعت کا امیر حضرت منذر ابن عمرو ساعدی کو بنایا۔

صحابہ کی یہ جماعت مدینے سے روانہ ہو گئی۔ جب یہ بیر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے وہاں قیام کیا۔ یہ جگہ بنی عامر اور بنی سلیم کے علاقہ میں تھی۔ صحابہ نے یہاں پہنچ کر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط عامر ابن طفیل کے پاس بھیجا۔ یہ خط لے کر حضرت حرام ابن ملحان عامر کے پاس گئے۔ عامر ابن طفیل اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ حضرت حرام نے عامر کو خط دے کر یہ فرمایا۔

"اے اہلِ بیر معونہ! میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ تم لوگ خدا تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔"

مگر عامر نے نہ تو رسول اللہؐ کا خط پڑھا اور نہ ابوبراء کے اعلان کا خیال کیا۔ بلکہ اُس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا، وہ حضرت حرامؓ کے پیچھے سے آیا اور ان کے اس زور سے نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے منہ سے اس وقت یہ جُملہ نکلا۔

"اللہ اکبر! ربِ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا۔"

اس کے بعد حضرت حرامؓ شہید ہو گئے۔

اب عامر نے قبیلہ بنی عامر کو پکارا کہ وہ ان تمام صحابہ کو قتل کر دیں مگر اُنھوں نے انکار کر دیا کہ جس کو ابو براء نے پناہ دے دی ہم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ جب اِدھر بس نہ چلا تو عامر نے قبیلہ بنی سلیم کو مدد کے لیے پکارا۔ وہ تیار ہو گئے۔ اب عامر بنی سلیم کو لے کر بیرِ معونہ پر پہنچا اور چپکے سے جا کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان بے خبر تھے اس لیے اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکے اور سب شہید ہو گئے صرف دو صحابہ ہی زندہ بچے ایک حضرت کعب ابن زید اور دوسرے حضرت عمرو ابن امیہ ضمری۔

حضرت کعب اس طرح بچے کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے اور مشرک سب کو مارنے کے بعد چلے گئے۔ وہ سمجھے کہ یہ بھی ختم ہو چکے ہیں مگر وہ زندہ تھے صرف زخموں کی وجہ سے بے ہوش تھے۔ چنانچہ ہوش میں آنے کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر مدینے چلے گئے۔

دوسرے حضرت عمرو ابن امیہ اس طرح بچے کہ اُنھیں عامر نے گرفتار کر لیا تھا اور پھر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی تھی۔

حضرت عمرو یہاں سے مدینے کو چلے راستے میں وہ سستانے کے لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں وہاں دو آدمی اور آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرو نے اُن سے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟

اُنھوں نے بتایا کہ ہم بنی سلیم کے لوگ ہیں۔ حضرت عمرو کے ساتھیوں کو بنی سلیم کے لوگوں نے ہی قتل کیا تھا۔ اس لیے اُنھوں نے سوچا کہ اپنے سب ساتھیوں کا بدلہ لینا تو بہت مشکل ہے مگر ان دونوں کو تو میں قتل کر ہی دوں تاکہ کچھ تو بدلہ اُترے۔

حضرت عمرو ان کے سونے کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عمرو نے جلدی سے دونوں کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد یہ یہاں سے چل کر مدینے پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب ان دونوں آدمیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا

تو آپؐ کو بہت افسوس ہُوا کیونکہ وہ دونوں آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں تھے۔ یہ بات حضرت عمرو کو معلوم نہیں تھی۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کا خوں بہا دینا ہم پر واجب ہے۔

حضرت عمرو ابن امیہ نے حضورؐ کو اپنی جماعت کا انجام بتایا کہ کس طرح بنی سلیم نے ان سب کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ حضورؐ کو یہ سُن کر بے حد صدمہ ہوا اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ ابو براء کی حرکت ہے۔ حضورؐ کو اپنے ان صحابہ کا اتنا صدمہ ہُوا کہ آپؐ بہت عرصے تک روزانہ صبح کی نماز میں ان صحابہ کے قاتلوں کے لیے بد دُعا فرماتے رہے۔

ادھر خود ابو براء کو جب معلوم ہُوا کہ اُس کے بھتیجے عامر نے صحابہ کے ساتھ دغا کی اور میرے اعلان کی پرواہ نہیں کی تو اس کو بھی بہت زیادہ صدمہ ہُوا۔ اس نے اپنے بیٹے ربیعہ کو بھیجا کہ وہ صحابہ کے بدلے میں ابو عامر کو قتل کر دے۔ ربیعہ نے آکر عامر پر حملہ کیا مگر وار اوچھا پڑا۔ عامر صرف زخمی ہو گیا۔ ابو براء اسی غم میں کچھ عرصے کے بعد خود بھی مر گیا۔ (سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ، ابن ہشام)

۶

حضرت عمرو ابن امیہ نے جن دو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اُن کا تاوان مسلمانوں پر ضروری تھا کیونکہ وہ حضورؐ کی پناہ میں تھے۔ ادھر مدینے میں یہودیوں کا ایک قبیلہ آباد تھا جو بنی نضیر کہلاتا تھا۔ ان کا بھی ان دونوں آدمیوں کے قبیلے بنی سلیم سے معاہدہ تھا۔ اس لیے تاوان کی کچھ رقم بنی نضیر کے یہودیوں پر بھی واجب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رقم کی بات کرنے کے لیے بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ یہودیوں نے ظاہر میں بڑی خوشی کے ساتھ آپؐ کو بٹھایا اور کہا۔

"ہاں ابو القاسم! جس کام کے لیے آپؐ آئے ہیں ہم اس میں آپؐ کی مدد کریں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تھے یہودی ظاہر میں تو آپ کی مدد کا وعدہ کر رہے تھے مگر ان کے دل میں چور تھا چنانچہ وہ الگ جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ آپ کو کسی طرح قتل کر دیں۔ وہ آپس میں کہنے لگے۔

"ایسا موقعہ پھر کبھی نہیں ملے گا۔ اس وقت وہ دیوار کے نیچے بیٹھے ہیں اگر کوئی آدمی اُوپر جا کر چھت سے ایک بڑا پتھر دے مارے تو یہ ابھی ختم ہو جائیں"۔

ایک یہودی کہنے لگا اس کام کے لیے میں تیار ہوں۔ اس وقت یہودی قوم کے ایک سردار سلام ابن مشکم نے ان کو بہت روکا اور کہا۔

"ایسا مت کرو۔ خدا کی قسم! جو خیال تمہارے دل میں بھی ہوتا ہے اس کی محمد کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہمارے اور اُن کے درمیان جو معاہدہ ہے یہ بات اُس کے خلاف ہے"۔

مگر سلام کی بات کسی نے نہیں مانی۔ اب وہ آدمی پتھر پھینکنے کے ارادے سے اوپر چڑھا مگر اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے وحی آئی جس میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتا دیا کہ یہودی کیا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ حضورؐ اچانک وہاں سے اُٹھ کر مدینے چلے گئے۔ آپ نے نہ کچھ فرمایا اور نہ کسی سے ساتھ آنے کو کہا۔ لوگ سمجھے کہ آپ کسی کام سے اُٹھ کر تشریف لے گئے مگر یہاں سب کو انتظار کرتے دیر گزر گئی اور آپ واپس نہیں آئے۔ اب صحابہ کو فکر ہوئی چنانچہ وہ وہاں سے اُٹھ کر آپ کی تلاش میں چلے۔ راستے میں انھوں نے ایک شخص کو مدینے کی طرف سے آتے دیکھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ اس نے رسول اللہؐ کو تو راستے میں نہیں دیکھا ؟

اس نے کہا۔

"میں نے رسول اللہؐ کو ابھی مدینے میں دیکھا ہے"۔

سب کو بہت تعجب تھا کہ کیا بات ہوئی جس کی وجہ سے آپ اچانک واپس تشریف

لے گئے۔ جب صحابہ مدینے پہنچے تو انہوں نے آپؐ سے اس طرح واپس چلے آنے کی وجہ پوچھی۔ تب حضورؐ نے ان کو ساری بات بتائی کہ کس طرح یہودیوں نے آپؐ کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا اور کس طرح آپؐ کو وحی کے ذریعے خدائے تعالےٰ نے اس کی خبر دے دی۔

اس بات سے یہودیوں اور مسلمانوں کا معاہدہ ٹوٹ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس کا حق حاصل ہو گیا کہ آپؐ بنی نضیر کے یہودیوں کے خلاف کارروائی فرمائیں۔

رسول اللہؐ نے یہودیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔ آپؐ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو دس۱۰ دن کی مہلت دی کہ اس عرصے میں وہ شہر خالی کر دیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ یہودیوں نے اس حکم پر چلے جانے کا ارادہ کر لیا اور انہوں نے اونٹ وغیرہ منگائے کہ سامان ڈھو کر لے جائیں مگر اسی وقت منافقوں نے انہیں روکا۔ کیونکہ منافق ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے بنی نضیر کو روکا۔ ان میں عبداللہ ابن ابیُ منافق سب سے آگے آگے تھا۔ اس نے یہودیوں کے پاس کہلایا۔

"تم لوگ اپنے گھروں سے مت نکلو بلکہ وہیں رہو۔ میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جن میں میری قوم کے آدمی بھی ہیں اور عرب کے دوسرے لوگ بھی ہیں وہ سب تمہارے قلعوں میں پہنچ جائیں گے اور آخری دم تک لڑیں گے"

بنی نضیر یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ہم نہیں جائیں گے چنانچہ انہوں نے حضورؐ کو کہلا بھیجا کہ ہم شہر نہیں چھوڑیں گے آپؐ سے جو ہو سکے کر لیں۔ یہودیوں کے سردار حیّی ابن اخطب نے عبداللہ ابن ابیُ کے کہنے پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس انکار بھیجا تو سلام ابن مشکم نے اس کو روکا۔ اور اس سے منع کیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ جیسے محمّدؐ نے کہا ہے ہمیں شہر خالی کر دینا چاہیئے۔ مگر حیّی نے نہیں مانا۔ یہ حیّی ابن اخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضؓ کا باپ تھا۔

غرض جب یہودیوں نے انکار کر دیا تو حضورؐ نے صحابہ کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ آپؐ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتوم کو قائم مقام بنایا اور ربیع الاول کے مہینے میں صحابہ کے لشکر کے ساتھ آکر آپؐ نے بنی نضیر کے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ قلعہ کی دیواروں پر سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برساتے رہتے مگر باہر نکل کر مقابلہ نہیں کرتے تھے اسی طرح چھ راتیں گزر گئیں۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اُن کے باغات کاٹ دو۔ اور کھیتیاں جلا ڈالو۔ اس کام پر آپؐ نے حضرت ابو لیلیٰ مازنی اور حضرت عبداللہ ابن سلام کو لگایا۔ چنانچہ انہوں نے باغ وغیرہ کاٹنے شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے پکار کر حضورؐ سے اور مسلمانوں سے کہا۔

"اے ابوالقاسم! تم تو فساد سے روکا کرتے ہو۔ پھر آخر یہ باغ وغیرہ کیوں کاٹ رہے ہو؟"

اِدھر عبداللہ ابن ابی محاصرے کے دوران بھی یہودیوں کے پاس کہلاتا رہا کہ اپنی جگہ سے مت ہلنا۔ میں اور میری قوم کے لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر جنگ ہوئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے اور تمہیں شہر بدر کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ یہاں سے چلے جائیں گے۔

یہودی انتظار کرتے رہے کہ کب عبداللہ ابن ابیُ کی مدد آئے مگر اس کی طرف سے وعدوں کے سوا کچھ بھی نہیں آیا۔ حیُی ابن اخطب کو سب سے زیادہ بھروسہ تھا کہ ابن ابیُ کی مدد ضرور آئے گی مگر اب سلام ابن مشکم اور کنانہ ابن صوریا بار بار اس کو چھیڑتے، اس کا مذاق اڑاتے کہ وہ کہاں ہے۔ وہ کہتے۔

"ابن ابیُ کی وہ مدد کہاں گئی جس کا تمہیں یقین تھا"

حیُی ایسی باتیں سنتا اور باتیں بنا کر رہ جاتا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرہ اتنا سخت تھا کہ یہودی گھبرا اُٹھے۔ اب اُن کا سارا جوش و خروش جاتا رہا اور سوچنے لگے کہ کسی طرح ہمیں شہر

چھوڑنے کی اجازت پھر مل جائے تو ہم فوراً چلے جائیں۔

اب یہودی اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ ایک روز انہوں نے رسول اللہؐ کے پاس درخواست بھیجی کہ اگر آپؐ ہمیں شہر چھوڑنے کی اجازت دے دیں تو ہم بغیر لڑے بھڑے یہاں سے جانے پر تیار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے بال بچوں کو لیکر نکل جائیں اور ہتھیاروں کے سوا جتنا سامان اُن کے اُونٹوں پر آسکے وہ لے جائیں ہتھیار لے جانے کی انہیں اجازت نہیں دی گئی۔

یہودیوں نے فوراً اُونٹوں پر اپنا سامان لادنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے دروازوں کے کواڑ تک نہیں چھوڑے۔ بیوی بچوں کو اونٹوں پر سوار کرا کے جتنا سامان بھی اُن سے لادا گیا وہ ان پر لاد دیا اور اس طرح انہوں نے مدینہ چھوڑا۔

ان یہودیوں کے ساتھ کل چھ سو اونٹ تھے جن پر اُن کے بیوی بچے اور سامان لدا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی نگرانی میں یہودیوں کا یہ قافلہ مدینے سے نکل گیا۔

اس طرح بنی نضیر کے یہودیوں سے مسلمانوں کو امان حاصل ہو گئی۔ یہ لوگ یہاں سے نکل کر کچھ تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور کچھ شام کی سرحدوں پر جا کر بس گئے۔

خیبر میں جو لوگ گئے ان میں سلام ابن ابی الحقیق، کنانہ ابن ابی الحقیق اور حیئ ابن اخطب شامل تھے۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ملا جن میں یہودیوں کے مکانات بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب مال و دولت مہاجروں میں تقسیم فرمایا۔

رسول اللہؐ نے یہ تمام مالِ غنیمت تقسیم فرمانے سے پہلے تمام انصاری مسلمانوں کو بلایا۔ پھر آپؐ نے خطبہ دینے کے بعد انصاریوں کی تعریف فرمائی کہ اُنہوں نے خود تکلیف اور تنگی اُٹھا کر مہاجروں کو آرام پہنچایا۔ ان کے لیے اپنے گھر خالی کر دیئے اور جو کچھ ان سے ہو سکا وہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے انصاریوں سے فرمایا۔

"انصاریو! اگر تم چاہو تو میں یہ مال و دولت تمہارے اور مہاجروں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دوں اور تم چاہو تو یہ مالِ غنیمت صرف مہاجروں میں تقسیم کر دوں تاکہ اس کے بعد وہ اس قابل ہو جائیں کہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک مہاجروں کے پاس نہ مکان تھے اور نہ کاروبار بلکہ وہ انصاریوں کے گھروں میں ہی رہتے تھے۔ جنہیں انصاری مسلمانوں نے بڑی خوشی سے اُن کے لیے خالی کر رکھا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اس دفعہ مالِ غنیمت صرف مہاجروں کو مل جائے تاکہ وہ انصاریوں کے مکان خالی کر کے خود اپنے گھر بنانے کے قابل ہو سکیں۔

انصاریوں نے رسول اللہ صلعم کے فرمانے کے بعد عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلعم! یہ سارا مال تو آپؐ صرف مہاجروں میں ہی تقسیم فرما دیں اور اس کے بعد جو ہمارا مال و دولت ہے اس میں سے بھی مہاجروں کو جتنا چاہیں عنایت فرما دیں۔"

یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو دعا دی۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ سب مال صرف مہاجروں میں تقسیم فرمایا۔

دو انصاریوں کو بھی آپؐ نے اس میں سے حصہ دیا اس لیے کہ وہ بہت زیادہ غریب اور مفلس تھے۔

بنی نضیر کے یہودیوں میں سے دو آدمی مسلمان ہو گئے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ یامین ابن عمیر اور ابوسعید ابن وہب اُن کے گھر بار اور مال و دولت کو بالکل نہیں چھیڑا گیا بلکہ یہ دونوں اسی طرح اپنے گھروں میں اطمینان سے رہتے رہے۔

(ابن سعد، سیرت حلبیہ، ابن ہشام، زرقانی)

۷

بنی نضیر کے یہودیوں کے مدینے سے نکل جانے کے بعد مسلمانوں کو کافی اطمینان

ہو گیا تھا ایک تو اُن کی چالاکیوں سے خدا تعالیٰ نے نجات دے دی تھی اور دوسرے یہ کہ اس غزوہ میں جو مال وغیرہ ہاتھ آیا تھا وہ مہاجروں کو مل گیا جس سے ان کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو گئی۔

بنی نضیر کے ہتھیاروں میں جو سامان مسلمانوں کو ملا اس میں پچاس تو زرہ بکتر تھیں اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

غزوہ بنی نضیر سے فارغ ہونے کے تقریباً ڈیڑھ دو مہینے بعد رسول اللہؐ کو معلوم ہوا کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً چار سو صحابہ کا لشکر لے کر ان کے مقابلہ کے لیے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نجد کے علاقے میں پہنچے تو وہاں مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ملا۔ صرف کچھ عورتیں وہاں پھر رہی تھیں۔ اس کے بعد مشرکوں کا ایک بڑا لشکر ملا مگر جنگ نہیں ہوئی۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ صحابہ کے ساتھ مل کر نمازِ خوف پڑھی۔

واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ اس وقت رسول اللہؐ تنہا تھے۔ اچانک ایک شخص آیا اور تلوار نکال کر آپؐ سے پوچھنے لگا۔

"محمدؐ اس وقت تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟"

آپؐ نے اطمینان سے فرمایا۔

"اللہ!"

یہ سُن کر اس شخص کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی۔ آپؐ نے فوراً تلوار خود اٹھالی اور اس سے پوچھا۔

"تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا"

اس پر وہ آدمی ایک دم گڑگڑانے لگا کہ مجھ پر رحم فرمائیے۔ رسول اللہؐ نے

اس کو چھوڑ دیا۔ وہ شخص وہاں سے واپس جا کر سب سے کہتا تھا۔

"میں دنیا کے سب سے زیادہ اچھے انسان کے پاس سے آیا ہوں"۔

اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پندرہ دن لگے۔ آپؐ نے اس دفعہ مدینے میں اپنا قائم مقام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپؐ نے واپسی میں ایک صحابی حضرت جعال ابن سراقہ کو آگے آگے روانہ فرمادیا تھا تاکہ وہ مدینے میں مسلمانوں کو آپؐ کی اور سب مسلمانوں کی سلامتی کی خبر کر دیں۔

اس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی اور محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ آپؐ اکثر لوگوں کی غلطیاں معاف فرما دیا کرتے تھے اور ان کو سزا دینے کے بجائے نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔

اس غزوہ میں جس جگہ جا کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں رقاع نامی ایک پہاڑ تھا۔ اسی لیے اس غزوہ کا نام "ذات الرقاع" مشہور ہوا۔

(سیرت حلبیہ، خصائص کبریٰ، البدایہ والنہایہ، ابن سعد)

غزوۂ احزاب

غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اڑھائی مہینے تک مدینے میں قیام فرمایا۔ ایسا زمانہ جو بھی ہوتا تھا جس میں آپؐ مدینے میں قیام فرما ہوتے تھے اس میں آپؐ ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی تدبیریں کرتے رہتے تھے تاکہ خدا تعالےٰ کا یہ دین دور دور تک پھیل کر دنیا کو جگمگا دے اور سارے عالم میں مسلمانوں کا بول بالا ہو۔ ان میں آپس میں محبت اور اتفاق باقی رہے۔ انصاریوں اور مہاجروں میں ایسا بھائی چارہ ہو کہ وہ ایک خاندان والوں کی طرح رہیں۔ ہر مسلمان دوسرے کے دکھ درد میں اس طرح شریک ہو کہ ایک کی تکلیف سے دوسرا تڑپ اُٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ سارے مسلمان حقیقت میں ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تھے۔ انصاری مسلمانوں نے مہاجروں کے لیے دل کھول کر اپنا مال و دولت خرچ کیا، ان کے لیے اپنے گھر خالی کر دیئے اور اُنہیں محبت کے ساتھ ان میں ٹھہرایا۔ انہیں خود تکلیف اُٹھانا گوارا تھا مگر یہ پسند نہیں تھا کہ کسی مہاجر بھائی کو تھوڑی سی بھی تکلیف ہو۔ مہاجر مسلمان برسوں تک ان انصاریوں کے گھروں میں رہے مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان میں کسی بات پر کبھی جھگڑا ہوا ہو۔

یہی حال مہاجر مسلمانوں کا تھا کہ وہ انصاری مسلمانوں کو اپنے سگے بھائیوں کی طرح چاہتے تھے۔ جن مہاجروں کو خدا تعالےٰ نے روپیہ پیسہ دیا تھا وہ اس سے غریب انصاریوں کی مدد کرتے۔

مدینے کے مسلمانوں کو پانی کی بڑی تکلیف تھی کیونکہ جس کنوئیں سے پانی لیا جاتا تھا وہ سڑ گیا تھا۔ حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس

کنوئیں کو صاف کرائے۔ حضرت عثمان غنیؓ مہاجر نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ! میں خدمت کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے اپنے پیسے سے کنواں صاف کرا دیا تاکہ انصاری اور مہاجر سب مسلمان اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ یہ کنواں ایک یہودی کا تھا۔ اس نے صفائی کے بعد مسلمانوں کو اس میں سے پانی لینے سے روک دیا۔ تب پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پینتیس ۳۵ ہزار درہم میں یہ کنواں خریدا اور سب مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

اس طرح حضورؐ کی تعلیم نے سب مسلمانوں کو ایک کر دیا تھا۔ مہاجر انصاریوں پر جان چھڑکتے تھے اور انصاری مہاجروں پر۔

مسلمانوں کی یہ محبت اور ایکتا منافقوں کے دلوں پر برچھے چلاتی تھی۔ وہ روز روز ایسی سازشیں کرتے کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ وہ کبھی انصاریوں کو مہاجروں کے خلاف بھڑکانا چاہتے اور کبھی مہاجروں کو انصاری مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی کوشش کرتے مگر انہیں ہمیشہ ناکام ہونا پڑتا۔ کیونکہ حضرت رسول پاکؐ کی مبارک مجلسیں ان کی ساری چالاکیوں پر پانی پھیر دیتی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلسوں میں مسلمانوں کو برابری اور اتفاق اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تعلیم دیتے تو ایک طرف تو مسلمانوں کے سینے اس نورانی سبق سے جگمگا اُٹھتے اور دوسری طرف منافقوں کے دل ڈوب جاتے۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ ہم اپنے مقصد کے لیے مہینوں کوششیں کرتے ہیں مگر وہ پھر بھی پورا نہیں ہوتا۔ مسلمان ان کے کہنے سننے کی پرواہ ہی نہیں کرتے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقصد کے لیے ایک لفظ فرماتے ہیں تو مسلمان اس کو دل اور جان سے قبول کرتے ہیں۔

مگر وہ مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کریں، خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا پیغام دُنیا میں پھیلائیں، آپس میں اتفاق اور محبت سے رہیں، بھوکوں اور بیماروں سے ہمدردی کریں اور

مصیبت زدوں کے کام آئیں، جھوٹ اور دوسری برائیوں سے بچیں۔

ادھر مسلمان دیکھتے کہ اس سچی تعلیم پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عمل فرماتے ہیں۔ اس سے اُن کے دلوں میں اور زیادہ لگن پیدا ہوتی اور وہ بھی دل سے ان باتوں پر عمل کرتے۔

اس طرح آپؐ اپنی مبارک مجلسوں میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے۔ ساتھ ہی آپؐ دوسری بستیوں اور قبیلوں میں مسلمانوں کی جماعتیں بھیجتے تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کریں اور خدائے واحد اور اس کے رسول کو ماننے کی دعوت دیں۔ ان جماعتوں میں بعض کو کامیابی حاصل ہوتی اور بعض دشمنوں کی سازش کا شکار ہو جاتیں۔

مگر اس سے آپؐ مایوس نہیں ہوتے تھے بلکہ خدائے پاک کے دین کو پھیلانے کے لیے آپؐ برابر کوششیں فرماتے رہتے اس لیے کہ اس کی کامیابی کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے وعدہ تھا۔

غزوہ ذات الرقاع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الاول کے مہینے میں واپس مدینے تشریف لے آئے تھے۔ اس کے بعد آپ رجب کے آخر تک یعنی تقریباً ڈھائی مہینے مدینے میں رہے۔

غزوۂ اُحد میں ابوسفیان نے حضورؐ سے کہا تھا کہ اب ہم اگلے سال بدر کے میدان میں جنگ کے لیے آئیں گے۔ یہ گویا ابوسفیان کا چیلنج تھا۔ حضورؐ نے اس کو قبول فرمالیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ کر یہ جواب دلایا تھا کہ ہاں یہ ہمارا وعدہ ہے انشاء اللہ۔

اسی لیے رسول اللہؐ کا ارادہ تھا کہ مقررہ وقت میں میدانِ بدر میں جائیں گے۔ جوں جوں روانگی کا وقت قریب آرہا تھا مسلمان بھی تیاریاں کر رہے تھے۔

اسی زمانے میں ایک شخص نعیم ابن مسعود کو یہ خیال ہوا کہ مسلمان بدر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ نعیم ابن مسعود اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مکے پہنچ کر قریش کو خبر دی کہ مسلمانوں کو اپنا وعدہ یاد ہے۔ ابوسفیان یہ سُن کر بہت گھبرائے اس لیے کہ میدانِ اُحد اور بدر میں وہ اپنے کس بل نکال چکے تھے۔ ادھر اُنھوں نے مسلمانوں کی بہادری کا بھی تجربہ کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے سوچا کہ کسی طرح اس جنگ کو ٹالنا چاہیئے۔ انہوں نے نعیم ابن مسعود سے کہا کہ ہم تمہیں بہت سا انعام دیں گے تم یہ کام کرو کہ مدینے واپس جاؤ اور وہاں مسلمانوں کو خوب ڈراؤ کہ ابوسفیان اس دفعہ زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس چال سے مسلمان ڈر جائیں گے اور ہم جنگ سے بھی بچ جائیں گے۔

ابوسفیان نے یہ اس لیے کیا کہ اگر مسلمان میدانِ بدر میں گئے اور ہم نہ گئے تو اس سے ہماری رسوائی ہو گی کہ ہم مسلمانوں سے ڈر گئے اور اگر مسلمان خود ہی نہ آئے تو الزام اُنہی پر رہے گا۔

غرض نعیم تیار ہو گئے اور اپنے ساتھ ایک دُوسرے آدمی کو لے کر وہ مدینے پہنچے۔ یہاں آ کر وہ محلّے محلّے اور گلی گلی میں پھرے۔ ہر جگہ جا کر وہ مسلمانوں کو ڈراتے کہ اس دفعہ قریش کا مقابلہ ناممکن ہے، اُن کے ساتھ بہت زبردست لشکر ہے۔ ان باتوں سے بہت سے مسلمانوں کے ارادے کمزور ہونے لگے۔ ادھر یہ باتیں سُن سُن کر منافق خوب خوش ہو رہے تھے۔ وہ لوگ کہتے پھرتے کہ اس دفعہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں بچ سکتے۔

یہ باتیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے بھی سُنی تھیں اس لیے یہ دونوں حضرات ایک روز حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! خدا تعالےٰ اپنے نبیؐ کو کامیاب فرمانے والا اور اپنے دین کو پھیلانے والا ہے۔ ہم نے مُشرکوں سے وعدہ کیا تھا اب ہم یہ نہیں چاہتے کہ

اپنی بات سے پیچھے ہٹیں کیونکہ اس طرح مشرک ہمیں بزدل سمجھیں گے اس لیے وعدہ کے مطابق تشریف لے چلئے خدا کی قسم اسی میں خیر ہو گی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی جانے کا ارادہ تھا اس لیے یہ بات سن کر آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ جائے۔"

یہ سن کر وہ سب مسلمان بھی پکے ہو گئے جن کے ارادے کمزور ہو چلے تھے۔ چنانچہ شعبان کے مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار مجاہدوں کے ساتھ میدانِ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینے میں حضورؐ نے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابیؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ حضرت عبداللہ رضؓ منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبیؓ کے بیٹے تھے۔

غرض مسلمانوں کا یہ لشکر روانہ ہوا جس کے جھنڈا حضرت علی رضؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مسلمانوں نے اس دفعہ اپنے ساتھ تجارت کا سامان لے لیا کیونکہ اس موسم میں بدر کے میدان میں ایک میلہ لگا کرتا تھا جس میں دور دور سے تاجر آتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے۔ مسلمانوں نے بھی اس لیے اپنے ساتھ تجارت کا سامان لے لیا کہ اگر جنگ ہوئی تو لڑیں گے ورنہ وہاں تجارت کر کے نفع بھی اٹھائیں گے۔

دوسری طرف مکے میں ابوسفیان نے نعیم ابن مسعود کو مدینے میں بھیج دینے کے بعد قریشیوں سے کہا۔

"ہم نے نعیم کو مدینے بھیج دیا ہے تاکہ وہ محمدؐ کے ساتھیوں کو ڈرا کر بدر جانے سے روک دے۔ مگر ہم پھر بھی چلیں گے۔ ہم یہاں سے دو رات تک چلیں گے اور پھر بہانہ کر کے واپس آجائیں گے۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کمزور نہیں ہیں۔"

سب نے اس رائے کو پسند کر لیا اور ابوسفیان دو ہزار کا لشکر لے کر مکّے سے روانہ ہو گئے۔ اس دفعہ اُن کے ساتھ پچاس گھوڑے تھے۔ قریش کو یقین تھا کہ نعیم کے ڈرانے پر مُسلمان ہم سے مرعوب ہو جائیں گے اور وہ بدر آنے کی ہمت نہیں کریں گے۔

مگر اصل میں تو قریش خود ہی ڈرے ہوئے تھے کیونکہ ان کو مسلمانوں کی بہادری اور جوش کا تجربہ ہو چکا تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح لڑائی سے چھٹکارا مل جائے۔ اس لیے قریش مکّے سے چل کر ایک جگہ "لجنہ" تک آئے۔ یہاں پہنچ کر ابوسفیان نے یہ بہانہ کر کے سب سے واپس چلنے کو کہا۔

"قریشیو! تمہیں لڑائی کے لیے وہی سال راس آ سکتا ہے جس میں بارش اور سبزہ ہو۔ یہ سال تو بالکل خشک اور سُوکھا ہے۔ نہ پانی ہے اور نہ سبزہ۔ اس لیے میں تو واپس جا رہا ہوں اور تم سے بھی یہی کہتا ہوں کہ واپس چلو۔"

قریشی تو ویسے ہی جنگ سے گھبرا رہے تھے، فوراً تیار ہو گئے اور یہیں سے مکّے کو واپس ہو گئے۔

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ڈیڑھ ہزار مجاہدوں کے ساتھ بدر میں آٹھ دن تک مشرکوں کے انتظار کرتے رہے مگر وہاں کوئی نہیں آیا۔ حالانکہ دُشمن مسلمانوں کو شروع سے ڈرا رہے تھے کہ قریشیوں کا لشکر بہت بڑا ہے۔ یہاں تک کہ جب مُسلمان بدر کے قریب پہنچ گئے تو ان سے کہا گیا کہ اب کی مرتبہ ابوسفیان کے ساتھ اتنا بڑا لشکر ہے کہ بدر کا سامان ان ہی سے پٹا پڑا ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان باتوں سے مُسلمان ڈر جائیں۔ مگر وہ ان سب باتوں کا صرف یہ جواب دیتے۔

"حسبنا اللہ و نعم الوکیل، اللہ تعالےٰ ہی پر ہمیں بھروسہ ہے اور وہی سب سے اچھا سہارا ہے۔"

اس طرح مسلمان میدانِ بدر پہنچے مگر وہاں پہنچ کر انہیں کوئی بھی نہیں ملا۔

مسلمانوں کو اس طرح ڈرانے والے ایک تو نعیم تھے اور دوسرے اُن کے ساتھ منافق بھی لگ گئے تھے۔ ایک دفعہ تو انہوں نے یہاں تک کہا کہ۔

"قریشی لشکر اتنا زیادہ ہے کہ وہ تم سب کو ذرا دیر میں صاف کر دیں گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

مگر مُسلمان اس سے بھی نہیں گھبرائے بلکہ وہ بڑھتے رہے یہاں تک کہ جب وہ بدر میں پہنچے تو اُنہیں دُشمن کا نشان بھی نہیں ملا۔ جنگ تو نہ ہو سکی کہ صحابہ کو مالِ غنیمت ملتا لیکن اُنہیں تجارت میں بہت فائدہ ہُوا۔ جو مالِ تجارت وہ ساتھ لائے تھے یہاں بڑے اچھے داموں فروخت ہوا اور اس طرح مُسلمانوں کو اس غزوے میں بھی دین اور دنیا دونوں حاصل ہُوئے۔

آٹھ روز یہاں ٹھہر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُسلمانوں کے ساتھ واپس مدینے تشریف لے گئے۔ ادھر قریشیوں کو بھی معلوم ہُوا کہ مسلمان بدر آئے تھے اور قریش کا انتظار کر کے واپس چلے گئے تھے اس سے مشرکوں کی اور زیادہ رسوائی ہوئی۔ اس غزوہ کا نام "بدر ثانی" یعنی دوسرا غزوہ بدر ہے۔

یہ واقعات ۴ھ کے ہیں۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی۔ یہ رسول اللہ ؐ کے نواسے تھے اور صرف چھ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پھر اسی سال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یہاں حضرت حسین رضؓ پیدا ہوئے۔

ادھر یہ کہ اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضؓ اور حضرت ام سلمہ رضؓ سے نکاح فرمایا۔ (سیرت حلبیہ، ابن سعد و ابن ہشام)

۵ھ کے شروع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہُوا کہ دومۃ الجندل میں مشرکوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا ہے وہ لوگ مسافروں کو لُوٹ لیتے ہیں، ساتھ

ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اب وہ مدینے پر بھی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ دومۃ الجندل ایک بستی تھی جو شام کے علاقہ میں سرحد پر واقع تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی یہ خبر ملی آپؐ نے اُن کی طاقت توڑنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ ربیع الاوّل ۵ھ میں آپؐ ایک ہزار صحابہ کا لشکر لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دفعہ آپؐ نے مدینے میں حضرت سباع ابن عرفطہ غفاریؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

جب آپؐ دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو اُن مشرکوں کو پتہ چل گیا کہ رسول اللہؐ مقابلے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خبر سُنتے ہی وہ سب لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

جب حضورؐ وہاں پہنچے تو آپؐ کو ایک آدمی بھی نظر نہیں آیا۔ آپؐ نے اُن کو ڈھونڈنے کے لیے صحابہ کی جماعتیں اِدھر اُدھر بھیجیں۔ مگر اس گروہ کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ آخر ایک روز حضرت محمد ابن مسلمہ ایک آدمی کو گرفتار کر کے حضورؐ کے پاس لائے۔ اس نے بتلایا کہ اس گروہ نے جب آپؐ کے آنے کی خبر سُنی تو سب لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔ پھر آپؐ نے اس قیدی کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے فوراً قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن تک دُشمنوں کا انتظار کیا اور اس کے بعد واپس مدینے تشریف لے آئے۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے دُشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب پیدا کر دیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے موقعوں پر انہیں بغیر لڑے کامیابی حاصل ہو جاتی تھی۔

یہی حال قریشیوں کا تھا کہ اُحد کے بعد اُن کی ہمتیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اُن کے دل میں مسلمانوں کا ڈر بیٹھ گیا تھا اور اب وہ رسول اللہؐ کے ساتھ جنگ کرنے کے خیال سے ہی گھبراتے تھے۔ ابوسفیان نے اُحد میں حضورؐ سے وعدہ تو کر لیا کہ اب ہم اگلے سال بدر کے میدان میں آپؐ سے پھر لڑنے آئیں گے مگر جب وعدہ پورا کرنے

کا وقت آیا تو وہ گھبرانے لگے۔ حضورؐ نے ابوسفیان کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا چنانچہ آپؐ وقت پر مجاہدوں کو لے کر بدر میں پہنچ گئے۔ مگر آپؐ کو وہاں کوئی بھی نہیں ملا اس لیے کہ قریشیوں کو مکے سے نکلنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیریں ایسی تھیں جن سے تھوڑے ہی دنوں میں دُور دُور تک مُسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

رسول اللہؐ جانتے تھے کہ یہودی فساد کرنے والے لوگ ہیں اور مُسلمانوں سے جلتے ہیں۔ اِدھر مدینے میں اُن کے کئی قبیلے تھے اور وہ سب اثر والے لوگ تھے۔ رسول اللہ صلعم نے مدینے میں امن قائم کرنے کے لیے اُن سے معاہدہ کیا۔ جس میں یہودیوں کو برابر کا حق دیا گیا۔ مگر اُنہوں نے معاہدہ کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ آخر آپؐ نے ان کے خلاف تلوار اُٹھائی اور پہلے بنی قینقاع کو اور پھر بنی نضیر کو مدینے سے جلاوطن کر دیا۔ اس سے دُوسرے یہودیوں پر بھی مُسلمانوں کا رُعب پیدا ہو گیا اور اُن کی یہ سازشیں کم ہو گئیں۔

مگر یہودیوں کے دلوں میں مُسلمانوں سے نفرت بھری ہوئی تھی۔ وہ مُسلمانوں کی ترقی دیکھ کر جلتے تھے۔ بنی نضیر کے یہودی مدینے سے تو نکل گئے مگر اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور مُسلمانوں سے اُن کی دشمنی اور بڑھ گئی۔ مدینے سے نکل کر اُن میں سے کچھ تو شام کی سرحد کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کے قلعہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ خیبر میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں سے دُشمنی ٹپک رہی تھی اس لیے وہ یہاں بھی چین سے نہیں بیٹھے بلکہ اُنہوں نے اس دفعہ مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی خطرناک سازش کی۔

بنی نضیر کے جو یہودی خیبر میں آبسے تھے اُن میں بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ ان سرداروں کے نام یہ ہیں:۔ حیّی ابن اخطب، سلّام ابن مشکم، کنانہ ابن ابو حقیق اور ابو عامر فاسق۔ انہوں نے مُسلمانوں سے اپنی دشمنی نکالنے کے لیے ایک اور

بڑی چال چلی اور یہ کہ اُنہوں نے مکّے کے لوگوں کو پھر سے مُسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا تاکہ قریشیوں اور دُوسرے بُت پرستوں کو اپنے ساتھ ملالیں اور پھر مدینے پر چڑھائی کریں۔

اس فیصلے کے بعد یہ سب کے سب یہودی سردار مکّے پہنچے۔ یہاں یہ قریشی سرداروں سے ملے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ ان یہودیوں نے قریش سے کہا۔

"جب تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا کام تمام نہ ہو جائے ہم تمہارے ساتھ ساتھ رہیں گے۔"

قریش کے لوگ یہ سُن کر خوش ہو گئے۔ ابوسفیان نے فوراً کہا۔

"مرحبا۔ خوش آمدید! ہم دُنیا میں سب سے زیادہ اس شخص کو پسند کرتے ہیں جو محمدؐ کی دشمنی میں ہمارا ساتھ دے۔"

پھر قریشیوں نے کہا۔

"یہودیو! تم لوگ سب سے پہلی کتاب والے اور علم والے ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارا جو جھگڑا چل رہا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ ہمارا دین اچھا ہے یا محمدؐ کا دین اچھا ہے؟"

یہودی تو اس وقت ہر بات میں ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اس لیے اُنہوں نے فوراً جواب دیا۔

"نہیں تمہارا دین اُن کے دین سے کہیں زیادہ اچھا ہے تم لوگ حقیقت میں اُن سے بہتر ہو۔"

اس طرح یہودیوں نے قریشیوں کو بہکا کر اپنے ساتھ ملالیا۔ قریش نے فوراً جوش کے ساتھ جنگ کا اقرار کر لیا۔ اسی وقت پچاس قریشی سرداروں نے بیت اللہ میں جا کر عہد کیا کہ ہم سب ایک ہو کر مدینہ پر حملہ کریں گے۔ یہاں قریش کے ساتھ سب بات پکّی کر کے اب یہودی عرب کے دوسرے قبیلوں میں گئے

اور اُن کو بھی جھوٹ سچ بتا کر حضورؐ کے خلاف بھڑکایا اور وہاں سے بھی ہزاروں آدمیوں سے وعدے لیے۔ پھر یہودی قبیلہ غطفان میں گئے اور ان سے بھی یہی بات کہی کہ ہم آخر دم تک تمہارا ساتھ دیں گے۔ اُنھوں نے یہ بھی بتایا کہ قریش کے لوگوں نے ہمارے ساتھ پہلے ہی معاہدہ کر لیا ہے۔ یہودیوں نے غطفان کے لوگوں کو لالچ دیا کہ اگر تم لوگ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کروگے تو ہم تمہیں خیبر کی ایک سال کی کھجوریں دیں گے۔ غرض اس طرح لالچ دلا کر اور جھوٹ سچ بول کر یہودیوں نے سارے عرب میں مُسلمانوں کے خلاف نفرت اور غُصّہ پھیلا دیا۔

یہودیوں نے جن قبیلوں سے معاہدے کئے وہ یہ ہیں۔

بنی مرّہ، بنی فزارہ۔ بنی اشجع۔ بنی سلیم اور بنی اسد

ان سب کو یہودیوں نے اتنا بھڑکایا کہ وہ مُسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ یہودیوں نے اس سازش میں جن قبیلوں کو تیار کیا ان سب کی فوجیں مل کر دس ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا۔ اس لشکر میں ہزاروں اونٹ اور سینکڑوں گھوڑے تھے۔ یہودیوں نے یہ سب کارروائی اتنے خفیہ طریقے سے کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ اب اس زبردست لشکر نے مکّے سے چلنے کی تیاری شروع کی۔ لشکر کے تین حصّے تھے جن کے الگ الگ سالار تھے اور پورے لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔

قبیلہ خزاعہ مُسلمانوں کا دوست قبیلہ تھا۔ جب اس لشکر نے چلنے کی تیاری کی تو قبیلہ خزاعہ کا ایک قافلہ تیزی کے ساتھ مدینے روانہ ہوا تاکہ رسول اللہ صلعم کو اس لشکر کی خبر دے۔ یہ قافلہ چار راتوں میں مدینے پہنچ گیا اور انہوں نے حضورؐ کو بتایا کہ یہودیوں نے یہ سازش کی ہے اور عرب کے قبیلوں کو بھڑکا کر آپؐ کے خلاف ایک زبردست لشکر تیار کیا ہے۔

مدینے میں اب تک اس سازش کی کوئی خبر نہیں تھی اس لیے جیسے ہی رسول اللہؐ کو یہ اطلاع ملی آپؐ نے فوراً صحابہ کو بُلا کر مشورہ کیا۔ رسول اللہ ؐ نے صحابہ کو ساری

بات بتلا کر اُن سے پُوچھا۔

"کیا ہم مدینے سے باہر نکل کر مقابلہ کریں یا یہیں رہیں"

اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ ہمیں مدینے کے چاروں طرف خندقیں کھود لینی چاہئیں اور پھر خندق کے ادھر رہ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا

"یا رسول اللہ! ہمارے یہاں فارس میں یہ طریقہ ہے کہ جب دُشمن کا خطرہ ہوتا ہے تو لوگ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھود لیتے ہیں"

یہ طریقہ فارس میں تھا اس وقت تک عرب میں نہ اس کا دستور تھا اور نہ لوگ اسے جانتے تھے۔ یہ رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور سب مُسلمانوں کو بہت پسند آئی۔ چنانچہ آپؐ نے فوراً اصحابہ کو حکم دیا کہ اس پر عمل کیا جائے اور تیزی کے ساتھ خندقیں کھودی جائیں۔ بنی قریظہ کے قبیلے سے مُسلمانوں کا معاہدہ تھا اس لیے خندقیں کھودنے کے واسطے بہت سے پھاوڑے اور کدالیں وغیرہ وہاں سے بھی منگائی گئیں۔ جس جگہ خندقیں کھودی گئیں وہ ایسی تھی کہ ایک طرف تو سلع کی پہاڑیاں تھیں اور دُوسری طرف مدینے کی شہر پناہ یعنی دیوار تھی۔ اس طرح ان دونوں جانب سے تو قدرتی حفاظت تھی۔ سامنے خالی میدان تھا وہاں خندقیں کھودنے کا کام شروع کیا گیا۔ کیونکہ دُشمن اس طرف سے ہی آسکتا تھا اس کے لیے خندقیں تیار کی جا رہی تھیں۔ صحابہ خدا کا نام لے کر تیزی کے ساتھ کھدائی کے کام میں لگ گئے۔ اس موقعہ پر خود جناب رسول اللہؐ کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ کُھدائی میں اور مٹی ڈھونے میں اپنے صحابہ کے ساتھ برابر کے شریک رہے۔ اس طرح آپؐ نے ساری دُنیا کو برابری کا ایک اور زبردست سبق دیا۔ حالانکہ آپؐ چاہتے تو آپؐ آرام سے بیٹھ سکتے تھے کیونکہ یہ تو صرف مٹی کھودنے کا کام تھا صحابہ تو آپؐ کے ایک اشارہ پر اپنی جانیں دینے تک کو تیار رہتے تھے۔

اِدھر صحابہ خود چاہتے تھے کہ آپؐ تکلیف نہ اُٹھائیں اس کام کے لیے ہم موجود ہیں۔ مگر حضورِ اقدسؐ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ سارے مسلمان محنت اور تکلیف اُٹھائیں اور آپؐ اُن کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ادھر یہ کہ خود حضورؐ کو اس محنت کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر صحابہ میں اور زیادہ جوش پیدا ہوتا تھا اور وہ پہلے سے بھی بڑھ کر کھدائی میں لگ جاتے تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کھدائی کے کام میں سب سے زیادہ مضبوط تھے۔ وہ تنہا اتنی کھدائی کرتے تھے جتنی دس آدمی مل کر کرتے تھے۔ ایک روز حضرت سلمانؓ فارسی کھدائی کر رہے تھے کہ ایک بہت سخت چٹان آگئی اور حضرت سلمانؓ اس پر بار بار کدال مار رہے تھے مگر وہ نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ اتفاق سے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں قریب ہی موجود تھے۔ آپؐ نے یہ منظر دیکھا تو فوراً خندق میں اُتر کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کدال ان کے ہاتھ سے لے لی۔ اب آپؐ نے خود چٹان پر کدال ماری۔ پہلی کدال ماری تو وہاں ایک بہت تیز قسم کی روشنی نکلی، پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔

پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ چٹان ٹوٹ چکی تھی۔ حضرت سلمان رضؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں جب آپؐ کدال مار رہے تھے تو میں نے یہاں سے بہت تیز روشنی نکلتی دیکھی وہ کیا چیز تھی؟"

آپؐ نے پوچھا۔

"سلمانؓ! تم نے وہ روشنی دیکھی تھی؟"

اُنہوں نے عرض کیا۔

"ہاں!"

تب آپؐ نے فرمایا۔

"پہلی روشنی کے ذریعے تو خدا تعالےٰ نے مجھے یمن کی فتح عطا فرمائی ہے۔ دُوسری،

کے ذریعے خدا تعالےٰ نے شام اور مغرب کی فتح عطا فرمائی ہے اور تیسری روشنی کے ذریعے خدا تعالےٰ نے مجھے مشرق کی فتح عنایت فرمائی ہے۔"

ایک جگہ کھدائی کرتے ہوئے بہت سخت پتھریلی زمین آگئی۔ صحابہ نے بہت کوشش کی مگر پتھر نہیں ٹوٹا آخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مشکل بتائی۔ رسول اللہ ؐ نے خود اس جگہ پہنچ کر کدال اپنے دست مبارک میں لی اور اس پتھر پر ماری۔ کدال کے پڑتے ہی وہ پتھر ریت کی طرح سے بھرنے لگا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ خود محنت فرما رہے تھے اور ادھر ان معجزوں کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور بھروسہ پیدا ہو رہا تھا کہ خداوند کریم اپنے نبی کو فتح عطا فرمائے گا۔

آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی محنت سے تھوڑے ہی دنوں میں خندق تیار ہو گئی۔

(سیرت حلبیہ وسیرت ابن ہشام)

(۴)

مشرکوں کا عظیم الشان لشکر مدینے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس میں عرب کے سارے قبیلے شریک تھے اور بڑی تیاریوں کے ساتھ لڑنے آئے تھے۔ قریشی لشکر نے مدینے کے سامنے پڑاؤ ڈالا اور دوسرے قبیلوں کے لشکر اُحد کے قریب ٹھہرے۔

مشرکوں کو اس خندق کا حال بالکل معلوم نہیں تھا اسی لیے وہ سب یہ سوچ کر آئے تھے کہ جب چاہیں گے ایک دم حملہ کر دیں گے۔ مگر جیسے ہی لشکر کے لوگ مسلمانوں کی خبریں لینے کے لیے نکلے انہیں اپنے اور مسلمانوں کے بیچ میں ایک زبردست خندق نظر آئی۔ اس کو دیکھ کر مشرکوں کے ہوش اُڑ گئے۔ عربوں کے لیے یہ نئی چیز تھی۔ اس کو دیکھ کر اُن کا غصّہ اور زیادہ بڑھ گیا مگر وہ بالکل

بے بس تھے۔ اس خندق نے اُن کے ارادوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا۔ وہ غُصّے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

"خدا کی قسم! ایسی چالیں تو عرب جانتے بھی نہیں تھے"

اِدھر مُسلمانوں کو جیسے ہی دُشمنوں کے پہنچنے کی خبر ہُوئی وہ فوراً اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔ اسلامی لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ مُسلمانوں نے عورتوں کو محفوظ جگہ پہنچا دیا تھا۔ مدینے میں حضورؐ نے حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود لشکر میں تشریف لے آئے۔ آپؐ کے لیے ایک الگ خیمہ لگا دیا گیا تھا۔

مشرک دل ہی دل میں خندق کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو رہے تھے مگر وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ خندق کے قریب آتے اور پھر مایوس ہو کر چلے جاتے۔ اس طرح کئی دن گزر گئے مگر جنگ نہیں ہو سکی۔ وہ لوگ کبھی کبھی مسلمانوں پر تیر پھینکتے مگر اس کے جواب میں فوراً مسلمان بھی اُن پر تیر چلاتے۔

اس طرح لڑائی تو شروع نہیں ہو سکی مگر یہی کیا کم تھا کہ دُشمن کے اتنے بڑے لشکر نے مدینے کو گھیر لیا تھا اور مُسلمان بند ہو کر رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک امتحان کا وقت تھا جو سچے اور پکے مسلمان تھے وہ اس امتحان میں پورے اُتر رہے تھے اور صبر کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر جمے ہُوئے تھے۔ مگر جو لوگ منافق تھے وہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدد کرنے کے فتنے پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔

کبھی وہ لوگ کہتے کہ :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) تو ہم سے یہ وعدے کیا کرتے تھے کہ ہمیں قیصر اور کسریٰ کے خزانے ملیں گے حالانکہ آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنی ضروریات کے لیے بھی نہیں جا سکتے۔"

کچھ لوگ کہتے :۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) روم اور فارس کی باتیں کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ہم

سے کہیں زیادہ طاقتور اور عزت والے ہیں"۔

اس طرح منافقوں نے اس نازک وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی۔ مگر اُن کی یہ ساری کوششیں بیکار رہیں کیونکہ مسلمان ان باتوں سے کوئی اثر نہیں لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کو مشرکوں کی خبریں لینے کے لیے بھیجا مگر وہ دونوں پہچانے گئے اور مشرکوں نے اُن کو قتل کر دیا۔

اِدھر مشرکوں کے لشکر میں سے بڑے بڑے سردار نکلتے اور کوشش کرتے کہ کسی طرح خندق پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ مگر اُن کی یہ سب کوششیں بیکار رہتیں۔ اس لیے کہ خندق اتنی گہری اور اتنی چوڑی تھی کہ اُس کو پار کرنا ممکن نہیں تھا اسی طرح ایک دن نوفل ابن عبداللہ ابن مغیرہ بھی خندق پار کرنے کے ارادے سے نکلا۔ یہ ایک بڑا سردار تھا۔ اس نے اپنا گھوڑا منگایا اور خندق پھاندنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر بجائے پار ہو جانے کے وہ بیچ ہی میں گرا اور خندق میں جا پڑا۔ گرتے میں مسلمانوں نے اس پر پتھر برسا دیئے۔ ادھر حضرت علی رضؓ نے خندق میں اُتر کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ مشرکوں کو اس کے مرنے کا بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا کہ نوفل کی لاش ہمیں دے دیجئے، ہم اس کے بدلے میں آپؐ کو بارہ ہزار درہم دیں گے۔ مگر حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"نہ اس کی لاش میں کوئی خیر ہے اور نہ اس کے بدلے میں ملنے والے روپوں میں خیر ہے۔ اس کی لاش انہیں دے دو، اس لیے کہ یہ لاش بھی خبیث ہے اور اس کی قیمت بھی خبیث ہے"۔

مدینے سے رسول اللہؐ نے بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کو تو جلاوطن کر دیا گیا تھا مگر ایک تیسرا قبیلہ بنی قریظہ ابھی مدینے میں آباد تھا۔ جب وقت حیی ابن اخطب اور سلام ابن مشکم وغیرہ مکے گئے تھے اور وہاں اُنہوں نے

قریش کو لڑائی پر اُبھارا تھا تو حیّی نے ابو سفیان سے یہ بھی کہا تھا کہ مدینے میں بنی قریظہ کے یہودی موجود ہیں وہ بھی ہماری قوم کے ہیں اور اس لڑائی میں ہمارے تمہارے ساتھ رہیں گے اور یہ کہ اس قبیلے میں سات سو لڑنے والے ہیں۔ اب جبکہ یہ لشکر مدینے کے سامنے پہنچ گیا تو انہیں وہ خندق نظر آئی اس سے اُن کی ساری بات ہی بگڑ گئی۔ مگر ابو سفیان نے حیّی کو بلایا اور کہا۔

"اب تم اپنی قوم یعنی بنی قریظہ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ وہ اس معاہدہ کو توڑ دیں جو انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا ہوا ہے۔"

حیّی ابن اخطب یہ سنتے ہی یہودیوں کے قلعہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سیدھا کعب ابن اسد کی حویلی پر پہنچا۔ کعب ابن اسد، بنی قریظہ کا سردار تھا۔ حیّی نے یہاں آکر دروازے پر آواز دی مگر کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیّی اصرار کرتا رہا تو کعب نے اندر ہی سے جواب دیا۔

افسوس! حیّی تو نہایت کمینہ آدمی ہے۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو معاہدہ کر رکھا ہے میں اُسے کسی طرح نہیں توڑوں گا اس لیے کہ وہ خود سچے ہیں اور ہمیشہ اپنا معاہدہ پورا کرتے ہیں۔"

حیّی پھر بھی مایوس نہیں ہوا بلکہ وہ دروازہ کھلوانے کے لیے اصرار کرتا رہا۔ اسی نے کہا۔

"تم ذرا دروازہ تو کھولو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

کعب نے پھر انکار کر دیا۔ اب حیّی نے ایک اور چال چلی اور اُس نے کہا۔

"خدا کی قسم! میں سمجھ گیا کہ تم دروازہ کیوں نہیں کھولتے تم اس سے ڈر رہے ہو کہ میں آکر تمہارا کھانا کھا لوں گا۔"

آخر یہ سُن کر کعب نے دروازہ کھول دیا۔ حیّی نے اندر آکر کعب سے کہا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے کعب! میں تو تمہارے لیے زمانے بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ میں قریشیوں اور غطفان کے لشکر ساتھ لایا ہوں۔ انہوں

نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ ہم اس وقت تک تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کا قصّہ پاک نہیں کرلیں گے۔"

اس پر پھر کعب نے کہا۔

"خدا کی قسم! تم تو میرے واسطے زمانے بھر کی ذلّت اور رسوائی لے کر آئے ہو۔ مَیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے وفائی نہیں کروں گا اس لیے کہ مَیں نے اُن کی طرف سے ہمیشہ سچائی اور وفا دیکھی ہے۔"

حیئ اس کے باوجود بھی کعب پر اصرار کرتا رہا۔ کعب کو سب سے زیادہ ڈر اس بات کا تھا کہ اگر حیئ کا لشکر ہار گیا تو یہ سب تو یہاں سے اپنے اپنے وطن کو بھاگ جائیں گے اور میری غداری کے جُرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گردن مار دیں گے۔ مگر حیئ اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے کعب سے عہد کیا کہ اگر قریش اور غطفان کے لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کئے بغیر واپس چلے گئے تو مَیں پھر بھی تمہارے قلعہ میں تمہارے پاس رہوں گا اور جو بھی مصیبت تم پر آئے گی اس میں شریک رہوں گا۔

اس پر کعب راضی ہو گیا چنانچہ اُس نے فوراً وہ عہد نامہ پھاڑ ڈالا جو اُس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہُوا تھا۔ اس کے بعد کعب نے اپنی قوم کے دوسرے سرداروں کو بُلایا اور ان سے یہ بات بتا دی کہ اب ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہا۔

یہ بات پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی وہ فوراً رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ؐ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی قریظہ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اور وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔"

رسول اللہ ؐ کو جب یہ معلوم ہُوا تو آپؐ کو افسوس بھی ہُوا اور فکر بھی ہوا۔ اس لیے کہ یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ایک طرف تو اس سے دشمن کو زبردست مدد مل

گئی تھی اور دوسری طرف یہ خطرہ تھا کہ یہ بات مسلمانوں کو معلوم ہو گی تو کہیں وہ گھبرا نہ جائیں۔ آپؐ نے فوراً حضرت سعد ابن معاذؓ اور حضرت سعد ابن عبادہ کو اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"تم جا کر دیکھو کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ اگر یہ خبر صحیح نکلے تو مجھے آکر ایسے اشاروں میں بتلانا کہ صرف میں سمجھ لوں دوسرے لوگ نہ سمجھ پائیں اور اگر بات غلط ہو تو سب سے بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اس سے حضورؐ کا مقصد یہ تھا کہ اگر بات صحیح ہوئی اور سب کو معلوم ہو گئی تو اس سے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن رواحہ اور حضرت خوات ابن جبیر کو بھی بھیجا۔ اب یہ صحابہ بنی قریظہ کے یہودیوں کے پاس پہنچے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ بات سچ ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ صحابہ یہودیوں کی تیاریوں کو دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے لیکن پھر جب انہوں نے یہودیوں سے پوچھا تو بات بالکل ہی صاف ہو گئی۔ جب ان صحابہ نے یہودیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاہدے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔

"کون رسول اللہ؟ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔"

یہودیوں کے منہ سے ایسی باتیں سُن کر حضرت سعد ابن معاذ کو بہت غصّہ آیا۔ کیونکہ حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور اوسیوں اور بنی قریظہ کا آپس میں معاہدہ تھا اس لیے حضرت سعد ابن معاذ نے ان یہودیوں کو بہت بُرا بھلا کہا اس پر یہودی انہیں گالیاں دینے لگے۔ آخر حضرت سعد ابن عبادہ نے انہیں روکا کہ اس وقت چُپ ہو جاؤ کیونکہ اب ان کا اور ہمارا معاملہ بہت زیادہ بڑھ چکا ہے۔

جب ان صحابہ کو یہودیوں کی غدّاری کا یقین ہو گیا تو یہ واپس رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور آپؐ سے اشارے میں بتایا کہ یہ بات سچ ہے۔ انہوں نے

آپؐ سے صرف اتنا کہا۔
"عضل اور قارہ!"

یعنی یہودیوں نے اسی طرح دغابازی کی ہے جس طرح عضل اور قارہ کے لوگوں نے رجیع کے مقام پر صحابہ کے ساتھ کی تھی۔ اس خبر سے مسلمانوں کی پریشانی اور زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ مشرکوں کا لشکر تو مدینے کے باہر شہر کو گھیرے پڑا ہی تھا کہ اب یہ دشمن گھر کے اندر پیدا ہو گئے۔

غرض یہ وقت مسلمانوں کے لیے بہت سخت تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ اور اس کے وعدے پر بھروسہ تھا اور آپؐ مطمئن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی زیادہ پریشانی نہیں تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی یہ تکلیف خدا تعالےٰ کے راستے میں ہے اور وہی اُن کو ہر مصیبت سے بچانے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے بعد صحابہ کے دو دستے مدینے کی حفاظت پر تعینات کئے۔ ایک دستہ تین سو آدمیوں کا تھا جس کی کمان حضرت زید ابن حارثہ کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا دستہ دو سو آدمیوں کا تھا جس کے افسر حضرت مسلمہ ابن اسلم تھے۔ آپؐ نے ان دستوں کو ہدایت فرمائی کہ یہ شہر کی حفاظت کریں۔
(سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا تھا کہ ان کو مدینے کے ایک قلعہ میں پہنچا دیا تھا۔ یہاں سے بنی قریظہ کے یہودیوں کی بستی زیادہ دور نہیں تھی۔ ادھر یہودی غداری کرنے کے بعد سے مسلمانوں کی ٹوہ میں رہنے لگے تھے۔

ایک روز ایک یہودی گھومتے گھومتے ایک مکان کے سامنے پہنچا۔ اس مکان

میں شاعرِ اسلام حضرت حسانؓ ابن ثابت اور کچھ عورتیں بچے تھے۔ ان عورتوں میں رسول اللہؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بھی تھیں انہوں نے کھڑکی میں سے دیکھا کہ مکان کے نیچے ایک یہودی گھوم رہا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے اس لیے اب یہودیوں کے اور ہمارے درمیان کوئی معاملہ تو رہا نہیں۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ غزوۂ احزاب میں مشغول ہیں۔ ایسے میں اگر یہودیوں نے ہم عورتوں پر حملہ کر دیا تو کوئی بچانے والا بھی نہیں آسکتا۔ یہ سوچ کر انہوں نے فوراً حضرت حسانؓ سے کہا۔

"حسانؓ! تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی ہماری حویلی کے چکر لگا رہا ہے مجھے ان کی طرف سے بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ یہاں سے جاکر دوسرے یہودیوں سے اس گھر کا پتہ بتا دے۔ ادھر رسول اللہؐ بھی آج کل مشغول ہیں اس لیے تم نیچے جاؤ اور اس یہودی کو قتل کر آؤ۔

حضرت حسانؓ نے جواب دیا۔

"خدا تمہاری مغفرت کرے عبدالمطلب کی بیٹی! خدا کی قسم تمہیں تو معلوم ہے کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں۔"

حضرت حسانؓ کا یہ جواب سن کر حضرت صفیہ کو اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آیا کہ انہوں نے خود ہی ایک موسل اٹھایا اور نیچے اتر آئیں۔ پھر انہوں نے وہ موسل یہودی کے سر پر دے مارا۔ یہودی اس اچانک چوٹ سے فوراً ہی مر گیا۔ اس سے نمٹ کر حضرت صفیہؓ واپس حضرت حسانؓ کے پاس آئیں اور ان سے کہنے لگیں۔

"حسانؓ! اب نیچے جاکر اس یہودی کے ہتھیار وغیرہ اتار لاؤ۔ یہ کام بھی میں خود ہی کر لیتی مگر چونکہ وہ مرد ہے اس لیے میں مجبور ہوں۔"

حضرت حسانؓ نے جواب دیا۔

"بہن! مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں اس کے ہتھیار اتار کر لاؤں۔"

اس طرح یہودی مسلمانوں کی گھات میں پھرتے تھے کہ کہیں بھی موقع ملے تو وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچادیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس وقت مسلمان پریشان ہیں اس لیے آسانی سے قابو میں آجائیں گے۔ مگر صحابہؓ اب ان کی چالاکیوں اور غداریوں کو جان چکے تھے اس لیے وہ ایسے لوگوں کو منہ توڑ جواب دیتے تھے۔

ادھر مشرک لشکر کے لوگ اس خندق کی وجہ سے آگ بگولہ ہو رہے تھے کیونکہ وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ مگر پھر بھی روزانہ اُن کے سردار نکلتے۔ مسلمانوں پر تیر برساتے ہوئے وہ آگے بڑھتے اور کوشش کرتے کہ کسی طرح خندق کے پار پہنچ جائیں۔ ایک دن اسی طرح مشرکوں نے تیر چلائے خندق کے ادھر جو مسلمان فوجیں کھڑی تھیں اُن میں حضرت سعد ابن معاذ بھی تھے۔ مشرک فوجیں تیر چلا رہی تھیں ادھر مسلمان بھی انہیں تیروں سے ہی جواب دے رہے تھے کہ ایک تیر آکر حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے لگا اور وہ سخت زخمی ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے حضرت سعد کو فوراً ایک قریب کے خیمہ میں پہنچا دیا۔

مشرک اس کوشش میں تو رہتے ہی تھے کہ کسی طرح خندق کے پار پہنچ جائیں۔ ایک دن اسی طرح مشرکوں نے تیر چلائے۔

ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی کم تھی اس لیے یہ لوگ یہاں سے اُسے پھلانگنے میں کامیاب ہوگئے۔ جو لوگ خندق پار کرکے آئے اُن کے نام یہ ہیں :۔

عکرمہ ابن ابو جہل۔ ہبیرہ ابن ابو وہب، ضرار ابن اخطب اور عمرو ابن عبدوُد۔ یوں تو یہ سب ہی قریش کے سردار اور بہادر لوگ تھے مگر خاص طور پر ان میں عمرو ابن عبدِ وُد بہادری اور طاقت میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ یہ جنگِ بدر میں بھی شریک ہوا تھا اور زخمی ہوکر وہاں سے واپس گیا تھا۔ اس لیے یہ جنگِ اُحد میں نہیں آسکا تھا مگر زخمی ہونے کے بعد اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں اُس وقت تک اپنے سر میں تیل نہیں ڈالوں گا جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہیں کرلوں گا۔ یہی عہد لے کر یہ اس دفعہ اس جنگ یعنی غزدۂ احزاب یا غزدۂ خندق میں آیا تھا۔

جب یہ خندق پار کر کے مسلمانوں کی طرف آ گئے تو سب سے پہلے عمرو ابن عبدوُد نے مسلمانوں کو پکارا کہ کون ہے جو میرے مقابلے کے لیے آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کے مقابلے کے لیے میں جاؤں گا۔ مگر حضورؐ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔

"نہیں بیٹھ جاؤ! یہ عمرو ابن عبدوُد ہے"

جب عمرو کو اپنی للکار کا کوئی جواب نہ ملا تو اس نے بڑے غرور سے کہا۔

"تمہاری وہ جنت کہاں گئی جس کے متعلق تم دعویٰ کیا کرتے ہو کہ ہم میں سے جو قتل ہو گا وہ اس میں داخل ہو گا۔ اب میرے مقابلے کے لیے کیوں نہیں آتے؟"

اس پر حضرت علی رضؓ نے پھر رسول اللہ صؐ سے اپنے لیے اجازت مانگی مگر آپؐ نے انہیں دوبارہ روک دیا۔

عمرو نے تیسری مرتبہ پھر پکارا تو حضرت علی رضؓ نے پھر اجازت مانگی۔ حضورؐ نے پھر وہی فرمایا کہ عمرو بن عبدوُد ہے۔ مگر اس دفعہ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا۔

"چاہے عمرو ہی ہو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو اجازت دیدی۔ آپؐ نے دعا کی کہ خدا تعالےٰ حضرت علی رضؓ کو کامیاب فرمائے۔ اب حضرت علی رضؓ آگے بڑھے اور عمرو ابن عبدوُد کے سامنے پہنچ گئے پہلے انہوں نے عمرو کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے اس سے انکار کر دیا۔ اب حضرت علی رضؓ نے اس سے فرمایا کہ دوسری بات یہ ہے کہ میرا مقابلہ کر۔ اس پر عمرو ہنسنے لگا اور اس نے حضرت علی رضؓ سے کہا۔

"کیوں بھتیجے! خدا کی قسم میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا"

لیکن عمرو کے غرور کا حضرت علی رضؓ نے یہ جواب دیا۔

"مگر میں خدا کی قسم تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں"

اس جواب پر عمرو آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے غضب ناک ہو کر حضرت علی رضؓ پر

تلوار چلائی جو اُن کے سر پر لگی۔ حضرت علیؓ نے خود پہن رکھا تھا۔ عمرو کی تلوار سے خود کٹ گیا اور شیرِ خدا کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ اس پر حضرت علیؓ نے بڑھ کر ایک ایسا وار کیا کہ عمرو کی گردن کٹ گئی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھتے ہی بڑے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جس سے رسول اللہؐ سمجھ گئے کہ خدا نے حضرت علیؓ کو فتح نصیب فرمائی ہے۔ اِدھر دوسرے مشرکوں نے جب اپنے اتنے بڑے سردار کا یہ انجام دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگ گئے۔

(سیرت ہشام و سیرت حلبیہ)

۶

مسلمانوں کے واسطے یہ بڑے امتحان کا وقت تھا کیونکہ ایک زبردست اور خطرناک دشمن اُن کو گھیرے ہوئے پڑا تھا۔ یوں تو خندق بیچ میں ہونے کی وجہ سے مشرک اب تک کچھ نہیں کر سکے تھے مگر وہ وہاں سے واپس جانے پر بھی تیار نہیں تھے بلکہ وہ مدینے کو اس طرح گھیرے پڑے تھے کہ کوئی مسلمان باہر نہیں جا سکتا تھا۔ ادھر یہ کہ مدینے کے یہودیوں نے اس نازک وقت میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور وہ دشمن کے ساتھ مل گئے۔ یہ گھر کا دشمن سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ ادھر سب سے بڑھ کر منافق مسلمانوں کو پریشان کر رہے تھے۔ وہ رسول اللہؐ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بکتے اور مسلمانوں کو ڈرانا چاہتے۔

یہ سب باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے اور دُعا فرماتے تھے کہ خدایا مسلمانوں کی مشکل آسان فرما دے۔ آپؐ ہر وقت اس کوشش میں رہتے کہ کسی طرح یہ سختی کم ہو جائے۔ آپؐ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کہیں مسلمان اس تنگی میں گھبرا نہ جائیں۔ اسی لیے آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ کوئی ایسی تدبیر فرمائیں جس سے مشرکوں کے لشکر میں سے ایک قبیلہ واپس ہو جائے۔ مشرک لشکر میں دو بڑے قبیلے تھے ایک قبیلہ قریش اور دوسرا قبیلہ غطفان۔ رسول اللہؐ نے

قبیلہ غطفان سے معاہدہ کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ وہ قریش کا ساتھ چھوڑ دیں اور دشمن کی طاقت کم ہو جائے۔

قبیلہ غطفان کے دو بڑے سردار تھے جو لشکر کے ساتھ آئے تھے ان کے نام عُیینہ ابن حصن انفرادی اور حرث ابن عوف مری تھے۔ حضورؐ نے ان دونوں سرداروں کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ اگر وہ اپنے قبیلے والوں کو لے کر واپس چلے جائیں، تو آپؐ ان کو مدینے کے ایک تہائی پھل دیں گے۔ یہ دونوں اس شرط پر راضی ہو گئے۔

اب وہ دونوں یہ معاہدہ لکھوانے کے لیے چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ ابوسفیان کو اس بات کی خبر نہ ہو۔ حضورؐ نے حضرت عثمان رضؓ کو بلا کر معاہدہ لکھوایا۔ معاہدہ پر مہر لگانے سے پہلے آپؐ نے حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ کو بھی بلایا تاکہ ان سے مشورہ کر لیا جائے۔ یہ دونوں صحابہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ حضورؐ نے جب ان کو ساری بات بتا کر ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ کو اس بات کا حکم خدا نے دیا ہے یا یہ آپؐ کی خوشی ہے تب تو ضرور کیجئے ہمارا سر جھکا ہے لیکن اگر یہ آپؐ کی رائے ہے تو ہمارا مشورہ یہ ہے کہ ان کافروں کے لیے ہمارے پاس تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا۔

"اگر اس بات کا خدا تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا۔ میں تو خدا کی قسم! یہ صرف تمہارے لیے کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ سارے عرب تمہیں ایک تیر سے مارنا چاہتے ہیں اسی لیے میں ان کی طاقت توڑنا چاہتا ہوں۔"

حضرت سعد ابن معاذ رضؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! جب ہم گمراہ تھے اور بتوں کو پوجتے تھے اس وقت بھی ان لوگوں یعنی غطفان کے لوگوں کی یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ ہم سے ایک دانہ بھی لے سکیں اور اب تو یہ حالت ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت

دے دی ہے اس لیے ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی قسم! ہمارے پاس اُن کے واسطے صرف تلوار ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

رسول اللہ، یہ معاہدہ صرف مسلمانوں کی خاطر کرنا چاہتے تھے اسی لیے جب آپؐ نے اُن کا یہ جذبہ دیکھا تو اس کا ارادہ ملتوی فرما دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت سعد کو اجازت دی کہ وہ معاہدہ کی تحریر مٹا دیں۔ چنانچہ وہ تحریر مٹا دی گئی اور عُیینہ اور حرث سے کہہ دیا گیا کہ۔

"جاؤ! اب تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

ادھر خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کی یہ مدد فرمائی کہ قبیلہ غطفان کے ایک شخص نعیم ابن مسعود کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ وہ چپکے سے حضورؐ کی خدمت میں رات کے وقت حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت نعیم بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اُن سے پُوچھا۔

"کیسے آئے ہو نعیم؟"

حضرت نعیم نے عرض کیا۔

"مَیں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپؐ کی تصدیق کروں اور گواہی دوں کہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ سچ ہے۔"

اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! مَیں مُسلمان ہو گیا ہوں میری قوم کو میرے اسلام کا پتہ نہیں ہے اس لیے جو آپؐ چاہیں مجھے حکم دیجئے۔"

اس سے حضرت نعیم کا مقصد یہ تھا کہ اجازت ہو تو مَیں کوئی تدبیر کروں۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی اور فرمایا کہ لڑائی نام ہی حیلہ اور تدبیر کا ہے۔ یہ اجازت لے کر حضرت نعیم یہاں سے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے وہ بنی قریظہ کے یہودیوں کے

پاس آئے۔ حضرت نعیم بنی قریظہ کے بڑے دوست سمجھے جاتے تھے اسی لیے یہودیوں نے جب انہیں دیکھا تو اُن کی بڑی آؤ بھگت کی۔ کیونکہ اب تک کسی کو بھی ان کے مسلمان ہونے کا پتہ نہیں تھا۔ یہودیوں نے ان کی کھانے اور شراب سے تواضع کی۔ مگر حضرت نعیم نے جواب دیا۔

"میں اس وقت ان چیزوں کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو تمہیں ایک مشورہ دینے آیا ہوں، تم یہ تو جانتے ہو ہی کہ میں تمہارا کتنا دوست ہوں"۔

سب نے گردنیں ہلائیں کہ بے شک تم دوست ہو۔ اب حضرت نعیم نے ان سب سے وعدہ لیا کہ وہ ان کے آنے کی بات کسی سے نہیں بتائیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا۔

"تمہیں بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کا حال معلوم ہے کہ ان کو جلاوطن کیا گیا تھا اور ان کا سب مال و دولت مسلمانوں نے لے لیا تھا۔ ادھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں۔ تم اسی شہر کے رہنے والے ہو یہاں تمہارے بیوی بچے اور مال و دولت ہے تم انہیں لے کر یہاں سے بھاگ نہیں سکتے۔ قریش اور غطفان کی بات تو یہ ہے کہ وہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے آئے ہیں اگر ہار بھی گئے تو واپس اپنے وطن کو بھاگ جائیں گے اور تمہیں یہیں مسلمانوں کے ہاتھ میں چھوڑ جائیں گے اس لیے میری رائے میں اگر تم ان کی مدد کرو تو اُن سے کہو کہ پہلے وہ قریش اور غطفان کے کچھ بڑے سردار تمہارے پاس ضمانت میں بھیج دیں تاکہ اگر شکست ہو گئی تو قریش اور غطفان بھاگ نہ سکیں بلکہ جو حال تمہارا ہو اُس میں وہ بھی شریک رہیں"۔

یہودیوں کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے"۔

اس کے بعد حضرت نعیم قریشیوں کے پاس پہنچے اور ابو سفیان سے ملکر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تم سب سے کتنی محبت ہے، مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے میں تم سے وہی بتانے آیا ہوں مگر تم میرے یہاں آنے کا ذکر کسی سے مت کرنا"۔

جب قریشیوں نے اس کا وعدہ کر لیا تو حضرت نعیم نے اُن سے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا معاہدہ توڑ دیا تھا اور تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا تھا مگر اب وہ اپنی اس بات پر پچھتا رہے ہیں۔ میرے سامنے اُنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس قاصد بھیجا تھا کہ ہم اپنی غلطی پر پچھتا رہے ہیں۔ اب ہم آپؐ کو خوش کرنے کے لیے قریش اور غطفان کے کچھ بڑے بڑے سرداروں کو بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ آپ انہیں قتل کر دیں اور ہم سے راضی ہو جائیں۔ حضرت نعیم نے ابوسفیان سے یہ بھی کہا کہ محمدؐ نے یہودیوں کی یہ شرط مان لی ہے۔ اس لیے اگر یہودی تم سے تمہارے بڑے آدمی مانگیں تو تم ہرگز مت دینا۔"

یہاں سے حضرت نعیم اپنے قبیلہ غطفان والوں کے پاس پہنچے اور پھر اُن سے کہا۔

"غطفان والو! تم میری قوم کے لوگ اور خاندان والے ہو، میں تمہیں سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

سب نے اقرار کیا کہ بے شک تم ہمارے ہو۔ اب حضرت نعیم نے اُن سے بھی وعدہ لیا کہ میرے آنے کا حال کسی سے مت بتانا۔ اس کے بعد اُنہوں نے وہی سب باتیں اُن سے بھی کہیں جو ابوسفیان سے کہیں تھیں۔

حضرت نعیم یہ تدبیر کر کے چلے گئے۔ ادھر قریش اور غطفان کے لوگوں میں اس خبر سے ہلچل مچ گئی۔ اب اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ یہودیوں کے پاس قاصد بھیج کر انہیں آزمانا چاہیئے۔ اس کام کے لیے اُنہوں نے عکرمہ ابن ابوجہل (یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) کو چُنا اور قریش اور غطفان کے کچھ لوگ ساتھ کیے۔ عکرمہ ابن ابوجہل بنی قریظہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ ہمیں یہاں پڑے ہوئے اتنے دن گزر گئے ہیں اس لیے بس اب مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ تاکہ ان کا کام تمام کر دیں۔ یہودیوں نے اس بات کا یہ جواب بھجوایا۔

"کل کو تو سنیچر کا دن ہے اس دن ہم لڑ نہیں سکتے کوئی دُوسرا دن طے کر لو۔ مگر ہماری شرط یہ ہے کہ پہلے ہمارے پاس اپنے کچھ سردار بھیج دو۔ وہ ہمارے پاس ضمانت میں رہیں گے اس لیے کہ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تمہیں شکست ہو گئی تو تم سب ہمیں مُسلمانوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے۔"

جب قریش اور غطفان والوں کو یہودیوں کا یہ جواب ملا تو انہیں یقین ہو گیا کہ نعیم ابن مسعود ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اُنھوں نے پھر جواب میں یہودیوں کے پاس کہلا دیا کہ اگر تم ہمارے ساتھ مل کر لڑنا چاہتے ہو تو تیار ہو جاؤ مگر ہم اپنے آدمی تمہیں کسی حال میں نہیں دیں گے۔ قریش اور غطفان کے اس جواب سے یہودیوں کو بھی یقین ہو گیا کہ ہمیں جو خبر ملی تھی وہ بالکل ٹھیک تھی۔ اس طرح ان دونوں نے ایک دُوسرے کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی۔

قریش اور غطفان کا لشکر خندق کے اُس پار پڑا ہُوا تھا پندرہ دن گزر چکے تھے۔ سارے مُسلمان دن رات خندق کے پاس پہرہ دیتے تھے۔ خود رسول اللہؐ ہر وقت مُسلمانوں کے ساتھ لشکر گاہ میں رہتے تھے۔ آپؐ نے خدا تعالےٰ سے دُعا فرمائی تھی کہ اے خداوند کریم! مُشرکوں کے اس لشکر کو شکست دے اور ہماری مدد فرما۔

خدائے پاک نے اپنے نبی کی دُعا قبول فرمائی اور ایک رات جب کہ بہت سخت سردی پڑ رہی تھی خدا تعالےٰ نے مشرکوں پر ہوا کا طوفان نازل کیا۔ ایکدم اس قدر سخت اور بھیانک آندھی آئی کہ سب لوگ گھبرا گئے۔ ایک طرف سخت سردی اور اس پر سے یہ طوفانی ہوا۔ مشرکین بدحواس ہو کر اپنے خیموں کی طرف بھاگے مگر طوفان نے ان کے خیموں کو بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا ان کی رسیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان کے برتن اُلٹ گئے اور کھانے مٹی میں مل گئے۔ مشرکوں کی آنکھوں میں اس طرح دھول پڑ گئی کہ وہ آنکھوں کو دبا دبا کر بیٹھ گئے۔ اِدھر اندھیرے کا یہ حال تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا تھا۔ مشرکین پاگلوں کی طرح گرتے پڑتے پھر

رہے تھے۔ ایک کو دُوسرے کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے اِس طوفان نے اِن کے ہوش اُڑا دیئے اور وہ دیوانوں کی طرح "نجات"، "نجات" پکارتے ہوئے پھرنے لگے۔

دُوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ابن یمان کو بُلا کر فرمایا۔

"حذیفہ! ان لوگوں کے لشکر میں جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ کوئی نئی بات مت کرنا"

حضرت حذیفہ گئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ پُورے لشکر میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ہر شخص اندھیرے اور طوفان میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اسی میں حضرت حذیفہ رضی نے ابوسفیان کی آواز سُنی۔

"قریش کے لوگو! خدا کی قسم! تم بہت بُری جگہ پھنس گئے ہو، تمام اُونٹ، گھوڑے برباد ہو گئے۔ بنی قریظہ نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور اُوپر سے یہ طوفان آ گیا اس لیے بھاگ چلو۔ میں تو جا رہا ہوں۔

اسی وقت حضرت حذیفہ کا دل چاہا کہ تیر مار کر ابوسفیان کو ہلاک کر دیں مگر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد آ گیا کہ کوئی نئی بات مت کرنا۔ اس کے بعد ابوسفیان جلدی سے اپنے اُونٹ پر سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہی قریش کے دُوسرے لوگ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ جو سامان جلدی میں وہ اُٹھا سکے وہی لے کر بھاگ گئے اور باقی وہیں چھوڑ گئے۔ غطفان کے لوگوں نے جب قریش کو اس طرح بھاگتے دیکھا تو وہ بھی سر پر پَیر رکھ کر وہاں سے بھاگے۔

اس طرح خدا تعالےٰ نے ان مشرکوں کو نامراد واپس کیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ قریش کے اس طرح بھاگنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"اب یہ کافر کبھی ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے بلکہ اب ہم ان پر حملہ کریں گے"

اس طرح آپؐ نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ آج کے بعد کفر کی طاقت ختم ہو گئی اب یہ اپنے لشکر لے کر مدینے کا رُخ کبھی نہیں کریں گے اور اسلام کو اتنی طاقت مل گئی ہے کہ اب ہم خود اُن کی طرف بڑھیں گے۔"

اگلے دن صُبح کو مسلمانوں نے دیکھا کہ مشرک بھاگ چکے ہیں اور میدان خالی پڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر واپس مدینے تشریف لے آئے۔ مدینے پہنچ کر آپؐ نے اور سب نے اپنے ہتھیار کھول دیئے۔ مگر اسی دن آپؐ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم ملا۔ چنانچہ آپؐ نے ظہر کے بعد اعلان کرایا۔

"جو شخص بھی فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز بنی قریظہ کے محلّے میں پڑھے۔"

شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان بنی قریظہ کے محلّے میں پہنچ گئے۔ بنی قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ جو دغا بازی کی تھی اب اس کا انجام انہیں سامنے نظر آنے لگا اس لیے وہ ڈر کر اپنے قلعے میں گھس گئے اور اس کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہے۔ ان میں بنی نضیر کا سردار حیُی ابن اخطب بھی تھا۔

یہودی قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ گئے تھے مگر صحابہؓ نے قلعہ کا بہت سخت محاصرہ کر رکھا تھا۔ آخر جب اسی حال میں کئی دن گزر گئے تو یہودی پریشان ہو گئے۔ بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسد کو جب موت سامنے نظر آنے لگی تو اس نے یہودیوں کو ایک جگہ جمع کیا اور اُن سے کہا۔

"یہودیو! اس وقت جس مصیبت میں تم گرفتار ہو وہ تمہیں معلوم ہے۔ اب اس سے بچنے کی صرف تین صورتیں ہیں ان میں سے جو تم پسند کرو وہی اختیار کر لو۔ پہلی صُورت تو یہ ہے کہ ہم اس شخص یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کر لیں اس لیے کہ یہ تو تم سب اچھی طرح جان چکے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں لہٰذا اپنے جان مال اور بیوی بچوں کو بچانے کے لیے مسلمان ہو جاؤ۔"

مگر اس پر سب یہودیوں نے انکار کر دیا کہ ہم اپنی تورات کا مذہب کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ اس پر کعب نے کہا۔

"اگر تم یہ نہیں مانتے تو دوسری صورت یہ ہے کہ ہم سب اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں اور پھر ہتھیار لیکر محمد (ص) اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کریں اس طرح ہمیں یہ فکر نہیں ہوگا کہ ہم مارے گئے تو ہمارے بچوں اور عورتوں کا کیا حشر ہوگا اس لیے اطمینان سے مر جائینگے۔ اور اگر ہم جیت گئے تو خدا کی قسم! عورتیں اور بچے ہمیں اور بہت مل جائیں گے"۔

یہودیوں نے یہ بات بھی نہیں مانی بلکہ انہوں نے کہا۔

"کیا ہم ان بے چاروں کو قتل کر دیں؟ پھر ان کے بعد ہم ہی زندہ رہ کر کیا کریں گے"۔

کعب نے کہا۔

"پھر تیسری صورت یہ ہے کہ آج سنیچر کی رات ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی آج ہماری طرف سے بے فکر ہونگے اس لیے ایکدم ان پر حملہ کر دو شاید ہم جیت جائیں"۔

مگر یہودیوں نے یہ صورت بھی نہیں مانی اور کہنے لگے کہ ہم ایسا کام نہیں کریں گے جو کبھی کسی نے نہیں کیا کہ سنیچر کے دن خون خرابہ کریں۔ آخر مشورہ کے بعد انہوں نے رسول اللہ (ص) کے پاس قاصد بھیجا کہ ہمیں جلا وطن ہونیکی اجازت دیدی جائے مگر حضور (ص) نے اس سے انکار فرما دیا البتہ اسکی اجازت دیدی کہ وہ باہر آجائیں اور پھر ان کا کوئی حلیف اور معاہدہ بردار حَکَم بن جائے وہ جو فیصلہ یہودیوں کے متعلق کر دے گا وہ ہم قبول کر لیں گے۔

حضرت سعد ابن معاذ یہودیوں کے حلیف تھے یہودیوں نے اُنہی کو اپنا حَکَم چُنا مگر حضرت سعد کے سامنے اپنے اور یہودیوں کے معاہدہ کی کوئی حیثیت نہیں تھی بلکہ اصل چیز خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور انصاف تھا چنانچہ اُنہوں نے فیصلہ سُنا دیا کہ :۔

"بنی قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں بچوں کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا جائے"۔

یہ فیصلہ سُن کر حضور (ص) نے فرمایا۔

"تم نے خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے"۔

اس کے بعد یہودی مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح یہودیوں کو اپنے کئے کا پھل مل گیا اور مدینہ اُن کے شر سے پاک ہو گیا۔ (سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ)۔

٭٭

ادب
اور پاکدامنی
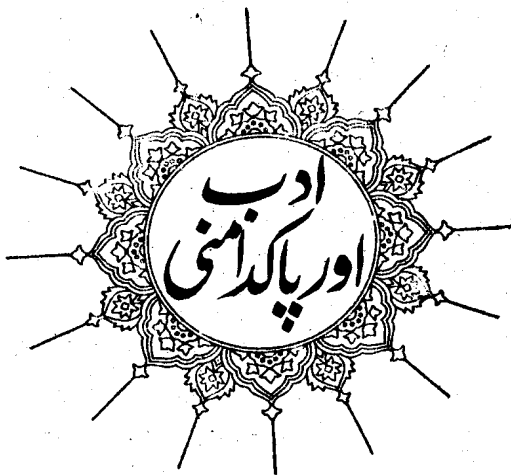
خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کو غزوۂ خندق میں زبردست کامیابی نصیب فرمائی حالانکہ اس دفعہ سارے عربوں نے مل کر اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف چڑھائی کی تھی۔ اس لشکر میں یہودی اور عرب کے بڑے بڑے قبیلے ایک ہو کر اسلام کو نیچا دکھانے آئے تھے۔ ادھر یہ کہ ان کی جنگی تیاریوں کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس وقت ہوئی جب مُشرک اپنا لشکر لے کر مدینے کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ اس طرح مُسلمانوں کو تیاری کا وقت بھی نہیں مل سکا تھا۔ پھر یہ کہ دُشمن کے پاس زبردست جنگی سامان اور بے شمار ہتھیار وغیرہ تھے۔ مگر رسول اللہ ؐ کو جیسے ہی اس کی خبر ملی آپؐ نہ گھبرائے اور نہ پریشان ہوئے بلکہ فوراً مقابلہ کے لیے تشریف لے آئے اس لیے کہ آپؐ کو خدا تعالےٰ پر بھروسہ تھا۔ اس خُدا پر جس نے آپؐ کے دین کو پھیلانے اور فتح دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہی حال سب مسلمانوں کا تھا کہ اس اچانک خبر پر وہ ذرا نہیں ڈرے بلکہ فوراً اپنے خدا و رسول اور اپنے مذہب کے واسطے جانیں قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔

ان کی اس سچائی کے بدلے خدا نے انہیں فتح نصیب فرمائی اور مشرکوں پر ایسا عذاب اور طوفان نازل فرمایا جس نے اُنہیں بدحواس کر کے اُن کے پیر اکھاڑ دیئے۔ اس نازک وقت میں بنی قریظہ کے یہودیوں نے مُسلمانوں کے ساتھ دغا کی اور اپنی مکاریوں سے انہیں نقصان پہنچانا چاہا، مگر یہاں بھی خدا کے رسولؐ کو غلبہ ہوُا اور یہودیوں کو اس دھوکہ بازی کے بدلے اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔

اس طرح ان کامیابیوں کے ذریعے خداوند کریم نے مُسلمانوں کو زبردست نعمتوں سے نوازا۔ ان غزوؤں میں انہیں بے شمار مالِ غنیمت ملا جس سے ان کی ساری تکلیفیں اور پریشانیاں دور ہو گئیں۔ انہیں دنیا میں بھی آرام ملا اور آخرت میں بھی اُن کے لیے خوشیوں کے دروازے کھُل گئے۔

غزوۂ خندق (احزاب) اصل میں یہودیوں کی کوشش سے ہُوا تھا۔ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کو رسول اللہ ؐ نے مدینے سے نکال دیا تھا۔ وہ یہاں سے ذلیل ہوکر نکلے کچھ شام کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کے قلعے میں جا بسے تھے۔ یہی لوگ بعد میں قبیلہ قریش اور قبیلہ غطفان میں گئے اور ان لوگوں کو حضورؐ کے خلاف بھڑکا کر لائے جس سے غزوہ احزاب پیش آیا۔ ان یہودی سرداروں میں ایک شخص سلام ابن ابوحقیق تھا جو ابورافع کے نام سے مشہور تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور ہمیشہ آپؐ کو تکلیفیں دینے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس سے پہلے ایک دوسرا یہودی حضورؐ کا ایسا ہی دشمن تھا جس کا نام کعب ابن اشرف تھا مگر اس کو قبیلہ اوس کے مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا اور اس طرح انہوں نے حضورؐ کی خوشنودی حاصل کی تھی۔ اس وقت سے قبیلہ خزرج کے لوگ اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی ایسا ہی کارنامہ سرانجام دیں جس سے حضورؐ خوش ہوں اور ہم اپنی خوش نصیبی میں قبیلہ اوس سے کم نہ رہیں۔

وہ ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا جانی دشمن کون ہے جیسا کعب ابن اشرف تھا۔ آخر انہیں خیال آیا کہ ایسا دشمن صرف ابورافع ہے۔ اسی لیے اب قبیلہ خزرج کے لوگوں نے ابورافع کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جو اس زمانے میں خیبر میں رہتا تھا۔

یہ ارادہ کرنے کے بعد قبیلہ خزرج کے لوگ رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے ابورافع کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔

اب قبیلہ خزرج کے پانچ آدمی اس کام کے لیے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ عبداللہؓ ابن عتیک، مسعودؓ ابن سنان، عبداللہؓ ابن انیس، ابوقتادہؓ ابن حارث اور خزاعیؓ ابن اسود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن عتیک کو اس جماعت کا امیر مقرر فرمایا اور ان کو ہدایت فرمائی کہ بچوں اور عورتوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھائیں۔

یہ صحابہ خیبر پہنچ کر ابورافع کی حویلی کے پاس ٹھہر گئے۔ جب اندھیرا ہو گیا تو حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو میں حویلی کے پاس جا کر کوشش کرتا ہوں کہ کسی طرح پہریدار سے بچ کر اندر داخل ہو جاؤں"۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حویلی کے دروازہ کے پاس گئے۔ اس وقت سب لوگ اندر جا چکے تھے اور دروازہ بند ہونے کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنے اوپر کپڑا ڈھک لیا اور دروازہ کے پاس ہی اس طرح بیٹھ گئے جیسے پیشاب کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں۔ پہرہ داران کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ کوئی ہمارا ہی آدمی ہے اس لیے اس نے اُن سے کہا۔

"بھائی اگر تمہیں اندر آنا ہے تو جلدی سے آ جاؤ، پھر میں دروازہ بند کر لوں گا"۔

حضرت عبداللہ رضؓ یہ سُنتے ہی فوراً اندر آ گئے اور اندھیرے میں ایک طرف چھپ گئے۔ اس کے بعد پہرے دار نے دروازہ بند کر کے چابیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر ٹانک دیا۔

ابورافع بالاخانے پر رہتا تھا رات کو لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تھے اور دیر تک بات چیت اور قصے کہانیاں ہوا کرتی تھیں جب سب لوگ چلے گئے تو حضرت عبداللہ رضؓ نے چپکے سے کنجیاں اُتاریں اور اُوپر جانے کے دروازے کھولتے ہوئے بالاخانے پر پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو دروازہ کھولتے تھے اس کو اندر سے بند کر لیتے تھے تاکہ اگر لوگوں کو خبر بھی ہو جائے تو اندر کوئی نہ آسکے اور وہ اپنا کام کر لیں۔

آخر یہ اس کمرے میں پہنچ گئے جس میں ابورافع اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سوتا تھا۔ اس کمرے میں سخت اندھیرا تھا اور کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ ابورافع کس جگہ لیٹا ہے۔ آخر مجبور ہو کر حضرت عبداللہ رضؓ نے ابورافع کو آواز دی۔ ابورافع نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"کون ہے ؟"

حضرت عبداللہ رضؓ نے فوراً اسی طرف تلوار چلائی جدھر سے آواز آئی تھی مگر اندھیرے کی وجہ سے وار خالی گیا۔ ادھر ابورافع نے ڈر کر فوراً چیخیں ماریں۔ حضرت عبداللہ فوراً کمرے سے باہر نکلے اور ذرا دیر بعد دوبارہ اس طرح اندر آئے جیسے اس کی چیخیں سُن کر آئے ہوں اور پوچھنے لگے۔

"ابورافع یہ کیسی آواز تھی ؟"

ابورافع نے کہا۔

"ابھی مجھ پر کسی نے تلوار چلائی تھی"

حضرت عبداللہ رضؓ نے فوراً پھر آواز کے رُخ پر تلوار چلائی جس سے ابورافع زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضؓ نے جلدی سے تلوار اُس کے پیٹ میں اُتار دی اور اُسے اس وقت تک دباتے رہے جب تک کہ وہ اس کی کمر میں سے پار نہیں ہو گئی۔ اب حضرت عبداللہؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ مر گیا ہے۔ چنانچہ وہ فوراً وہاں سے واپس ہوئے اور دروازہ کھولتے ہوئے زینے پر آئے۔ اس وقت ہر طرف اندھیرہ پھیلا ہُوا تھا اس لیے سیڑھیوں سے اُترتے ہوئے حضرت عبداللہ رضؓ گر گئے اور اُن کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر اُنھوں نے فوراً اپنے عمامہ سے ٹانگ کو باندھا اور کسی نہ کسی طرح چل کر دروازے تک آئے۔ یہاں آکر حضرت عبداللہ رضؓ کو خیال ہوا کہ معلوم نہیں ابورافع مَر گیا ہے یا صرف زخمی ہوا ہے۔ یہ سوچ کر وہ ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ صبح تک دیکھیں کہ اس کے مرنے کی خبر ملتی ہے یا نہیں۔

صبح کو جب مُرغ نے اذان دی تو اسی وقت حویلی میں سے ایک شخص پکارا۔

"افسوس! حجاز والوں کا مددگار ابورافع ختم ہو گیا"

یہ اعلان سُن لینے کے بعد اب حضرت عبداللہ کو اطمینان ہو گیا اور وہ وہاں سے چل کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور اُن سے بتایا کہ شکر ہے خدا نے ابورافع کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد یہ پانچوں صحابہ واپس مدینے پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنی کامیابی کی خبر دی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے حضورؐ کو اپنی چوٹ کا حال بتایا آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ نے اُن کی ٹانگ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ فوراً ہی حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ ٹانگ اس طرح ٹھیک ہو گئی جیسے کبھی کچھ ہُوا ہی نہیں تھا۔

اس طرح خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کو ابورافع جیسے دشمن سے نجات دی۔ یہ شخص نہایت دولت مند تاجر تھا اور رسول پاکؐ کا جانی دشمن تھا۔ ہمیشہ حضورؐ کو نقصان پہنچانے کی چالیں سوچا رہتا تھا اور لوگوں کو روپیہ دے کر حضورؐ کے خلاف اُکساتا تھا۔

اسی طرح ایک دُوسرے موقعہ پر خالد ابن سفیان ہذلی کا حشر ہُوا تھا۔ یہ شخص قبیلہ بنی لحیان کا تھا اور وہی تھا جس نے بنی لحیان کے ساتھ مل کر رجیع کے مقام پر دس مسلمانوں کو دھوکہ سے قتل کر دیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سخت دشمن تھا اور ہمیشہ لوگوں کو آپؐ کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ بہت بدزبان تھا اور حضورؐ کی شان میں نہایت بُری بُری باتیں بکتا تھا۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خالد ابن سفیان آپؐ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ آپؐ نے اپنے ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ ابن انیس کو بُلایا اور اُن سے فرمایا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ خالد ابن سفیان ابن نبیح ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ وہ عُرنہ کے مقام پر ہے تم وہاں جاؤ اور اُس کو قتل کر دو۔"

حضرت عبداللہ رضؓ نے خالد کو کبھی دیکھا نہیں تھا اور نہ اس کو پہچانتے تھے اس لیے انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! مجھے اس کی کوئی پہچان بتا دیجئے۔"

حضورؐ نے اُن کو خالد کی نشانی بتائی۔ اب حضرت عبداللہ تلوار لے کر یہاں سے روانہ ہوئے۔ جب یہ عُرنہ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے وہاں خالد کو دیکھا۔ حضورؐ نے اس کی جو نشانی بتلائی تھی وہ دیکھ کر حضرت عبداللہ اس کو پہچان گئے۔

یہ عصر کا وقت تھا اور حضرت عبداللہ نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ انہیں خیال ہوا کہ اگر میں پہلے خالد کے پاس جاؤں تو نہ معلوم اُن سے نمٹنے میں کتنی دیر لگ جائے۔ اور میری نماز قضا ہو جائے۔

ادھر یہ کہ خالد سامنے موجود تھا اس لیے حضرت عبداللہ اس کی طرف بڑھتے رہے اور اشاروں سے نماز پڑھتے رہے۔ جب یہ اس کے قریب پہنچے تو نماز پوری ہو چکی تھی۔ خالد نے حضرت عبداللہ سے پُوچھا۔

"تم کون ہو؟"

حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔

"میں ایک عرب ہوں۔ میں نے سُنا کہ تم محمدؐ کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہو اس لیے میں بھی تمہارے ساتھ ہونے کے لیے آیا ہوں۔"

خالد نے کہا کہ ہاں میں واقعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف لشکر جمع کر رہا ہوں۔"

اب یہ دونوں ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں موقع دیکھ کر حضرت عبداللہ نے خالد پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا جس سے وہ اسی وقت ختم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ فوراً وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور چھپتے چھپاتے مدینے پہنچ گئے۔ ادھر مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی صحابہ کو اطلاع دے چکے تھے کہ خالد ابن سفیان قتل ہو گیا۔

حضرت عبداللہ رضؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے دعا دی۔ حضرت عبداللہ ابن انیس نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"سچ کہتے ہو۔"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کو لے کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اپنا عصا انہیں انعام میں دیا اور فرمایا۔

"اس کو اپنے پاس رکھو عبداللہ!"

حضرت عبداللہ کے لیے یہ انعام ساری دُنیا کی نعمتوں سے زیادہ تھا۔ اُنہوں نے احترام کے ساتھ عصا لے لیا۔ اس کے بعد جب حضرت عبداللہ رضؓ نے حضورؐ سے اس عصا کا مقصد پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔

"یہ عصا قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہوگا اور اس روز عصا لے کر چلنے والے لوگ بہت کم ہوں گے"۔

اس طرح خدا تعالےٰ اپنے رسولؐ اور اپنے سچے دین کی مدد خود فرما رہا تھا اسی لیے عرب کے بڑے بڑے سُورما آپؐ کے خلاف کھڑے ہوئے مگر آخر کار یا تو انہیں اسلام کی روشنی نظر آگئی اور وہ دشمنی چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ ورنہ وہ اپنے انجام کو پہنچے اور دُنیا اور آخرت میں رسوا ہوئے۔

(بخاری، الهدایه والنهایه)

۲

مُسلمانوں کو سب سے زیادہ جو چیز محبوب تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُبارک مجلسیں تھیں۔ ہر مُسلمان اس کی کوشش کرتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپؐ کے ساتھ وقت گزارے اور برکت حاصل کرے۔ بعض دفعہ صحابہ آپؐ کے پاس اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ آپؐ کو تنگی پیش آتی۔ مگر آپؐ جانتے تھے کہ وہ اپنی محبت اور شوق کے ساتھ آتے ہیں اس لیے آپؐ کا اخلاق آپؐ کو اس سے روکتا تھا کہ آپؐ اُنہیں واپس جانے کے لیے فرمائیں۔

ایسے ہی ایک موقع پر اللہ تعالےٰ نے آپؐ پر وحی کے ذریعے یہ آیتیں نازل فرمائیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ کھانا تیار ہے)، تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو۔ اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لیے) تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے"!

ان آیتوں کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نبی کے گھروں میں بغیر اجازت نہ داخل ہُوا کریں۔ جب اُنہیں رسول اللہؐ بلائیں تو وہ جائیں اور پھر جب اس کام سے نمٹ جائیں جس کے لیے اُنہیں بُلایا گیا ہے تو واپس چلے جائیں وہاں اتنی دیر بعد تک نہ بیٹھا کریں جس سے رسولِ خدا کو تنگی پیش آئے۔

ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب یہ ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح فرمایا۔ حضرت زینبؓ کی پہلی شادی حضرت زید ابن حارثہ کے ساتھ ہوئی تھی جو رسول اللہؐ کے متبنّیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے مگر حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ آپس میں خوش نہیں رہ سکے اور آخر حضرت زیدؓ نے اُن کو طلاق دے دی۔

رسول اللہؐ کو حضرت زینبؓ کے ساتھ ہمدردی تھی اسی لیے آپؐ نے چاہا کہ آپؐ اُن کے ساتھ نکاح فرمالیں اور اُن کا درجہ بلند فرما کر اُنہیں اُمّت کی ماؤں میں شامل فرمالیں۔ مگر اس زمانے میں عرب کے لوگ ایسی عورت سے نکاح حرام سمجھتے تھے جو اپنے مُنہ بولے بیٹے کی بیوی رہ چکی ہو۔

لیکن اسلام نے اس طریقہ کو ختم کر دیا چنانچہ حضرت زینبؓ کو ام المؤمنین ہونے کے ساتھ یہ سعادت بھی میسر آئی کہ خدا تعالےٰ نے وحی کے ذریعے خود اُن کا نکاح رسول اللہؐ سے فرما دیا۔ اسی لیے حضرت زینبؓ فخر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُوسری بیویوں سے فرمایا کرتی تھیں۔

"تمہاری شادیاں تو تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری شادی سات آسمانوں پر سے خدا تعالےٰ نے فرمائی ہے۔"

غرض وہ اسی مبارک شادی کا ولیمہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کھانے کے لیے بُلایا تھا۔ صحابہؓ نے حضورؐ کے مکان پر آکر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ کوئی بھی ایسا نہیں رہا جو رسول اللہؐ کی اس دعوت میں نہ آگیا ہو۔ کھانا کھا لینے کے بعد کچھ صحابہ تو واپس چلے گئے مگر بہت سے مُسلمان وہیں بیٹھ کر باتوں میں لگ گئے۔ اسی طرح بہت دیر گزر گئی یہاں تک کہ حضورؐ کو تنگی پیش آنے لگی۔ آخر کچھ دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر حضرت عائشہ رضؓ کے پاس چلے گئے۔ پھر وہاں سے آپؐ اپنی دوسری ازواج کے پاس تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر وہاں تشریف لائے جہاں آپؐ کے مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر آپؐ نے دیکھا کہ اب بھی بعض مُسلمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مُسلمانوں کے اس طرح بیٹھے رہنے سے کافی تکلیف پیش آرہی تھی مگر آپؐ کے مزاج مبارک میں اس قدر حیاء، لحاظ و مروّت اور دوسروں کا ادب تھا کہ آپؐ کو مسلمانوں کو یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہُوا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کچھ فرمائے ہوئے پھر واپس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

اب مُسلمانوں کو اس کا احساس ہُوا کہ اُن کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی ہے اس لیے وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ حضورؐ کے خادم حضرت انسؓ وہاں موجود تھے وہ حضورؐ کو مُسلمانوں کے جانے کی خبر دینے کے لیے چلے مگر اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ

آیتیں پڑھتے ہوئے نکلے جن میں خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کو نبی کے گھر میں بہت بہت دیر تک بیٹھنے سے روکا تھا۔

پھر جیسے ہی آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپؐ نے فوراً کمرے کے دروازے پر چادر کھینچ کر پردہ کر دیا۔ اسی وقت سے پردہ کی ابتداء ہوئی اور عورتوں نے مَردوں سے چھپنا شروع کیا۔

اس طرح اسلام کی اس تعلیم نے عورتوں اور مردوں کے درمیان ایک زبردست احترام کی بُنیاد ڈالی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے دلوں میں پاکیزگی باقی رہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جُلنے کی وجہ سے بُرائیوں میں ہی نہ پڑ جائیں۔

اس آیت اور بعض دوسری آیتوں کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے عورتوں مردوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھل مل کر نہ رہیں عورتیں غیر مردوں کے سامنے اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کریں بلکہ صرف ان رشتہ داروں کے سامنے آئیں جن سے اسلام میں نکاح جائز نہیں ہے باقی تمام مردوں سے اُنہیں چھُپنا چاہیئے۔

اس کے بعد سے مُسلمان بغیر اجازت یا دعوت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر نہ جاتے اور جب جاتے تو وہ کام پُورا ہونے کے بعد فوراً واپس ہو جاتے جس کے لیے اُنہیں بلایا گیا ہوتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

۳

غزوۂ خندق اور بنی قریظہ میں فتح نصیب فرما کر اللہ تعالےٰ نے مُسلمانوں پر جو فضل و کرم فرمایا تھا اس سے اُن کے دلوں کو زبردست اطمینان حاصل ہُوا۔ بنی قریظہ کے مدینے سے نکل جانے کی وجہ سے ایک تو مدینہ یہودیوں اور اُن کی سازشوں سے پاک ہو گیا اور دوسرے اس غزوے میں خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کو بہت مالِ غنیمت عطا فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس مال میں سے پانچواں حصّہ غریبوں اور محتاجوں

کے لیے نکالا اور باقی تمام مال ان غازیوں کو تقسیم فرمایا جو غزوۂ بنی قریظہ میں شریک تھے۔ بنی قریظہ کے مردوں کو تو حضرت سعد ابن معاذ رضؓ کے فیصلے پر قتل کر دیا گیا تھا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان عورتوں میں سے کچھ کو رسول اللہ صؐ نے نجد کے علاقے میں بھیجا جہاں سے اُن کے بدلے میں گھوڑے اور ہتھیار منگائے تاکہ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کی فوجی طاقت بھی مضبوط رہے۔

اس طرح یہ زمانہ مسلمانوں نے بڑے سکون اور اطمینان کا گزارا۔ وہ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلسوں میں جاکر بیٹھتے اور آپؐ کی مبارک تعلیمات سُنتے جن سے اُن کے ایمان تازہ ہو جاتے اور ان کے سینے دینِ اسلام کی محبت سے بھر جاتے۔

لیکن خود حضورؐ اس اطمینان کے زمانے میں بھی دشمنوں کی طرف سے غافل نہیں رہتے تھے۔ بلکہ آپؐ اکثر اپنے جاسوس ان قبیلوں میں بھیجتے رہتے تھے جو مسلمانوں کے جانی دشمن تھے تاکہ بے خبری میں ایسے لوگ تیاری کر کے مُسلمانوں پر حملہ نہ کر دیں جس سے اُن کا امن وسکون تباہ ہو جائے۔

ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو بھی نہیں بھُولے تھے جنہوں نے دھوکہ دے کر آپؐ کے صحابہ کو نقصان پہنچایا تھا جیسے بنی لحیان کے لوگ۔ ایک دفعہ قبیلہ عضل وقارہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے تھے اور دھوکہ سے دس صحابہ کو اپنے ساتھ لے گئے تھے جن میں حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالافلح رضؓ اور حضرت خبیبؓ جیسے بزرگ صحابہ تھے۔ رسول اللہ صؐ نے ان لوگوں پر اعتبار کیا اور اپنے صحابہ کو تبلیغ کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ مگر بنی لحیان کے لوگوں نے رجیع کے مقام پر اچانک ان صحابہ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان صحابہ کو اس وقت سے "اصحاب رجیع" کہا جانے لگا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے ان صحابہ کا بے حد رنج تھا کیونکہ ان کو دھوکہ دے کر قتل کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کو بنی لحیان کی طرف سے بیحد غصّہ تھا اور آپؐ ان

سے اصحابِ رجیع کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

اسی لیے غزوۂ بنی قریظہ کے چھ مہینے بعد آپؐ دو سو صحابہؓ کا لشکر لے کر بنی لحیان کی طرف چلے۔ آپؐ نے مدینے میں حضرت ابنؓ ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔ آپؐ کے لشکر میں بیس گھوڑے تھے۔ بنی لحیان کا علاقہ مدینے اور مکّے کے درمیان تھا مگر آپؐ بجائے بنی لحیان کی طرف جانے کے مدینے سے شام کے راستے کو روانہ ہوئے۔ اس سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ سیدھے بنی لحیان کی طرف گئے تو وہ ہشیار ہو جائیں گے اور بستی چھوڑ کر کہیں چھپ جائیں گے اسی لیے آپؐ نے شام کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح کافی لمبا چکر لے کر آپؐ بنی لحیان کے راستے پر آئے اور اس کے بعد تیزی سے چلتے ہوئے غرّان کے مقام پر پہنچے۔ یہ بنی لحیان کی بستی تھی جو عسفان کے قریب تھی۔

ادھر بنی لحیان کے لوگوں کو رسولوں کی احتیاط کے بعد بھی معلوم ہو گیا کہ مُسلمان اُن پر چڑھائی کرنے آ رہے ہیں اس لیے وہ لوگ فوراً اُڈر کر وہاں سے بھاگ گئے اور اِدھر اُدھر کے پہاڑوں میں جا چھپے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غران پہنچے تو آپؐ نے دیکھا کہ ساری بستی ویران اور سنسان پڑی ہے۔ آپؐ سمجھ گئے کہ انہیں جاسوسوں نے مُسلمانوں کے آنے کی خبر دے دی ہے۔ آپؐ نے یہاں دو دن قیام فرمایا مگر دشمن کا کوئی آدمی سامنے نہیں آیا۔

اِدھر آپؐ نے یہاں سے اپنے صحابہ کے کئی دستے اِدھر اُدھر پہاڑیوں میں دشمن کو تلاش کرنے کے لیے بھیجے۔ ان دستوں میں سے آپؐ نے دس آدمیوں کی ایک ٹکڑی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں بھی بھیجی مگر کسی کو بھی لحیان کا کوئی آدمی نہیں ملا۔ پھر آپؐ یہاں سے عسفان کے مقام پر گئے اور وہاں سے واپس مدینے تشریف لے آئے۔ اس "غزوہ بنی لحیان" میں آپؐ کو چودہ دن لگے۔

مُسلمانوں کے دشمن ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح انہیں نقصان پہنچائیں۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بن لحیان سے واپس آئے کچھ ہی

دن گزرے تھے کہ قبیلہ غطفان کے لوگوں نے سر اٹھایا اُنہوں نے "ذی قرد" کے مقام پر لوٹ مار مچا دی۔ ذی قرد غطفان کے علاقہ میں ایک چشمہ تھا یہاں رسول اللہؐ کے اُونٹوں کی چراگاہ تھی۔

یہ لٹیرے عُیینہ ابن حصن کی کمان میں وہاں پہنچے۔ اس وقت وہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی اور اُن کے لڑکے اُونٹوں کی رکھوالی کر رہے تھے۔ یہ لٹیرے ایک دم وہاں پہنچے اور اُنہوں نے حضرت ابوذر رضؓ کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ پھر اُنہوں نے اُن کی والدہ کو گرفتار کیا اور اونٹوں کو اپنے ساتھ ہنکا لے گئے۔

اتفاق سے حضرت سلمہ ابن اکوع نے اِن لٹیروں کو دیکھ لیا، اُن کے پاس اس وقت تیر کمان موجود تھا۔ حضرت سلمہ رضؓ تیر اندازی میں بہت مشہور تھے اُنہوں نے جیسے ہی ان لٹیروں کو دیکھا فوراً زور زور سے شور مچا کر اعلان کر دیا۔ اس کے بعد وہ اکیلے ہی لٹیروں کے پیچھے دوڑے اور اُن پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ حالانکہ لٹیروں کی تعداد چالیس تھی اور حضرت سلمہ رضؓ اکیلے تھے، مگر وہ تیر برساتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

"میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دُودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے"

اِدھر حضرت سلمہ رضؓ کے چیخنے کی آواز مدینے تک پہنچی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن لی تھی اس لیے آپؐ نے فوراً مسلمانوں کو ہوشیار کیا۔ چنانچہ رسول اللہؐ کے اعلان پر کچھ ہی دیر میں گھوڑے سوار مسلمانوں کا ایک دستہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ آپؐ نے اس دستے کو حکم دیا کہ وہ دُشمن کا پیچھا کریں۔ چنانچہ فوراً یہ صحابہ لٹیروں کے پیچھے روانہ ہو گئے اور تیزی کے ساتھ چل کر انہیں جا لیا۔ لٹیروں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ لڑائی میں اُن کے دو آدمی قتل ہو گئے اور باقی لوگ حضرت ابوذر رضؓ کی بیوی کو اور حضورؐ کے اُونٹوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ادھر مدینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے

اور تیزی کے ساتھ چل کر باقی مسلمانوں سے جا ملے۔ مگر اس وقت تک پہلے آئے ہوئے دستے نے دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد کے ایک پہاڑ کے پاس قیام فرمایا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب مسلمان جمع ہو گئے تو حضرت سلمہؓ نے آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ اجازت دیں اور سو آدمی میرے ساتھ کر دیں تو میں اسی وقت جا کر دشمنوں پر چڑھائی کر دوں؟"

مگر آپؐ نے اس کو مناسب نہیں سمجھا اور یہ فرمایا۔

"ابن اکوع! جب تمہیں قابو حاصل ہو جائے تو نرمی اختیار کرو۔"

ادھر حضرت ابوذرؓ کی بیوی جن کو لٹیرے پکڑ کر لے گئے تھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر خدا تعالے نے مجھے اسی اونٹ پر بچا دیا تو میں اسے ذبح کروں گی۔"

یہ سن کر رسول اللہؐ مسکرائے اور آپؐ نے فرمایا۔

"تم اس کو بہت برا بدلہ دے رہی ہو حالانکہ خدا تعالے نے تمہیں اس اونٹنی پر سواری کرائی اور اسی پر تمہیں بچایا اب تم اس کو ذبح کرنا چاہتی ہو۔ برائی کی کوئی قسم، قسم نہیں ہوتی اور اس چیز کی منت بھی ٹھیک نہیں جس کی تم مالک نہیں ہو۔ یہ میرے اونٹوں میں کی اونٹنی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک دن اور ایک رات قیام کیا اور اس کے بعد واپس مدینے تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کا نام "غزوہ ذی قرد" ہے۔ اس میں دشمن کے دو آدمی مارے گئے اور ایک مسلمان حضرت محرز ابن فضلہ شہید ہوئے۔ اس غزوہ میں جاتے ہوئے رسول اللہؐ نے مدینے میں ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔

(سیرت حلبیہ، سیرت ابن ہشام)

۴

"غزوہ ذی قرد" سے واپس تشریف لانے کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کر رہے ہیں ان کا سردار حرث ابن ابوضرار تھا جو لشکر جمع کرنے کا کام کر رہا تھا اس نے بہت سے عربوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

جب رسول اللہ ص کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے تحقیق کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بنی مصطلق میں جا کر پتہ لگائیں۔ مگر دشمنوں میں بغیر کسی حیلے بہانے کے جانا خطرناک تھا اس لیے حضرت بریدہ رضؓ نے حضورؐ سے یہ اجازت لی کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ کوئی حیلہ کر کے دشمن کے چنگل سے نکل آئیں۔

اس کے بعد حضرت بریدہ رضؓ مدینے سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی مصطلق میں پہنچے، یہاں اُنہوں نے مشرکوں کا بہت بڑا مجمع دیکھا۔ جب یہ اُن کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے پُوچھا۔

"تم کون ہو ؟"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"تمہارا ہی آدمی ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے لشکر جمع کر رہے ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں اور پھر ہم سب ایک ہو کر حملہ کریں۔"

حارث ابن ابوضرار یہ سُن کر بہت خوش ہُوا اور کہنے لگا کہ بس پھر جلدی سے انتظام کرو۔ حضرت بریدہ رضؓ کو جو کچھ معلوم کرنا تھا وہ کر چکے تھے اس لیے انہوں نے وہاں سے نکلنے کے لیے حارث کو یہ جواب دیا۔

"میں ابھی جا رہا ہوں اور اپنی قوم کا ایک بہت بڑا لشکر لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ سن کر بنی مصطلق کے لوگ خوش ہو گئے اور اس لشکر کا انتظار کرنے لگے۔

اِدھر حضرت بریدہؓ وہاں سے سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ دیکھ کر آئے تھے وہ آپؐ کو بتایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنی مصطلق سے اُنہی کی بستیوں میں جا کر جنگ کریں۔ آپؐ نے فوراً لشکر کے تیار ہونے کا اعلان کرایا۔ مسلمان ہر وقت ہی خدا تعالےٰ کے راستے میں جانیں دینے کے لیے تیار رہتے تھے اس لیے اُنہوں نے فوراً ہی تیاری شروع کر دی، یہاں تک کہ بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ آخر شعبان ۵ھ کے شروع میں آپؐ لشکر کے ساتھ بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ نے مدینے میں حضرت ابوذر غفاری رضؓ کو قائم مقام بنایا۔ اس لشکر میں تیس گھوڑے تھے جن میں سے دس مہاجروں کے اور بیس انصاریوں کے تھے۔

اس دفعہ منافق بھی بڑھ چڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جن میں عبداللہ ابن ابی بھی تھا۔ مگر ان کا مقصد جہاد کرنا یا اسلام کا بچاؤ کرنا نہیں تھا بلکہ یہ صرف اس لیے ساتھ ہو لئے تھے کہ بنی مصطلق کا علاقہ مدینے سے کچھ زیادہ دُور نہیں تھا اس لیے انہیں لالچ ہوا کہ ہم ساتھ ہوں گے تو جنگ کے بعد مالِ غنیمت ملے گا۔

حضورؐ کی عادت تھی کہ آپؐ جب کبھی کسی غزوے کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو ساتھ رکھتے تھے اس دفعہ آپؐ کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ تھیں۔

مسلمانوں کا لشکر مدینے سے چل کر راستے میں ایک جگہ ٹھہرا تو یہاں بنی مصطلق کا ایک جاسوس مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ اس کو حارث نے حضورؐ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ مسلمان اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے اس سے دشمن کی خبریں معلوم کرنی چاہئیں مگر اُس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر اس نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ آخر آپؐ نے حضرت عمر رضؓ کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں اس لیے کہ وہ جاسوس

تھا جس کی سزا موت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مار دی۔ اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر آگے روانہ ہو گیا۔

ادھر بنی مصطلق کے سردار حارث کو کسی طرح یہ خبر مل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی مصطلق کے مقابلے کے لیے لشکر لے کر آ رہے ہیں۔ ساتھ ہی انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں نے ان کے جاسوس کو قتل کر دیا ہے۔ اس خبر سے مشرکوں کے سارے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ بہت سے عرب جو حارث نے ادھر ادھر کے قبیلوں سے جمع کئے تھے مسلم لشکر کی خبر سن کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بنی مصطلق کو عین وقت پر تنہا چھوڑ گئے۔ (سیرت حلبیہ)

۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ "مریسیع" کے مقام پر پہنچ گئے اور آپؐ نے یہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ مریسیع ایک چشمے کا نام تھا۔ یہ علاقہ بنی مصطلق کا تھا اور یہیں ان کے ٹھکانے تھے۔ یہاں پہنچ کر صحابہ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خیمہ نصب کیا جس میں آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ ٹھہر گئے۔

اب مسلمانوں نے حملہ کرنے کی تیاری شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجروں کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصاریوں کا علم حضرت سعد ابن عبادہ رضؓ کو عنایت فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ جنگ اور خوں ریزی نہ ہو۔ مگر آپؐ کے دشمن مسلمانوں کی اور اسلام کی ترقی اور عروج دیکھ دیکھ کر جلتے تھے۔ انہیں ایک طرف مسلمانوں کے اسلام سے پہلے کا زمانہ یاد آتا اور دوسری طرف ان کی آج کی ترقی اور دین داری اور آپس کا بھائی چارہ دیکھتے تو ان کے سینے حسد سے بھر جاتے پھر اسی جلن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ساتھ چھیڑیں کرتے ان

کے مال اور مویشی لوٹ لیتے، کبھی اُن کے بے گناہ آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ جب رسول اللہؐ یہ دیکھتے کہ مسلمانوں کے دین اور اُن کی پُرامن زندگی کو خطرہ پیش آرہا ہے تو آپؐ اس کی حفاظت کے لیے تلوار اُٹھاتے۔ اس طرح آپؐ جنگ میں پہل نہیں فرماتے تھے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے بچاؤ کے لیے میدان میں آتے تھے مگر یہاں بھی آپ پہلے دشمن کو دعوت دیتے کہ وہ اسلام قبول کرلیں تاکہ وہ دُوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھائی بھائی بن کر رہیں۔ اور خون ریزی نہ ہو۔ جب دُشمن اس سے انکار کر دیتا تو آپؐ پھر جنگ کا حکم دیتے تھے۔

اس وقت بنی مصطلق کے ساتھ لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُن سے کہو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیں تاکہ ان کا جان و مال بچ جائے۔ حضرت عمرؓ نے بنی مصطلق سے یہ بات کہی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

اس کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلے دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ آخر کچھ دیر بعد آپؐ نے صحابہ کو عام حملے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی سب مسلمانوں نے بہت سختی کے ساتھ بھرپور حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ دُشمن کے پیر اکھڑ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ مشرکوں کے دس آدمی قتل ہوئے اور باقی تمام مرد و عورت اور بچے گرفتار ہو گئے۔

اس غزوے کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو زبردست مالِ غنیمت عطا فرمایا۔ اس دفعہ قیدیوں کی تعداد بھی بے شمار تھی اور مالِ غنیمت میں دو ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں۔ مسلمان خداوند تعالےٰ کے اس انعام پر بے حد خوش تھے۔

لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو زبردست فتح اور خیر و برکت عطا فرمائی اور دشمنوں کو بدترین شکست دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ ابھی تک مریسیع کے مقام پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔

صحابہ مریسیع کے چشمے سے پانی لے رہے تھے ان میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے

غلام جہجاہ ابنِ مسعود بھی تھے۔ پانی لیتے ہوئے جہجاہ کا ایک انصاری مُسلمان سے جھگڑا ہو گیا۔ بات بڑھ گئی اور یہ دونوں مُسلمان مار پیٹ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ انصاری مُسلمان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لیے پُکارا۔ اس پر جہجاہ نے اپنی مدد کے لیے مہاجروں کو پُکارا۔ ان آوازوں پر فوراً مہاجر اور انصاری وہاں پہنچ گئے۔ مگر اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لائے اور آپؐ نے اس جھگڑے کو ختم کرایا۔

یہ معاملہ تو یہاں ختم ہو گیا مگر اس دفعہ مُسلمانوں کے ساتھ بہت سے منافق بھی آئے تھے جن میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن اُبی بھی تھا وہ اس وقت کچھ اپنے آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا کہ اُسے اس جھگڑے کا حال معلوم ہوا۔ وہ تو ایسی باتوں کی تلاش میں ہی رہتا تھا جن سے مُسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے اس لیے اس نے فوراً نہایت غضب ناک ہو کر کہا۔

"یہ مہاجر ہم میں آ کر گھس گئے اور ہم پر بڑوں کی یہ کہاوت صادق ہو گئی کہ کُتے کو کھلا پلا کر موٹا کیا تو وہ پہلے مالک پر ہی جھپٹا۔ مگر اب خدا کی قسم! مدینے میں جو بھی باعزّت لوگ ہوں گے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔"

اس کے بعد ابن اُبی اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں پر برسنے لگا۔

"یہ سب تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ تم نے ان مہاجروں کو اپنے گھروں میں بھی گھسا لیا اور اپنا مال و دولت بھی ان کو بانٹ دیا۔ خدا کی قسم! اگر تم اپنی دولت اُن کو نہ دیتے تو یہ دوسرے شہروں کو چلے جاتے۔"

اس طرح کی باتیں کر کے ابن اُبی چاہتا تھا کہ مدینے کے لوگ بھڑک اُٹھیں اور مہاجروں پر چڑھ دوڑیں۔ جس وقت وہ یہ باتیں کر رہا تھا اس وقت یہیں حضرت زید ابن ارقم بھی بیٹھے ہوئے سُن رہے تھے۔ یہ ایک نوجوان لڑکے تھے مگر سچے اور پکّے مسلمان تھے۔ اُنھوں نے یہ باتیں سُنیں تو اُن کو بہت غصّہ آیا۔ مگر یہ وہاں سے اُٹھ کر سیدھے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ کے پاس کچھ مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے

ہوئے تھے۔ حضرت زید رضؓ نے آکر یہ ساری بات حضورؐ کو بتا دی۔ آپؐ کو اس خبر سے بہت تکلیف ہوئی اور غصہ آیا۔ مگر آپؐ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا۔

"شاید تمہیں اس کی طرف سے غصہ ہے"

حضرت زیدؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم! یا رسول اللہ! میں نے اُس کے مُنہ سے یہ باتیں سُنی ہیں"

رسول اللہ صلعم نے پھر فرمایا۔

"شاید تمہارے سُننے میں غلطی ہوئی ہو!"

اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ابن ابیٔ کی اس بات سے رسول اللہ صلعم کو بے حد تکلیف پہنچی ہے اس لیے انہوں نے غضبناک ہو کر عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیجئے کہ وہ ابن ابیٔ کی گردن مار دے"

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"نہیں عمر! لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ تم کوچ کا اعلان کر دو!"

اسی وقت کوُچ کا اعلان ہو گیا اور صحابہ چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ بات ابھی تک سب کو معلوم نہیں ہوئی تھی کہ عبداللہ ابن ابیٔ نے کیا شرارت کی ہے اس لیے سب مُسلمانوں کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے اچانک کوُچ کا ارادہ کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ یہ دوپہر کا وقت تھا اور سخت دھوپ ہو رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی یہ عادت تھی کہ آپؐ ایسے وقت میں کوچ کا حکم دیتے تھے جو ٹھنڈا ہو۔ اس طرح ابن ابیٔ کی اس حرکت کی وجہ سے آپؐ نے عادت کے خلاف چلنے کا اعلان کرایا تاکہ لوگوں کا دھیان بٹ جائے۔

صحابہ نے جلدی جلدی تیاری کی اور پھر اسی گرمی اور دھوپ کے وقت ہی "مریسیع" سے روانہ ہو گئے۔ سب مُسلمانوں کو حیرت ہو رہی تھی مگر وہ جانتے تھے کہ اس میں خدا

کی طرف سے کوئی زبردست بھلائی پوشیدہ ہوگی۔ چلتے ہوئے راستے میں ایک جگہ حضرت اسید ابن حضیر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپؐ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہؐ! آج آپؐ نے ایسے سخت وقت میں کوچ کیا جس میں کبھی آپؐ روانہ نہیں ہوتے تھے!"

آپؐ نے فرمایا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا ہے؟"

حضرت اسید کو اب تک اس واقعہ کا پتہ نہیں تھا اس لیے انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ اُس نے کیا کہا ہے؟

تب آپؐ نے فرمایا۔

"اس کا خیال ہے کہ جب وہ مدینے پہنچ جائے گا تو جو عزت والا ہے وہ اُسے وہاں سے نکال باہر کرے گا"

حضرت اُسید ابن حضیر نے فوراً جواب دیا۔

"تب تو یارسول اللہؐ! آپ چاہیں تو اُسے وہاں سے نکال باہر کیجئے اس لیے کہ خدا کی قسم! وہی ذلیل ہے اور آپؐ عزت والے ہیں"

اِدھر کچھ انصاری مسلمانوں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ عبداللہ ابن ابی کے پاس گئے اور اُس سے کہنے لگے۔

"اگر تم نے یہ بات کہی ہے تو رسول اللہؐ کے پاس جا کر اس کا اقرار کرلو تاکہ حضورؐ خدا تعالیٰ سے دعا کرکے تمہیں معاف کرادیں۔ تم جھوٹ بولو گے تو خدا حضورؐ کو وحی کے ذریعہ اصل بات بتادے گا اور اگر تم نے یہ بات نہیں کہی ہے تو رسول اللہؐ کے پاس جا کر اپنی صفائی پیش کردو اور حلف اٹھاؤ"

ابن ابی نے فوراً جھوٹ بول دیا اور قسم کھا کر اس بات سے انکار کر دیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے بھی جھوٹا حلف اٹھا کر انکار

کردیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ حلف اٹھانے پر مسلمانوں کو یقین آگیا کہ ابن ابی سچ کہہ رہا ہے۔ اب صحابہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو الزام دینے لگے کہ وہ بچہ ہے اس نے غلط سنا ہوگا۔ حضرت زید رضؓ کو اس بات کا بہت رنج تھا کہ لوگ انہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں اس لیے انہوں نے خدا تعالےٰ سے دعا کی کہ وہ اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائے اور میری بات کی تصدیق کر دے۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت زید رضؓ کی دعا قبول فرمائی اور ابن ابی کے متعلق اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرما کر جھوٹ اور سچ کھول دیا۔

مسلمانوں کا لشکر تیزی کے ساتھ مدینے کی طرف چلا جا رہا تھا۔ سب اس قدر تیزی کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں صرف سونے یا کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ہی رکتے تھے۔ ایک روز حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قریب ہی چل رہے تھے کہ آپؐ نے مزاحاً ان کا کان پکڑ کر فرمایا۔

"کان کھول کر سنو لڑکے! خدا تعالےٰ نے تمہاری بات کی تصدیق کر دی اور منافقوں کا جھوٹ کھول دیا ہے۔"

اس طرح ابن ابی کی دغابازی اور جھوٹ اور حضرت زید ابن ارقم کی سچائی اور خلوص سب کے سامنے آگیا۔ مسلمانوں کے سامنے جب ابن ابی کے جھوٹ کی پول کھل گئی تو انہیں خیال ہوا کہ شاید حضورؐ اس کے قتل کا حکم دیں گے۔ ادھر اس وحی کے بعد لوگ ابن ابی کے پاس جا جا کر اسے لعنت ملامت کرنے لگے۔

عبداللہ ابن اُبی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا مگر حضرت عبداللہ نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے انہیں بھی یہ ساری بات معلوم ہوگئی تھی۔ ادھر انہوں نے یہ بھی سنا تھا کہ حضرت عمر رضؓ نے رسول اللہؐ سے ابن ابی کی گردن مارنے کے لیے کہا تھا۔ اس لیے انہیں خیال تھا کہ شاید حضورؐ ان کے باپ کو قتل کرنے کا حکم دیں گے اسی وجہ سے وہ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ میرے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر

آپؐ اس کا فیصلہ کر چکے ہیں تو مجھے حکم دیجئے کہ میں آپؐ کی اس مجلس سے اُٹھنے سے بھی پہلے اُن کا سر لاکر آپ کو پیش کر دوں۔ اگر آپؐ نے میرے سوا کسی دوسرے کو میرے باپ کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے اُنہیں قتل کر دیا تو شاید میں باپ کے قاتل کو زندہ نہیں دیکھ سکوں گا بلکہ اُسے بھی قتل کر دوں گا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ میرے ہاتھوں ایک مشرک کے بدلے ایک مومن قتل ہو جائے گا اور میں دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر یہ وقت بہت سخت تھا کہ ایک طرف تو خدا اور رسولؐ پر اپنا ایمان اور دوسری طرف اپنے باپ کی محبت! رسول اللہؐ نے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پھر فرمایا۔

"میرا اُسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور نہ میں نے کسی کو اس کے قتل کا حکم دیا ہے بلکہ جب تک وہ ہمارے درمیان ہے ہم اس کے ساتھ اچھا معاملہ کریں گے۔"

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کی اتنی بڑی شرارت کے باوجود اُس کو معاف کر دیا اور اُس کے ساتھ اچھا معاملہ فرمایا۔

(روض الانف، سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ)

عبداللہ ابن اُبی کی اس شرارت کی وجہ سے ہی یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی لشکر کے کوچ کا اعلان کرا دیا تھا تاکہ لوگوں کا دھیان اس طرف سے ہٹ جائے اور اس کے بعد آپؐ اس قدر تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ رات اور دن چلتے رہے، صرف کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ہی لشکر رُکتا تھا ورنہ آپؐ پڑاؤ کا حکم نہیں دیتے تھے۔

اسی سفر میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ چلتے چلتے جب لشکر مدینے کے قریب پہنچا تو آپؐ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ مسلسل چلنے کی وجہ سے سب مسلمان بہت زیادہ

تھکے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے جلدی جلدی خیمے لگائے اور آرام کرنے لگے۔ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت رسول اللہؐ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے پڑاؤ سے کافی دور چلی گئی تھیں۔ وہ اپنے گلے میں موتیوں کا ایک ہار پہنے ہوئے تھیں۔ جب ضرورت سے فارغ ہو کر وہ لشکر میں واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کے گلے میں ہار نہیں ہے وہ سمجھ گئیں کہ جہاں میں قضاء حاجت کو گئی تھی وہیں گر گیا ہو گا۔ اس وقت قافلہ کوچ کی تیاری کر رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ ہار ڈھونڈنے کے لیے پھر اسی جگہ واپس آگئیں۔ وہاں ہار مل گیا مگر وہ ٹوٹ گیا تھا اور اس کے موتی بکھر گئے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ کو ان کے چُننے میں دیر ہو گئی۔ اس کے بعد جب وہ واپس پڑاؤ کی جگہ آئیں تو وہاں اُنہیں کوئی بھی نظر نہیں آیا کیونکہ لشکر اس عرصے میں کُوچ کر کے جا چکا تھا۔

ادھر قافلے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنے اونٹ پر ہودج کے اندر بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ اونٹ لشکر کے بیچ میں چل رہا تھا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمے کے اندر رہتی تھیں۔ جب چلنے کا وقت ہوتا تھا تو رسول اللہؐ کی زوجہ محترمہ کا ہَودج اُٹھانے والے ہَودج لاکر خیمہ کے دروازہ سے ملا کر رکھ دیتے تھے وہ پردے کے پیچھے سے اس میں بیٹھ جاتی تھیں اس کے بعد لوگ ہَودج اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے اور روانہ ہو جاتے تھے۔

اس مرتبہ بھی یہی ہُوا کہ ہَودج اُٹھانے والوں نے اُسے لاکر حضرت عائشہؓ کے خیمے سے ملا کر رکھ دیا اور کچھ دیر بعد اُسے اُٹھا کر اُونٹ پر کس دیا۔ حضرت عائشہ رضؓ بہت دُبلی پتلی تھیں اور وزن میں بھی ہلکی تھیں اس لیے اٹھانے والوں کو اس کا اندازہ نہیں ہُوا کہ ام المؤمنین اس میں موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد اُنہوں نے خیمہ اکھاڑا اور تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضؓ سمجھ گئیں کہ ہَودج اُٹھانے والوں کو دھوکہ ہُوا ہے۔ اس کے بعد اُنہیں یقین ہو گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو

فوراً یہیں آدمی بھیجیں گے اور تلاش کرائیں گے۔

اس خیال کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ کو اطمینان ہو گیا اور وہ وہیں ایک جگہ چادر تان کر لیٹ گئیں اور تلاش میں آنے والوں کا انتظار کرنے لگیں۔

حضرت صفوان ابن معطل سُلمی اس قافلے کے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ اگر قافلے والوں کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو وہ اُسے اُٹھا کر اس کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ وہ اپنے اُونٹ پر سوار تھے۔ وہ اُس پڑاؤ کی جگہ بھی آئے تاکہ دیکھ لیں کہ کسی کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ یہاں اچانک اُن کی نظر حضرت عائشہ رضؓ پر پڑی جو زمین پر لیٹی ہوئی تھیں۔ حضرت صفوان نے پردہ کے حکم سے پہلے ام المؤمنین کو دیکھا تھا اس لیے وہ فوراً پہچان گئے اور انتہائی حیرت کے عالم میں اُنہوں نے کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا آپ پر رحم کرے آپ کیسے پیچھے رہ گئیں؟

اس کے بعد حضرت صفوان نے فوراً اپنا اُونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس لا کر بٹھایا اور کہا۔

"سوار ہو جائیے"

یہ کہہ کر خود حضرت صفوان وہاں سے ذرا فاصلے پر جا کے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت عائشہ رضؓ اُونٹ پر سوار ہو گئیں تو وہ آئے اور اُونٹ کی مہار پکڑ کر تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تاکہ لشکر کے ساتھ جا ملیں۔ مگر لشکر بہت تیزی سے گیا تھا اس لیے وہ پہلے ہی مدینے کے سامنے پہنچ کر ٹھہر چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت صفوان اونٹ کو ہنکاتے ہوئے پہنچے جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ عبد اللہ ابن ابیُ لشکر سے الگ اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا۔ سب سے پہلے اُن پر اس کی نظر پڑی اس کے بعد مُسلمانوں کو معلوم ہُوا کہ حضرت عائشہ رضؓ لشکر سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ رسول اللہؐ کے پاس پہنچ کر اُنہوں نے آپؐ کو اپنے پیچھے رہ جانے کا سبب بتایا اس کے بعد قافلہ یہاں سے چل کر مدینے میں داخل ہُوا۔

غزوۂ بنی مصطلق میں بہت زبردست مالِ غنیمت ملا تھا۔ اس میں سینکڑوں قیدی

بھی تھے جو مسلمانوں کے غلام اور باندیاں بن گئے تھے۔ ان قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ یہ ایک مسلمان حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ حضرت جویریہ نے چاہا کہ وہ حضرت ثابت کو اپنی قیمت دے کر غلامی سے چھٹکارا پالیں۔ انہوں نے حضرت ثابتؓ سے کہا تو وہ تیار ہو گئے۔ اب حضرت جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تاکہ آپؐ سے معاوضہ کے متعلق مدد لیں۔ حضرت جویریہ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔

"میں بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہوں، مجھ پر جو مصیبت آئی وہ آپؐ کو معلوم ہے۔ میں ثابت ابن قیس کے حصے میں آئی ہوں اب میں چاہتی ہوں کہ اپنی جان کی قیمت دے کر آزاد ہو جاؤں۔ اب اس کے لیے آپؐ سے مدد مانگنے آئی ہوں"۔

رسول اللہؐ نے یہ سن کر فرمایا۔

"اگر تمہارے لیے اس سے بھی اچھی صورت ہو تو کیا تم اُسے قبول کرو گی؟"

حضرت جویریہ نے پوچھا۔

"وہ کیا ہے یا رسول اللہؐ!"

آپؐ نے فرمایا۔

"میں تمہاری قیمت ادا کر دوں اور تم میرے ساتھ نکاح کر لو"۔

حضرت جویریہ نے اس مبارک صورت کو قبول کر لیا۔ حضرت جویریہ مسلمان ہو چکی تھیں۔ حضورؐ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور اس طرح رسول اللہؐ نے اُن کا اور اُن کے قبیلے کا درجہ بڑھا دیا کہ حضرت جویریہ کو باندیوں کی صف سے نکال کر اُمت کی ماں بنا دیا اور بنی مصطلق کے لوگوں کو قیدیوں کی صف سے نکال کر نبی کے سسرالی رشتہ دار بنا دیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو اُنہوں نے ان قیدیوں کو آزاد کر دیا جو غزوۂ بنی مصطلق میں اُن کو ملے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"اب یہ لوگ رسول اللہؐ کے سسرالی ہیں"۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جویریہ رضؓ کو اپنے نکاح میں لاکر اُن کے پورے قبیلے کے لیے خیر و برکت کے دروازے کھول دیئے۔ اسی لیے حضرت عائشہ رضؓ حضرت جویریہؓ کے متعلق فرمایا کرتی تھیں ۔

”جتنی جویریہؓ اپنی قوم کے لیے خیر و برکت کا باعث ہوئیں اتنی میرے نزدیک کوئی دوسری عورت نہیں ہوئی ۔

(سیرت حلبیہ ، سیرت ابن ہشام ، الہدایہ والنہایہ)

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی میں حضرت عائشہ رضؓ لشکر سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ بعد میں اُنہیں حضرت صفوان ابن معطل لے کر آئے تھے جب وہ حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ لشکر میں پہنچے تھے تو سب سے پہلے اُن پر عبداللہ ابن ابیُ کی نظر پڑی تھی جو منافقوں کا سردار تھا۔

عبداللہ ابن ابیُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور مسلمانوں کا دشمن تھا اُس کو یہ موقعہ ہاتھ آگیا اور اُس نے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت صفوان رضؓ کے متعلق بے ہودہ باتیں بکنی شروع کر دیں۔ اس نے دونوں پہ تہمت لگائی اور اس بات کو سارے مدینہ میں پھیلانا شروع کر دیا۔ مُسلمانوں نے بھی یہ افواہیں سُنیں مگر وہ سمجھ گئے کہ یہ سب منافقوں کی بکواس ہے۔ لیکن ان میں چند مسلمان ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ افواہیں پھیلانے میں حصّہ لیا۔

ان مسلمانوں میں ایک تو اسلامی شاعر حسان ابن ثابت تھے دوسرے مسطح ابن اثاثہ تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتے دار تھے اور تیسری حمنہ بنت حجش تھیں۔ یہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت حجش کی بہن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبتی بہن تھیں ۔

ادھر بنی مصطلق سے واپس آنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت خراب

ہوگئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر اپنے حُجرے میں بیمار پڑی ہوئی تھیں۔ اُن کی بیماری کی وجہ سے ان کی والدہ بیٹی کے پاس آگئی تھیں اور وہی اُن کی تیمارداری کر رہی تھیں۔ بنی مصطلق سے واپس آئے کافی دن گزر چکے تھے اور جبھی سے یہ افواہیں پھیل رہی تھیں مگر حضرت عائشہ رضؓ کو اب تک کچھ پتہ نہیں تھا کہ لوگ اُن کے بارے میں کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ اُن کی والدہ حضرت اُمّ رومان یہ افواہیں سُن چکی تھیں مگر انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان افواہوں کا پتہ نہیں چلا مگر کچھ دن بعد یہ باتیں آپؐ تک بھی پہنچ گئیں۔ اس خبر سے آپؐ کو بے حد صدمہ اور افسوس ہُوا۔ آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کی عفّت اور پاک دامنی کو بھی جانتے تھے اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی پاکیزگی اور تقوے کو بھی جانتے تھے مگر دوسری طرف یہ افواہیں تھیں اس لیے آپؐ حیران تھے کہ کس پر بھروسہ کریں۔

رسول اللہؐ اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرما سکتے تھے مگر حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ آپؐ کے معاملہ میں فرق آگیا تھا۔ حالانکہ آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبّت فرماتے تھے لیکن اب ام المؤمنین کی بیماری کے زمانہ میں بھی آپؐ جب ان کی مزاج پرسی کے لیے جاتے تو صرف خیریت پوچھ کر واپس تشریف لے آتے۔

حضرت عائشہ رضؓ کو اب تک اصل بات کا پتہ نہیں تھا اس لیے حضورؐ کے اس بدلے ہوئے معاملے سے اُنہیں تعجّب بھی ہو رہا تھا اور رنج بھی، اس کا ان پر اتنا اثر ہُوا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن کی مزاج پُرسی کے لیے تشریف لائے تو اُمّ المؤمنین نے عرض کیا۔

"اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اپنی والدہ کے گھر چلی جاؤں وہ میری تیمارداری کر لیں گی۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

اس کے بعد حضرت عائشہؓ اپنے میکے آ گئیں جہاں اُن کی والدہ ان کی دیکھ بھال کرتی رہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہ اُن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کیوں بدل گیا ہے۔

ادھر رسول اللہؐ کو ان افواہوں کی وجہ سے بہت صدمہ تھا۔ کیونکہ اس بارے میں اب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف منافقوں نے ان باتوں کو اتنا اُچھالا تھا کہ یہ سارے مدینے میں پھیل گئی تھیں۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مسجد نبویؐ میں مسلمانوں کو خطبہ دیا جس میں آپؐ نے پہلے خدا تعالےٰ کی حمد بیان کی اور پھر فرمایا۔

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں اور اُن پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ خدا کی قسم! مَیں نے اُن میں خیر اور بھلائی ہی پائی ہے۔ یہ لوگ اس شخص کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں جس میں مَیں نے خیر ہی خیر پائی ہے جو کبھی میرے گھر میں میرے بغیر نہیں جاتا۔"

اسی وقت قبیلہ اوس کے سردار حضرت اُسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! اگر وہ لوگ ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں تب تو ہم ہی آپؐ کی طرف سے ان سے نمٹ لیں گے اور اگر وہ قبیلہ خزرج کے ہمارے بھائیوں میں سے ہیں تب بھی آپ ہمیں حکم دیجئے اس لیے کہ خدا کی قسم وہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کی گردنیں مار دی جائیں۔"

افواہیں پھیلانے والے اکثر لوگ قبیلہ خزرج کے ہی تھے۔ ادھر حضرت اسید ابن حضیر نے تقریر میں یہ کہا کہ اگر وہ لوگ قبیلہ خزرج کے ہوئے تو ہم ان کی گردن ماردیں گے۔ اس پر خزرج کے سردار کو غصّہ آگیا اور اُنہوں نے حضرت اُسید کو ڈانٹا۔ یہاں تک کہ بات بہت بڑھ گئی اور اس کا ڈر ہوا کہ کہیں ان دونوں قبیلوں میں جنگ نہ چھڑ جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دیا۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اس معاملے میں اپنے بعض خاص اور قریبی صحابہ سے مشورہ فرمائیں۔ اس خیال سے آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہ ابن زید کو بلایا۔ جب آپؐ نے انہیں یہ بات بتا کر اُن کا خیال معلوم کیا تو حضرت اُسامہ نے فوراً حضرت عائشہ رضؓ کی بہت زیادہ تعریف کی اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ ؐ! آپؐ کے گھر والوں میں ہمیشہ خیر اور بھلائی دیکھی گئی ہے۔ یہ باتیں جھوٹ اور بہتان ہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ؐ! آپؐ کے لیے عورتیں بہت ہیں۔ آپؐ چاہیں تو کسی اور سے نکاح کر سکتے ہیں۔ آپؐ ان کی باندی سے پوچھیے وہ آپؐ کو سچ سچ بتا دے گی۔"

رسول اللہ ؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی بُریرہ کو بلایا۔ حضرت علیؓ نے اس سے بہت سختی کے ساتھ پُوچھا اور کہا کہ رسول اللہ ؐ سے سچ بات بتا۔ مگر بریرہ حضرت عائشہ رضؓ کی تعریف ہی کرتی رہیں۔ وہ صرف یہی کہتیں۔

"خدا کی قسم! مَیں عائشہؓ میں خیر اور بھلائی ہی دیکھتی ہوں۔ مَیں اُن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں دیکھتی کہ جب میں آٹا پیس کر اُنہیں نگرانی کے لیے کہہ جاتی ہوں تو وہ سو جاتی ہیں اور بکری آکر اُسے کھا جاتی ہے۔"

یعنی وہ تو اتنی سیدھی ہیں کہ اُنہیں آٹے دال کی خبر نہیں وہ ایسی چالاکی ہرگز نہیں کر سکتیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوروں سے بھی تحقیق کی مگر ہر ایک نے حضرت عائشہ رضؓ کی پارسائی کا ہی دم بھرا۔ آخر رسول اللہ ؐ نے ارادہ فرمایا کہ اب آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جائیں اور خود اُنہی سے بات کریں۔

اِدھر اب حضرت عائشہ رضؓ کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ لوگ ان کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک روز جبکہ ان کی طبیعت اچھی ہو گئی تھی وہ ام مسطح کے ساتھ اپنی ایک ضرورت سے جا رہی تھیں۔ ام مسطح کے بیٹے (یعنی مسطح) خود بھی افواہیں پھیلانے میں شریک تھے

اس لیے ام مسطح نے بیٹے کا نام لے کر انہیں بُرا کہا کیونکہ مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتے دار تھے اور اُن کا خرچ حضرت ابوبکر رضؓ ہی اُٹھاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے ام مسطح کو منع کیا کہ تم ایسے مہاجر کو کیوں بُرا کہہ رہی ہو جو غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوا ہے۔ ام مسطح نے حیرت سے کہا کہ کیا تمہیں بات کا پتہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پُوچھا۔

"کیا بات ہے ؟"

تب ام مسطح نے اُنہیں ساری بات بتائی۔ یہ اچانک خبر سُن کر حضرت عائشہ رضؓ حیرت سے اُن کا مُنہ دیکھتی رہ گئیں۔ اس کا ان پر اتنا اثر ہُوا کہ ان کی بیماری دوبارہ لوٹ آئی۔ وہ فوراً اپنے گھر واپس آگئیں۔ اس صدمے کی وجہ سے وہ روتے روتے نڈھال ہو گئیں۔ اب وہ سمجھ گئی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بے رُخی کس وجہ سے ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فوراً اپنی والدہ ام رومان کے پاس گئیں اور اُن سے رو کر شکایت کرنے لگیں۔

"خدا تعالےٰ آپ کو معاف فرمائے! لوگ کیا کیا باتیں کہہ رہے ہیں اور آپ نے مجھ سے کچھ بتایا تک نہیں۔"

حضرت ام رومان نے ان کو بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آکر بیٹی کو سمجھانے لگے مگر حضرت عائشہ رضؓ مسلسل روئے جا رہی تھیں۔ اُنہوں نے ساری رات اسی طرح روتے روتے گزار دی۔

صُبح ہو گئی مگر حضرت عائشہ رضؓ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں سوئیں، وہ برابر روئے جا رہی تھیں۔ ان کے پاس ان کے ماں باپ بھی بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ آپؐ نے بیٹھنے کے بعد پہلے خدا کی حمد بیان کی اور پھر فرمایا۔

"عائشہ! لوگ جو باتیں کہہ رہے ہیں وہ تم سُن چکی ہو۔ اس لیے خدا تعالےٰ سے ڈرو اور لوگ جو باتیں کہہ رہے ہیں اگر اُن میں سے کوئی بُرائی تم سے ہو گئی ہے تو خدا

سے توبہ کرو۔ بے شک خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری کی فوراً ہی حضرت عائشہ رض میں اپنی پاکیزگی کی وجہ سے اپنی برأت کرنے کی طاقت پیدا ہوگئی۔ ان کے آنسو ایک دم تھم گئے اور انہوں نے اس امید میں اپنے والدین کی طرف دیکھا کہ شاید وہ رسول اللہؐ کو کچھ جواب دیں۔ مگر وہ دونوں خاموش تھے۔ آخر حضرت عائشہ رض نے اُن سے پوچھا۔

"کیا آپ جواب نہیں دیں گے؟"

اُنہوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! ہم حیران ہیں کیا جواب دیں!"

جب حضرت عائشہ رض نے اپنے ماں باپ کو خاموش دیکھا تو اُن کی آنکھیں پھر ڈبڈبا آئیں اور وہ پھر رونے لگیں مگر پھر فوراً ہی انہوں نے خود ہی رسول اللہؐ کو جواب دیا۔

"خدا کی قسم! جس بات کا آپؐ نے تذکرہ کیا ہے میں اُس کے متعلق خدا کے سامنے ہرگز توبہ نہیں کروں گی کیونکہ خدا کی قسم جو باتیں لوگوں کی زبانوں پر ہیں اگر میں نے اُن کا اقرار کر لیا او خدا جانتا ہے کہ میں اُن سے بری ہوں۔ تو یہ ایسی بات کا اقرار ہوگا کہ جو بے اصل ہے اور اگر میں ان باتوں کا انکار کروں گی تو آپؐ یقین نہیں کریں گے۔"

حضرت عائشہ رض ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو جائیں اور پھر انہوں نے کہا۔

"لیکن میں صرف اتنا ہی کہوں گی جتنا یوسفؑ کے والد نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ (ترجمہ) سو (اخیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بنا رہے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی مدد کرے۔"

مگر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رض کی مدد فرمائی کیونکہ اسی وقت رسول اللہؐ پر وہی کیفیت پیدا ہوگئی جو وحی نازل ہونے کے وقت ہوا کرتی تھی۔ فوراً ہی آپؐ پر چادر ڈال دی گئی اور سر مبارک کو تکیئے سے سہارا دے دیا گیا تب سمجھ گئے کہ اب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اس بات کی اصلیت ظاہر فرما دے گا۔

حضرت عائشہ رض نے یہ دیکھا تو وہ ذرا نہیں گھبرائیں کیونکہ وہ بری تھیں اور جانتی تھیں

کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ مگر حضرت عائشہؓ کے والدین وحی کے آثار دیکھ کر لرز اُٹھے کہ اب خدا تعالیٰ سب کا جھوٹ اور سچ الگ کر دکھائے گا۔

کچھ دیر کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور رسول اللہؐ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپؐ کے چہرے پر پسینے کے قطرے لرز رہے تھے جنہیں آپؐ پونچھتے جاتے تھے۔ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر اطمینان کے آثار تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"خوشخبری ہو تمہیں عائشہ! خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ تمہاری سچائی ظاہر فرما دی ہے"۔

حضرت عائشہ رضؓ نے یہ سُن کر خدا کا شکر ادا کیا۔ جب خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضؓ کی پاکیزگی اور پاک دامنی ظاہر فرما دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اُٹھے اور بیٹی کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے والد سے شکایت کی۔

"آپ نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بے قصور سمجھا"۔

حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا۔

"بیٹی! اُس وقت کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھ کو اٹھائیگی جب میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا"۔

یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبویؐ میں تشریف لے گئے اور آپؐ نے مسلمانوں کے سامنے خطبہ دے کر وہ آیتیں تلاوت فرمائیں جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضؓ کی برأت کی تھی۔

اس کے بعد آپؐ نے حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کو تہمت کی شرعی سزا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان تینوں کے اَسی اَسی کوڑے لگائے گئے۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ، روض الانف)

معاہدۂ حدیبیہ

۱

ایک روز صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے اور آپؐ نے صحابہ کو اپنا ایک مبارک خواب سنایا۔ رسول اللہ ص نے خواب دیکھا تھا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ امن و خیریت کے ساتھ مکّے میں داخل ہوئے، آپؐ نے صحابہ کے ساتھ عمرہ کیا اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔

اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ آپؐ اس سال عمرہ کی نیت سے مکّے جانا چاہتے ہیں۔ اس خبر سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس لیے کہ ہجرت کے بعد سے انہوں نے اب تک بیت اللہ شریف کی زیارت نہیں کی تھی، مشرکوں نے انہیں مکّے سے بھی دُور کر دیا تھا اور کعبہ کی زیارت سے بھی محروم کر دیا تھا۔ اُن کے دل رہ رہ کر بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لیے تڑپتے تھے مگر راستے میں مشرک قریش ان کا راستہ روکے ہوئے کھڑے تھے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ خوش خبری سُنکر مُسلمانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا اور وہ سمجھ گئے کہ اب انشاء اللہ جلدی ہی انہیں اپنے اس کعبہ کی زیارت ہو گی جس کی طرف مُنہ کر کے وہ پانچ وقت نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا اعلان فرمایا۔ آپؐ نے مدینے میں حضرت نمیلہ ابن عبد اللہ لیثی کو قائم مقام بنایا اور ذی قعدہ ۶ھ میں آپؐ ایک ہزار چار سو صحابہؓ کے ساتھ مکّے کو روانہ ہوئے۔ آپؐ نے عرب کے قبیلوں میں بھی اعلان کرایا کہ جو لوگ ساتھ چلنا چاہیں وہ چل سکتے ہیں۔ اس طرح آپؐ کے ساتھ مہاجروں اور انصاریوں کے علاوہ کچھ دوسرے عرب قبیلوں کے لوگ تھے۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر آپؐ نے اور سب مُسلمانوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔

آپؐ کے ساتھ ستّر قربانی کے اُونٹ تھے، ان کو آپؐ نے قافلہ کے آگے آگے چلایا۔ اس سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آپؐ جنگ کے ارادے سے نہیں روانہ ہوئے بلکہ عبادت اور بیت اللہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ اسی لیے اس دفعہ آپؐ نے مُسلمانوں کو صرف مسافر کا ہتھیار یعنی تلوار ساتھ رکھنے کی اجازت دی تھی، دُوسرا کوئی ہتھیار نہیں لینے دیا تھا۔ تاکہ مشرک آپؐ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں اور آپ کو مکّے میں داخل ہونے کی اجازت دیدیں۔

قافلہ میں آگے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی اونٹنی پر سوار چل رہے تھے جس کا نام قَصْوَیٰ تھا۔ اس مرتبہ ازواج میں سے آپؐ کے ساتھ حضرت اُمِ سلمہ تھیں۔ عسفان کے مقام پر پہنچ کر قافلہ نے آرام کرنے کے لیے پڑاؤ ڈالا۔

مکّے میں قریش کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبردست لشکر کے ساتھ مکّے پر چڑھائی کرنے آرہے ہیں۔ یہ خبر سُن کر قریش بھونچکارہ گئے کیونکہ انہیں اس کا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہؐ خاص مکّے کا رُخ بھی فرما سکتے ہیں۔ مگر یہ غلط خبر سُن کر ہی اُن کے ہوش اُڑ گئے اور سارے مکّے میں ہلچل مچ گئی۔ فوراً قریشی سرداروں نے جمع ہو کر رائے مشورہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے مُسلمانوں کو مکّے میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے اپنے گھوڑے سواروں کا ایک لشکر روانہ کیا۔ اس لشکر کی کمان خالد ابنِ ولید کر رہے تھے جو اس وقت تک مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یہ اپنا لشکر لے کر ذی طُویٰ کے مقام پر پہنچ گئے اور وہاں اپنی کمین گاہوں میں چھپ کر مُسلمانوں کا انتظار کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اطمینان کے ساتھ مکّے کی طرف بڑھ رہے تھے کیونکہ مسلمانوں کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ قریش نے اُن کے استقبال کے لیے کیا تیاریاں کی ہیں۔ لیکن ابھی مسلمان عسفان کے مقام پر ہی تھے کہ وہاں قبیلہ بنو خزاعہ کا ایک شخص بِشر ابن سفیان کعبی آیا۔ اس کو رسول اللہؐ نے قریش کی طرف جاسوس بنا کر بھیجا تھا کہ مکّے والوں کا حال معلوم ہو جائے۔ بشر نے قافلہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

"یارسول اللہ! قریش کو آپؐ کی روانگی کا حال معلوم ہوگیا ہے جس سے وہ بہت غضبناک ہو رہے ہیں، ان کا لشکر ذی طویٰ میں پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ وہ آپؐ کو کبھی اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے اُن کا لشکر خالد بن ولید کی کمان میں ہے۔"

یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا۔

"قریش پر افسوس ہے انہیں جنگ نے کھا لیا۔ اس میں اُن کا کیا نقصان ہے کہ وہ میرے اور عربوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ اگر وہ مجھے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو قریش کی بھی مُراد پوری ہو جائے گی اور اگر خدا نے مجھے غلبہ عطا فرما دیا تو وہ بڑی تعداد میں مُسلمان ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم! مجھے اللہ تعالےٰ نے جس مقصد کے لیے بھیجا ہے اس کو پُورا کرنے کے لیے برابر کوشش کرتا رہوں گا یہاں تک کہ خدا تعالےٰ اُسے پھیلا دے۔"

اس کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا۔

"لوگو! مجھے مشورہ دو! کیا تم اس پر تیار ہو کہ ہم بیت اللہ کی طرف بڑھیں اور ~~جو ہمارا راستہ روکے ہم اس سے جنگ کریں"~~

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا۔

"یارسول اللہ! آپ بیت اللہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے ہیں نہ آپؐ کا ارادہ جنگ کرنے کا ہے اور نہ کسی کا خون بہانے کا۔ اس لیے آگے بڑھیئے اس سے جو بھی ہمیں روکے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔"

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔

"تم میں سے ایسا کون ہے جو ہمیں کسی دوسرے راستہ سے لے چلے۔"

اس پر قبیلہ اسلم کا ایک شخص تیار ہوگیا اور وہ مُسلمانوں کو دوسرے راستے سے لے کر مکّے کی طرف روانہ ہُوا۔ آپؐ عسفان سے داہنی جانب کے راستے سے

چلے اور اس طرح اچانک اس جگہ پہنچ گئے جہاں خالد ابن ولید کا لشکر چھپا ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں کو اس طرح اچانک دیکھ کر گھبرا گئے اور وہاں سے واپس مکے کو بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کا قافلہ چلتے چلتے مکے کے قریب پہنچ گیا اور یہاں اچانک رسول اللہؐ کی اُونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے اُس کو اُٹھانا چاہا مگر اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ سب کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ اُونٹنی کو جیسے ہی مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ بیٹھ گئی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اس کو اللہ تعالےٰ نے بٹھایا ہے۔ چنانچہ صحابہ ایک دم کہنے لگے کہ اونٹنی بیٹھ گئی اونٹنی بیٹھ گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

"اُونٹنی رُکی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اُسی نے روکا ہے جس نے ہاتھیوں[۱] کو مکے میں داخل ہونے سے روکا تھا"

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔

"اُس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے آج قریش مجھ سے جس ایسی چیز کی فرمائش کریں گے جس میں خدا کے حکموں کی تعظیم ہوتی ہو میں اُسے قبول کر لوں گا"

اس کے بعد آپؐ نے اُونٹنی کو اشارہ کیا وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ آپؐ وہاں سے پیچھے ہٹ کر حدیبیہ کی وادی میں آئے اور لوگوں سے فرمایا کہ یہاں پڑاؤ ڈالدو۔ اس میدان میں پانی کی دقت تھی اس لیے صحابہ نے آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! اس وادی میں پانی نہیں ہے"

آپؐ نے فوراً اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر حضرت ناجیہؓ ابن جندب کو دیا اور فرمایا کہ اس کو زمین میں گاڑ دو۔ وہ فوراً تیر لیکر ایک گڑھے میں اُترے

---

[۱] عبدالمطلب کے زمانے میں ایک دفعہ ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کی فوج سے بیت اللہ پر حملہ کیا تھا مگر خدا نے اس کو ناکام کر دیا۔ رمزی

اور وہاں وہ تیر گاڑ دیا۔ خدا کے حکم سے اسی وقت اس گڑھے میں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا اور لوگ اطمینان کے ساتھ وہاں ٹھہر گئے۔

(زرقانی، الہدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

مکے میں قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر سنی تھی وہ سب سخت پریشان تھے انہیں بھول کر بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہؐ دوبارہ مکہ کا رُخ فرمائیں گے اسی لیے اس اچانک خبر سے وہ سب بدحواس ہو رہے تھے۔ اگرچہ انہوں نے خالد ابن ولید کو اپنے گھوڑے سوار دستے کے ساتھ کراع غمیم میں بھیج دیا تھا تاکہ وہاں وہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکیں مگر پھر بھی وہ سب بہت پریشان اور ڈرے ہوئے تھے کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اگر اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمان مکے میں داخل ہوگئے تو سارے عرب میں سے ہماری بہادری کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔ اسی لیے اب وہ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ خالد کیا کر کے آتے ہیں۔

اور پھر ایک دن خالد ابن ولید بھی اپنے دستے کے ساتھ واپس مکے آگئے۔ انہوں نے آکر قریش کو بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکے کے بالکل قریب آ چکے ہیں۔ یہ سن کر قریش کے ہوش و حواس خراب ہوگئے۔ وہ سب فوراً مشورہ کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے۔ کہ مسلمانوں کو مکے میں داخل ہونے سے روکنے کی کوئی تدبیر کریں۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرگز مکے میں داخل ہونے نہیں دینگے۔

آخر کافی مشورہ کے بعد قریش نے طے کیا کہ اپنا کوئی ایلچی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بُدیل ابن ورقا خُزاعی کو چُنا (حضرت بُدیل بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) یہ قریش کا پیغام لے کر رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ بُدیل نے رسول اللہؐ کے پاس پہنچ کر اپنے آنے کا مقصد بتایا اور آپؐ سے پُوچھا۔

"آپؐ کس لیے آئے ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم بیت اللہ کی زیارت کیلئے آئے ہیں"

پھر آپؐ نے بُدیل سے کہا کہ قریش سے کہو کہ ہمیں مکے میں داخل ہونے کا راستہ دیدیں۔ بُدیل مطمئن ہو کر واپس گئے اور قریش سے کہنے لگے۔

"تم لوگ محمدؐ کے معاملے میں جلد بازی سے کام لے رہے ہو حالانکہ وہ جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں"

قریش یہ سن کر بُدیل پر ہی برسنے لگے اور اُنہیں بُرا بھلا کہنے لگے۔ قریش اتنے غُصّے میں تھے کہ انہوں نے کہا۔

"چاہے وہ جنگ کے لیے آئے نہ ہوں مگر پھر بھی ہم انہیں اپنے یہاں گھسنے نہیں دیں گے"

اس کے بعد قریش میں پھر مشورہ ہُوا اب اُنہوں نے بنی عامر کے ایک شخص مِکرز ابنِ حفص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بھیجا مگر اُس نے بھی آکر وہی جواب سُنایا۔ اس کے بعد قریش نے احابیش کے سردار حُلیس ابن علقمہ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ یہ بنی حارث کے خاندان سے تھا۔ چنانچہ یہ مُسلم پڑاؤ کی طرف روانہ ہُوا۔ رسول اللہؐ نے حلیس کو دُور سے ہی آتے دیکھ لیا۔ آپؐ نے فوراً صحابہ سے فرمایا۔

"یہ اُس قوم کا آدمی ہے جو بہت مذہبی ہے یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں اس لیے اپنے تمام قربانی کے جانور کھول کر چھوڑ دو تاکہ وہ اُنہیں دیکھ لے"

مُسلمانوں نے فوراً سب جانور کھول دیئے۔ ان جانوروں کے گلوں میں پٹکے پڑے ہُوئے تھے جو اس بات کی علامت تھے کہ یہ سب قربانی کے جانور ہیں۔ ادھر یہ پٹکے چونکہ کافی دنوں سے ان جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے تھے اس لیے اُن کی گردنوں کے بال اُڑ گئے تھے۔ جب حُلیس نے یہ دیکھا تو اُسے یقین ہو گیا کہ مُسلمان لڑنے کے لیے نہیں آئے چنانچہ وہ دُور سے ہی واپس لوٹ گیا اور مکّے

پہنچ کر اُس نے قریش کو وہ سب بتایا جو اُس نے دیکھا تھا۔ قریش نے یہ سُن کر جلیس کو جھڑک دیا اور کہا۔

"بیٹھ جاؤ تم دیہاتی آدمی ہو تمہیں کچھ پتہ نہیں ہے۔"

اس پر جلیس بگڑ اُٹھا اور اس نے غضب ناک ہو کر کہا۔

"خدا کی قسم قریشیو! ہمارا تمہارا معاہدہ اس پر نہیں ہُوا تھا۔ کیا تم ان لوگوں کو بیت اللہ میں آنے سے روکتے ہو جو اپنے دلوں میں اس کا احترام لے کر آئے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں جلیس کی جان ہے کہ یا تو تم محمدؐ کو یہاں داخل ہونے کی اجازت دے دو ورنہ میں اپنی ساری قوم کے ساتھ تم سے الگ ہو جاؤں گا۔"

قریش یہ دیکھ کر ڈر گئے اور اُنہوں نے جُلیس سے نرمی کے ساتھ کہا۔

"جُلیس ہم سے مت اُلجھو تاکہ ہم اپنے لیے اپنی مرضی کے مطابق جو چاہیں کر لیں۔"

اب پھر قریش سوچ بچار میں لگ گئے اُنہوں نے پھر قاصد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس دفعہ اُنہوں نے اس کام کے لیے عُروہ ابن مسعود ثقفی کو چُنا۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ عروہ اپنے سے پہلے قاصدوں کا انجام دیکھ چکے تھے۔ اُدھر اُنہوں نے دیکھا تھا کہ قریش نے خود ہی جُلیس کو بھیجا اور بعد میں اُنہوں نے اُسے برا بھلا بھی کہا اس لیے انہوں نے پہلے ہی قریش سے وعدہ لیا کہ بعد میں مجھے کوئی بھی الزام نہ دے۔ غرض اب عُروہ حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا۔

"محمد! (صلی اللہ علیہ وسلّم) تم نے کچھ نوجوانوں کو اکٹھا کر لیا اور اب اُنہیں لے کر خود اپنوں پر ہی چڑھائی کرنے آئے ہو مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ قریش زبردست جنگی سامان کے ساتھ تمہارے مقابلے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے خدا تعالےٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ زبردستی تمہیں کبھی اپنے اُوپر قابو نہیں پانے دینگے اور جنہیں تم اِدھر اُدھر سے جمع کر لائے ہو یہ بہت جلد تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔"

حضرت ابو بکر رضؓ نے فوراً عروہ کو ڈانٹ کر کہا۔

"بخومت! ہم کبھی رسول اللہ ؐ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

عُروہ جس وقت رسول اللہ ؐ سے بات کر رہے تھے تو وہ بیچ بیچ میں آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اس وقت حضرت مغیرہ ابن شعبہ رسول اللہ ؐ کے برابر کھڑے تھے۔ عُروہ جب بھی آپؐ کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو مغیرہ رضؓ اُن کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے اور اُن سے کہتے۔

"رسول اللہ ؐ کے چہرہ کو ہاتھ مت لگا۔"

عُروہ جس کام سے آئے تھے اُس کے بارے میں رسول اللہ ؐ نے اُنہیں بھی وہی جواب دیا جو اُن سے پہلوں کو دیا تھا کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔

عُروہ واپس چلے گئے مگر اُنھوں نے مُسلمانوں میں رسول اللہ ؐ کی جو عزّت دیکھی تھی اُس پر وہ بے حد حیران تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ آپؐ جب وضو کرتے ہیں تو مُسلمان آپؐ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے سے پہلے اپنے لیے اُٹھا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپؐ کا کوئی بال گرتا ہے تو مُسلمان فوراً اس کو برکت کے لیے اٹھا لیتے ہیں۔ ان باتوں سے عُروہ کے دل پر بہت اثر تھا کیونکہ اُنھوں نے اتنی عزّت دنیا میں کسی کی نہیں دیکھی تھی۔ اسی لیے وہ قریش کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان سے کہا۔

"قریشیو! مَیں شاہ کسریٰ کے دربار میں بھی جا چکا ہوں اور بادشاہ قیصر کے اور شاہ نجاشی کے دربار میں بھی مگر مَیں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا (محبوب) نہیں دیکھا جیسا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صحابہ میں ہے۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کسی قیمت پر بھی محمد ؐ کو کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔ اس لیے اب سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟"

قریش اب سخت پریشان ہو چکے تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان صرف زیارت کے لیے آئے ہیں اُن کا مقصد جنگ کرنا نہیں ہے۔ خاص طور پر اس وقت تو یہ بات بالکل ہی کُھل گئی جب قریش نے اپنے کچھ آدمی مسلم پڑاؤ کی طرف

بھیجے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر برسائے یہ دیکھ کر مسلمان فوراً اُن پر جھپٹے اور انہیں گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے مگر حضور پاکؐ نے انہیں سزا دینے کے بجائے معاف کر دیا۔ اس بات سے قریش کو بالکل یقین ہوگیا کہ آپؐ جنگ کے لیے نہیں آئے مگر پھر بھی مشرک حضورؐ کو مکے میں آنے کی اجازت دیتے ہوئے ڈرتے تھے۔
ادھر قریشیوں کا یہ حال تھا کہ حضورؐ نے اپنا ایک قاصد اُن کے پاس بھیجا تو انہوں نے اس کا اونٹ مار دیا اور پھر خود اس قاصد کو بھی قتل کرنا چاہا مگر بنی عامر کے روکنے پر اس کی جان بچ سکی۔

آخر حضورؐ نے پھر اپنا قاصد بھیجنے کا ارادہ فرمایا جو قریشیوں کو جا کر سمجھائے۔ اس مقصد کے لیے آپؐ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ پر حضرت عثمانؓ کو چنا۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئے۔ مکے میں اُن کے قبیلے کے لوگ تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پناہ دی۔ اس طرح حضرت عثمانؓ اطمینان سے مکے میں داخل ہو گئے۔ مگر جب انہوں نے قریش سے بات کی تو وہ سب اڑ گئے کہ ہم محمدؐ کو مکے میں داخل نہیں ہونے دینگے۔ ساتھ ہی انہوں نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا۔

"اگر تم کعبہ کا طواف کرنا چاہو تو کر سکتے ہو"

مگر حضرت عثمانؓ نے کہا۔

"میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں"

اس طرح قریشی اپنی ضد پر جمے رہے اور حضرت عثمانؓ اُن کو سمجھاتے رہے۔
مسلمان حضرت عثمان رضؓ کا انتظار کر رہے تھے جب اُن کے آنے میں دیر ہوئی تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ قریشیوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔
یہ بات جب رسول اللہؐ کو معلوم ہوئی تو آپؐ کو سخت صدمہ بھی ہوا اور آپؐ بہت غضب ناک بھی ہوئے۔ اب آپؐ نے قریش سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لیا جا سکے۔ آپؐ نے اسی وقت صحابہ سے فرمایا۔

"جب تک ہم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرلیں گے واپس نہیں جائیں گے۔"

اس کے بعد آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ سب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کریں اور یہ وعدہ دیں کہ وہ آخر دم تک ساتھ دیں گے۔ اس وقت آپؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ نے فوراً آکر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کی۔ یہاں تک کہ کوئی مسلمان بھی باقی نہ رہا۔ اس بیعت کا نام "بیعت رضوان" ہے۔

(زرقانی، البدایہ والنہایہ)

۳

تیسرے دن حضرت عثمانؓ واپس آگئے۔ اُدھر قریش کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ سے جنگ پر بیعت لی ہے تو وہ سب بہت گھبرا گئے۔ اب انہوں نے طے کیا کہ آپؐ سے صلح کر لینی چاہیئے۔ اس فیصلہ کے بعد اُنہوں نے سُہیل ابن عمرو کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپؐ سے سمجھوتہ کرے۔ اب قریش اس پر تیار ہو گئے تھے کہ مسلمان اس سال تو واپس چلے جائیں اور اگلے سال حج کے لیے آجائیں۔ اس وقت ہم انہیں مکے میں داخل ہونے کی اجازت دیدیں گے۔ اُن کا خیال تھا کہ اس طرح عربوں میں ہمارا سر نیچا نہیں ہوگا۔ یہی بات کرنے کے لیے اب اُنہوں نے سہیل کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔

حضورؐ نے سہیل کو دیکھا تو فرمایا۔

"قریش نے اب صلح کا ارادہ کیا ہے اسی لیے اُنہوں نے سہیل کو بھیجا ہے۔"

سہیل نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ کافی دیر گفتگو کے بعد بات ان شرطوں پر طے ہوئی کہ رسول اللہؐ اس سال تو واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال زیارت اور طواف کے لیے مکے آئیں گے اور یہ کہ دس سال کے لیے مسلمانوں اور قریش میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے خلاف جھگڑا یا جنگ نہیں کرے گا۔ جب مسلمان طواف کے لیے مکے آئیں تو اُن کے پاس سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔ قریش کا جو

آدمی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر مدینے آجائے گا اس کو مکے واپس کر دیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ لیکن اگر مسلمانوں میں کا کوئی آدمی مدینے سے مکے آجائے تو قریش اس کو واپس نہیں کریں گے۔

رسول اللہ ؐ نے یہ سب شرطیں مان لی تھیں اور اب صرف معاہدہ لکھنا باقی تھا۔ مسلمانوں کو اس معاہدہ کی آخری شرط پر بہت زیادہ ناگواری ہوئی۔ انہیں خیال ہُوا کہ اس طرح مشرکوں نے اپنی بات اونچی رکھی اور مُسلمانوں کو دبا لیا ہے۔ اسی لیے صحابہ کو اس معاہدہ پر بہت رنج تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور اُنہوں نے حضرت ابو بکر رضؓ سے جا کر کہا۔

"کیا وہ خدا کے رسول نہیں ہیں؟"

حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا "بے شک!"

حضرت عمر رضؓ نے کہا "اور کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟"

حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا "بے شک!"

حضرت عمر رضؓ نے کہا "کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟"

حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا "بے شک!"

حضرت عمر رضؓ نے کہا۔

"پھر اپنے دین کے معاملہ میں ہم ایسی ذلیل شرطیں کیوں مان رہے ہیں؟"

حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا۔

"عمرؓ اپنی جگہ رہو اس لیے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔"

حضرت عمر رضؓ نے کہا۔

"میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ خُدا کے رسول ہیں۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے بھی وہی گفتگو کی جو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے کر چکے تھے۔ اس پر رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔

"میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہ معاہدہ لکھوانے کے لیے حضرت علیؓ کو بلایا۔

آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"

یہ سُن کر سہیل جلدی سے بولا۔

"میں یہ باتیں نہیں جانتا، یوں لکھئے، باسمک اللّٰھم"

آپؐ نے فرمایا۔

"لکھو! باسمک اللّٰھم"

جب حضرت علیؓ لکھ چکے تو آپؐ نے فرمایا۔

"لکھو! اس پر محمد رسول اللہ نے سہیل ابن عمرو کے ساتھ معاہدہ کیا......"

اس پر پھر سہیل بول اُٹھا۔

"اگر ہم تمہاری پیغمبری مان لیتے تو تم سے جنگ ہی کیوں کرتے۔ صرف تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لکھا جائے گا۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"لکھو! اس پر محمد ابن عبداللہ نے سہیل ابن عمرو سے معاہدہ کیا......"

اس طرح آپؐ نے یہ معاہدہ لکھوایا جس میں وہ ساری شرطیں لکھی گئیں جو سہیل ابن عمرو نے پیش کی تھیں۔ پھر اس معاہدہ پر دستخط اور گواہیاں ہوئیں۔ اس معاہدہ میں قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ ہو گیا اور قبیلہ بنی خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا۔

ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی گیا تھا کہ قریش میں کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جن کا نام ابو جندل تھا۔ یہ سہیل ابن عمرو کے بیٹے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے مگر مکے میں گرفتار تھے۔ اس وقت یہ کسی طرح مشرکوں سے پیچھا چھڑا کر نکل آئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی چیخ چیخ کر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے مدد مانگی۔ سہیل نے جیسے ہی اپنے بیٹے کو دیکھا اس نے فوراً اُن کے مُنہ پر طمانچہ مارا اور انہیں پکڑ لیا۔ ساتھ ہی اُس نے

حضورؐ سے کہا۔

"محمدؐ! اس کے یہاں آنے سے پہلے ہی ہمارا تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے"

آپؐ نے فرمایا۔" ہاں!"

ابوجندلؓ! یہ دیکھ کر زور زور سے فریاد کرنے لگے۔

"مسلمانو! کیا تم مجھے مشرکوں میں واپس بھیج رہے ہو؟ جو مجھے میرے دین سے پھیرنا چاہتے ہیں"

مسلمانوں کو اس بات پر اور زیادہ صدمہ ہوا۔ ادھر ساتھ ہی رسول اللہؐ نے ابوجندل کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

"ابوجندل صبر کرو! خدا تمہارے اور تمہارے بے بس ساتھیوں کے لیے راستہ پیدا فرمانے والا ہے۔ ہمارا اور ان لوگوں کا معاہدہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے خدا کے نام پر ہمارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، اب ہم ان کے ساتھ غداری نہیں کر سکتے"

اس طرح مسلمان دیکھتے رہے اور سہیل اپنے ساتھ ابوجندلؓ کو پھر مکے میں لے گیا۔

جب رسول اللہؐ اس معاہدہ وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور سر منڈایا۔ صحابہ نے بھی آپ کو دیکھ کر قربانیاں کیں اور سر کے بال منڈائے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام سے واپس مدینے کو روانہ ہوئے۔ راستے میں آپؐ پر سورۂ فتح نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ ۔

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالےٰ آپؐ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپؐ پر اپنے احسانات کی تکمیل کر دے"

رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے مسلمانوں کو یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

آپؐ نے یہ آیتیں سنانے سے پہلے فرمایا۔

"مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ہر چیز سے زیادہ پسند ہے۔"
جن مسلمانوں کے دلوں میں اس معاہدہ کی وجہ سے رنج اور ناگواری تھی وہ دھل گئی اور وہ سمجھ گئے کہ اس میں خدا تعالےٰ کی بہت زبردست حکمت چھپی ہوتی ہے۔
ادھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔
"خدا نے چاہا تو تم بیت اللہ کی زیارت کرو گے اور اُس کا طواف کرو گے۔"
اس طرح صحابہ کے دلوں کو اطمینان حاصل ہوگیا۔
معاہدہ کے وقت حضرت عمر رضؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضؓ سے جو گفتگو کی وہ اسی وقت سے اس پر بہت نادم تھے اور خدا تعالےٰ سے توبہ و استغفار کر رہے تھے۔
اس طرح مسلمان اس سال بغیر بیت اللہ کی زیارت کئے مدینے واپس آ گئے۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، الہدایہ والنہایہ)

۴

قریش کے ساتھ اس معاہدہ کے بعد ایک روز ایک مسلمان عورت حضرت ام کلثوم مکے سے مدینے آگئیں۔ یہ مدینے پہنچ کر سیدھی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس گئیں اور اُن سے بتایا کہ میں مکے سے چھپ کر یہاں چلی آئی ہوں۔ وہ ڈر رہی تھیں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھے بھی واپس نہ کر دیں۔ مگر حضرت ام المومنین نے اُن سے وعدہ کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے تمہارا ذکر کروں گی۔
چنانچہ جب حضورؐ تشریف لائے اور آپؐ کو اُمِّ کلثوم کے آنے کی خبر ہوئی تو آپؐ نے انہیں تسلی دی کہ آپ انہیں واپس نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ام کلثوم کے دو بھائی عمارہ اور ولید انہیں واپس مکے لے جانے کے لیے حضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے اُن سے فرما دیا کہ یہ معاہدہ صرف مَردوں کے لیے ہے مسلمان عورتوں کے لیے نہیں ہے کیونکہ عورت مسلمان ہونے کے بعد کسی کافر کے لیے حلال نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچے ہی تھے کہ ایک مسلمان مکے سے بھاگ کر مدینے آ گئے ان کا نام ابوبصیر تھا۔ یہ مکے میں مسلمان ہو گئے تھے مگر مشرکوں نے انہیں وہیں قید کر رکھا تھا اور ان پر طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے ایک دن کسی طرح یہ اپنی جان بچا کر مدینے بھاگ آئے۔

قریشیوں نے فوراً ان کے پیچھے پیچھے اپنا ایک آدمی خنیس بھیجا جس کے ساتھ اس کا ایک غلام بھی تھا جو راستہ بتانے کے لیے خنیس کے ساتھ آیا تھا۔ خنیس رسول اللہؐ کے نام مشرکوں کا ایک خط بھی لایا تھا جس میں قریش نے آپؐ سے مطالبہ کیا تھا کہ معاہدہ کے مطابق ابوبصیرؓ کو واپس ہمارے حوالے کر دو۔ رسول اللہؐ نے خط پڑھ کر ابوبصیرؓ سے فرمایا۔

"ابوبصیر! تمہیں معلوم ہے کہ ہم قریش سے معاہدہ کر چکے ہیں اور ہمارے دین میں غداری جائز نہیں ہے اس لیے تم واپس چلے جاؤ۔"

ابوبصیر نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! کیا آپ مجھے مشرکوں کے پاس واپس بھیج رہے ہیں جو مجھے میرے دین سے پھیرنا چاہتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"ابوبصیر! جاؤ خدا تمہارے لیے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے کوئی صورت پیدا فرمائے گا۔"

مسلمان ابوبصیر کی واپسی سے کڑھ رہے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول کے حکم میں ہی سب کی بھلائی ہے اس لیے وہ سب بھی ابوبصیر کو صرف تسلی دیتے رہے۔ اس طرح ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو خنیس اور اس کے غلام کے ساتھ واپس مکے جانا پڑا۔

اب خنیس اور اس کا غلام ابوبصیر کو واپس مکے کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو کچھ دیر آرام کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ جب یہ

سب بیٹھ گئے تو ابو بصیرؓ نے ان دونوں میں سے ایک کی تلوار کی خوب تعریفیں کرنی شروع کر دیں۔ یہ سُن کر وہ خود بھی اپنی اور تلوار کی بڑائیاں کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ابو بصیر نے اُس سے کہا۔

"بھائی! کیا میں تمہاری یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں"

اس نے کہا۔

"ہاں! دیکھنا چاہتے ہو تو ضرور دیکھو!"

ابو بصیرؓ نے اس سے تلوار لے لی اور پھر فوراً ہی اُنہوں نے وہ تلوار گھما کر اس کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر اُس کا ساتھی وہاں سے بے تحاشہ مدینے کی طرف بھاگا۔ اس کے پیچھے پیچھے ابو بصیرؓ بھی اس کو قتل کرنے کے لیے بھاگے مگر وہ مشرک حضورؐ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دور سے اس طرح بھاگ کر آتے دیکھا تو فرمایا۔

"یہ آدمی بہت خوف زدہ معلوم ہوتا ہے"

پھر جب وہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا تو آپؐ نے اُس سے پوچھا۔

"کیا بات ہو گئی؟"

اُس نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ میں جان بچا کر بھاگ آیا ہوں ورنہ میرا بھی وہی حشر ہوتا"

یہ کہہ کر اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ اسی وقت ابو بصیر بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ خُنیس کے اُونٹ پر سوار تھے۔ مسجدِ نبویؐ کے پاس وہ اُونٹ سے اُتر کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ اس وقت بھی وہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ آپؐ کے پاس آ کر اُنہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! آپ کی ذمّہ داری پوری ہو گئی اور خُدا نے آپ کو بری کر دیا۔ آپ نے مجھے اُن کے حوالے کر دیا تھا۔ اَب میں خود اپنا دین بچا کر اُن کے چُنگل

سے نکل آیا ہوں "۔

اس پر رسول اللہ ؐ نے اُن سے فرمایا۔

"اب جہاں تمہارا دل چاہے چلے جاؤ "

اس کی وجہ یہ تھی کہ معاہدہ کی وجہ سے ابوبصیر مدینے میں نہیں رہ سکتے تھے اس لیے آپؐ نے اُن سے فرمادیا کہ مدینے کے علاوہ جہاں چاہو جاکر قیام کرلو "

اب ابوبصیرؓ نے یہاں سے جاکر شام کے راستے میں سمندر کے کنارے اپنا ٹھکانہ بنالیا اور وہیں مستقل رہنے لگے۔ تھوڑے ہی دن میں یہ خبر مکّے میں بھی پہنچی وہاں بہت سے مُسلمان تھے جو قریش کے ہاتھوں میں پڑے ہوئے مصیبتیں برداشت کررہے تھے۔ انہوں نے جب ابوبصیر کا قصّہ سُنا اور انہیں ان کا ٹھکانہ معلوم ہوا تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح اپنی جانیں بچاکر ابوبصیر کے پاس پہنچنے شروع ہو گئے۔ ان کے علاوہ عرب کے دُوسرے قبیلوں کے مُسلمان بھی اسی طرح مشرکوں کے چُنگل سے نکل نکل کر یہاں جمع ہونے لگے۔

ہوتے ہوتے ان سب کی تعداد تین سو کے قریب ہوگئی۔ ان میں حضرت ابوجندلؓ بھی تھے جو معاہدہ کے دن حضورؐ کے پاس بھاگ آئے تھے مگر آپؐ نے معاہدہ کی وجہ سے انہیں اُن کے باپ سہیل ابن عمرو کے ساتھ واپس مکّے بھیج دیا تھا۔

ان مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد یہاں جمع ہوگئی مگر ان کے گزربسر کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کیونکہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ تو یہ مشرکوں کے ہاتھوں میں چھوڑ آئے تھے۔ اور ادھر اُس معاہدہ کی وجہ سے مدینہ یہ جانہیں سکتے تھے اس لیے انہوں نے اس راستے سے گزرتے والے قریشی قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا۔

اس معاہدہ کے بعد چونکہ قریش مُسلمانوں کی طرف سے بے فکر ہو گئے تھے اس لیے وہ پھر اُسی پرانے اور اصل راستے سے تجارت کے لیے شام جانے لگے تھے۔ مگر اب اچانک اُن کے لیے یہ نئی مصیبت کھڑی ہوگئی جو خود اُن ہی کی پیدا کی ہوئی تھی۔

اب مشرکوں کی سمجھ میں آیا کہ انہوں نے رسول اللہ صؐ سے جو معاہدہ کیا ہے وہ خود اُن کے لیے ہی مصیبت بن گیا۔ کیونکہ معاہدہ کی وجہ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ جناب رسول اللہؐ ابوبصیر کی جماعت کو مدینے بلا لیتے اور معاہدہ ہی کی وجہ سے قریش کے لوگ مسلمانوں سے جنگ بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ دس سال کے لیے امن کا معاہدہ ہو چکا تھا۔
آخر پریشان ہو کر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی طرح ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے۔ ہم خوشی سے اجازت دیتے ہیں کہ معاہدہ کی آخری شرط ختم کر دیجئے۔

آخری شرط یہ تھی کہ جو مسلمان مدینے سے مکے چلا جائے گا اس کو مسلمان واپس نہیں بُلا سکتے مگر جو قریشی مسلمان مکے سے مدینے آجائے گا وہ مسلمانوں کو واپس قریش کے حوالے کرنا پڑے گا۔

مسلمانوں کو سب سے زیادہ اس آخری شرط پر ہی ناگواری ہوئی تھی مگر اب اس کا فائدہ دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ حضورؐ کی فرمانبرداری اپنی پسند ناپسند سے کہیں بہتر ہے اور یہ کہ آپؐ کی رائے ہماری رائے سے بہت افضل اور اُونچی ہے۔

غرض رسول اللہؐ نے قریش کے ہی کہنے پر وہ آخری شرط ختم کر دی۔ اس کے بعد آپؐ نے ابوبصیرؓ اور ابوجندلؓ کو لکھا کہ اب وہ اور دوسرے سب لوگ اپنے اپنے شہروں کو چلے جائیں یا مدینے آجائیں اور کسی قافلے کو نہ روکیں۔

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نامۂ مبارک پہنچا تو ابوبصیرؓ اپنے آخری سانس لے رہے تھے! انہوں نے خط پڑھنا شروع کیا اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا کہ حضورؐ کا نامۂ مبارک اُن کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ابوجندلؓ نے ان کو وہیں دفن کیا اور پھر خود مدینے آگئے۔ کچھ لوگ اُن کے ساتھ آگئے اور باقی اپنے وطن کو چلے گئے۔ اس طرح قریش کے قافلوں کو امن حاصل ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

❖

غزوۂ خیبر
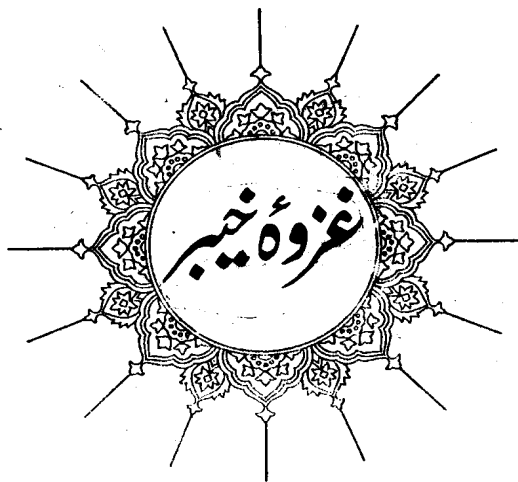
کفارِ قریش مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی کوئی بھی ترقی وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ ؐ اور مسلمان تبلیغ اسلام کا ارادہ کرتے تو یہ مشرک اُن کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے اور تبلیغ کا کام پھیلنے نہ دیتے۔

لیکن معاہدۂ حدیبیہ کے بعد اب قریش کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کا کلمہ ساری دُنیا میں پہنچا دیں اور اُس وقت کی بڑی حکومتوں کو خدا کے اُس سچے دین کی طرف بُلائیں۔ چنانچہ آپؐ نے روم و فارس اور دوسری جگہوں کے بادشاہوں کے نام خط دے کر اپنے قاصد بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔

یہ کام بہت اہم اور خطرناک تھا۔ اتنے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے ہو کر اُنہیں اسلام کی تبلیغ کرنا بڑے حوصلہ کا کام تھا۔ یہ کام نڈر اور بے جگر لوگ ہی کر سکتے تھے۔ اسی لیے اس کام کے بارے میں آپؐ نے اپنے صحابہ سے بات چیت کی۔ اس کے بعد ایک روز آپؐ نے مسجد نبویؐ میں آکر صحابہ سے فرمایا۔

”لوگو! مجھے خدا تعالیٰ نے ساری دُنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے تم ساری دُنیا کو یہ پیغام پہنچا دو۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے گا اور تم مجھ پر اس طرح اختلاف مت کرنا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا“

صحابہ نے پوچھا۔

”یا رسول اللہؐ! عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اُن کے ساتھ کیا اختلاف کیا تھا؟“

رسول اللہ ؐ نے جواب دیا۔

اُنہوں نے بھی اپنے ساتھیوں کو اسی طرح (بھیجنے کے واسطے) کہا تھا جیسے مَیں نے تم سے کہا ہے۔ مگر جس کو اُنہوں نے قریب جگہ بھیجنے کو کہا وہ تو راضی ہو گیا اور جس کو

کہیں دور بھیجنا چاہا اس نے انکار کر دیا۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پہلے ہی بتلا دیا کہ جو کام میں تمہیں بتلانے والا ہوں وہ بہت اہم ہے اس لیے تم عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح حیلے بہانے مت کرنا۔ مگر آپ کے جاں نثار صحابہ آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے فوراً تیار ہو گئے کیونکہ اُن کا ایمان تھا کہ رسول اللہ ؐ کا حکم ماننے میں ہی دین اور دُنیا کی بھلائی ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام خطوط لکھوائے جن میں اُن کو لکھا تھا کہ تم اسلام قبول کرو اور میری نبوّت پر ایمان لاؤ۔ اس طرح خدا تعالےٰ تمہیں ہر مصیبت سے بچائے گا۔

ان میں سے ایک خط عیسائی بادشاہ ہرقل اعظم قیصر روم کے نام تھا۔ اس کی سلطنت اتنی بڑی تھی کہ بڑے بڑے بادشاہ اس کا نام سُن کر کانپتے تھے۔ اسی طرح دوسرا خط آپؐ نے شہنشاہ کسریٰ کے نام روانہ کیا۔ یہ فارس کا بادشاہ تھا۔ کسریٰ فارس کی حکومت اُس وقت کی دوسری سب سے بڑی سلطنت تھی۔ قیصر روم اور کسریٰ فارس دونوں ایک درجہ کے بادشاہ تھے جن کا نام سُن کر ہی بڑے بڑے بادشاہ تک تھرا اُٹھتے تھے۔ اسی طرح ایک خط آپؐ نے مصر کے بادشاہ مُقوقِس کے نام بھیجا۔ ایک خط آپؐ نے بحرین کے بادشاہ مُنذِر ابن ساویٰ کے نام بھیجا۔ اسی طرح ایک خط آپؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام بھیجا۔ ان سب خطوں میں آپؐ نے بادشاہوں کو دعوت دی کہ وہ اسلام لائیں اور دُنیا کی راحتوں کے ساتھ ساتھ آخرت کے آرام کا بھی سامان کریں۔

مسلمانوں نے جب مکّے سے پہلی اور دوسری ہجرت کی تھی تو وہ حبش گئے تھے۔

ان میں حضرت اُمِ حبیبہؓ بھی تھیں۔ ان کا نام رملہ تھا اور یہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ ان کی شادی عبیداللہ ابن جحش سے ہوئی تھی یہ دونوں مُسلمان ہو گئے تھے اور پھر قریشیوں کے ظلم کی وجہ سے دونوں ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے۔ مگر وہاں پہنچ کر ان کا شوہر عبیداللہ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گیا مگر حضرت ام حبیبہ اپنے مذہب پر

جمی رہیں اس طرح ان دونوں میں علیحدگی ہوگئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے حبش کے بادشاہ نجاشی کو دو خط لکھے۔ ایک میں تو بادشاہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور دوسرے خط میں آپؐ نے بادشاہ کو لکھا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل بن کر حضرت ام حبیبہؓ سے آپؐ کا نکاح کر دے اور ساتھ ہی یہ کہ وہاں جو مہاجر مسلمان ہیں انہیں مدینے بھیج دے۔

(سیرت حلبیہ، زرقانی، ابن سعد)

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لو گے۔ سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے"۔

حدیبیہ میں قریش سے جو معاہدہ ہوا تھا کچھ مسلمانوں کو اس سے ناگواری ہوئی تھی مگر خدائے پاک نے ان آیتوں کے ذریعے ان سے وعدہ کیا کہ بہت جلد انہیں ایک بڑی فتح حاصل ہوگی۔ اس خوشخبری سے مسلمان خوش ہو گئے اور ان کا سارا غم ڈھل گیا۔

اس معاہدہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے والوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ مگر اب یہودیوں کی طرف سے خطرہ بڑھ گیا تھا جن یہودیوں کو حضورؐ نے مدینے سے نکال دیا تھا وہ خیبر اور دوسرے قلعوں میں جا بسے تھے۔ مسلمانوں سے اُن کی دشمنی اب اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک دفعہ یہ لوگ قریش اور عرب کے دوسرے قبیلوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے اور اب حضورؐ کو خبر ملی کہ وہ پھر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کام میں غطفان کے قبیلے اور فدک اور تیما کے قبیلے بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔

خدائے پاک اپنے رسولؐ سے فتح کا وعدہ فرما چکا تھا اس لیے حضورؐ نے خیبر پر

چڑھائی کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اعلان کرادیا کہ جو لوگ مقامِ حدیبیہ میں ساتھ تھے وہی لوگ خیبر کے لیے تیار ہو جائیں اور جو لوگ حدیبیہ نہیں گئے تھے وہ اگر چلنا چاہیں تو صرف جہاد کے لیے چلیں ان کو مالِ غنیمت میں سے حصّہ نہیں ملے گا۔

حدیبیہ سے واپس آکر حضورؐ کچھ دن مدینے میں ٹھہرے اور اس کے بعد ۷ھ کے شروع میں آپؐ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ سولہ سو صحابہ کا لشکر تھا جس میں دو سو گھوڑے سوار تھے۔ اس دفعہ ازواج میں سے آپؐ کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ تھیں۔ آپؐ نے مدینے میں حضرت نمیلہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

آپ رات کے وقت خیبر کے سامنے پہنچے اور وہیں آپؐ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ آپؐ کی عادت تھی کہ آپؐ رات کے وقت حملہ نہیں کرتے تھے۔

صُبح کو خیبر کے یہودی کسان اپنے اوزار وغیرہ لے کر کھیتوں میں جانے کے لیے نکلے مگر اچانک اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی زمینوں پر دُور دُور تک مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ مُسلمانوں کی صُورت دیکھتے ہی وہ سب بدحواس ہو کر وہاں سے واپس بھاگے۔ بھاگتے ہوئے وہ چلاتے جاتے تھے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا لشکر لے کر آگیا ہے۔ . . . ."

حضورؐ نے یہودیوں کی یہ چیخیں سُنیں تو آپؐ نے فرمایا۔

"خیبر کے لوگ تباہ ہو گئے"

جو کسان چیختے چلاتے بھاگے تھے اُنہوں نے قلعہ میں جا کر یہودیوں کو یہ خبر دی۔ یہودی سردار یہ خبر سُن کر فوراً ایک جگہ جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

خیبر کے علاقے میں یہودیوں کے کئی قلعے تھے جو سب کے سب بہت مضبوط سمجھے جاتے تھے۔ ادھر یہودیوں کی تعداد بھی کافی تھی اسی لیے ان لوگوں کو اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے۔

"کیا محمدؐ ہم سے جنگ کرے گا؟ ناممکن . . . . ناممکن"

مگر اس وقت مسلمانوں کو اپنے سر پر دیکھ کر یہ سب گھبرا اُٹھے اور مشورہ کے لیے سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے مال و دولت اور بیوی بچوں کو کسی ایک قلعہ میں پہنچا دیں اور خود دُوسرے قلعہ میں بند ہو جائیں۔ اس فیصلہ کے بعد انہوں نے جلدی سے اپنا مال و دولت ایک قلعہ میں جمع کیا اور ایک قلعہ میں خود بند ہو کر بیٹھ گئے۔

یہودیوں کو باہر سے بھی کوئی مدد نہیں ملی۔ قبیلہ غطفان سے اُنہیں بہت مدد کی اُمید تھی مگر غطفان والے خود مسلمانوں سے ڈر رہے تھے۔ انہیں یہ خیال ہُوا کہ اگر ہم خیبر والوں کی مدد کے لیے گئے تو کہیں مسلمان خود ہمارے گھروں پر چڑھائی نہ کر دیں۔ یہ سوچ کر وہ سب اپنے گھروں میں ہی دَم سادھ کر بیٹھ رہے۔

مُسلمانوں نے یہودیوں کو چاروں طرف سے گھیر کر اُن کا بہت سخت محاصرہ کر لیا تھا مگر یہودی بھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ اس عرصہ میں کبھی یہودی قلعہ سے نکل کر باہر بھی آئے اور مقابلہ کیا مگر پھر وہ فوراً ہی واپس بھاگ جاتے اور قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ جاتے۔ انہوں نے اپنے لڑنے والوں کی قلعہ کی دیواروں پر بٹھا دیا۔ وہ وہاں سے مسلمانوں پر تیر اور اینٹ پتھر مارتے جس سے کچھ مُسلمان زخمی ہو گئے۔

اس دوران میں مسلمانوں نے خیبر کے قلعوں میں سے قلعہ ناعِم فتح کر لیا۔ اس قلعہ کے فتح کرنے میں ایک مُسلمان حضرت محمود ابن مسلمہ شہید ہو گئے تھے۔ یہ لڑتے لڑتے جب بہت زیادہ تھک گئے تو اس قلعہ کے نیچے ستانے کے لیے بیٹھ گئے اسی وقت قلعہ کی دیوار پر سے دو یہودیوں مرحب اور کنانہ ابن ربیع نے اُن پر ایک بہت بڑا پتھر دے مارا جس سے یہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد مُسلمان دوسرے قلعہ کی طرف بڑھے جس کا نام قموص تھا۔ یہ قلعہ بہت زیادہ مضبوط تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اسلامی جھنڈا دیا اور اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت ابو بکر رض نے میدان میں پہنچ کر فوراً

بہت سخت حملہ کیا مگر تمام دن کی لڑائی کے بعد بھی وہ قلعہ فتح نہیں ہُوا۔ آخر شام کو حضرت ابوبکرؓ واپس پڑاؤ میں آگئے۔

دوسرے دن حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُلا کر اسلامی جھنڈا دیا اور انہیں قلعہ فتح کرنے کے لیے بھیجا وہ بھی سارے دن حملے کرتے رہے مگر شام کو قلعہ فتح کئے بغیر ہی واپس آگئے۔ اس روز آپؐ نے فرمایا۔

"کل یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو چاہتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اُسے چاہتے ہوں"

یہ سُن کر سب صحابہ تمنا کرنے لگے کہ کاش جھنڈا ہمیں مل جائے۔ آخر اگلے روز آپؐ نے حضرت علی رضؓ کو بُلایا اور ان کو وہ جھنڈا دیا کہ وہ جا کر قلعہ فتح کریں ساتھ ہی آپؐ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔

"اگر وہ خدا کے ایک ہونے اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیں تو پھر اُن کا خون تم پر حلال نہیں ہے"

حضرت علی اسلامی جھنڈا لے کر بڑھے اور اُنہوں نے قلعہ پر بہت سخت حملہ کیا۔ اس وقت قلعہ میں سے یہودی باہر نکل آئے تھے اور انہوں نے سخت جنگ شروع کر دی تھی۔ اسی دوران میں قلعہ میں سے ایک یہودی سردار حارث نکل کر آیا۔ یہ بہادری میں بہت مشہور تھا۔ حضرت علی رضؓ اس کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھے۔ کچھ دیر دونوں میں تلواریں چلتی رہیں۔ آخر ایک دفعہ حضرت علی رضؓ نے بہت سخت حملہ کیا اور حارث کو قتل کر دیا اور آگے بڑھنے لگے۔ حضرت علی رضؓ بہت سختی کے ساتھ حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ اسی میں ان کی ڈھال ٹوٹ گئی مگر حضرت علی رضؓ نے فوراً قلعہ کے دروازے کا ایک کواڑ اُٹھا لیا اور اسی کو اپنی ڈھال بنا کر لڑتے رہے یہاں تک کہ خدا نے اُن کے ہاتھوں یہ قلعہ فتح کرا دیا۔

حارث کو حضرت علی رضؓ نے قتل کر دیا تھا اس کے بھائی کا نام مرحب تھا جس نے حضرت محمود ابن مسلمہ کو شہید کیا تھا۔ مرحب اپنی بہادری اور طاقت میں بہت

زیادہ مشہور تھا۔ یہ اپنے بھائی حارث کا بدلہ لینے کے لیے قلعہ سے نکل آیا۔ اس نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور دو ہی تلواریں لے رکھی تھیں۔ یہ بہت غرور کے ساتھ قلعہ سے نکل کر آیا اور مسلمانوں کی طرف دیکھ کر پکارنے لگا کہ کوئی ہے جو مجھ سے مقابلہ کرنے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا۔

"اس کا مقابلہ کرنے کون جاتا ہے ؟"

اس پر صحابہ میں سے حضرت محمد ابن مسلمہ سامنے آئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"میں اس کا مقابلہ کرنے جاؤں گا یا رسول اللہ! کل اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے میں اب تک اس کا بدلہ نہیں لے سکا۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"تب اس کی طرف بڑھو!"

پھر آپؐ نے حضرت محمد ابن مسلمہ کے لیے یہ دعا فرمائی۔

"یا اللہ! تو اس کے خلاف ان کی مدد فرما۔"

حضرت محمد ابن مسلمہ تیزی کے ساتھ بڑھے اور مرحب کے سامنے پہنچ گئے۔ دونوں میں تلوار کے وار ہونے لگے۔ ایک دفعہ مرحب نے حضرت محمدؓ ابن مسلمہ پر بہت سخت وار کیا۔ انہوں نے وار کو فوراً ڈھال پر روک لیا مگر وار بہت سخت تھا اس لیے تلوار ڈھال میں پھنس گئی۔ حضرت محمد ابن مسلمہؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر فوراً مرحب پر تلوار کا وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ دیکھ کر مرحب کا بھائی یاسر میدان میں آیا یہ بھی بہت مشہور بہادر تھا۔ اب اس نے مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ کے لیے پکارا۔ اس کے مقابلہ کے لیے حضرت زبیر ابن عوام نکلے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ کے بیٹے تھے۔ اتفاق سے اس دفعہ حضرت صفیہ بھی مسلمانوں کے ساتھ آئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ یاسر بہت طاقتور اور بہادر ہے اس لیے وہ اپنے بیٹے کو اس کے مقابلے کے لیے جاتے دیکھ کر گھبرائیں اور فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر عرض

کرنے لگیں۔

"یا رسول اللہؐ! وہ میرے بیٹے کو قتل کر دے گا!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بہت بھروسہ اور یقین کے ساتھ پھوپھی سے فرمایا۔

"نہیں! انشاء اللہ تمہارا بیٹا اس کو قتل کر دے گا۔"

اور پھر یہی ہُوا کہ حضرت زبیر نے ذرا ہی دیر میں یاسر کو قتل کر کے اُسے بھی اُس کے بھائی کے پاس پہنچا دو۔"

اس کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں کا تیسرا قلعہ فتح کیا۔ یہودیوں نے کوئی بھی قلعہ آسانی سے مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا۔ ادھر مسلمان جب قلعے کا بھی محاصرہ کرتے تو اتنا سخت کرتے کہ یہودی تنگ ہو جاتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ دو قلعوں کے محاصرہ میں ہی اتنے دن لگ گئے کہ مسلمانوں کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا جس سے انہیں تنگی پیش آنے لگی۔ ایک دن آپؐ نے دیکھا کہ مسلم لشکر میں ہر طرف آگ جل رہی ہے اور لوگ کھانا تیار کر رہے ہیں۔ جب آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ تو لوگوں نے عرض کیا۔

"گوشت پکا رہے ہیں۔"

آپؐ نے پوچھا۔

"کس چیز کا گوشت پکا رہے ہو؟"

لوگوں نے کہا۔

"پالتو گدھوں کا ہے۔"

اس پر آپؐ نے لوگوں کو اس کے کھانے سے منع کیا اور فرمایا۔

"اس کو پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو۔"

اس پر کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم گوشت پھینک کر اگر برتن دھو ڈالیں تو کیسا ہے؟ آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے رزق کی دعا کی چنانچہ اسی دن قلعہ صعب فتح ہو گیا جہاں سے صحابہ کو کھانے پینے کا اتنا سامان مل گیا کہ انہیں کسی چیز کی کمی نہیں رہی۔ ہر قلعہ کے فتح ہونے پر مسلمانوں کو سامان کے علاوہ بہت سے قیدی بھی مالِ غنیمت میں ملتے تھے۔

قلعہ صعب کے فتح ہو جانے کے بعد یہودی چوتھے قلعہ میں جا کر چھپ گئے۔ اس قلعہ کا نام قُلّہ تھا۔ مسلمانوں نے آکر اس قلعہ کو بھی گھیر لیا۔ اسی طرح تین روز گزر گئے مگر یہودی باہر نہیں نکلے۔ اتفاق سے ایک دن ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اُس نے بتایا کہ اس قلعہ میں ایسے پانی کے چشمے ہیں جن کے راستے خفیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے وہ راستے بند کر دیئے۔ پانی بند ہونے سے یہودی گھبرا اُٹھے۔ آخر وہ مجبور ہو کر لڑنے کے لیے قلعہ سے باہر نکل آئے مسلمان پہلے ہی سے اُن کے انتظار میں تھے فوراً جنگ شروع ہو گئی بہت سخت مقابلہ ہوا جس میں کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے مگر آخر میں یہودیوں کو بُری طرح شکست ہوئی اس طرح یہ قلعہ قُلّہ بھی فتح ہو گیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے قلعوں کی طرف بڑھے اور انہیں فتح کرتے ہوئے سب سے آخر میں قلعہ وطیح اور سلالم کی طرف آئے اب ان دونوں قلعوں میں سارے خیبر کے یہودی بھرے ہوئے تھے۔ کیونکہ اب تک جو قلعے مسلمانوں نے فتح کئے تھے ان میں سے بھاگ بھاگ کر یہودی انہی قلعوں میں پناہ لے رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کو بھی ہر طرف سے گھیر لیا اور یہودیوں کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے۔

محاصرہ کو بہت دن گزر گئے مگر مسلمان نہ اُکتائے اور نہ وہاں سے ہلے۔ اب یہودیوں کی ہمّت ٹوٹ چکی تھی اور ان میں مقابلہ کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس لیے انہوں نے صُلح کا ارادہ کیا۔

اس کے بعد کنانہ ابن ابوحقیق کچھ آدمیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور صلح کی درخواست کی۔ آپؐ تیار ہو گئے مگر یہ فرمایا کہ وہ سب قلعہ خالی کر کے فوراً نکل جائیں اور سوائے بدن کے کپڑوں کے کوئی چیز ساتھ نہ لے جائیں۔ اگر اس کے خلاف کیا تو خدا اور اس کا رسول بری ہوں گے۔

اس طرح ان قلعوں پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اب مسلمانوں نے سامان دیکھا تو اس میں بہت سا قیمتی مال نہیں تھا حالانکہ یہ یہودی مدینے سے نکلتے وقت بہت دولت لے کر آئے تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ اور اُس کے بھائی ربیع سے پُوچھا کہ وہ مال کہاں گیا تو اُس نے جواب دیا۔

"وہ سب مال تو جنگ میں خرچ ہو گیا"

آپؐ نے فرمایا۔

"جنگ کو تو کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا اور وہ مال بہت زیادہ تھا۔ اگر تم نے مجھ سے کوئی چیز چھپائی اور پھر مجھے اس کا پتہ چل گیا تو تمہارا خون مجھ پر حلال ہو گا"

اس پر کنانہ اور اُس کا بھائی ربیع دونوں تیار ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلعم نے اُس مال کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا کہ وہ مال ان لوگوں نے خیبر کے کھنڈروں میں چھپایا ہے۔ آپؐ نے وہاں تلاش کرایا تو وہ مال وہاں سے مل گیا۔ یہودیوں نے یہ مال ایک بہت بڑے چمڑے کے تھیلے میں چھپا کر وہاں دبا دیا تھا۔ اس کے ملنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ اور ربیع کو غداری کے الزام میں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قلعہ کو بھی فتح کیا اس کے رہنے والوں کے ساتھ بہت اچھا معاملہ فرمایا۔

ایک قلعہ فتح کرنے پر مسلمان اس میں گھس گئے اور کھانے پینے کا سامان جمع کرنے لگے تو آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"خود کھاؤ اور اپنے جانوروں کو کھلاؤ مگر ساتھ لے کر مت جاؤ"

وطیح اور سلالم کے قلعے فتح ہوئے تو وہاں سے مالِ غنیمت میں مسلمانوں کو بہت سے تورات کے نسخے بھی ملے جو یہودیوں کی مذہبی کتاب ہے مگر جب یہودیوں نے وہ مانگے تو آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ سب نسخے واپس دے دیں۔

اس طرح آپؐ جنگوں کے دوران میں بھی اپنے صحابہ کو یہ تعلیم دیتے رہتے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کریں یہاں تک کہ آپؐ نے اُن کے قیدیوں کے ساتھ بھی عزت کا معاملہ کیا۔

جب قلعہ قموص فتح ہوا تو اس میں سے یہودی سردار حیّی ابن اخطب کی بیٹی صفیہ اور اُن کی چچازاد بہن بھی گرفتار ہوئیں۔ صفیہ کی شادی کنانہ ابن ابوحقیق سے ہوئی تھی مگر اس لڑائی میں کنانہ بھی مارا گیا تھا۔ جب حضورؐ نے قیدیوں کو مجاہدوں میں تقسیم کیا تو دحیہ کلبی کے حصّہ میں صفیہ آئیں۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یہ سردار کی بیٹی ہیں۔ ان کا مرتبہ یہ ہے کہ انہیں آپؐ خود اپنے پاس رکھیں۔ آپؐ نے فوراً ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت صفیہ مُسلمان ہوگئیں تو آپؐ نے اسی وقت ان سے خود اپنا نکاح فرما لیا۔ اس طرح آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو باندی کے بجائے ساری اُمّت کی ماں بنا دیا۔

اسی طرح جب آپؐ نے قیدیوں کو بلوایا تو حضرت صفیہؓ اور اُن کی بہنوں کو لانے کے لیے حضرت بلال رضؓ کو بھیجا۔ بلال ان عورتوں کو اُس جگہ سے لے آئے جہاں یہودیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے جب اپنے مُردوں کو دیکھا تو ایکدم رونے لگیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپؐ کو حضرت بلالؓ کی یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"بلال! کیا تم میں سے رحم بالکل ختم ہو گیا؟ کہ تم اِن عورتوں کو ان کے آدمیوں کی لاشوں کے پاس سے لے کر آئے ہو!"

اسی طرح جب رسول اللہؐ نے خیبر کے یہودیوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہیں رہنے دیجئے ہم آدھی فصل آپؐ کو دیا کریں گے۔

حضورؐ نے اُن کی یہ درخواست قبول فرمالی ۔

جب یہ سب قلعے فتح ہو گئے تو آپؐ اُن کے انتظامات کر کے یہاں سے روانہ ہوئے۔

یہودیوں کے دوسرے قلعے فدک اور تیما وغیرہ بغیر لڑائی کے ہی فتح ہو گئے کیونکہ جو قلعے مسلمانوں نے فتح کر لیے تھے اُن کی وجہ سے یہودیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی اس لیے فدک وغیرہ کے لوگوں نے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ ہم سے صلح کر لیں اور ٹیکس وغیرہ لے لیجئے۔

اس طرح خدائے پاک نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور مسلمانوں کو اتنی زبردست فتح نصیب فرمائی کہ اُن کے سارے غم دُور ہو گئے ۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ، البدایۃ والنہایہ)

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مکّے سے ایک شخص آئے اُن کا نام حجاج ابن علاط سُلمی تھا۔ یہ مکّے کے ایک بڑے تاجر تھے۔ ان کا دل اچانک اسلام کی طرف جُھکا اور یہ خیبر میں حضورؐ کے پاس آکر مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے آپؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! میرا مال مکّے میں پھیلا ہوا ہے کچھ میری بیوی کے پاس ہے اور کُچھ مکّے کے تاجروں کے پاس ہے۔ ابھی مکّے والوں کو میرے مسلمان ہونے کی خبر نہیں ہے اس لیے مجھے اجازت دیجئے کہ مَیں مکّے جا کر اُن لوگوں سے اپنا مال لے آؤں ورنہ اگر اُنہیں میرے مسلمان ہونے کی خبر ہو گئی تو وہ میرا مال مجھے نہیں دیں گے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حجاج کو اجازت دے دی۔ اس کے بعد حجاج نے پھر عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! اس بارے میں مُجھے کوئی حیلہ بہانہ کرنا پڑے گا جس سے

میرا مال مجھے مل جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی تو حجاج وہاں سے واپس مکے کو روانہ ہو گئے۔ قریشیوں کو یہ خبر ہو چکی تھی کہ مسلمانوں نے خیبر پر چڑھائی کر دی ہے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کو یقین تھا کہ اس دفعہ یہودی مسلمانوں کی طاقت ختم کر دیں گے کیونکہ خیبر والے بہت طاقت ور ہیں۔

قریشی اس جنگ کا نتیجہ جاننے کے لیے اتنے بے چین تھے کہ ان میں سے بہت سے لوگ "ثنیۃ بیضا" کے مقام پر آ کر جمع ہو گئے تھے اور ہر گزرنے والے آدمی سے خیبر کا حال معلوم کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں سو سو اونٹوں کی شرطیں لگا رکھی تھیں مگر ابھی تک انہیں کچھ بھی پتہ نہیں لگ سکا تھا۔ اسی انتظار میں ایک دن انہوں نے حجاج کو دیکھا تو وہ ایک دم پکارنے لگے۔

"یہ حجاج ابن علاط آ رہا ہے۔ اس کے پاس خدا کی قسم کوئی خبر ضرور ہو گی۔ حجاج ہمیں بتاؤ! ہم نے سنا ہے کہ محمدؐ نے یہودیوں کے قلعہ خیبر پر حملہ کر دیا ہے؟"

ابھی تک قریشیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حجاج رضؓ مسلمان ہو گئے ہیں اسی لیے وہ ایکدم اُن کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ حضرت حجاج نے ان کی بے چینی دیکھ کر کہا۔

"ہاں! میرے پاس ایسی خبر ہے جسے سن کر تم خوش ہو جاؤ گے۔"

یہ سن کر قریشیوں کا شوق اور بھی زیادہ بڑھ گیا اور انہوں نے حضرت حجاج اور ان کے اونٹوں کو چاروں طرف سے گھیر کر روک لیا اور سب پوچھنے لگے۔

"کیا خبر ہے حجاج؟"

آخر حضرت حجاج نے ان سے کہا۔

"اُن کو ایسی شکست ہوئی ہے کہ اس جیسی تم نے کبھی نہیں سنی ہو گی اور ان کے ساتھی اس طرح قتل ہوئے کہ تم نے کبھی نہیں سنا ہو گا۔ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گرفتار ہو گئے ہیں مگر یہودی یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم خود انہیں قتل نہیں کریں گے بلکہ مکہ والوں کے پاس بھیج دیں گے تاکہ وہ اپنے آدمیوں کے بدلہ میں انہیں قتل کر دیں۔"

یہ بات سُن کر قریشی خوشی سے جیسے دیوانے ہو گئے۔ وہ چیختے اور شور مچاتے ہوئے مکے کی طرف بھاگے اور وہاں لوگوں سے کہنے لگے۔

"لو یہ خبر آ گئی۔ محمدؐ کو تمہارے پاس لایا جا رہا ہے اور یہیں قتل کیا جائے گا۔"

اس خبر سے ہر طرف شور مچ گیا اور لوگ خوشی سے پاگل ہو گئے۔ ادھر حجاج نے اسی وقت قریشیوں سے کہا۔

"لوگو! میرا مال جمع کرا دو، میں چاہتا ہوں کہ اپنا مال لے کر جلدی سے خیبر پہنچ جاؤں تاکہ اپنے مال کے بدلے میں وہ مال لے لوں جو یہودیوں نے محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کا لوٹا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میرے پہنچنے سے پہلے وہاں دوسرے تاجر معاملہ کر لیں۔"

اس وقت مکے والوں کی خوشی اور جوش کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، اُنہوں نے جلدی جلدی حجاج کا مال لا کر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ابھی تک مکے میں ہی تھے۔ انہوں نے یہ خبر سُنی تو وہ رنج اور صدمہ کی وجہ سے بے قرار ہو گئے۔ وہ فوراً حضرت حجاج کے پاس آئے اور اُن کے برابر آ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے حضرت حجاج سے کہا۔

"حجاج! یہ تم کیا خبر لے کر آئے ہو؟"

حضرت حجاج سمجھ گئے کہ اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خبر سُن کر صدمہ پہنچا ہے اس لیے اُنہوں نے کہا۔

"اگر میں آپ سے کچھ بتاؤں تو کیا آپ اس کو چھپائیں گے؟"

حضرت عباسؓ نے وعدہ کر لیا تو حجاجؓ نے کہا۔

"تب آپ اس وقت تو میرے پاس سے چلے جائیے میں کسی وقت تنہائی میں آپ کے پاس آؤں گا اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں اپنا مال جمع کر رہا ہوں۔"

حضرت عباسؓ واپس چلے گئے۔ ادھر حضرت حجاجؓ نے اپنا سارا مال قریشیوں سے

ہی اکٹھا کرا لیا۔ جب سب مال مل گیا اور حضرت حجاجؓ مکّے سے چلنے لگے تو وہ حضرت عباسؓ کے پاس آئے اور اُن سے کہنے لگے۔

"ابوالفضل! میری اس بات کو تین دن تک چھپائے رکھنا اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ میرا پیچھا نہ کریں تین دن بعد جسے آپ کا دل چاہے بتا دیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وعدہ کر لیا تو حضرت حجاجؓ نے ان کو بتایا۔

"خدا کی قسم! میں نے تمہارے بھتیجے کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ یہودیوں کے سردار کی بیٹی کے دُولہا بنے ہوئے تھے۔ خیبر فتح ہو گیا ہے اور اس کا سب مال و دولت رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہ کا ہو چکا ہے۔"

حضرت عباسؓ حیرت سے حضرت حجاج کو دیکھ رہے تھے، انہوں نے ایک دم کہا۔

"حجاج! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

حضرت حجاجؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم! یہی بات ہے۔ میری یہ بات ابھی چھپائے رکھنا میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ میں اس وقت صرف اپنا مال وصول کرنے آیا تھا تا کہ یہ لوگ اُسے دبا کے نہ بیٹھ جائیں۔ یہ بات آپؐ تین دن سے پہلے کسی کو نہ بتائیں۔"

اس کے بعد حضرت حجاج مکّے سے روانہ ہو گئے اور حضرت عباسؓ دن گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ آخر جب تین دن پورے ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے ایک بہت عمدہ چوغہ پہنا اور عصاء ہاتھ میں لے کر بیت اللہ میں آئے اور کعبہ کا طواف کرنے لگے۔

قریشیوں نے حضرت عباس کو اس شان سے دیکھا تو وہ ان سے کہنے لگے۔

"ابوالفضل! یہ سنگار خدا کی قسم مصیبت ٹل جانے کی وجہ سے ہے۔"

حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں! اس خدا کی سوگند جس کی تم نے قسم کھائی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر فتح کر لیا ہے۔ وہ یہودی بادشاہ کی بیٹی کے شوہر بن گئے ہیں اور جو کچھ وہاں

تھا وہ سب محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کا ہو گیا ہے"۔
قریش حیرت سے منہ کھولے اُنہیں دیکھنے لگے اُنہوں نے جلدی سے پوچھا۔
"تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟"
حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔
اسی نے جس نے تمہیں وہ بات بتائی تھی۔ وہ جب یہاں آیا تو مُسلمان ہو چکا تھا۔ اس نے اپنا مال جمع کیا اور جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے صحابہ سے جا ملا"
یہ خبر سُن کر مُشرکوں کے منہ لٹک گئے اور انہوں نے غصّہ اور افسوس کے ساتھ کہا۔
"افسوس! خدا کا دشمن بچ کر نکل گیا۔ خدا کی قسم! اگر ہمیں خبر ہو جاتی تو ہمارا اور اس کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا"

(سیرت حلبیہ و ابن ہشام)

۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبردست فتح اور کامیابی کے ساتھ مدینے واپس تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے بادشاہوں کے نام جو خط روانہ فرمائے اُن کو لے جانے والے قاصد بھی آنے شروع ہو گئے تھے۔
ان بادشاہوں میں سے بعض نے تو آپؐ کے قاصدوں کے ساتھ بہت عزت کا معاملہ کیا اور آپؐ کے نامۂ مبارک کو احترام کے ساتھ دیکھا مگر مُسلمان نہیں ہوئے۔ کچھ کو خدا تعالےٰ نے توفیق دی اور اُن کے دل گمراہی سے ہٹ کر اسلام کی طرف جُھک گئے۔ اُنہوں نے حضورؐ کے نامۂ مبارک کو سر اور آنکھوں پر رکھا اور اسلام قبول کر لیا۔ بعض نے ان خطوں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی اور کچھ ایسے بھی تھے جو آپؐ کے نامۂ مبارک کو دیکھ کر ایک دم غضبناک ہو اُٹھے۔
روم کے بادشاہ ہرقل نے بہت عزت کے ساتھ آپؐ کا خط لیا، اُسے سر اور آنکھوں سے لگا لیا اور اس کی تصدیق کی کہ آپؐ وہی سچے رسول ہیں جن کا آسمانی کتابوں میں ذکر

موجود ہے۔ مگر ان سب باتوں کو جانتے ہوئے بھی ہرقل نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو میری قوم ناراض ہو کر مجھے تخت سے اُتار دے گی۔

مصر کے بادشاہ مقوقس نے آپؐ کے خط کی بہت عزت کی مگر اسلام قبول نہیں کیا۔ اس نے آپؐ کے قاصد کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ روانہ کیا جس میں دو باندیاں تھیں، ایک خچر تھا اور کچھ کپڑے تھے۔

بحرین کے بادشاہ نے آپؐ کا خط بہت عزت سے لیا اور اُسے پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

فارس کے بادشاہ کو جب یہ خط پہنچا تو وہ ایک دم غضب ناک ہو اُٹھا یہاں تک کہ اُس نے اس نامۂ مبارک کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ عرب کے اس شخص کو گرفتار کر کے لاؤ۔ حضورؐ کے قاصد نے واپس آکر جب آپؐ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا۔

"کسریٰ کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا"۔

اور پھر چند ہی دن بعد کسریٰ قتل ہو گیا۔ پھر تھوڑی سی مدت میں ہی اُس کی ساری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس طرح اُسے رسول اللہ ؐ کی شان میں گستاخی کا بہت جلد بدلہ مل گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے برباد ہو گیا۔

حبش کے بادشاہ نجاشی نے آپؐ کا نامۂ مبارک دیکھا تو اس نے فوراً کھڑے ہو کر اُسے لیا اور سر اور آنکھوں سے لگایا اور چوما۔ نجاشی اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ؐ نے نجاشی بادشاہ کو دو خط روانہ فرمائے تھے جنہیں لے کر حضرت عمرو ابن امیہ ضمری گئے تھے۔ اُن میں سے ایک خط میں تو آپؐ نے بادشاہ کو اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی تھی اور دوسرے خط میں دو باتیں لکھی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ وہاں سے تمام مہاجر مسلمانوں کو مدینہ بھیج دے اور دوسرے یہ کہ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان اگر تیار ہوں تو اُن سے آپؐ کا نکاح کر دے۔

نجاشی بادشاہ نے فوراً حضرت ام حبیبہؓ کو خبر کرائی۔ حضرت ام المومنین نے اس مبارک رشتہ کو قبول کر لیا اور حضرت خالد ابن سعید اموی کو اپنا وکیل بنا دیا۔ اسی روز شام کو نجاشی بادشاہ

نے سب کو جمع کیا اور خود نکاح کا خطبہ پڑھا۔ نجاشی بادشاہ نے چار سو دینار حضرت ام حبیبہؓ کا مہر مقرر کیا اور نکاح کے بعد فوراً یہ رقم حضرت خالد ابن سعید رضؓ کے حوالے کر دی جو ام المومنین کے وکیل تھے۔

نکاح کے بعد جب لوگ اُٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے اُنہیں روک کر کہا کہ ولیمہ کھا کر جائیے اس لیے کہ یہ نبیوں کی سُنت ہے۔ فوراً ہی کھانے کا انتظام ہوا اور سب ولیمہ سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس ہوئے۔

حضورؐ کے دوسرے فرمان کے مطابق نجاشی بادشاہ نے سب مہاجر مسلمانوں کے واسطے دو جہازوں کا انتظام کیا اور ان سب کو بڑی عزت کے ساتھ مدینے کے لیے روانہ کیا۔ ان مہاجروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ ابن ابوطالب بھی تھے جو ابھی تک حبشہ سے نہیں آسکے تھے۔

پھر ایک دن حبش کے مہاجروں کا قافلہ مدینے پہنچ گیا۔ اس قافلہ میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضؓ بھی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضؓ بھی تھے۔ رسول اللہؐ اور مدینے کے مسلمانوں نے نہایت خوشی اور جوش کے ساتھ ان مسلمانوں کا استقبال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز حضرت جعفر رضؓ کے آنے سے خاص طور پر بے حد خوش تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو گلے لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔

"میں نہیں جانتا کہ آج میں دونوں باتوں میں سے کس بات سے زیادہ خوش ہوں، خیبر کے فتح ہو جانے سے یا جعفر کے آنے سے۔"

❖

عُمرۂ قضا

۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اعلان کرایا کہ جو شخص بھی معاہدہ حدیبیہ میں شریک رہا ہو وہ عمرہ کے لیے مکے چلے۔

مسلمان یہ اعلان سن کر خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے اس لیے کہ پچھلے سال بھی وہ بڑے خوش خوش مکے جانے کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر قریشیوں نے انہیں بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا تھا۔ ادھر پھر رسول اللہ صلعم نے خدا تعالےٰ کے حکم سے مشرکوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس میں انہوں نے یہ شرط رکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سال تو مسلمانوں کو لے کر واپس مدینے چلے جائیں اور اگلے سال عمرہ کے لیے مکے آجائیں۔ اس پر مسلمانوں کو بے حد صدمہ ہوا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ مدینے واپس آگئے اور سال گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ آخر خدا خدا کر کے سال پورا ہوا اور ذی قعدہ کا مہینہ آگیا۔

اب مسلمان بڑے جوش کے ساتھ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے ان میں وہ سارے ہی مسلمان تھے جو حدیبیہ کے وقت موجود تھے سوائے اُن کے جو اس سال شہید ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے مسلمان چلنے کے لیے تیار ہو گئے اور اس طرح اس قافلے میں دو ہزار آدمی ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کے مطابق صرف مسافر کا ہتھیار یعنی تلواریں ساتھ لیں جو نیام میں تھیں مگر پھر بھی حضورؐ نے کچھ مسلمانوں کے ایک دستہ کو ہتھیار وغیرہ دے کر آگے روانہ فرمادیا تاکہ اگر قریشی غداری کریں تو اُن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مگر حضورؐ نے اس دستہ کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ مکے میں داخل نہ ہوں بلکہ مرظہران میں ٹھہر کر ہمارا انتظار کریں۔ اس دستہ کی کمان حضرت محمد ابن مسلمہ کر رہے تھے۔

اس کے بعد حضورؐ نے مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو اپنا قائم مقام بنایا اور

ذی قعدہ ۶ھ میں آپؐ صحابہ کے ساتھ مکے روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے ساٹھ قربانی کے جانور ساتھ لیے اور ان کے گلوں میں علامت ڈال کر قافلے سے آگے روانہ کیا۔

حضرت محمد ابن مسلمہ اپنے دستے کو لے کر آگے جا چکے تھے۔ جب وہ مرظہران کے مقام پر پہنچے تو وہاں انہیں کچھ قریش کے آدمی ملے انہوں نے حضرت ابن مسلمہ سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں تو انہوں نے بتایا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور کل انشاء اللہ صبح تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

قریش نے ان مسلمانوں کے پاس ہتھیار وغیرہ دیکھ لیے تھے اس لیے وہ یہ سنتے ہی تیزی سے مکے پہنچے انہوں نے قریش کو بتلایا کہ محمدؐ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم صرف مسافر کا ہتھیار لے کر آئیں گے مگر وہ تو پورے جنگی سامان کے ساتھ آ رہے ہیں۔ قریشی یہ سن کر گھبرا گئے۔ انہوں نے فوراً مکرز ابن حفص کو کچھ قریشیوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس بھیجا کہ وہ آپؐ سے بات کریں۔

مکرز نے حضورؐ کے پاس پہنچ کر کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے بچپن میں یا بڑے ہو کر کبھی اپنے وعدے کا خلاف نہیں کیا، مگر کیا اب تم ہتھیار لے کر حرم میں داخل ہو سکے؟ حالانکہ ہماری تمہاری شرط ہو چکی ہے کہ تم صرف مسافروں کا ہتھیار لے کر مکے جاؤ گے؟"

حضورؐ نے یہ سن کر مکرز کو جواب دیا۔

"میں ہتھیار لے کر ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔"

مکرز کو یہ سن کر اطمینان ہو گیا اور اس نے مکے جا کر قریش کو بتایا۔

"محمد یہاں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔ انہوں نے جو شرط تم سے کی تھی وہ اس پر قائم ہیں۔"

اب قریشی مطمئن ہو گئے مگر جوں جوں حضورؐ کے آنے کے دن قریب آ رہے تھے وہ پریشان ہوتے جاتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ ہمارے آدمی اگر محمدؐ کے پاس اٹھے بیٹھے

تو وہ بھی بے دین ہو جائیں گے اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں میں ایسا اثر ہے کہ وہ ہر ایک کا دل موہ لیتی ہیں۔ اسی لیے اب قریشیوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے سب بچے بوڑھوں کو لے کر مکے سے باہر پہاڑوں میں چلے جائیں اور تین دن مکے میں ٹھہر کر جب مسلمان واپس چلے جائیں تو ہم اپنے گھروں کو لوٹ آئیں۔ یہ سوچ کر وہ سب مکہ خالی کر کے نکل گئے اور پہاڑوں میں جا چھپے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مکے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مکے کی قریب پہنچ کر آپؐ نے ہتھیار بند دستے کو وہیں ٹھہرنے کی اجازت دی اور خود صحابہ کے ساتھ مکے کی طرف چلے۔ آپؐ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے اور آپؐ کے دائیں بائیں صحابہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا۔

اور پھر اس شان کے ساتھ رسول اللہؐ مکے میں داخل ہو گئے! یہ وہی مکہ تھا جہاں سے آپؐ سات سال پہلے راتوں رات چھپ کر نکلے تھے۔ یہ وہی شہر تھا جس کی سڑکوں پر آپؐ کو نکلنا مشکل تھا۔ جہاں آپؐ کے دوست کم تھے اور دشمن زیادہ، یہیں آپؐ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپؐ کے اسی وطن میں تین سال تک دشمنوں نے آپؐ کا بائیکاٹ کئے رکھا اور پھر یہی وطن آپؐ کو ایک اندھیری رات میں ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑا تھا۔

مگر! گزرنے والے ان سات سالوں میں مکے کی کایا پلٹ چکی تھی مشرکوں کا زور ٹوٹ چکا تھا اور مسلمانوں کی ہیبت بڑھتی جا رہی تھی۔ صرف سات سال کے بعد آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی شہر میں اس طرح داخل ہو رہے تھے کہ مکے والے مکے کو خالی کر کے پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا اور اس نے نبی کا خواب سچا کر دکھایا۔

رسول اللہؐ سیدھے حرم شریف میں تشریف لائے اور آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا۔ خدا تعالےٰ کے اس احسان پر آج مسلمان خوشی سے پھولے نہیں

سمارہے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ خوشی میں کچھ شعر پڑھنے لگے جن میں مشرکوں کی برائی کی گئی تھی اور مسلمانوں کی تعریف تھی۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ سنا تو انہوں نے حضرت ابن رواحہ کو فوراً ٹوکا۔

"چپ ہو جاؤ ابن رواحہ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حرم شریف میں شعر پڑھتے ہو۔"

مگر یہ سن کر حضورؐ نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا۔

"اس کو چھوڑ دو عمر! اس لیے کہ یہ شعر تیر کی طرح مشرکوں کے لگ رہے ہیں۔"

پھر آپؐ نے حضرت ابن رواحہ سے فرمایا

"ابن رواحہ یہ کہو! خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اس نے اپنے بندے کو فتح دے دی، اس نے اپنے لشکر کو عزت بخش دی اور اس اکیلے نے سب قبیلوں کے لشکر کو شکست دے دی۔"

اس پر حضرت ابن رواحہ یہی پڑھنے لگے اور ان کے ساتھ سارے مسلمان بھی اس کو دُہرانے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپؐ صفا پہاڑی کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں سے مَروہ کی پہاڑی تک دوڑے۔ آپؐ نے مروہ کے قریب قربانی کے جانور ٹھہرائے اور فرمایا کہ یہ قربانی کی جگہ ہے۔ پھر یہیں آپؐ نے اور صحابہ نے قربانی کی۔ اس کے بعد آپؐ نے سر کے بال منڈائے۔ مسلمانوں نے بھی سر کے بال بنوائے اور اس طرح حضورؐ اور سب مسلمانوں کا یہ عمرہ پورا ہو گیا۔

جس وقت حضورؐ اور سب مسلمان طواف کر رہے تھے تو مشرکین پہاڑوں میں سے جھانک کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ پہلے وہ سب یہ سمجھ رہے تھے کہ مدینے کی آب و ہوا نے مہاجروں کو کمزور کر دیا ہوگا مگر جب انہوں نے مسلمانوں کو مونڈھے ہلا ہلا کر چلتے ہوئے دیکھا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی اور وہ آپس میں کہنے لگے۔

"کیا تم ان ہی کے متعلق سمجھتے تھے کہ مدینے کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے! یہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گئے ہیں"۔

اس طرح پہلا دن گزر گیا۔ قریش نے معاہدہ میں مسلمانوں کو تین دن مکے میں ٹھہرنے کی اجازت دی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں کسی کے گھر نہیں ٹھہرے تھے بلکہ ابطح کے مقام پر آپؐ کا خیمہ نصب تھا اور اسی میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اگلے روز حضورؐ صبح کے وقت حرم شریف میں آئے اور کعبہ کے اندر تشریف لے گئے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ تب آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضؓ کعبہ شریف کی چھت پر گئے اور وہاں سے انہوں نے اذان دی۔ حضرت بلال رضؓ کی خوب صورت اور بھاری آواز پہاڑوں میں گونجی اور مشرکوں کے کلیجے تھرا اٹھے۔ اس وقت بھی مشرک پہاڑوں میں چھپے ہوئے جھانک رہے تھے۔ یہ آواز سن کر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے کہا۔

"خدا نے میرے باپ ابوالحکم پر بڑا فضل کیا کہ وہ یہ کلمہ سننے سے پہلے ختم ہو گئے جو یہ شخص کہہ رہا ہے"۔

یہ سن کر امیہ ابن خلف کے بیٹے صفوان نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میرے باپ یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی چلے گئے"۔

خالد ابن اسید نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میرے باپ یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھ گئے کہ بلال رضؓ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر یہ کلمہ کہہ رہا ہے"۔

سہیل ابن عمرو نے اذان سن کر اپنے منہ اور کانوں پر ہاتھ رکھ لئے تاکہ وہ نہ تو بلالؓ کو دیکھ سکیں اور نہ ان کی آواز سن سکیں۔

یہ چاروں وہ بزرگ ہیں جو اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مسلمان ہو گئے تھے مگر اس وقت ان پر اور سارے مشرکوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔

مسلمانوں کے ساتھ جو ہتھیار بند دستہ تھا حضورؐ نے مکّہ کے باہر "ناجج" کے مقام پر چھوڑ دیا تھا۔ عمرہ سے فارغ ہو کر اگلے دن حضورؐ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو ناجج میں بھیج دیا تا کہ اب وہ وہاں جا کر ہتھیاروں کی حفاظت کریں اور وہ مسلمان مکہ آکر عمرہ کر لیں۔

اِدھر حضورؐ کی چچا زاد بہن عمارہؓ ابھی تک مکّے میں ہی تھیں۔ یہ حضرت حمزہ رضؓ کی بیٹی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں۔ حضرت علیؓ نے حضورؐ سے آکر اجازت لی کہ انہیں مدینہ لے چلیں۔ حضورؐ نے اس کی اجازت دے دی۔ حضرت عمارہؓ کے ماں اور باپ زندہ نہیں تھے اس لیے بعد میں حضورؐ نے اُن کو حضرت جعفر ابن ابو طالب کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت جعفر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس تھیں جو حضرت عمارہ کی خالہ تھیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ نے بھی اس کی کوشش کی تھی کہ عمارہ کو وہ اپنے پاس رکھیں مگر حضورؐ نے فرمایا کہ خالہ کا حق سب سے زیادہ ہے۔

مکّے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ یہ حضرت عباسؓ کی بیوی کی بہن تھیں۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اپنی بہن ام فضل (حضرت عباسؓ کی بیوی) سے کہا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اس لیے اب مجھے مشرکوں میں سے نکال کر مسلمانوں میں پہنچا دو۔ ام فضل نے حضرت عباسؓ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت عباسؓ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے حضورؐ سے یہ بات عرض کی۔ آپؐ نے اس کو قبول فرما لیا۔ اس کے بعد یہیں حضورؐ نے ان سے نکاح فرما لیا۔

رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو مکّے میں تین دن پورے ہو گئے۔ قریشیوں نے صبح ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حویطب ابن عبدالعزیٰ کو بھیجا۔ حویطب ابطح کے میدان میں رسول اللہؐ کے خیمہ پر آیا۔ اس وقت حضورؐ کے پاس کچھ انصاری مسلمان بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ حضرت سعدؓ ابن عبادہ سے باتیں کر رہے تھے۔

حویطب نے آپؐ کے پاس آتے ہی بدتمیزی کے ساتھ ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔

"معاہدہ پورا ہو گیا ہے، اب تم فوراً ہماری زمین سے نکل جاؤ۔ تین دن پورے ہو چکے ہیں۔"

حویلب کی اس بدتمیزی پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے ڈانٹ کر حویلب سے کہا۔

"تو جھوٹ بکتا ہے! یہ زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی۔ خدا کی قسم رسول اللہؐ خوشی سے نہ جانا چاہیں تو ہرگز یہاں سے نہیں جا سکتے"۔

رسول اللہؐ یہ سن کر مسکرائے اور آپؐ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا۔

"سعد! جو آدمی ہمارے پڑاؤ میں آئے ہیں ان کو تکلیف مت پہنچاؤ"۔

اس کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت ابورافع رضؓ سے کوچ کا اعلان کرایا کہ سب مسلمان شام سے پہلے مکے سے چلے جائیں۔ چنانچہ شام تک حضورؐ اور سب مسلمان مکے سے واپس روانہ ہو گئے۔ ام المومنین حضرت میمونہؓ مکے میں ہی رہ گئی تھیں۔ حضورؐ نے حضرت ابورافع کو وہیں چھوڑا کہ وہ بعد میں حضرت میمونہؓ کو لے کر سرف کے مقام پر آجائیں۔ چنانچہ حضورؐ سرف میں جا کر ٹھہر گئے جہاں بعد میں ابورافع رضؓ حضرت میمونہؓ کو لے کر آگئے۔ پھر یہاں سے ام المومنینؓ حضورؐ اور سب مسلمانوں کے ساتھ مدینے گئیں۔

(سیرت حلبیہ)

۲

مسلمان بیت اللہ کی زیارت کر کے بے حد خوش تھے۔ وہ خداوند کریم کا شکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے انہیں عزت اور طاقت دی۔

دوسری طرف مکے کے کئی لوگ بھی اب سوچ میں پڑ گئے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طاقت دن بدن کیوں بڑھتی جا رہی ہے؟ اگر ان کا پیغام سچا نہیں تو ان کے ماننے والے کیوں زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ مکے کے بڑے بڑے سردار اسی سوچ میں گم تھے۔

یہاں تک کہ ایک روز عمرو ابن العاص نے اپنے کچھ جاننے والے قریشیوں کو بلایا اور ان سے کہا۔

"لوگو! خدا کی قسم! تمہیں معلوم ہے کہ محمدؐ کی بات روز بروز اُونچی سے اُونچی ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے اب ایک فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق تم بھی اپنی رائے دو۔"

لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کیا سوچا ہے؟

عمرو ابن عاص نے کہا۔

"میری رائے ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں اور وہیں رہنے لگیں۔ اب اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم پر فتح حاصل ہو گئی تو ہم نجاشی کے پاس حبش میں ہوں گے ہمیں کوئی فکر نہیں ہو گا اس لیے کہ نجاشی کی غلامی محمد کی غلامی سے اچھی ہے اور اگر ہماری قوم کو محمدؐ پر فتح حاصل ہو گئی تو وہ اپنے آدمی ہوں گے ان سے ہمیں بھلائی ہی ملے گی۔"

عمرو کی یہ رائے سب نے پسند کی اور وہ جانے کو تیار ہو گئے۔ اب عمرو نے اُن سے کہا۔

"تب پھر نجاشی بادشاہ کو دینے کے لیے کچھ ہدیئے تحفے جمع کر لو۔"

ان لوگوں نے تحفے میں دینے کے لیے ایسی چیزیں جمع کرنی شروع کر دیں جو نجاشی کو بہت پسند تھیں۔ اس کے بعد عمرو ابن عاص اور ان کے دوست یہ ہدیے لے کر حبش کو روانہ ہو گئے۔ (ابن ہشام)

۳

مکّے کے دُوسرے مشہور اور بڑے آدمی خالد ابن ولید تھے۔ یہ بے حد بہادر اور جنگ باز آدمی تھے اور سب جنگوں میں قریش کے ساتھ جا کر لڑے تھے۔

مگر یہ دیکھتے تھے کہ ایک دفعہ بھی وہ مسلمانوں کو مات نہیں دے سکے۔ قریش ہمیشہ بڑے بڑے جنگی سامان لے کر نکلے مگر ہر دفعہ اُنہیں واپس ہی بھاگنا پڑا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ محمدؐ کو کیوں ہر جگہ فتح ہوتی ہے؟ لوگ کیوں اس نئے دین کو قبول کرتے جا رہے ہیں؟ خالد ابن ولید یہ باتیں سوچتے اور حیرت میں پڑ جاتے۔

معاہدۂ حدیبیہ کے وقت خالد ابن ولید قریش کے دو سو گھوڑے سواروں کو لے کر نکلے اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان وہاں پہنچیں تو بے خبری میں اُن پر حملہ کر دیں۔ اس کے بعد حضورؐ وہاں پہنچ گئے۔ آپؐ نے نمازِ خوف شروع کی اور خالد آپؐ کو دیکھتے رہے مگر وہ وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے بلکہ اپنے دستہ کو لے کر بھاگتے ہوئے واپس مکّے چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ میں قریش سے صُلح کی تو خالد ابن ولید کو یقین ہو گیا کہ اب قریش کی عزّت ختم ہو گئی۔ اس لیے وہ سوچنے لگے کہ مکّہ چھوڑ کر کہیں چلے جائیں۔ ابھی انھوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ حضورؐ عمرہ قضاء کے لیے مکّے کو روانہ ہو گئے۔ خالد اب مُسلمانوں کے سامنے نہیں آنا چاہتے تھے اسی لیے وہ اس وقت مکّہ چھوڑ کر کہیں اور جا بسے۔

مگر آہستہ آہستہ اسلام کی خُوبیاں اُن پر کُھلتی جا رہی تھیں اور حضورؐ کی محبّت دل میں گھر کرتی جا رہی تھی۔ اسی میں ایک روز انھیں اپنے بھائی ولید ابن ولید کا خط ملا۔ ولید مُسلمان ہو چکے تھے انھوں نے اپنے بھائی کو لکھا کہ رسول اللہؐ تعجّب کرتے ہیں کہ تم جیسا سمجھدار آدمی اسلام کی سچائی کو نہیں سمجھتا۔

اس خط نے خالد کی حالت بدل دی۔ اُن کو وہ روشنی نظر آگئی جس کو وہ اب تک نہیں دیکھ سکے تھے۔ انھوں نے اُس سچائی کو پا لیا جسے وہ اب تک نہیں سمجھ سکے تھے۔

خالد ابن ولید مکّے واپس آ گئے اور ہجرت کی تیاری کرنے لگے مگر ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ قریش میں سے کوئی اور بھی ان کے ساتھ چلے اور ہم اکٹھے مسلمان ہوں۔ سوچتے سوچتے انھیں صفوان ابن امیہ کا خیال آیا۔ خالد سیدھے اُن کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ محمّد کا پیغام عرب اور عجم میں پھیل گیا ہے اب ہمیں اُن کے پاس جا کر ایمان لے آنا چاہیئے"۔

مگر صفوان اُس وقت تک اسلام کے سخت دُشمن تھے۔ وہ یہ سُن کر بگڑ اُٹھے اُس لیے کہ جنگِ بدر میں اُن کے باپ اور بھائی قتل ہو گئے تھے اس لیے اُنہوں نے بہت غصّہ سے خالد کو جواب دیا۔

"اگر محمد کی دُشمنی میں مَیں اکیلا رہ جاؤں تب بھی اُن کو نہیں مانوں گا"۔

خالد اُن سے مایوس ہو گئے۔ اب وہ ابوجہل کے لڑکے عکرمہ کے پاس گئے اور اُن سے بھی وہی بات کہی مگر عکرمہ بھی ابھی تک اندھیروں میں بھٹک رہے تھے، اس لیے اُنہوں نے وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔

اب خالد نے عثمان ابن طلحہ سے ملنے کا ارادہ کیا مگر پھر اُنہیں خیال آیا کہ عثمان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دُشمن ہوں گے اس لیے کہ جنگِ احد میں اُن کے باپ، چچا اور چار بھائی قتل ہوئے تھے پھر بھی خالد، عثمان کے پاس گئے اور اُن سے وہی کہا جو صفوان اور عکرمہ سے کہا تھا مگر خدا تعالےٰ عثمان کی حالت بدل چکا تھا۔ اُنہوں نے جیسے ہی خالد کی بات سُنی وہ فوراً تیار ہو گئے۔ اب اُنہوں نے طے کیا کہ ہم مکّے سے الگ الگ روانہ ہوں گے اور مکّہ سے باہر فلاں جگہ ملیں گے۔ پھر وہاں سے ایک ساتھ مدینے جائیں گے۔ اس کے بعد یہ دونوں الگ الگ مکّے سے ہجرت کر کے روانہ ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

۴

عمرو ابن عاص اپنے دوستوں کے ساتھ حبش پہنچ گئے۔ ایک دن اُنہوں نے حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کو بادشاہ کے پاس سے آتے ہوئے دیکھا۔ یہ رسول اللہؐ کے قاصد تھے انہیں حضورؐ نے نجاشی کے پاس خط دے کر بھیجا تھا کہ وہ حضرت جعفرؓ اور اُن کے ساتھیوں کو مدینے بھیج دے۔

عمرو ابن عاص ان کو دیکھ کر کھٹک گئے وہ سیدھے اپنے ساتھیوں کے پاس

گئے اور اُن سے کہنے لگے ۔

"یہاں عمرو ابن امیہ ضمری موجود ہے۔ اگر میں بخاشی سے جاکر اس کو مانگ لوں اور پھر قتل کر دوں تو قریش کا کچھ بدلہ اُتر جائے گا اس لیے کہ وہ محمدؐ کا قاصد ہے"۔

سب ساتھیوں نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اب عمرو ابن عاص بخاشی کے پاس گئے، بخاشی نے ان کو پہچان لیا۔ چونکہ عمرو نے اس کو بہت سے ہدیے لاکر دیئے تھے اس لیے بادشاہ نے اُن کی بہت عزّت کی اور اپنے قریب بُلالیا۔

اب اُنھوں نے بادشاہ سے کہا۔

"بادشاہ! مَیں نے ابھی آپ کے پاس سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھا تھا۔ وہ ایک ایسے شخص کا قاصد ہے جو ہمارا سخت دشمن ہے اس لیے آپ اس قاصد کو میرے حوالے کر دیجئے تاکہ مَیں اُسے قتل کر دوں۔ اس لیے کہ وہ ہمارے بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کر چکا ہے"

مگر بخاشی بادشاہ عمرو کی بات سُن کر غضب ناک ہو گیا۔ ابھی عمرو نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ بخاشی نے ہاتھ اُٹھا کر اس زور سے عمرو کے ناک پر مارا کہ انہیں خیال ہُوا کہ میری ناک ٹُوٹ گئی۔ اس توہین کی وجہ سے عمرو اس قدر شرمندہ ہوئے کہ اُن کا دل چاہا زمین پھٹے اور مَیں اس میں سما جاؤں۔ مگر ساتھ ہی رسول اللہؐ سے بخاشی کی اس محبّت کا اُن پر بہت اثر ہُوا۔

انہوں نے بادشاہ سے کہا۔

"جہاں پناہ! اگر مجھے خیال ہوتا کہ آپ کو یہ بات بُری لگے گی کہ تو مَیں کبھی نہ کہتا۔

" بخاشی نے غصّہ سے کہا۔

"کیا تُو یہ چاہتا ہے کہ مَیں اُس شخص کا ایلچی تیرے حوالے کر دوں جو وہی پیغام لے کر آیا ہے جسے موسیٰ علیہ السّلام لے کر آئے تھے۔ اور پھر تُو اس ایلچی کو قتل کر دے!"

عمرو کو یہ سُن کر جیسے روشنی نظر آگئی۔ اُنہوں نے بادشاہ سے پُوچھا۔

"جہاں پناہ! کیا وہ واقعی ایسے ہی ہیں؟"

بادشاہ نے جواب دیا۔

"افسوس ہے تم پر عمرو! میری بات مانو اور اُن کی پیروی اختیار کرلو۔ خدا کی قسم! وہ سچائی پر ہیں اور جلد ہی وہ اُن پر بھی چھا جائیں گے جو اُن کی مخالفت کرتے ہیں۔ اُسی طرح جیسے مُوسیٰؑ فرعون اور اُس کے لشکر پر چھا گئے تھے۔"

اس گفتگو کے بعد عمرو ابن عاص کا دل اسلام کی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ اُنہوں نے فوراً بادشاہ سے کہا۔

"تب پھر کیا آپ رسول اللہؐ کی طرف سے میری بیعت لے سکتے ہیں؟"

نجاشی نے فوراً ہاتھ بڑھا دیا اور اس طرح ایک لمبی دُشمنی کے بعد حضرت عمرو ابن عاصؓ رسول اللہؐ کے اُمتی بن گئے۔

مُسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عمرو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے مگر وہاں اُنہوں نے اپنے اسلام کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ خاموشی سے سفر کی تیاری کی اور اس کے بعد تنہا ہی حبش سے مدینے کے لیے روانہ ہو گئے تاکہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔ (ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

حضرت خالد ابن ولید اور حضرت عثمان ابن طلحہ مکّے سے مدینے کو روانہ ہو چکے تھے۔ راستے میں وہ ایک جگہ سُستانے کے لیے ٹھہرے کہ اچانک اُنہوں نے سامنے سے ایک سوار آتے دیکھا۔ یہ حضرت عمرو ابن عاص تھے جو حبش سے مدینے جا رہے تھے۔ حضرت عمرو نے قریب آکر حضرت خالد کو دیکھا تو اُنہوں نے پُوچھا۔

"ابو سلیمان! (خالد کا لقب) کہاں جا رہے ہو؟"

حضرت خالد نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! معاملہ کھل گیا ہے۔ یہ شخص واقعی نبی ہیں، اسلام قبول کرنے اُن کے پاس جا رہا ہوں۔ آخر کب تک ......!"

حضرت عمروؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم! میں بھی اسلام قبول کرنے ہی جا رہا ہوں۔"

اس طرح یہ تینوں مسافر ایک جگہ جمع ہو گئے اور یہاں سے اکٹھے روانہ ہوئے۔ ان سب کی منزل اور مقصد ایک تھا کہ یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپؐ کی نبوت کی گواہی دیں۔

مدینے میں ان تینوں کے پہنچنے سے پہلے اُن کی خبر پہنچ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سُنی تو آپؐ بہت خوش ہوئے۔ حضرت خالدؓ کے بھائی ولید نے مدینے میں اُن کا استقبال کیا اور کہا کہ جلدی چلو رسولِ خدا تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خالد اور اُن کے ساتھیوں نے جلدی جلدی نہا کر صاف ستھرے کپڑے پہنے اور پھر یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت حضورؐ اُن کے آنے کی خوشی میں مسکرا رہے تھے۔ آپؐ ان تینوں کے آنے سے اتنے خوش تھے کہ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا تھا۔

"مکّے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے پاس بھیج دیئے ہیں۔"

حضرت خالد نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپؐ خُدا کے رسول ہیں۔"

"آپؐ نے فرمایا۔

"میں جانتا تھا کہ تم سمجھدار ہو اس لیے بھلائی کو قبول کرو گے۔"

اس کے بعد حضرت خالدؓ ابن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ ابن طلحہ آگے بڑھے اور اُنھوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب کے بعد آخر میں حضرت عمرو ابن عاص بیعت کے لیے بڑھے اور اُنھوں نے حضورؐ

سے عرض کیا کہ مجھ سے اس پر بیعت لیجئے کہ خدا تعالےٰ میرے تمام پچھلے گناہ معاف کر دے ۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح ہجرت پچھلے سب گناہوں کو دھو ڈالتی ہے ۔"

اس طرح قریش کے یہ تین بڑے سردار ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور پھر عمر بھر اسلام کی زبردست خدمت کرتے رہے ۔

(البدایہ والنہایہ، خصائص کبریٰ، سیرت حلبیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بڑے بادشاہوں کے نام خط روانہ فرمائے تھے جن میں اُن کی اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ ان میں سے ایک خط شرحبیل ابن عمرو غسانی کے نام تھا۔ شرحبیل، ہرقل کی طرف سے بُصریٰ کا گورنر تھا جو شام کے علاقہ میں ہے۔

حضورؐ کا یہ خط لے کر حضرت حارثؓ ابن عمیر شرحبیل کے پاس گئے۔ حضرت حارثؓ مدینہ سے روانہ ہو کر مُوتہ پہنچے جو شام میں بلقا کے قریب ایک جگہ ہے۔ جب شرحبیل کو حضرت حارثؓ کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے انہیں وہیں قتل کرا دیا۔

جب یہ خبر حضورؐ کو معلوم ہوئی تو آپؐ کو اور سب مسلمانوں کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ اسی لیے حضورؐ نے شرحبیل سے بدلہ لینے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے لشکر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب لشکر تیار ہو گیا تو آپؐ نے اس کا سپہ سالار حضرت زید ابن حارثہ کو بنایا۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بناتے وقت حضورؐ نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"اگر زیدؓ قتل ہو جائیں تو جعفر ابن ابو طالب کو امیر بنا دینا۔ اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ ابن رواحہ کو امیر بنا لینا اور اگر عبداللہ ابن رواحہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمانوں

کو اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنا سالار بنا لیں "۔

اس موقعہ پر وہاں ایک یہودی عالم بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے حضورؐ کی یہ بات سُنی تو آپؐ سے کہنے لگا۔

"ابوالقاسم! اگر آپؐ نبی ہیں تو جن لوگوں کا آپؐ نے نام لیا ہے وہ اس جنگ میں ضرور قتل ہوں گے کیونکہ بنی اسرائیل کے نبی اگر کسی کے متعلق یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ "اگر فلاں قتل ہو جائے ....." تو وہ ضرور قتل ہونا چاہیے اس طرح اُنہوں نے سو آدمیوں کے متعلق ہی کیوں نہ کہا ہو!"

جب لشکر تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مُسلمان مجاہدوں کو رُخصت کرنے کے لیے "ثنیۃ الوداع" تک آئے۔ یہاں پہنچ کر آپؐ نے مُسلمانوں کو رُخصت کرنے سے پہلے اُن کو نصیحتیں کیں اور فرمایا۔

"میں تم سب کو خدا سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں اور سب مُسلمانوں کے واسطے بھلائی کی دُعا کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کا نام لے کر جہاد کرو اور شام میں خدا کے اور اپنے دُشمنوں سے لڑو۔ وہاں تم گرجوں میں رہنے والے راہبوں کو دیکھو گے ان کو مت چھیڑنا، کسی عورت کو، بچّے کو یا بُوڑھے کو قتل مت کرنا، درختوں کو مت کاٹنا اور عمارتوں کو مت برباد کرنا "۔

اس طرح یہ لشکر حضورؐ کی دُعائیں اور نصیحتیں لے کر یہاں سے روانہ ہُوا۔
اپنے پیچھے اُنہیں مسلمانوں کی یہ آوازیں آرہی تھیں۔

"خدا تمہاری حفاظت کرے اور تمہیں سلامتی اور فتح کے ساتھ واپس لائے"۔

اس لشکر میں حضورؐ کی چچازاد بھائی حضرت جعفر کے علاوہ حضرت خالد ابن ولید بھی تھے۔ یہ لشکر یہاں سے چل کر شام میں داخل ہو گیا اور ایک شہر معان میں جا کر ٹھہر گیا۔

شُرحبیل کو جب یہ خبر ملی کہ مُسلمان لشکر لیے چڑھائی کرنے آرہے ہیں تو اُس نے فوراً ایک لاکھ کا لشکر مقابلہ کے واسطے تیار کیا۔ ساتھ ہی اُس نے رومی بادشاہ ہرقل

کو بھی مدد کے لیے لکھ دیا۔ ہرقل بھی ایک لاکھ کا لشکر لے کر بلقاء میں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ عرب کے بہت سے بادشاہ اور عیسائی قبیلے بھی رُومیوں کی مدد کے واسطے پہنچ گئے۔ اس طرح عیسائیوں کا لشکر ڈھائی لاکھ کے قریب ہو گیا۔ ان کے ساتھ زبردست جنگی سامان اور گھوڑے وغیرہ تھے۔

مسلمانوں کو معان میں یہ بات معلوم ہوئی کہ رُومیوں نے بہت زبردست فوج جمع کی ہے اور وہ مقابلہ کے لیے بڑھ رہے ہیں۔ اس خبر سے مُسلمانوں کو فکر ہو گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئے کہ ہم تین ہزار آدمی ہی جا کر رومیوں کے ٹڈی دل سے لڑیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس سے مدد منگائیں۔ اسی سوچ بچار میں دو دن گزر گئے۔ آخر حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے بہت جوش کے ساتھ مُسلمانوں سے کہا۔

"لوگو! تم جس کام کے لیے آئے ہو اُسی سے گھبرا رہے ہو! تم شہادت حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو! ہم کبھی اپنی تعداد اور طاقت کے بھروسے پر نہیں لڑتے بلکہ ہم صرف اُس دین کے بھروسہ پر لڑتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں خدا نے عزّت دی ہے۔ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور ملے گی یا تو فتح اور یا شہادت۔"

یہ سُن کر لوگوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! ابن رواحہ نے ٹھیک کہا۔"

اس کے بعد مُسلمان پُورے جوش کے ساتھ آگے بڑھے۔ جب وہ مُوتہ کے مقام پر پہنچے تو سامنے رُومیوں کی فوج نظر آئی۔ مُسلمان بڑھتے رہے یہاں تک کہ مُوتہ کے میدان میں دونوں فوجیں ایک دُوسرے سے ٹکرا گئیں۔

دونوں لشکروں کا کوئی مقابلہ نہ تھا کیونکہ رومیوں کا لشکر چیونٹیوں کی طرح پھیلا ہُوا تھا۔ ان کے ساتھ بہت زیادہ جنگی سامان تھا اور فوج میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی تھے اور دُوسری طرف مُسلمانوں کے لشکر میں کُل تین ہزار آدمی تھے مگر مُسلمان اپنی پُوری ہمّت کے ساتھ رُومیوں کے ٹڈی دل سے جا ٹکرائے۔ جنگ پُورے زور شور سے شروع ہو چکی تھی۔ ہر مُسلمان کئی کئی رُومیوں سے بھڑا ہُوا تھا۔ حضرت زید ابن حارثہ

مُسلمانوں کے کمانڈر تھے اُن کے ایک ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا اور دُوسرے میں تلوار۔ اسی طرح وہ بہادری کے ساتھ لڑتے ہُوئے رُومی لشکر میں گھُس گئے اور بے شمار دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے۔

اسی وقت فوراً حضرت جعفر ابن ابو طالب نے بڑھ کر اسلامی جھنڈا اُٹھا لیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے۔ وہ اسی طرح لڑتے ہوئے رومیوں میں گھِر گئے۔ جو بھی اُن کے سامنے آجاتا وہ زندہ واپس نہیں ہوتا تھا۔ حضرت جعفر اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر گئے اور جلدی سے گھوڑے کو زخمی کر کے پیدل لڑنا شروع کیا۔

لڑائی میں ایک رُومی نے اُن کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ حضرت جعفرؓ نے فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ میں سنبھال لیا۔ تب ایک اور دُشمن کی تلوار سے اُن کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ حضرت جعفرؓ نے جھنڈا اپنی گود میں سنبھال لیا۔ مگر اب وہ بہت زیادہ زخمی ہو چکے تھے آخر اسی حالت میں وہ شہید ہو گئے۔

اب فوراً حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے اسلامی جھنڈا اُٹھا لیا اور بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے دُشمن کی صفوں میں گھُس گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اُن کے شہید ہوتے ہی حضرت ثابت ابن ارقم نے جھنڈا اُٹھا لیا اور پُکار کر مسلمانوں سے کہا۔

"مسلمانو! کسی کو اپنا امیر بنا لو!"

مُسلمانوں نے پُکار کر کہا کہ آپ ہی امیر بن جائیے۔ مگر حضرت ثابت نے انکار کر دیا اور جھنڈا حضرت خالد ابن ولید کو دے کر کہا۔

"تم جنگ کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو"

حضرت خالد نے پہلے انکار کیا مگر حضرت ثابت کے اصرار پر جھنڈا لے کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن گئے۔ حضرت خالد پوری بہادری کے ساتھ دن بھر لڑتے رہے۔ اُنھوں نے رُومیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی اور جنگ صبح تک کے لیے رُک گئی۔

صُبح کو حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کی ترتیب بدل دی۔ فوج کا جو حصّہ پیچھے تھا اُس کو آگے کر دیا اور جو آگے تھا اُس کو پیچھے کر دیا۔ اسی طرح دائیں حصّہ کو بائیں طرف کر دیا اور بائیں حصّے کو دائیں طرف کر دیا اور اس کے بعد لشکر لے کر میدان میں پہنچ گئے۔ رُومیوں نے مسلمانوں کے لشکر میں نئے آدمی دیکھے تو وہ سمجھے کہ اُن کے پاس مدد آ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کی ہمت کمزور ہو گئی۔

لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہلا ہی حملہ بہت سخت کیا اور رُومیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے بڑھنے لگے۔ آج رُومی بچ بچ کر لڑ رہے تھے، اُنہیں خیال تھا کہ مُسلمانوں کے پاس مدد آ گئی ہے اسی لیے وہ ڈر رہے ہوئے تھے۔ رومیوں کی اس کمزوری سے مُسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور اُنہوں نے بڑھ چڑھ کر ایسے حملے کئے کہ اُنہیں پیچھے ہٹاتے ہوئے دُور تک لے گئے۔ رومی جتنا پیچھے ہٹ گئے تھے وہاں سے آگے نہیں بڑھ سکے اسی میں شام ہو گئی۔ اس روز رومیوں کو بُری طرح شکست ہوئی۔ شام کو لڑائی بند ہوئی تو مُسلمانوں کو کچھ مالِ غنیمت بھی ملا وہ لے کر مُسلمان اپنے پڑاؤ میں آ گئے۔

مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی جبکہ رومیوں کا لشکر بے شمار تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے پھر مشورہ کیا کہ لڑائی جاری رکھیں یا پہلے رسول اللہ صلعم کے پاس سے مدد حاصل کریں فیصلہ یہ ہوا کہ مدینے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتا دینی چاہیئے اور مدد حاصل کر لینی چاہیئے یہ فیصلہ کر کے حضرت خالد مسلم لشکر کے ساتھ مدینے کو واپس روانہ ہو گئے۔

جس وقت موتہ کے میدان میں حضرت زید رضؓ نے جنگ شروع کی تھی تو وہاں سے سینکڑوں میل دُور مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے مُسلمانوں کو میدانِ جنگ کا سارا حال بتلانا شروع کیا۔ خدا نے جنگ کا میدان اپنے نبی کے سامنے کر دیا تھا اور آپ صحابہ کو بتلا رہے تھے۔

"زید ابن حارثہ نے جھنڈا لیا۔ وہ خوب لڑے اور آخر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد جھنڈا جعفر نے اُٹھا لیا وہ بھی خوب لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔"

اتنا فرمانے کے بعد حضورؐ خاموش ہو گئے۔ آپؐ عبداللہ ابن رواحہ کا نام لینے سے پہلے خاموش ہو گئے تھے۔ اس لیے انصاری ایک دم بے چین ہو گئے۔ اُنہیں خیال ہوا کہ کہیں عبداللہ ابن رواحہ سے کوئی ایسی حرکت تو نہیں ہو گئی جو ناپسندیدہ ہو مگر اسی وقت کچھ دیر بعد آپؐ نے فرمایا۔

"اس کے بعد جھنڈا عبداللہ ابن رواحہ نے لے لیا وہ بھی خوب لڑے اور آخر وہ شہید ہو گئے"

~~اس کے بعد آپؐ نے~~ مسلمانوں کو بتلایا کہ اب خالد ابنِ ولید نے جھنڈا اُٹھا لیا ہے۔ پھر حضورؐ نے حضرت خالد کے لیے یہ دُعا فرمائی۔

"یا اللہ! وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو ہی اس کی مدد فرمائے گا"

اسی وقت سے حضرت خالدؓ کو "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کہا جانے لگا اسکے بعد رسول اللہؐ حضرت جعفرؓ کے گھر گئے اور اُن کی بیوی حضرت اسماء سے فرمایا۔

"جعفر کے بچّوں کو میرے پاس لاؤ"

حضرت اسماءؓ بچّوں کو لیکر آئیں تو آپؐ نے اُن کو پیار کیا۔ حضرت اسماء سمجھ گئیں کہ شاید حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے ہیں اس لیے اُنہوں نے حضورؐ سے پُوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔

"ہاں! آج وہ شہید ہو گئے ہیں"

یہ سُن کر حضرت اسماءؓ زور زور سے رونے لگیں تو آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"اسماء! بَین مت کرو اور یُوں اپنا سینہ مت پیٹو"

اس کے بعد رسول اللہؐ نے واپس آکر اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچّوں کے لیے کھانا تیار کرو اس لیے کہ آج اُنہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہے۔

اس کے کچھ دن بعد حضرت خالدؓ اسلامی لشکر کے ساتھ واپس مدینے آگئے۔ رسول اللہؐ اور مسلمانوں نے مدینے سے باہر جا کر اُن کا استقبال کیا۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، البدایہ والنہایہ)

فتح مکہ

۱
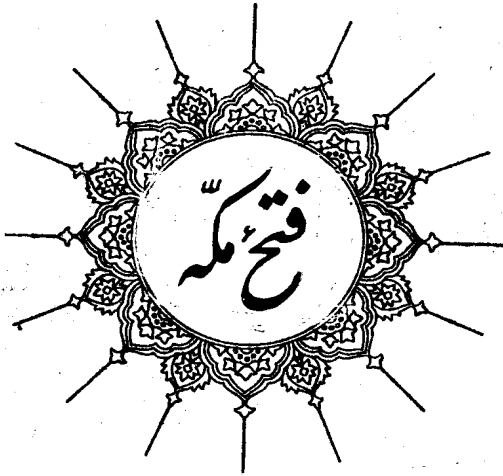
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں قریشیوں سے امن کا معاہدہ کیا تھا جس کا نام "معاہدۂ حدیبیہ" تھا۔ اس میں یہ عہد کیا گیا تھا کہ دو سال تک ہم آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ اس معاہدہ میں عرب کے کچھ دوسرے قبیلے بھی شریک ہو گئے تھے جیسے قبیلہ بنی بکر اور قبیلہ خُزاعہ۔ قبیلہ بنی بکر اس معاہدہ میں قریش کی طرف سے شریک ہو گیا تھا اور قبیلہ بنی خُزاعہ مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوا تھا۔

یہ معاہدہ دو سال کے واسطے ہوا تھا مگر پھر قبیلہ بنی بکر نے غدّاری کر کے بیچ میں ہی یہ معاہدہ توڑ دیا۔ ہوا یہ کہ بنی بکر اور بنی خُزاعہ میں کئی پشتوں سے دشمنی چلی آرہی تھی اور یہ ایک دوسرے کے آدمیوں کو قتل کرتے رہتے تھے۔ اس معاہدہ کے بعد ان دونوں قبیلوں میں بھی امن ہو گیا۔ مگر پھر ایک دن بنی بکر نے اچانک بنی خُزاعہ پر حملہ کر دیا اور اُن کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔ اس وقت بنی خُزاعہ کا ایک قافلہ ایک چشمہ کے قریب سو رہا تھا کہ بنی بکر نے اُن پر شب خون مار دیا۔ اس حملہ میں قریشیوں نے بنی بکر کی خوب امداد کی اور خفیہ طور پر اُنہیں اپنے آدمی اور ہتھیار دیئے۔

اس طرح قریش اور بنی بکر دونوں نے مل کر "معاہدۂ حدیبیہ" کو توڑ ڈالا جب بنی خُزاعہ پر حملہ ہوا تو وہ بھاگ کر مکے آئے اور یہاں اُنہوں نے بعض قریشی سرداروں کے گھروں میں گھس کر پناہ لی، بعض نے حرم میں جاکر جان بچانی چاہی مگر قریشیوں نے اُنہیں گھروں میں گھس گھس کر بھی مارا۔

قریش یہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری اس غدّاری کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہو گی۔ مگر اگلے دن انہیں خیال آیا کہ یہ بات چھپنے والی نہیں حضورؐ کو پتہ ہو جائے گا۔ اب وہ بہت گھبرائے۔ ادھر بنی خزاعہ کا ایک سردار عمرو ابن سالم خُزاعی

اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ مدینے کو چلا تاکہ آپؐ سے فریاد کرے کہ بنی بکر اور قریش نے معاہدہ توڑ کر ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ عمرو ابن سالم مدینے پہنچ کر سیدھا حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اس وقت آپؐ مسجد نبویؐ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمرو نے آپؐ کے سامنے پہنچ کر بہت درد بھرے شعر پڑھے جن میں آپؐ سے درخواست کی کہ ہماری مدد کیجئے۔ عمرو نے جو شعر پڑھے ان کا مطلب یہ ہے :۔

"اے اللہ! میں محمدؐ کو اُن کے باپ دادا کے زمانے تک کے معاہدے یاد دلانے آیا ہوں۔ محمدؐ! قریش نے آپؐ سے بے وفائی کی اور آپؐ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اُنھوں نے ہمارے اُوپر رات کے وقت حملہ کیا جب کہ ہم ایک چشمہ کے کنارے سو رہے تھے اور ہمیں رکوع اور سجدے میں قتل کیا اس لیے آپؐ ہماری فوراً مدد فرمائیے، خدا تعالےٰ آپ کی مدد فرمائے گا"۔

عمرو کی یہ فریاد سُن کر حضورؐ پر بہت زیادہ اثر ہُوا۔ آپؐ نے فوراً عمرو سے وعدہ فرمایا کہ آپؐ اُن کی مدد کریں گے۔ آپؐ نے عمرو سے فرمایا۔

"میں اسی طرح بنی خزاعہ کی حفاظت کروں گا جس طرح اپنی حفاظت کرتا ہوں"۔

بنی خزاعہ کے جو لوگ حضورؐ کے پاس آئے تھے اُن میں بُدَیل ابن ورقا بھی تھا جو مکے سے آیا تھا۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو راستے میں بُدَیل کو ابو سفیان آتے ہوئے ملے۔ ابو سفیان کو قریش نے بھیجا تھا اور وہ حضورؐ سے ملنے مدینے جا رہے تھے۔ کیونکہ غداری کرنے کے بعد قریش کو ڈر ہُوا کہ اَب مُسلمان ہم پر حملہ کر دیں گے۔ اس ڈر سے اُنھوں نے فوراً ابو سفیان سے کہا کہ تم سیدھے مدینے جاؤ اور محمدؐ سے کہو کہ معاہدہ کی مُدّت بڑھا دیں۔ ابو سفیان اسی مقصد سے مدینے جا رہے تھے۔ جب وہ عسفان کے مقام پر پہنچے تو اُنھوں نے بُدَیل کو آتے دیکھا۔ ابو سفیان سمجھ گئے کہ یہ مدینے سے آرہا ہے اور محمدؐ سے ہماری شکایت کرنے گیا تھا۔ قریب پہنچ کر ابو سفیان نے بُدَیل سے پوچھا۔

"بُدَیل کہاں سے آرہے ہو ؟"

بُدیل نے بات ٹال دی کہ میں تو یہیں ساحل تک گیا تھا۔

ابوسفیان نے پھر پُوچھا۔

"کیا تم محمّد کے پاس نہیں گئے تھے؟"

بُدیل نے کہہ دیا کہ نہیں اور اس کے بعد آگے روانہ ہو گئے۔ مگر ابوسفیان کو یقین تھا کہ بُدیل نے جھوٹ بولا ہے۔ اسی لیے اب انھوں نے اس کا پتہ چلانے کے لیے دُوسری ترکیب کی۔ وہ اُس جگہ آئے جہاں بدیل نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی۔ یہاں پر اُونٹنی کی لید پڑی تھی۔ ابوسفیان نے لید کو توڑ کر دیکھا تو اس میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی جو مدینے کی کھجور کی تھی۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان آپ ہی آپ سر ہلانے لگے۔

"اب میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ لوگ محمدؐ کے پاس سے آ رہے ہیں"

اس کے بعد ابوسفیان تیزی سے روانہ ہو کر مدینے پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی حضرت اُمّ حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں اس لیے ابوسفیان پہلے سیدھے اپنی بیٹی کے پاس پہنچے۔ یہاں پہنچ کر جب ابوسفیان بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر لپیٹ کر اُٹھا دیا۔ ابوسفیان کو اس پر حیرت ہوئی اور انھوں نے حضرت ام حبیبہؓ سے کہا۔

"بیٹی! میں سمجھا نہیں! تم بستر کو مجھ سے بچا رہی ہو یا مجھے بستر سے بچانا چاہتی ہو؟"

حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا۔

"نہیں! بلکہ یہ نبی کا بستر ہے اور تم ناپاک مُشرک ہو!"

ابوسفیان کو بیٹی کا یہ جواب سُن کر بہت غصّہ آیا اور اُنھوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! تُو مجھ سے الگ ہونے کے بعد بگڑ گئی ہے"

ابوسفیان غصّے میں بیٹی کے پاس سے چلے گئے اب وہ سیدھے رسول اللہؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا۔

"میں حدیبیہ کی صلح کے وقت موجود نہیں تھا اس لیے آپؐ معاہدہ کی مدّت کچھ

بڑھا دیجئے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی غداری پر بہت غصہ تھا اس لیے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابوسفیان نے بار بار کہا مگر حضورؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابوسفیان سمجھ گئے کہ آپؐ کو قریش کی غداری پر بہت غصہ ہے اور اب معاہدہ نہیں بڑھائیں گے اس لیے مایوس ہو کر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اُن سے درخواست کی کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سفارش کر دیجئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔

ابوسفیان یہاں بھی ناکام ہو گئے۔ اب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور اُن سے بھی وہی کہا کہ میری سفارش کر دیجئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت غضب ناک ہو کر جواب دیا۔

"کیا میں رسول اللہ صلعم سے تمہاری سفارش کروں گا؟ خدا کی قسم اگر کوئی بھی نہ رہے تو میں تنہا تم سے لڑتا رہوں گا"

ابوسفیان حضرت عمرؓ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے یہاں سے بھی اُٹھ گئے۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ آخر میں وہ حضرت علیؓ کے گھر پہنچے اس وقت حضرت علیؓ کے پاس ان کی بیوی یعنی حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں اور اُن کے لڑکے حضرت حسن بھی تھے جو اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ یہاں آکر ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا۔

"علی! میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میری سفارش کر دو"

حضرت علیؓ نے کہا۔

"ابوسفیان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو پھر ہم اس کے متعلق آپؐ سے کچھ نہیں کہہ سکتے"

اب ابوسفیان حضرت فاطمہؓ کی طرف مڑے اور اُن سے کہنے لگے کہ تم اپنے

اس بچے سے ہماری سفارش کرا دو اس طرح عمر بھر کے لیے یہ بچہ عرب کا سردار کہلائے گا۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ یہ ابھی بچہ ہے۔ آخر ابوسفیان بالکل مایوس ہو گئے اب انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میں بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں اس لیے تم ہی کوئی ترکیب بتلاؤ۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میرے دماغ میں کوئی ایسی صورت نہیں ہے جس سے تمہاری مشکل ختم ہو سکے مگر پھر بھی تم بنی کنانہ کے سردار ہو اس لیے میرے خیال میں تم حضورؐ کے پاس جاکر مجمع میں یہ کہہ دو کہ میں معاہدہ کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر فوراً مکے کو روانہ ہو جاؤ۔

ابوسفیان کو اس وقت یہی بات بڑی غنیمت معلوم ہوئی وہ فوراً مسجدِ نبویؐ میں آئے اور سب کے سامنے پکار کر یہ کہا کہ لوگو! میں معاہدہ کی مدت بڑھاتا ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اسے دوڑاتے ہوئے مکے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ مکے پہنچے تو قریشیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو تو ابوسفیان نے انہیں بتایا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کی تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد میں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور فاطمہ سب سے کہا کہ وہ میری سفارش کر دیں مگر ہر ایک نے انکار کر دیا۔ صرف علی نے ایک مشورہ دیا کہ میں مجمع میں معاہدہ کی مدت بڑھانے کا اعلان کر دوں میں وہی کر کے آگیا۔

اس پر قریش کے لوگ جھلا گئے کہ تم آخر کر کے کیا لائے ہو؟ سب لوگ ابوسفیان پر برس رہے تھے اور ابوسفیان ان کو قسمیں کھا کر بتلا رہے تھے کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی۔ میں اتنا ہی کر سکتا تھا وہی کر کے آگیا ہوں۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام)

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حکم سے مکّہ کو فتح کرنے کا ارادہ

فرمالیا تھا۔

آپ نے صحابہ کو سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ آپؐ نے عرب کے دوسرے قبیلوں میں بھی اعلان کرایا کہ جو شخص بھی خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان مدینے میں کرلے۔ حضورؐ کا رمضان میں روانہ ہونے کا ارادہ تھا اس بارے میں آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کرلیا تھا مگر یہ سب تیاری حضورؐ نے بہت خاموشی سے کی تھی۔ آپؐ چاہتے تھے کہ قریش کو مسلمانوں کے روانہ ہونے کا پتہ آخر تک نہ ہو بلکہ جب مسلمان مکے پہنچ جائیں تو قریش کو اچانک خبر ہو۔ اسی لیے آپؐ نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو اندھا اور بہرہ کردے وہ اچانک ہی ہمارے بارے میں سنیں اور اچانک ہی ہمیں دیکھیں"۔

حضورؐ نے مکے کے مختلف راستوں میں مسلمانوں کے جاسوس بٹھا دیئے تاکہ اگر کوئی بھی مشکوک آدمی نظر آئے تو اس کو روک لیں۔ اس طرح مدینے میں چپکے چپکے مکہ فتح کرنے کی تیاری ہوتی رہی اور قریش کو اس کا پتہ بھی نہیں ہو سکا۔ جب سب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ایک روز اچانک حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر ابن عوام کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ فلاں جگہ پر پہنچ کر ایک عورت کو پکڑلو اس کے پاس ایک خط ملے گا وہ اس سے چھین کرلے آؤ۔

یہ خط قریش کے نام تھا جو ایک مسلمان حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ نے لکھا تھا اس میں حضرت حاطب نے قریشیوں کو ہوشیار کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زبردست لشکر لے کر مکے پہنچ رہے ہیں تم لوگ اپنا بچاؤ کرلو۔ حضرت حاطب نے یہ خط اس بڑھیا کو دے کر قریش کے پاس چپکے سے بھیجا تھا مگر حضورؐ کو وحی کے ذریعے یہ بات معلوم ہوگئی اور آپؐ نے فوراً صحابہ کو بڑھیا کے پیچھے بھیجا۔ یہ تینوں صحابہ گھوڑوں پر بیٹھ کر تیزی سے ساتھ چلے۔ حضورؐ نے جو جگہ بتلائی تھی بڑھیا وہیں ملی۔ صحابہؓ نے اس کو روک کر اس سے خط مانگا۔ عورت قسمیں کھا کر انکار کرنے لگی۔ صحابہؓ نے اس کو اونٹ پر سے اتار کر کافی تلاش کیا مگر اس کے پاس سے کوئی خط

نہ ملا۔ ادھر عورت قسمیں کھاتی رہی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے مگر صحابہ جانتے تھے کہ حضورؐ کی دی ہوئی خبر غلط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے حضرت علیؓ نے بڑھیا سے ڈانٹ کر کہا۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ کی دی ہوئی خبر غلط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یا تو تو ہمیں وہ خط دیدے ورنہ ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔"

یہ سن کر وہ عورت ڈر گئی اور اس نے اپنی چوٹی کے بلوں میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ صحابہؓ یہ خط لے کر سیدھے حضورؐ کے پاس واپس آئے۔ خط ملنے کے بعد حضورؐ نے حضرت حاطبؓ کو بلا کر پوچھا۔

"حاطب تم نے یہ حرکت کیوں کی ؟"

حضرت حاطب نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں سچا اور پکا مسلمان ہوں، میرے خیالات بالکل نہیں بدلے مگر قریش کے پاس میری بیوی اور لڑکا ہے۔ ان کے سوا مکے میں میرا کوئی دوسرا رشتہ دار نہیں ہے اس لیے میں نے سوچا کہ اگر میں قریش کے ساتھ کوئی احسان کر دوں گا تو لڑائی کے وقت وہ میرے بیوی بچے کو قتل نہیں کریں گے اسی لیے میں نے یہ خط لکھا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاطبؓ کی اس حرکت پر غضب ناک ہو رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ مگر حضرت حاطبؓ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوئے تھے اس لیے حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

"عمر! یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیا خبر خدا نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں سے اس دن یہ کہہ دیا ہو کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔"

ادھر اسی وقت خدا تعالیٰ نے حضرت حاطبؓ کے متعلق ناز ل فرمائی جس میں ان کو معافی دی گئی۔

سب مُسلمان مکے جانے کی تیاری میں لگے ہُوئے تھے۔ آخر رمضان کا مہینہ آگیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تیاریاں بھی پوری ہو چکی تھیں۔ آخر ۱۰ ر رمضان ۸ھ کو رسول اللہؐ دس ہزار مُسلمانوں کے ساتھ مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس دفعہ ازواج میں سے حضرت میمونہؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ مدینے میں آپؐ نے حضرت کلثوم ابن حصین کو اپنا قائم مقام بنایا۔

جب جحفہ کے مقام پر پہنچے تو آپؐ کو حضرت عباسؓ ملے جو اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے جا رہے تھے۔ حضرت عباسؓ حضورؐ کے چچا تھے اور بہت پہلے مُسلمان ہو چکے تھے مگر حضورؐ کے حکم سے مکّے ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اب اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا مگر راستے میں حضورؐ سے ملاقات ہو گئی۔ آپؐ نے چچا کو اپنے ساتھ لیا اور اُن کا سامان وغیرہ مدینے بھجوا دیا۔ پھر یہاں سے آگے چلے تو ابواء کے مقام پر آپؐ سے دو آدمی ابو سفیان ابن حارث اور عبداللہ ابن ابو امیہ آ ملے۔ یہ ابوسفیان حضورؐ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ دوسرے آدمی عبداللہ آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

یہ دونوں ہمیشہ حضورؐ کے جانی دُشمن رہے اور آپؐ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ مگر اب اچانک خدا تعالےٰ نے ان دونوں کے دل پھیر دیئے اور یہ مُسلمان ہونے کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابواء میں جب اُنھوں نے حضورؐ کے متعلق سُنا تو فوراً آپؐ سے ملنے کی اجازت مانگی مگر حضورؐ کو ان دونوں سے سخت تکلیفیں پہنچی تھیں اس لیے آپؐ نے اُن سے ملنے سے انکار کر دیا۔ مگر ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے ان کی سفارش کی اور حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ان میں سے ایک آپؐ کا چچا زاد بھائی اور پھوپھی کا بیٹا ہے۔

دوسری طرف جب ابو سفیان کو معلوم ہُوا کہ حضورؐ نے اُن سے ملنے سے انکار فرما دیا ہے تو ان کو بہت صدمہ ہُوا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بھی تھا۔ ابوسفیان نے صحابہ سے کہا کہ اگر رسول اللہؐ مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیں گے تو میں اپنے

بیٹے کو لے کر کہیں ویرانے میں چلا جاؤں گا اور وہیں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔

اس طرح حضرت ام المومنین کی سفارش اور ابو سفیان کی بے قراری کی وجہ سے ان دونوں پر حضورؐ کو رحم آگیا۔ آپؐ نے ان کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔ ابوسفیان اور عبداللہ اسی وقت آئے اور سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ یہ ابوسفیان وہ مشہور ابوسفیان نہیں تھے جو قریش کے سردار تھے بلکہ یہ دوسرے تھے جو حضورؐ کے دودھ شریک بھائی تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے روانہ ہو گئے۔ اگلا پڑاؤ آپؐ نے مرّ ظہران میں ڈالا۔ حضورؐ نے مدینہ سے چلتے ہوئے دعا مانگی تھی کہ خدایا قریشیوں کے جاسوسوں کو اندھا بہرا کر دے۔ حضورؐ کی یہ دعا قبول ہو گئی تھی اور قریشیوں کو مسلمانوں کے متعلق کوئی خبر نہ ملی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ کے قریب مرّ ظہران تک پہنچ گئے۔

قریشیوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا اس لیے اُنہیں ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ کہیں مسلمان مکّے پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی لیے اب ابوسفیان ابن حربؓ، بدیل ابن ورقاء اور حکیم ابن حزام نے ارادہ کیا کہ ہم خود ہی مکّے سے آگے جا کر کچھ پتہ لگائیں۔ یہ تینوں مکّے سے چل کر جب مرّ ظہران پہنچے تو اچانک اُنہیں ایک زبردست لشکر نظر آیا۔ یہ رات کا وقت تھا اس لیے جہاں تک نظر پہنچتی تھی آگ جلتی ہوئی نظر آتی تھی کیونکہ ہر شخص نے اپنے خیمے کے سامنے آگ جلا رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان گھبرا گئے اور انہوں نے بُدیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بدیل نے کہا کہ بنی خُزاعہ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ابوسفیان نے کہا کہ بنی خزاعہ کے پاس اتنا بڑا لشکر کہاں ہو سکتا ہے؟

اتفاق سے اس وقت وہیں قریب ہی میں حضرت عباسؓ بھی پھر رہے تھے اُنہوں نے ابوسفیان کی آواز سُنی تو وہ پہچان گئے۔ وہ ابوسفیان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ابوسفیان تم پر افسوس ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ یہ سُن کر

ابوسفیان بڑے گھبرائے اور حضرت عباس رضؓ کے پاس آکر پوچھنے لگے کہ اب ہمارا بچاؤ کس طرح ہو سکتا ہے؟

حضرت عباس رضؓ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر حضورؐ کو تم پر فتح حاصل ہو گئی تو آپؐ ضرور تیری گردن ماردیں گے۔ اس لیے میرے اس خچر پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر چلتا ہوں تاکہ تمہارے واسطے امان لے سکوں۔ ابوسفیان فوراً خچر پر حضرت عباس رضؓ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت عباس رضؓ انہیں لشکر دکھاتے ہوئے حضورؐ کے پاس لے چلے۔ جب یہ حضرت عمر رضؓ کے خیمہ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمر رضؓ نے ابوسفیان کو پہچان لیا وہ فوراً ننگی تلوار لے کر اُن کے پیچھے دوڑے مگر حضرت عباس رضؓ نے خچر کو تیز بھگایا اور جلدی سے ابوسفیان کو لے کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ پیچھے پیچھے ہی حضرت عمر رضؓ بھی پہنچے اور حضورؐ سے عرض کرنے لگے۔

"یارسول اللہؐ! یہ ابوسفیان ہے خدا تعالےٰ نے اسے بغیر کسی معاہدہ کے پکڑوا دیا ہے اس لیے مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن ماردوں۔"

مگر حضرت عباس رضؓ نے کہہ سُن کر حضرت عمر رضؓ کو روکا اور اس کے بعد حضورؐ نے حضرت عباس رضؓ سے فرمایا۔

"عباس! انہیں ابھی تو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو انہیں میرے پاس لانا۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو پناہ دے چکے تھے اس لیے وہ اطمینان سے انہیں اپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر انہیں وہیں رکھا۔ ادھر حکیم ابن حزام اور بُدَیل ابن ورقاء اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔

صبح کو حضرت عباس رضؓ ابوسفیان کو حضورؐ کے پاس لائے۔ آپؐ نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا۔

"تجھ پر افسوس ہے ابوسفیان! کیا وقت نہیں آگیا کہ تُو شہادت دے کہ خدا کے

سوا کوئی معبود نہیں ہے"

ابو سفیان نے کہا۔

"آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ بہت ہی رحمدل اور رشتہ داروں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اگر خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہوتا تو اس وقت ضرور مجھے بچاتا"

حضور ؐ نے فرمایا۔

"افسوس! ابو سفیان! کیا وقت نہیں آ گیا کہ تو سمجھ لے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں"

ابو سفیان نے کہا۔

"آپ واقعی بہت رحمدل ہیں۔ میں آپ کا دشمن ہوں مگر پھر بھی میرے ساتھ آپ اچھا معاملہ فرما رہے ہیں"

آخر حضرت عباس رضؓ نے ابو سفیان کو سمجھایا بجھایا تو وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا اس کے بعد حضرت عباس رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ! ابو سفیان فخر کو پسند کرتا ہے اس لیے اس کے ساتھ کوئی خاص رعایت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے یہ سفارش منظور فرمائی اور فرمایا

"ہاں! جو آدمی ابو سفیان کے گھر میں گھس جائے اس کو امان ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امان ہے اور جو حرم میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان ہے"

جب حضور ؐ مرظہران سے مکے کو روانہ ہونے لگے تو آپ ؐ نے حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ ابو سفیان کو کسی اونچی جگہ لے کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ یہ خدا کا لشکر دیکھ سکے۔ حضرت عباس ؓ فوراً ابو سفیان کو لے کر ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر ایک ایک ٹکڑے کی صورت میں گزر رہا تھا۔ ابو سفیان اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ ابو سفیان ایک ایک ٹکڑے کے متعلق پوچھتے اور حضرت عباس ؓ ان کو بتاتے

جاتے۔ آخر مہاجر اور انصاریوں کا زبردست دستہ آیا اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ ابوسفیان کو جب معلوم ہوا کہ مہاجر اور انصاریوں کا دستہ ہے تو انہوں نے حضرت عباسؓ سے کہا۔

"خدا کی قسم ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کا ملک تو بہت بڑا ہوگیا ہے"

اس کے بعد ابوسفیان حضورؐ کے پاس سے رخصت ہوئے اور تیزی کے ساتھ مکے کو روانہ ہوگئے۔ مکے پہنچتے ہی ابوسفیان نے پکار پکار کر لوگوں سے کہنا شروع کیا۔

"اے گروہ قریش! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا لشکر لے کر آگئے ہیں جس سے تم کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ اس لیے جو ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے گا اس کو امان ہے"

یہ سُن کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ غصّہ میں بپھر گئی اُس نے ایک دم بڑھ کر ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ لیں اور لوگوں سے کہنے لگی۔

"لوگو! اس بیوقوف بڈھے کو پکڑ کر قتل کر دو۔ کیا تم لڑو گے نہیں اور اپنا اور اپنے وطن کا بچاؤ نہیں کرو گے؟"

ابوسفیان نے ہندہ کو ڈانٹ کر کہا کہ تو خاموش ہو جا پھر انہوں نے لوگوں سے کہا۔

"اب ان باتوں سے کام نہیں چلے گا کیونکہ تم ان سے کسی طرح نہیں بچ سکتے اس لیے جو آدمی ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے گا اس کو امان ہے"

اس پر لوگ بگڑ اُٹھے اور کہنے لگے۔

"خدا تیرا ناس کرے! تیرے گھر میں کتنے آدمی سما جائیں گے"

تب ابوسفیان نے کہا "اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امان ہے اور جو بیت اللہ میں گھس جائے اس کو بھی امان ہے"

یہ سُنتے ہی لوگ ایک دم بھاگے اور کچھ اپنے گھروں میں گھس رہے اور کچھ نے بیت اللہ میں جاکر پناہ لی"

(ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

۳

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّے میں داخل ہونے لگے تو آپؐ نے لشکر کے کچھ حصّے کئے، ایک دستہ حضرت خالدؓ کی کمان میں تھا۔ آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ وہ نشیبی حصّے سے مکّے میں داخل ہوں۔ اسی طرح ایک دستے کو آپؐ نے ہدایت کی کہ وہ اُوپری حصّے سے مکّے میں داخل ہوں۔ ساتھ ہی حضورؐ نے مُسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ خود سے کسی کو قتل نہ کریں بلکہ اگر مشرک خود ہی آکر لڑیں تو صرف ان ہی سے جنگ کریں۔ اس کے بعد حضورؐ خود بالائی حصّے سے مکّے میں داخل ہوئے۔

اپنے خدا کے اس فضل و کرم پر حضورؐ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ آپؐ مکّے میں بادشاہوں کی طرح داخل نہیں ہوئے بلکہ جب آپؐ مکّے میں داخل ہوئے تو اس طرح کہ خدا کے سامنے آپؐ کا سر جھکا ہُوا تھا۔ اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی آپؐ اتنے جھکے ہوئے تھے کہ آپؐ کی داڑھی اونٹ کے کجاوے کو چھُونے لگی۔ اس وقت آپ سورہ فتح تلاوت فرما رہے تھے۔

مکّے میں داخل ہونے سے ایک دن پہلے آپؐ سے صحابہ نے پوچھ لیا تھا کہ مکّے میں حضورؐ کہاں ٹھہریں گے؟ آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ شعب ابو طالب میں۔ یہ وہی گھاٹی تھی جہاں قریش نے حضورؐ اور دوسرے مسلمانوں کو تین سال تک قید کئے رکھا تھا۔

جب آپؐ مکّے میں داخل ہوئے تو پہلے آپ سیدھے حضرت ام ہانی کے مکان میں تشریف لے گئے اور وہاں آپؐ نے آٹھ رکعت شکرانے کی نماز پڑھی۔ حضرت ام ہانی کے مکان میں دو قریشیوں نے آکر پناہ لی تھی۔ جب حضرت علی رضؓ کو معلوم ہُوا تو انہوں نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ حضورؐ جب حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مَیں نے دو آدمیوں کو پناہ دی ہے مگر علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"جس کو ام ہانی نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی، علی کو چاہیئے کہ اُن کو نہ مارے ۔"

نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ حضرت ام ہانی کے گھر سے چلے اور شعب ابوطالب میں آکر ٹھہرے۔ یہاں صحابہ نے آپؐ کے لیے خیمہ لگا دیا تھا۔

مکے میں داخلے کے وقت حضورؐ نے حضرت خالد کو ہدایت کی تھی کہ وہ نشیبی حصے میں مکّے میں داخل ہوں۔ جب حضرت خالدؓ مکّے میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ مشرکوں کی ایک جماعت لڑنے کے لیے وہاں موجود ہے۔ ادھر مشرکوں نے حضرت خالد کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ آخر اپنے بچاؤ کے لیے حضرت خالد کو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ مشرکوں کی یہ جماعت عکرمہ ابن ابوجہل اور صفوان ابن اُمیہ لے کر آئے تھے۔ حضرت خالد کے حملے کو یہ لوگ برداشت نہیں کر سکے۔ تھوڑی ہی دیر میں اُن کے پیر اکھڑ گئے اور یہ سب وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں دو مسلمان شہید ہوئے اور دس پندرہ مشرک بھی مارے گئے۔

جب حضورؐ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے لڑائی سے منع کیا تھا۔ حضرت خالد نے بتلایا کہ یا رسول اللہ! میں نے لڑائی میں پہل نہیں کی بلکہ جب مشرکوں نے لڑنا شروع کیا تو ہم نے مقابلہ کیا۔

(زرقانی، سیرت حلبیہ)

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ۔

ترجمہ:۔ اور کہہ آیا حق اور گم ہوا باطل، تحقیق باطل تھا گم ہونے والا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور حضورؐ کے ہاتھوں مکہ فتح کرا دیا۔

جب مکّے میں امن و امان قائم ہو گیا تو آپؐ بیت اللہ شریف میں تشریف لائے۔ یہاں آکر آپؐ نے اپنی اُونٹنی پر بیٹھے بیٹھے ہی طواف فرمایا۔ پھر آپؐ نے حضرت

عثمان ابن طلحہ کو بلایا اور ان سے کعبہ کی چابیاں لیں۔ جب آپ کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں ہر طرف بُت ہی بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپؐ قرآن پاک کی یہ آیت قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا پڑھتے ہوئے ان بُتوں کی طرف چھڑی گھماتے جاتے تھے اور وہ بُت زمین پر گرتے جاتے تھے۔ اس طرح آپؐ نے سب سے پہلے خدا کے گھر کو بُتوں سے پاک کر دیا۔

اس کے بعد آپؐ کعبہ کے دروازے میں آکر کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ سارا حرم لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ ان میں مکّے کے وہ مشرک بھی تھے جو شروع سے اب تک حضورؐ کے دشمن تھے اور آپؐ کو تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے۔ وہ سب بھی اپنا فیصلہ سُننے کا انتظار کر رہے تھے۔ حضورؐ نے کعبہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اس خطبہ کے شروع میں آپؐ نے فرمایا۔

"خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے سب دشمنوں کی جماعت کو شکست دی"

قریش میں اپنی بڑائیاں کرنے کی عادت چلی آتی تھی۔ وہ اپنے باپ دادا اور اپنے خاندانوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے اس عادت کو بھی ختم کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔

"قریش کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے زمانے کی بُرائیوں اور باپ دادا پر فخر کرنے کو باطل کر دیا، سب لوگ آدمؑ کے اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں"

پھر آپؐ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر سنائی :-

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ -

ترجمہ:۔ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پرہیزگار ہے۔"

پھر آپؐ نے قریشیوں سے پوچھا۔

"قریشیو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم لوگوں کے متعلق کیسا فیصلہ کروں گا؟"

قریشی بہت ڈر رہے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے قتل کا فیصلہ سنائیں گے مگر اب حضورؐ کے پوچھنے پر انھوں نے جلدی سے کہا۔

"بھلائی کا۔ آپ ایک شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔"

تب آپؐ نے فرمایا۔

"میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غصہ اور عتاب نہیں ہے، جاؤ! تم سب آزاد ہو!"

ان الفاظ سے تھوڑی دیر کے لیے جیسے سناٹا چھا گیا۔ قریش حیرت کے ساتھ حضورؐ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دشمنوں کو معاف کر دیا جو اپنے قتل کا اعلان سننے آئے تھے۔

یہ خطبہ دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے۔ کعبہ کی کنجی ابھی تک آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت علی رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کنجی تو ہمیں دے دیجئے۔ اس طرح "منصب سقایہ" کے ساتھ ساتھ "منصب حجابہ" بھی ہمارے پاس آجائے گا۔ مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔

ترجمہ:۔ "بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔"

اس پر حضورؐ نے فوراً حضرت عثمان ابن طلحہ کو بلایا اور خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق کعبہ کی کنجی اُن کو ہمیشہ کے لیے دے دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں تھے کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؐ کے ساتھ حضرت بلال رضؓ بھی تھے آپؐ نے بلال رضؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضؓ نے فوراً اذان دینی شروع کی۔ اس وقت بیت اللہ میں بہت سے قریشی سردار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ابوسفیان، خالد اور عتاب بھی تھے۔ اذان سُن کر یہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا بڑے خوش قسمت تھے کہ وہ یہ آواز سننے سے پہلے ہی مر گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ مَیں کچھ نہیں کہتا اس لیے کہ اگر مَیں نے کچھ کہا تو زمین کے یہ کنکر پتھر جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیں گے۔ اسی وقت رسول اللہؐ ان قریشیوں کے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے ان سے فرمایا۔

"جو کچھ تم نے کہا مجھے اُس کی خبر ہو گئی ہے"

اس کے بعد آپؐ نے ان کی کہی ہوئی باتیں ان کے سامنے دہرا دیں۔ یہ دیکھ کر عتاب اور حارث حیران رہ گئے۔ انہوں نے فوراً گواہی دی کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس لیے کہ ہم میں سے کسی نے آپؐ کو یہ باتیں نہیں بتلائیں۔

حارث اور عتاب اسی وقت سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ بعد میں حضورؐ نے حضرت عتاب کو مکّے کا گورنر مقرّر فرما دیا۔

(خصائص کبریٰ، ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، زرقانی)

خدائے پاک نے اپنے دین کو عزّت دی اور اپنے نبی کے ہاتھوں مسلمانوں کو مکّہ فتح کرا دیا۔ اس زبردست فتح پر سارے ہی مسلمان بے حد خوش تھے اور اپنے پروردگار کا شکر ادا کر رہے تھے۔

انصاری مسلمان بھی اپنے دین کی اس کامیابی پر بے حد خوش تھے مگر ساتھ ہی

بعض انصاری مسلمانوں کو تھوڑا سا فکر بھی ہو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن فتح ہو چکا ہے اب کہیں حضورؐ یہیں مستقل قیام نہ فرمالیں۔ انصاری مسلمان اپنی اس خوش قسمتی پہ ناز کیا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول نے جب اپنا وطن چھوڑا تو مدینے کو یہ عزت بخشی کہ آپؐ یہاں تشریف لائے اور یہیں مستقل قیام فرمایا۔ وہ دین اور دُنیا کی اس نعمت پہ فخر کیا کرتے تھے کہ ان کا شہر اب خدا کے رسول کا شہر بن گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز سے فارغ ہو کر صفاء پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے دعا فرما رہے تھے اور آپؐ کے چاروں طرف مُسلمانوں کا مجمع تھا۔ اس وقت کچھ انصاری مُسلمان آپس میں یہ کہنے لگے کہ خداتعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کا شہر فتح کرا دیا ہے اب کہیں ایسا نہ ہو کہ حضورؐ مدینے تشریف نہ لے جائیں اور یہیں رہنے لگیں۔

خداوند تعالےٰ نے اپنی نبی کو اس کی خبر دے دی کہ انصاری مسلمان ایسا سوچ رہے ہیں۔ آپؐ نے اسی وقت انصاریوں سے پُوچھا کہ تم نے ایسا کہا۔ اُنہوں نے اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"معاذ اللہ! تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے"۔

دُعا سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفاء پہاڑی پر بیٹھ گئے۔ یہاں آپؐ نے تمام مُسلمانوں مردوں اور عورتوں سے بیعت لی۔ اسی وقت آپؐ نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ سے بھی بیعت لی۔ ہندہ وہی عورت ہیں جنہوں نے جنگِ اُحد میں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چبایا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ اور اُن کے شوہر حضرت ابوسفیانؓ دونوں مسلمان ہو گئے۔

فتح مکہ کے اگلے دن یہ واقعہ ہُوا کہ مکے میں بنو خُزاعہ کے ایک شخص نے بنو ہُذَیل کے ایک مشرک کو قتل کر دیا۔ جب حضورؐ کو یہ معلوم ہُوا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے

اور اسی وقت صحابہ کے ساتھ صفاء پہاڑی پر چڑھے۔ یہاں سے آپؐ نے دوسرا خطبہ دیا جس میں مسلمانوں سے فرمایا۔

"لوگو! اللہ تعالٰی نے جس دن زمین و آسمان پیدا کئے اسی دن مکّے کو حرام کر دیا تھا اس لیے کسی کو مکّے میں خون بہانا جائز نہیں۔ مکّہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی یہ صرف اسی وقت حلال ہوا تھا۔ جو یہاں موجود ہے وہ میرا یہ حکم اس کو بھی پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص تم سے یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مکّے میں خون بہایا تو اس کو بتا دو کہ خدا تعالٰی نے صرف اپنے رسولؐ کو کچھ دیر کے واسطے اس کی اجازت دی تھی اور کسی کو اجازت نہیں ہے۔"

پھر آپؐ نے بنو خزاعہ کے آدمیوں سے فرمایا کہ تم قتل اور خون سے ہاتھ روک لو تم نے جس کو قتل کیا ہے اُس کی جان کی قیمت میں دوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد حضورؐ نے اپنے پاس سے پچاس اُونٹ دے کر اُس خون کی قیمت ادا فرمائی۔

جب مسلمان مکّے سے ہجرت کر کے گئے تھے تو وہ اپنے مکان یوں ہی چھوڑ گئے تھے، مشرکوں نے اُن پر قبضہ کر لیا اور بعض کو بیچ دیا۔ اب مکّہ فتح ہو چکا تھا اس لیے مہاجروں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ہمارے مکان ہمیں دلائے جائیں۔ مگر آپؐ نے مسلمانوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم مکان واپس نہ لو بلکہ صبر کرو تو زیادہ اچھا ہے۔ تمہیں خدا تعالٰی اس کے بدلہ میں جنّت میں مکان دے گا۔ جنّت کے اس سودے پر سب مہاجر خوشی سے راضی ہو گئے اور اُنہوں نے اپنے مکانوں کو واپس نہ لیا۔

فتح مکّہ کے دن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مشرکوں کو عام معافی دے دی تھی مگر چند مشرک ایسے تھے جو حضورؐ اور اسلام کے بہت سخت دُشمن تھے۔ ان سے حضورؐ کو بھی بے حد تکلیفیں پہنچی تھیں، ایسے لوگ پندرہ سولہ تھے اُن کے متعلّق یہ حکم ہوا کہ یہ جہاں ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ مگر ان میں سے بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور حضورؐ نے ان کو بھی معافی دے دی۔ ان میں ابو جہل کے

بیٹے عکرمہ بھی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اپنے والد ابن ابو قحافہ کو حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ ابن ابو قحافہ اتنے بوڑھے تھے کہ بھنویں تک سفید ہو گئی تھیں اور آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں۔ حضورؐ نے اُن کو دیکھا تو حضرت ابو بکر رضؓ سے فرمایا کہ تم نے انہیں کیوں تکلیف دی میں خود اُن کے پاس چلا جاتا۔ پھر حضورؐ نے اُن کو اپنے سامنے بٹھا کر اُن کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام قبول کرو۔ ابن ابو قحافہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردست عزت اور فتح کے ساتھ پھر اپنے وطن میں قدم رنجہ فرمایا اور خدا تعالےٰ کے گھر کو کفر اور شرک کی گندگیوں سے پاک کر دیا۔

(زرقانی، البدایہ والنہایہ، ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

besturdubooks.wordpress.com

غزوۂ حُنین

۱

مکہ کا فتح ہو جانا اسلام کی عظیم الشان فتح تھی۔ اس سے مُسلمانوں کو دین کا زبردست فائدہ ہُوا اور دُنیا کا بھی۔ ایک طرف تو اس فتح سے دُور دُور تک مُسلمانوں کا رُعب اور ہیبت پیدا ہو گئی اور دوسری طرف قریش کے وہ بڑے بڑے سردار جو اب تک اسلام اور رسول اللہؐ کے دشمن تھے ایک دم مُسلمان ہو گئے۔

ایسے لوگوں میں سب سے پہلے حضرت اَبُوسفیانؓ اور حضرت حکیم ابن حُزام ہیں۔ یہ دونوں مرّ ظہران کے مقام پر آ کر ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ تیسرے حضرت عِکرمہ ابن ابوجہل تھے جو قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا مگر اُن کی بیوی اُمِ حکیم مسلمان ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے شوہر کی سفارش کی اور انہیں حضورؐ سے معافی دلا دی۔ رسول اللہؐ کی طرف سے اس مہربانی کے معاملے پر اُن کے دل پر بہت اثر ہُوا اور وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح حضرت صفوان ابن اُمیّہ کو حضورؐ نے معافی دی اور وہ آ کر مُسلمان ہو گئے پانچویں حضرت سہیل ابن عمرو ہیں ان کو بھی حضورؐ نے امان دی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ یہ دونوں بھی قریشی سرداروں میں سے تھے۔

اسی طرح ابولہب کے دونوں بیٹے عُتبہ اور مُعتب نے بھی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ فتح کے بعد یہ دونوں مکّے سے بھاگ گئے تھے۔ حضورؐ نے خود حضرت عباسؓ سے اُن کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ حضرت عباسؓ نے بتایا کہ دوسرے مشرکوں کے ساتھ وہ بھی کہیں بھاگ گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لے کر آؤ۔ حضرت عباسؓ فوراً اُن کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ آخر عرنہ کے مقام پر

وہ دونوں ملے۔ حضرت عباسؓ انہیں حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے ان دونوں سے اسلام لانے کے لیے کہا تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ ان دونوں کو کعبہ کے دروازہ پر لے گئے اور خدائے پاک سے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی بھائی یعنی ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے بھائی حضرت معاویہؓ بھی مسلمان ہو گئے۔

اس طرح خدا تعالےٰ نے فتح مکہ کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی بڑی بڑی خوشیوں اور نعمتوں سے نوازا کہ وہ اپنے سب اگلے پچھلے غم بھول گئے۔

جب مکے کی فتح مکمل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے تمام بتوں کو تڑوا دیا اور منادی کرا دی کہ کوئی مسلمان بھی اپنے گھر میں بت نہ رکھے۔ اس طرح وہ مکہ جو سارے عرب میں بتوں کا اڈہ بنا ہوا تھا چند ہی دن میں پتھر کی ان بے جان مورتیوں سے پاک ہو گیا۔

خاص مکے کے علاوہ آس پاس کے شہروں اور قصبوں میں بھی بڑے بڑے بت تھے جو سارے عرب میں مشہور تھے۔ اب رسول اللہؐ نے ان کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لیے آپؐ نے اپنے صحابہ کی جماعتیں بھیجیں جنہوں نے جا کر ملک عرب سے ان بتوں کا صفایا کر دیا۔ ان بتوں میں "عزیٰ" اور "منات" بھی تھے جن کو مشرک بہت بڑا سمجھتے تھے۔

مکہ فتح ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن مکے میں ٹھہرے۔ اسی عرصہ میں شوال کے مہینہ میں آپؐ نے صحابہ کی ایک جماعت حضرت خالدؓ کی کمان میں دی اور انہیں اسلام کی تبلیغ کے لیے بنی حذیمہ کے قبیلے میں بھیجا۔ حضرت خالدؓ جب اپنی جماعت کے ساتھ بنی جزیمہ میں پہنچے تو یہ لوگ ہتھیار لے کر سامنے آ گئے۔ مگر یہ سب مسلمانوں کو دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔ حضرت خالد نے ان کے سامنے پہنچ کر انہیں اسلام پیش کیا اور انہیں لڑائی سے روکا وہ لوگ گھبرائے ہوئے تو تھے ہی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ اسلام کو خدا تعالےٰ نے غلبہ عطا فرما دیا ہے تو وہ اور بھی زیادہ بدحواس

ہو گئے اسی گھبراہٹ میں وہ ایک دم کہنے لگے ۔

"ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا"۔

وہ گھبراہٹ میں صاف صاف یہ نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے ۔حضرت خالد رضؓ ان کا مقصد نہیں سمجھے تھے اس لیے انہوں نے حملہ کر کے ان میں سے کافی آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ کو گرفتار کر لیا ۔ یہاں سے واپس ہو کر حضرت خالدؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور آپؐ کو سارا واقعہ بتایا ۔حضورؐ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ کو سخت رنج ہوا یہاں تک کہ آپؐ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ یہ فرمایا ۔

"اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اُس سے بالکل بری ہوں"۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضؓ کو مال دے کر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا کہ وہ اُن کو دیت یعنی خون بہا دے کر آئیں ۔حضرت علی رضؓ نے جا کر ایک ایک کو خون بہا ادا کیا۔ اس کے بعد جو مال بچا وہ بھی ان ہی میں تقسیم کر آئے ۔اس طرح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بے گناہوں کے خون کا بدلہ چکایا ۔

(ابن ہشام ،سیرت حلبیہ ،خصائص کبریٰ)

مکّہ فتح ہو جانے کے بعد سارے عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی ۔اسی وجہ سے عرب کے اکثر قبیلوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی تھی مگر دو قبیلے اب بھی ایسے تھے جنہوں نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہار مانی ۔ یہ قبیلے بنی ہوازن اور بنی ثقیف تھے جو طائف کے تھے ۔ یہ دونوں بڑے بڑے اور سر پھرے قبیلے تھے ۔ بنی ہوازن کے سردار کا نام مالک ابن عوف تھا ۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے ۔ فتح مکہ کے بعد مالک کو ڈر ہوا کہ اب مسلمان ہوازن کی طرف رخ کریں گے ۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ پہل ہم خود ہی کیوں نہ کریں ۔ بنی ہوازن تیر اندازی میں بہت ماہر تھے اور بہت لڑنے والی قوم سمجھے جاتے تھے ۔مالک نے اپنی

قوم سے مشورہ کر کے جنگ کی تیاری کر لی۔ اُنہوں نے بیس ہزار کا زبردست لشکر تیار کیا اور اُسے لے کر روانہ ہو گئے۔ اس لشکر کے ساتھ ہر سپاہی کا مال و دولت اور بیوی بچے بھی تھے اس کا حکم مالک نے دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح ہر سپاہی اپنے بیوی بچوّں اور مال و دولت کے ساتھ ہونے کی وجہ سے آخر دم تک ڈٹ کر لڑتا رہے گا۔

اس لشکر میں قبیلہ بنی سعد کے لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچپن اسی قبیلے میں گزارا تھا۔ کیونکہ حلیمہ سعدیہ جن کا آپ نے دودھ پیا تھا اسی قبیلے کی تھیں۔ اس لشکر میں قبیلہ بنی ثقیف کے لوگ بھی تھے اُن کے ساتھ ایک شخص درید ابن صمہ بھی تھا۔ یہ ایک بہت زیادہ بوڑھا آدمی تھا جس کی عمر ڈیڑھ سو سال کے قریب تھی۔ یہ قبیلہ ثقیف کے بڑے لوگوں میں سے تھا مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے اندھا ہو چکا تھا۔ اس کو مالک نے صرف اس لیے ساتھ لیا تھا کہ یہ جنگوں کے معاملہ میں بہت تجربہ کار تھا۔ مالک نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری ہر بات اور مشورہ مانوں گا۔

اب یہ عظیم الشان لشکر ہوازن سے روانہ ہوا اور "اوطاس" کے مقام پر آکر ٹھہرا۔ یہاں بوڑھے دُرید نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "اوطاس" ہے۔ درید نے کہا کہ یہ جگہ لڑنے کے لیے بالکل ٹھیک ہے۔ اسی وقت درید نے عورتوں بچوں کی آوازیں سُنیں۔ درید اندھا تھا اس لیے اس کو اب تک یہ خبر نہیں تھی کہ مالک ابن عوف لشکر کے ساتھ مال و دولت اور عورتوں بچوّں کو بھی لایا ہے اس وقت یہ آوازیں اُس نے سُنیں تو اُسے بہت تعجب ہُوا۔ اُس نے اپنے آدمیوں سے پُوچھا۔

"مجھے مختلف جانوروں کے بولنے اور بچوّں کے رونے دھونے کی آوازیں آ رہی ہیں، یہ سب کیا ہے؟"

لوگوں نے اُسے بتایا کہ مالک ابن عوف سب عورتوں اور بچوں کو ساتھ لایا ہے۔ یہ سُن کر درید کو بہت غصّہ آیا۔ اس نے جبھی مالک ابن عوف کو بُلا کر کہا۔

"تُو نے بڑی غلطی کی جنگ میں سوائے تیر تلوار کے کوئی چیز کام نہیں آتی۔ اب یہی

کہ وہ ان عورتوں اور بچوں کو لشکر کے پیچھے رکھو تاکہ اگر ہم ہار سے بھی تو یہ تو جان بچا کر بھاگ جائیں گے۔"

مالک نے دُرید کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ پہلے اُنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ مگر اب اُنہیں ضِد ہو گئی۔ اس پر درید بھی بگڑ گیا اور اُس نے کہا کہ اچھا تو میں واپس جا رہا ہوں۔ لوگ اُس کو روکنے لگے تو مالک کو اور زیادہ غصّہ آگیا اور اُس نے لوگوں سے کہا۔

"ہَوازن کے لوگو! یا تو میرا حکم مانو ورنہ میں ابھی یہ تلوار اپنے پیٹ میں جھونک کر جان دے دوں گا۔"

مالک ابن عوف سردار تھا اس لیے لوگ گھبرا گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم تمہارے تابعدار ہیں۔ اب مالک نے اپنے کچھ جاسوس مسلمانوں کی طرف روانہ کیے تاکہ اسلامی لشکر کا حال معلوم ہو سکے۔ اس کے بعد مالک اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھا۔

وادئ حُنین میں پہنچ کر مالک نے اپنے کچھ جاسوس سا وادی میں کمین گاہیں تلاش کیں اور اپنے لشکر کو اُن میں ہر طرف چُھپا دیا۔ مالک نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم سب تلواریں سونتے بیٹھے رہو۔ جب مُسلمان اس وادی سے گزریں تو ایک دم اُن پر ٹوٹ پڑو اور بیس ہزار تلواروں سے ایک ساتھ اُن پر حملہ کرو۔ اس خطرناک چال کے ساتھ یہ زبردست لشکر کمین گاہوں میں چھپ کر مسلمانوں کی گھات میں بیٹھ گیا۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام)

۳

بنی ہوازن جب مُسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی۔ آپؐ نے فوراً اپنے ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن حدرد الاسلمی کو جاسوس بنا کر بھیجا۔ یہ بنی ہوازن میں پہنچے اور ایک دو دن تک خفیہ طریقہ سے اُن میں رہ کر اُن کا حال معلوم کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ واپس حضورؐ

کے پاس آئے اور بتایا کہ اُن کا لشکر اتنا بڑا ہے اور اُن کے ساتھ اتنا مال و دولت اور عورتیں بچے ہیں۔

رسول اللہ ؐ نے یہ سُن کر بڑے یقین سے فرمایا۔

"انشاء اللہ! کل یہ سب مسلمانوں کا مالِ غنیمت ہو گا۔"

اس کے بعد حضور ؐ نے مُسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا تاکہ دُشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوسکیں۔ حضور ؐ نے حضرت صفوان ابن اُمیّہ سے ایک سو زرہیں عارضی طور پر لیں۔ اس وقت تک حضرت صفوان مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح آپ ؐ نے اپنے چچازاد بھائی نوفل ابنِ حرث سے تین ہزار نیزے لیے۔

سب تیاریاں پوری ہونے کے بعد اسلامی لشکر بنی ہوازن کی طرف بڑھنا شروع ہُوا۔ اسلامی لشکر میں بارہ ہزار آدمی تھے ان میں دس ہزار تو وہ تھے جو فتح مکّہ کے لیے حضور ؐ کے ساتھ مدینے سے آئے تھے اور دو ہزار وہ تھے جو مکّے میں حضور ؐ کے پاس آکر مُسلمان ہو گئے تھے، ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو مسلمان تو نہیں ہوئے تھے مگر مسلمانوں کے تابعدار ہو گئے تھے۔ اس طرح بارہ ہزار آدمیوں کا یہ عظیم الشّان لشکر لے کر حضور ؐ ۸ شوال ۸ ھ کو مکّے سے ہوازن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ اسلامی لشکر اتنا زبردست تھا کہ جب یہ ہوازن کی طرف روانہ ہُوا تو ایک صحابی کے مُنہ سے بڑائی کا یہ جُملہ نکلا۔

"آج ہم مُسلمان کم ہونے کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے۔"

یعنی ہمارا یہ لشکر اتنا بڑا ہے کہ ہم تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے نہیں ہار سکتے۔ ہاں اللہ تعالےٰ کو ہی ہماری ہار منظور ہو تو ہم ہار سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو صحابہ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

تیسرے دن پیر کے روز اسلامی لشکر حُنین کی وادی میں داخل ہُوا۔ یہاں بنی ہوازن ہر طرف کمین گاہوں میں چُھپے بیٹھے تھے۔ مسلمانوں کو اس کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ یہاں دُشمن تلواریں سونتے گھات میں بیٹھا ہے۔

جب مُسلمان اِس درّہ سے گزرنے لگے تو اچانک دُشمن تلواریں لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے۔ بیس ہزار تلواریں ایک دم مُسلمانوں کے اُوپر لہرانے لگیں۔

یہ حملہ بہت سخت تھا اور بہت کامیاب رہا۔ مالک ابن عوف کو اس کا مشورہ دُرید ابن صِمّہ نے دیا تھا۔ اُس نے مالک سے کہا تھا۔

"تم اپنے لیے کمین گاہیں بنا لو۔ اُن سے تمہیں بہت مدد ملے گی۔ اگر تم نے کمین گاہوں سے مسلمانوں پر حملہ کیا تو اُن میں سے ایک بھی بچ کر نہیں جا سکے گا"۔

اس طرح مالک نے بوڑھے دُرید کی رائے پر اپنے لشکر کو کمین گاہوں میں چھپا دیا تھا۔

جیسے ہی ان مشرکوں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ درّہ میں داخل ہو گئے ہیں وہ سب مِل کر ایک ساتھ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کو اس طرح حملے کا گمان بھی نہ تھا اسی لیے وہ ایک دم گھبرا گئے۔ اس گھبراہٹ میں جس کا جس طرف مُنہ اُٹھا وہ اسی طرف بھاگ کھڑا ہُوا۔ وہ سب اتنے بدحواس ہو رہے تھے کہ اُنہوں نے پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ وادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار میں سے صرف دس بارہ صحابہ رہ گئے جن میں حضرت ابوبکر رضؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت سفیانؓ ابن حرث بھی تھے۔ حضرت عباسؓ آپؐ کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور حضرت ابوسفیان ابن حرث نے اُس کی رکاب تھام رکھی تھی۔

اسلامی لشکر میں اس طرح ابتری پھیل گئی تھی کہ ایک کو دُوسرے کی خبر نہ رہی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان ابن حرب اور کچھ مشرکوں نے ایسی باتیں کہیں کہ گویا اب مسلمانوں کی شکست لازمی ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ شکست اب دریا سے پہلے نہیں تھمے گی"۔

کلدۃ ابن جندل نے خوشی سے چیخ کر کہا۔

"لو آج جادو کا خاتمہ ہو گیا"۔

وہیں حضرت صفوان ابن اُمیّہ بھی کھڑے تھے۔ یہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے ڈانٹ کر کلدہ سے کہا۔

"خاموش ہو جا! مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ قریش کا کوئی آدمی میرا سرپرست ہو مگر یہ مجھے منظور نہیں کہ ہوازن کا کوئی آدمی میرا سرپرست بنے۔"

اس طرح خدائے پاک نے مسلمانوں کو اُن کے بڑے بول کا انجام دکھایا۔ کیونکہ بعض صحابہ نے اسلامی لشکر کی تعداد دیکھ کر کہا تھا کہ آج ہمارا لشکر اتنا بڑا ہے کہ تعداد کی وجہ سے ہم ہرگز شکست نہیں کھا سکتے۔ یہ بات خدا کو ناپسند ہوئی اور مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان کی تعداد اُن کے کچھ بھی کام نہیں آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ صرف تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے۔ شیبہ ابن عثمان اس وقت وہیں موجود تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جنگ اُحد میں اُن کے باپ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے تھے۔ جبھی سے اُن کے دل میں انتقام کی آگ سُلگ رہی تھی۔ جب مسلمانوں میں بھگدڑ پڑی اور انہوں نے حضورؐ کو اکیلے دیکھا تو یہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

"آج میں اپنا بدلہ ضرور لوں گا۔"

یہ ارادہ کر کے وہ حضورؐ کی طرف بڑھے مگر وہ خود بتلاتے ہیں کہ:۔

"جیسے ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچا تو اچانک مجھے ایسا لگا جیسے میرا دل ڈوب رہا ہے۔"

ان کے ہاتھ پیر اس قابل نہیں رہ گئے تھے کہ وہ آپؐ کی طرف بڑھتے۔ وہ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت اللہ تعالے خود فرماتا ہے۔ اس لئے آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آخر وہ اُلٹے پیروں وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔

(ابن ہشام، سیرت حلبیہ)

✲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاگنے والے مسلمانوں کو آواز دی۔

"لوگو! کہاں جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ، میں خدا کا رسول ہوں۔ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔"

پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا۔

"عباسؓ! پکار کر ان سے یہ کہو۔ اے انصاریو! اے درخت کے نیچے بیعت لینے والو!"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت اونچی تھی، انہوں نے لوگوں کو ان ہی الفاظ میں پکارا۔

جیسے ہی یہ آواز مسلمانوں کے کانوں میں پڑی وہ ایک دم ٹھٹک گئے۔ پھر انہوں نے فوراً جواب دیا۔

"ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ بے اختیار ہو کر حضورؐ کی طرف بھاگے اور آپؐ کے پاس آ کر جمع ہونے لگے۔ اسی وقت آپؐ نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر دشمن کے اوپر پھینکی اور فرمایا۔

"محمدؐ کے رب کی قسم! ان کو شکست ہو گئی۔"

اس مٹی کے ذرّے دشمن کے ایک ایک آدمی کی آنکھ میں جا کر گرے اور وہ سب اپنی آنکھیں چندھیانے لگے۔

ادھر مسلمانوں نے اسی وقت بڑھ کر زبردست حملہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذرا ہی دیر میں ساری کایا پلٹ ہو گئی اور میدانِ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مشرک مسلمانوں کے اس حملے کی تاب نہیں لا سکے۔ انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تو مسلمانوں نے انہیں اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ ذرا ہی دیر میں دشمن کی صفوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ مسلمانوں نے

اُن کا پیچھا کر کے انہیں مکمل شکست دی اور ہزاروں آدمیوں کو گرفتار کیا۔

ہوازن کا سردار مالک ابن عوف شکست کھا کر بھاگا اور طائف میں جا کر پناہ لی۔

دُرید ابن صمّہ یہاں سے بھاگا تو اُس نے اوطاس میں جا کر جان بچانی چاہی۔ مگر مُسلمان ہر طرف اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ دُرید کو یہاں حضرت ربیعہؓ ابن رفیع نے جا لیا۔ دُرید یہاں اونٹ پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ حضرت ربیعہؓ نے اُسے دُور سے دیکھا تو وہ سمجھے کہ کوئی عورت جا رہی ہے۔ مگر قریب آ کر جب اُس پر نظر ڈالی تو معلوم ہُوا کہ وہ دُرید ہے۔ انہوں نے اسے وہیں قتل کر دیا۔

کچھ لوگ حُنین کی وادی میں شکست کھا کر اوطاس پہنچ گئے۔ رسول اللہؐ نے ایک جماعت اُن کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ کی۔ یہ دستہ حضرت ابو عامر اشعری رضؓ کی کمان میں تھا۔ حضرت ابو عامر اوطاس پہنچے تو وہاں مشرکوں نے پھر ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت ابو عامر بہت سے مشرکوں کو قتل کر چکے تھے۔ اسی وقت ایک مشرک نے تاک کر ایک تیر حضرت ابو عامر اشعری کے مارا۔ یہ تیر اُن کے گھٹنے میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ان کو گرتا دیکھ کر مسلمانوں کی فوج میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آگے بڑھے یہ حضرت ابو عامر کے بھتیجے تھے۔ یہ جلدی سے زخمی چچا کے پاس گئے اور ان سے پوچھا۔ "چچا! آپ کو کس نے مارا ہے؟"

حضرت ابو عامرؓ نے اُنگلی سے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا کہ اُس نے۔ یہ سُنتے ہی حضرت ابو موسیٰ رضؓ تیزی سے اُس کی طرف دوڑے۔ وہ مُشرک حضرت ابو موسیٰ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر وہاں سے بھاگا۔ حضرت ابو موسیٰ اس کو ڈپٹتے جاتے تھے اور اس کا پیچھا کرتے جاتے تھے۔ آخر حضرت ابو موسیٰ کے شرم دلانے پر وہ جوش میں آ کر ایک جگہ رُک گیا۔

اب ان دونوں کا مقابلہ ہُوا۔ مگر کچھ ہی دیر کے مقابلے کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس کو قتل کر دیا۔ انہوں نے آ کر اپنے چچا کو بتلایا کہ مَیں نے آپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہے۔

آخری سانسوں میں حضرت ابو عامرؓ نے بھتیجے سے کہا ۔

"بھتیجے ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کرنا اور یہ کہنا کہ میری بخشش کی دُعا فرمائیں ۔"

اب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی تھی ۔ وہ بہت بے جگری کے ساتھ لڑے یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دے دی اور مشرک شکست کھا کر کچھ بھاگ گئے اور کچھ قتل اور گرفتار ہو گئے ۔ یہاں بھی مسلمانوں کو زبردست مالِ غنیمت ملا ۔ مسلمانوں کا یہ دستہ اوطاس کو فتح کرنے کے بعد واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس گیا ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جب اپنے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضہ کا سلام اور درخواست پہنچائی تو رسولِ پاک ص نے اُن کو یہ دُعا دی ۔

"اے اللہ ! قیامت کے دن انہیں اپنے بندوں میں بہت سوں سے اُونچا رکھیئے ۔"

اس غزوہ کا نام غزوۂ حنین ہے اس میں مشرکوں کے ستر ۷۰ آدمی قتل ہوئے اور چھ ہزار آدمی گرفتار ہوئے ۔

(البدایۃ والنہایۃ ، سیرت حلبیہ ، ابن ہشام)

غزوہ حنین میں مشرکوں کو خدا تعالےٰ نے شکست دی ۔ ان کے کچھ سردار اور دوسرے لوگ یہاں سے بھاگ کر طائف پہنچ گئے ۔ طائف میں قبیلہ ثقیف آباد تھا جو بہت مضبوط اور بڑا قبیلہ تھا ۔ یہ سب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے ۔ اسی لیے غزوۂ حنین کا مشرک سپہ سالار مالک ابن عوف بھی یہاں سے بھاگ کر طائف پہنچ گیا ۔

طائف ایک بہت سرسبز اور خوب صورت بستی ہے ، یہ مکے سے زیادہ دُور نہیں ہے ۔ یہاں کے سرسبز باغ اور شاداب پھل دُور دُور تک مشہور ہیں ۔ حضور ص کے

زمانے میں بھی عرب کے بڑے بڑے سردار اور دولت مند گرمیوں کے موسم میں یہاں رہنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ کیونکہ طائف کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب معلوم ہُوا کہ مشرک سردار مالک ابن عوف حنین سے بھاگ کر طائف پہنچ گیا ہے تو آپؐ نے طائف پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

طائف روانہ ہونے سے پہلے آپؐ نے حضرت طفیل ابن عمرو دُوسی کو بھیجا کہ وہ مشہور بُت "ذوالکفین"، کو توڑ کر آئیں۔ یہ لکڑی کا تھا اور عرب کا مشہور بُت تھا حضرت طفیل ابن عمرو کے ساتھ حضورؐ نے کچھ دوسرے صحابہؓ کو بھی بھیجا۔

آپؐ نے حضرت طفیل کو ہدایت فرمائی کہ وہ اُس بُت کو توڑنے کے بعد طائف میں حضورؐ سے آملیں۔ چنانچہ حضرت طفیل وہاں سے ذوالکفین بُت کو توڑنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

اِدھر رسول اللہؐ نے حُنین کا مالِ غنیمت "جعرانہ" کے مقام پر محفوظ کرا دیا۔ اس مالِ غنیمت میں مال بھی تھا اور قیدی بھی تھے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

مشرک سردار مالک ابن عوف پہلے ہی طائف پہنچ چکا تھا اس نے آتے ہی غلہ اور کھانے پینے کا دوسرا سامان جمع کرنا شروع کیا۔ جب یہ سامان اتنا ہو گیا جو سارے قلعے والوں کے واسطے کئی سال کو کافی ہو تو وہ تمام آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ رہا اور مُسلمانوں کا انتظار کرنے لگا۔

رسول اللہؐ کے طائف پہنچنے کے بعد حضرت خالد ابن ولید بھی اپنے دستے کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ نے طائف پہنچ کر قلعہ کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔ قلعہ والوں نے یہ دیکھا تو اُنھوں نے ایک دم مسلمانوں پر زبردست تیر برسانے شروع کر دیئے۔ یہ حملہ بہت سخت تھا کیونکہ مشرک قلعہ کے اُوپر بیٹھے ہُوئے تیر برسا رہے تھے۔ اس حملہ میں کئی مسلمان بہت سخت زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوسفیان ابن حرب کی آنکھ میں تیر لگا جس سے اُن کی آنکھ نکل کر گر پڑی۔ وہ اپنی آنکھ ہاتھ میں لیے ہُوئے

جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! میری یہ آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جاتی رہی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

"اگر تم چاہو تو میں دعا کروں کہ تمہاری یہ آنکھ اپنی جگہ ٹھیک ہو جائے اور اگر چاہو تو اس کے بدلے میں جنّت لے لو"

حضرت ابوسفیان نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! مجھے جنّت چاہیئے اور یہ کہہ کر اپنی آنکھ پھینک دی۔

اس طرح مسلمان طائف والوں کو گھیرے رہے مگر مشرک بجائے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے قلعہ کی دیواروں پر سے تیر اندازی کرتے رہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے۔

اس دفعہ مسلمانوں کے پاس منجنیق[1] بھی تھی۔ صحابہؓ نے اُس کے ذریعے مُشرکوں پر پتھر برسائے اور قلعہ کی طرف بڑھنا چاہا مگر مشرکوں نے اس کے جواب میں مسلمانوں پر زبردست تیروں کی باڑھیں ماریں۔ یہ تیروں کی بوچھاڑ اتنی سخت ہوتی تھی کہ اس کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہوتا تھا۔

اس کی وجہ سے دس بارہ صحابہ شہید ہو گئے، مگر قلعہ تک پہنچنے کی کوئی بھی صُورت نہیں نکلی۔

آخر حضرت خالد ابن ولیدؓ لشکر میں سے نکل کر سامنے آئے اور اُنھوں نے دشمن کو مقابلے کے لیے للکارا۔

"میرے مقابلہ کے لیے کون آتا ہے؟"

مگر اس للکار کے جواب میں بھی دشمن کی طرف سے کوئی سامنے نہیں آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بار بار اُنہیں للکارتے رہے مگر قلعہ والوں میں سے کوئی نہیں نکلا۔

---

[1] منجنیق لڑائی میں استعمال ہونے والا پرانا آلہ ہے جس سے دشمن پر بڑے پتھر وغیرہ پھینکے جاتے ہیں۔ (رامزی)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بار بار پکارنے پر قلعہ میں سے ایک سردار عبد یالیل نے چلا کر انہیں جواب دیا۔

"ہم میں سے تمہارے سامنے کوئی نہیں آئے گا۔ ہم لوگ اطمینان سے قلعہ میں ہی بیٹھے رہیں گے اس لیے کہ یہاں ہمارے پاس کھانے پینے کا اتنا سامان ہے جو ہمیں سالوں تک کافی ہے۔ اب اگر تم اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ ہمارا کھانے پینے کا سامان ختم ہو جائے تو ہم ضرور تلوار اٹھا کر سامنے آ جائیں گے اور اس وقت تک تم لوگوں سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہمارا آخری آدمی بھی قتل نہ ہو جائے"۔

اسی طرح ایک دفعہ مسلمانوں نے دبابہ[1] میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار تک پہنچنا چاہا تاکہ وہاں پہنچ کر دیوار میں نقب لگایا جا سکے۔ مگر مشرکوں نے فوراً ہی اوپر سے مسلمانوں پر لوہے کی گرم سلاخیں پھینکنی شروع کیں۔ آخر مسلمانوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔

اس طرح مسلمانوں کو قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے کئی دن گزر گئے مگر نہ آمنے سامنے کی جنگ ہو سکی نہ قلعہ فتح ہو سکا۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ قبیلہ ثقیف کے پھل توڑ لیے جائیں اور باغ جلا دیئے جائیں۔ مسلمانوں نے باغوں کو کاٹنا شروع کیا۔

یہ دیکھ کر مشرک بہت گھبرائے اور انہوں نے رسول اللہ ؐ کی بہت منت خوشامد کی۔ رشتے داریوں کے واسطے دیئے کہ آپؐ ان کے باغوں کو چھوڑ دیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کے واسطے اور رشتہ داریوں کی خاطر باغات چھوڑے دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضورؐ نے اعلان کرایا کہ قبیلہ ثقیف کا جو غلام بھی قلعہ سے نکل کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ یہ اعلان سن کر دس بارہ غلام مسلمانوں

---

[1] دبابہ بھی ایک پرانا جنگی ہتھیار تھا۔ ۱۲

کے پاس آ گئے۔ اس سے طائف والوں کو بہت پریشانی ہوئی۔

اسی وقت عُیَینہ ابن حِصن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اگر آپؐ مجھے اس حویلی میں جانے کی اجازت دیدیں جس میں ثقیف کے لوگ قلعہ بند ہیں تو مَیں اُن کو جا کر اسلام کی تبلیغ کروں گا اور سمجھاؤں گا۔

حضورؐ نے عُیَینہ کو اس کی اجازت دے دی۔ وہ فوراً ہی ثقیف کے قلعہ میں پہنچا اور اُن سے کہنے لگا کہ تم اپنے قلعہ سے ہرگز مت نکلو بلکہ یہیں جمے رہو اور ان باغوں وغیرہ کے کٹنے سے بالکل پریشان نہ ہو۔

اس کے بعد وہ حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے اس سے پُوچھا کہ تم نے ثقیف کے لوگوں سے کیا کہا تو اُس نے جواب دیا۔

"مَیں نے اُنہیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہا، دوزخ کی آگ سے ڈرایا، جنّت کا راستہ بتلایا"

آپؐ نے فرمایا۔

"تُو جھوٹ بولتا ہے، تُو نے اُن سے یہ یہ باتیں کہیں"

اس کے بعد حضورؐ نے اُن کے سامنے وہ ساری باتیں دُہرائیں جو اُس نے ثقیف کے لوگوں سے کہی تھیں۔ عُیَینہ کو سخت حیرت ہوئی اور اُس نے فوراً کہا۔

"آپؐ نے سچ فرمایا یارسول اللہ! مَیں ان باتوں کے لیے خدا تعالےٰ سے اور آپؐ سے توبہ کرتا ہوں"

اس طرح خدا تعالےٰ اپنے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی شرارتوں سے بچاتا رہا۔ مگر ابھی تک اس قلعہ کا فتح ہونا خدا کو منظور نہیں تھا۔ اسی لیے ایک روز حضرت خولہ بنت حکیم نے حضورؐ سے آکر جب یہ عرض کیا کہ:۔

"یارسول اللہؐ! اگر خدا نے آپؐ کے ہاتھ پر طائف فتح کرا دیا تو آپ مجھے بَادِیَہ بنت غیلان اور فارعہ بنت عقیل کے زیورات عنایت فرمائیں (یہ دونوں عورتیں قبیلہ ثقیف کی سب سے زیادہ زیورات والی عورتیں تھیں)"

توحضورؐ نے حضرت خولہ کو جواب دیا۔
"لیکن اگر خدا نے ہمیں ابھی ثقیف کے فتح کرنے کی اجازت نہ دی ہو"۔
حضرت خولہ یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئیں اور انہیں یہ بات بتائی۔ حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے پوچھا کہ کیا خولہ سے آپؐ نے یہی فرمایا ہے۔
آپؐ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ہی کہا ہے"۔
حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا۔
"یارسول اللہ! کیا آپؐ کو خدا نے ابھی اس کی اجازت نہیں دی"۔
آپؐ نے فرمایا "نہیں!"
تب حضرت عمرؓ نے پوچھا۔
"کیا میں کوچ کا اعلان کر دوں؟"
ادھر آپؐ نے اس بارے میں کچھ دوسرے صحابہؓ سے بھی مشورہ کیا۔ ان میں حضرت نوفل ابن معاویہ دیلمی بھی تھے۔ آپؐ نے جب ان سے یہاں ٹھہرنے یا واپس جانے کا مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کیا۔
"یارسول اللہ! لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر آپؐ ٹھہریں گے تو اُسے پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو کوئی نقصان نہیں ہے"۔
آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ واپس جانے کا اعلان کر دیں۔ چلتے وقت رسول اللہؐ نے ثقیف والوں کے لیے یہ دُعا فرمائی۔
"اے اللہ! ثقیف کے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا اور انہیں مسلمان کر کے میرے پاس پہنچا"۔
بعد میں یہی ہُوا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کی دُعا قبول فرمائی اور طائف کے لوگ مسلمان ہو گئے۔
یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کے ساتھ واپس جعرانہ پہنچے۔ یہاں

مالِ غنیمت اور قیدی جمع تھے۔ اس مالِ غنیمت میں چھ ہزار قیدی، چالیس ہزار بکریاں اور چوبیس ہزار اُونٹ تھے۔ اس کے علاوہ بہت کچھ چاندی وغیرہ تھی۔ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے کچھ دن انتظار فرمایا کہ شاید بنی ہَوازِن آئیں اور اپنے قیدیوں کو چھڑائیں۔ آخر دس دن تک جب کوئی نہ آیا تو آپؐ نے ان قیدیوں کو تقسیم کر دیا۔

جب سب قیدی تقسیم ہو چکے تو بنی ہَوازِن آئے اور آپؐ سے التجا کرنے لگے کہ ہمارا مال اور قیدی ہمیں دے دیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کر چکا ہوں اب یا تو مال لے لو اور یا قیدی۔

اُنہوں نے قیدی مانگے۔

آپؐ نے اپنے اور بنی ہاشم کے حصّے کے قیدی تو اسی وقت دیدیئے اور دُوسرے قیدیوں کے لیے ظہر کی نماز کے بعد مُسلمانوں سے سفارش فرمائی۔

مُسلمانوں نے فوراً خوشی سے اپنے حصّے کے قیدی چھوڑ دیئے اور اس طرح ایک دم چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔

اس سے فارغ ہو کر آپؐ جعرانہ سے عمرہ کے لیے مکّے تشریف لے گئے۔ وہاں عمرہ فرمایا اور حضرت عتاب ابن اُسید کو مکّہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

اس کے بعد آپؐ صحابہؓ کے ساتھ واپس مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔

(سیرت حلبیہ، ابن ہشام، ابن سعد، زُرقانی)

غزوۂ تبوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فتح مکّہ اور غزوۂ حُنین و طائف کے بعد جعرانہ کے مقام پر تشریف لے گئے جہاں آپؐ نے غزوۂ حُنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ عُمرہ کا احرام باندھکر وہاں سے مکّے تشریف لائے اور ذی قعدہ کے مہینے میں آپؐ نے عمرہ فرمایا۔ اب آپؐ نے مدینے کو واپسی کا ارادہ فرمایا۔

رسول اللہ صؐ نے حضرت عتّابؓ ابن اُسید کو مکّہ کا والی یعنی گورنر مقرّر فرمایا اور اُن کے ساتھ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی مکّے میں چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں اور قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ اس سال یعنی سنہ ۸ ھ میں حضرت عتّابؓ ابن اُسید نے ہی لوگوں کو عرب کے پُرانے دستور پر حج کرایا۔

رسول اللہ صؐ ذی قعدہ کے آخر میں زبردست فتح اور کامیابی کے ساتھ واپس مدینے تشریف لے آئے۔ مکّے کی فتح اسلام کی اتنی زبردست کامیابی تھی کہ جس سے دُشمنوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اُنھوں نے اسلام کی طاقت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اور مُسلمان اس عظیم فتح پر خدا تعالےٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ اُن کے لیے یہ فتح زبردست خوشی کا پیغام تھی کیونکہ ایک تو مکّہ دُشمنوں کے پنجے سے آزاد ہو چکا تھا اور اب وہ جب چاہتے مکّے جاکر خدا کے گھر کی زیارت سے اپنی آنکھوں اور دلوں کو ٹھنڈا کر سکتے تھے اور دوسرے اس لیے کہ عرب میں اسلام کے دُشمنوں کا سب سے بڑا اور آخری مرکز ٹوٹ چُکا تھا۔ خدائے پاک نے مُسلمانوں پر رحم فرمایا اور مکّہ فتح کرانے کے ساتھ ہی مُشرکوں کے جو بڑے بڑے سردار ابھی تک رسول اللہ صؐ کے دُشمن تھے اُن کے دل بھی پھیر دیئے۔ ان پر اسلام اور رسول اللہ صؐ کی سچائی ظاہر ہو گئی اور وہ سچّے دل سے مسلمان ہو کر حضور صؐ کے اُمتی بن گئے۔ اس طرح اس وقت مسلمان جتنا بھی خوش ہوتے اور خدائے پاک کا شکر ادا کرتے وہ کم تھا۔

اب تقریباً سارا جزیرۂ عرب اسلام کی حکومت میں شامل ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے انتظامات کے لیے مختلف علاقوں کے گورنر متعین فرمائے۔ آپؐ نے حضرت عتابؓ ابن اُسید کو مکّے کا گورنر بنایا۔ حضرت ابو سفیانؓ ابن حرب کو نجران کا، حضرت معاذ ابن جبلؓ کو یمن کے ایک علاقہ کا عامل مقرّر فرمایا۔ حضرت علی رضؓ کو آپؐ نے یمن کا قاضی مقرّر فرمایا۔ یمن کا حاکم باذان، کسریٰ کی طرف سے متعین تھا جب کسریٰ مر گیا تو باذان مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے باذان کو ہی یمن کا والی رہنے دیا اور جب تک وہ زندہ رہے وہی یمن کے گورنر رہے۔

اسی سال یعنی ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو ابن عاصؓ کو صدقات وصول کرنے کے لیے عُمان بھیجا۔ اُس وقت عُمان کے سردار جیفر اور عمرو تھے جو جلندی کے بیٹے تھے۔ عُمان پہنچ کر حضرت عمرو نے دولت مند لوگوں سے صدقات وصول کئے اور غریبوں کو بانٹ دیئے۔

یہاں کے بہت سے لوگ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان میں کچھ مجوسی یعنی آگ کو پوجنے والے بھی تھے۔ حضرت عمرو نے ایسے لوگوں سے جزیہ وصول کیا۔ جزیہ ایک طرح کا ٹیکس ہوتا ہے جو اسلامی حکومت میں رہنے والے غیر مُسلم مردوں سے لیا جاتا ہے۔ یہ ان کی حفاظت کا ٹیکس ہوتا ہے جس کی مقدار بہت تھوڑی سی ہوتی ہے۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے یہ رسول اللہ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت کعبؓ ابن عُمیر کو ذاتِ اُطلاح کے مقام پر بھیجا یہ علاقہ شام میں تھا۔ حضرت کعبؓ پندرہ مُسلمانوں کی جماعت لے کر وہاں پہنچے اور انہیں دین کی تبلیغ کی مگر ان لوگوں نے بجائے اس سچّی دعوت کو ماننے کے ایک روز بعد موقعہ پا کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا سب مسلمان شہید ہو گئے صرف حضرت عُمیر کسی طرح بچ کر مدینے واپس آ گئے۔

اسی سال آپؐ نے فتح مکہ کے بعد عرب کے بڑے بڑے بُتوں کو تڑوا کر کفر کا نشان مٹایا۔ مشرکوں کا ایک زبردست بُت عُزّیٰ تھا جس کو قریش بھی پوجتے تھے، ابوسفیان نے اُحد کے دن اسی کا نام لے کر قسم کھائی تھی۔ حضورؐ نے اس بُت کو توڑنے کے لیے حضرت خالد رضؓ کو ۲۵ ررمضان ۸ھ کو روانہ کیا۔ یہ مکہ سے ایک رات کے فاصلہ پر نخلہ کے مقام پر تھا۔ حضرت خالد رضؓ تیس سواروں کے ساتھ وہاں گئے اور اس کو توڑ آئے۔

عربوں کا دوسرا زبردست بُت سُواع نامی تھا جو مکّے سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اُس بت کا نام حضرت نوحؑ کے بیٹے کے نام پر تھا اور یہ بُت ایک عورت کی صُورت کا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس کو پُوجتی تھی، بعد میں قبیلہ ہُذیل نے بھی اس کو پوجنا شروع کر دیا اور باقاعدہ اُس کا حج کرنے لگے۔ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے حضرت عمرو ابن عاصؓ کو کچھ صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ سُواع کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمرو رضؓ وہاں پہنچے تو وہاں کے خادم نے اُن سے پوچھا کہ تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمروؓ نے جواب دیا۔

"مجھے رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے کہ مَیں اس بُت کو توڑ ڈالوں"۔

خادم یہ سُن کر کہنے لگا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرو نے پوچھا کہ کیوں؟ تو خادم نے کہا۔

"خداوند سُواع تم کو خود روک دے گا"۔

حضرت عمرو ابن عاصؓ نے بڑی حیرت کے ساتھ کہا۔

"کیا تو ابھی تک اسی حماقت میں مُبتلا ہے! بُرا ہو تیرا۔ کیا یہ دیکھتا ہے یا سُنتا ہے؟"

یہ کہہ کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس بُت کو توڑ ڈالا، پھر اُنہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس بُت خانے کو بھی توڑ ڈالو۔ مگر بُت خانہ توڑنے پر انہیں اس میں سے کوئی خزانہ وغیرہ نہیں ملا۔

وہ خادم بڑی حیرت کے ساتھ یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا کہ شاید اب یہ بُت ان لوگوں کو تباہ کر دے۔ مگر اُس نے دیکھا کہ بُت اور اس کا گھر دونوں توڑ ڈالے گئے مگر مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اسی وقت حضرت عمرو رضؓ اس کی طرف مڑے اور کہنے لگے۔

"تم نے دیکھ لیا؟"

خادم نے فوڑا کہا۔

"میں خدا کے واسطے اسلام لایا"

تیسرا مشہور بت منات تھا۔ یہ بُت قبیلہ اوس اور خزرج کا تھا۔ وہ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ مگر پھر خدا تعالےٰ نے ان قبیلوں کو سیدھا راستہ دکھایا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے اس بُت کو توڑنے کے لیے حضرت سعدؓ ابن زید اشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سعدؓ نے وہاں پہنچ کر جب یہ بتلایا کہ وہ منات کو توڑنے آئے ہیں تو وہاں کی ایک خادمہ بال بکھرائے روتی چیختی نکلی اور شور مچانے لگی مگر حضرت سعد نے وہ بُت اور بُت خانہ دونوں تباہ کر دیئے اور واپس حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔

اس طرح ۸ھ میں تقریبًا سارا جزیرۂ عرب اسلامی حکومت میں آگیا۔ اکثر عرب یا تو مسلمان ہو گئے تھے اور یا انہوں نے اسلام کی طاقت کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔

(تاریخ الکامل جلد دوم، البدایۃ والنہایۃ جلد چہارم، سیرت حلبیہ جلد سوم)

۹ھ کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبیلوں اور علاقوں میں صحابہ کو روانہ فرمایا تاکہ وہ وہاں سے صدقات اور زکواۃ وصول کریں۔

ان میں سے ایک جماعت آپؐ نے بنی تمیم کی طرف بھیجی۔ پہلے حضورؐ نے حضرت بشر ابن سفیان کو بنی کعب اور بنی تمیم سے صدقات اور زکواۃ وصول کرنے کے لیے

بھیجا۔ حضرت بُشر وہاں پہنچے تو بنی کعب نے فوراً ان کو صدقات دے دیئے مگر جب بنی تمیم سے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا اور ہتھیار وغیرہ لے کر سامنے آ گئے۔ بنی کعب نے اُن سے کہا کہ ہم مُسلمان ہو گئے ہیں اور ہمارے دین میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ مگر بنی تمیم نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! ہم تو اُسے ایک اُونٹ بھی لینے نہیں دیں گے"۔

حضرت بشر رضؓ نے جب یہ حال دیکھا تو وہ فوراً وہاں سے مدینے واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سب ماجرا سُنایا۔ حضورؐ نے فوراً پچاس سواروں کا ایک دستہ حضرت عُیَیْنَہ ابن حصن فُزاری کی کمان میں دیا اور انہیں بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ اس دستے میں کوئی بھی مہاجر یا انصاری نہیں تھے بلکہ یہ سب عرب کے مختلف قبیلوں کے آدمی تھے۔

یہ لوگ مدینے سے اس طرح روانہ ہُوئے کہ رات کو چلتے تھے اور دن میں کہیں چھپ رہتے تھے۔ آخر ایک روز مسلمانوں کی یہ جماعت بنی تمیم کے علاقہ میں پہنچ گئی اور اُنہوں نے اچانک اُن پر حملہ کر دیا۔ بنی تمیم اس حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ انہیں شکست ہوئی اور اُن کے گیارہ مرد اور اکیس عورتیں گرفتار ہوئیں۔ حضرت عُیَیْنہ قیدیوں کو حضورؐ کی خدمت میں مدینے لائے۔ حضورؐ نے ان کو رَملہ بنت حرث کے گھر میں قید کرنے کا حکم دیا۔

ادھر بنی تمیم نے فوراً اپنے قیدیوں کو رہا کرانے کے لیے ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وفد میں بنی تمیم کے بڑے بڑے شاعر اور خطیب جیسے کہ عُطارِد ابن حاجب، زبرقان، اَقرَع اور قیس بھی تھے۔ یہ لوگ مدینے پہنچ کر مسجدِ نبویؐ میں آئے۔ اس وقت حضرت بلال رضؓ ظہر کی اذان دے رہے تھے اور صحابہ نماز کے لیے حضورؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت تک حضورؐ مکان سے باہر تشریف نہیں لائے تھے۔ ادھر ان لوگوں کو ان کے قیدیوں نے دیکھ لیا اور ان میں کی عورتیں اور بچے رونے چیخنے لگے۔ یہ لوگ سیدھے حضورؐ کے حُجرہ کے پیچھے آئے اور یہاں سے آپؐ کو آوازیں دینے لگے۔

"محمد! باہر نکلو ہم تم سے فخر و غرور اور شاعری میں مقابلہ کریں گے۔ اس لیے کہ ہم وہ ہیں کہ ہماری کی ہوئی تعریف زینت ہے اور ہماری کی ہوئی برائی بڑا عیب ہے۔ محمدؐ آؤ باہر نکلو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کے شور مچانے سے تکلیف پہنچی۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو بنی تمیم کے لوگ آپؐ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ آخر حضورؐ رک گئے تو اُن لوگوں نے کہا۔

"ہم بنی تمیم میں سے ہیں۔ ہم اپنے شاعر اور خطیب لے کر آئے ہیں تاکہ آپ سے شاعری اور بڑائی میں مقابلہ کریں"۔

حضورؐ نے جواب میں فرمایا۔

"میں نہ شاعر ہوں اور نہ ہی مجھے فخر کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

اس کے بعد آپؐ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد حضورؐ مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ تب وفد کے لوگوں نے پھر کہا کہ ہم اپنے خطیبوں اور شاعروں کو لائے ہیں تاکہ فخر کرنے میں اور شاعری کرنے میں مقابلہ کریں۔ اس لیے آپؐ ہمیں کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔

حضورؐ نے ان کو اجازت دی تو سب سے پہلے ان میں سے عطارد ابن حاجب کھڑا ہوا اور اس نے اپنی اور اپنی قوم کی بڑائیاں بیان کرنی شروع کیں کہ عربوں میں کون ہے جو ہماری برابری کا دعوےٰ کر سکے۔ عطارد فارغ ہوئے تو حضورؐ نے حضرت ثابت ابن قیس کو حکم دیا کہ وہ اس کا جواب دیں۔

حضرت ثابتؓ نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور حضورؐ اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کی تعریف کی۔ پھر اُنہوں نے دین کی تعریف کی کہ یہ حضرات سب سے پہلے خدا کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ یہ حسب نسب اور اپنے اعمال کے لحاظ سے بھی بہت بزرگ ہیں۔ اس لیے خدا اور رسولؐ کے بعد یہی سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ مہاجروں کے بعد انصاری ہیں جنہوں نے آپؐ کی نبوّت کی تصدیق کی۔ انصاری خدا کے

دین کے مددگار اور رسول اللہؐ کے وزیر ہیں۔ میں خدا تعالےٰ سے تمام مومنوں کی مغفرت کی دُعا کرتا ہوں اور تم پر سلامتی بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد بنی تمیم کی طرف سے زبرقان نے اپنے لوگوں کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے شاعرِ اسلام حضرت حسّان ابنِ ثابت کو جواب دینے کے لیے فرمایا۔ حضرت حسّان نے فوراً اس کے جواب میں کچھ اشعار پڑھے۔

آخر بنی تمیم کے وفد میں سے اقرع نے کہا۔

"خدا کی قسم! رسول اللہ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور آپؐ کا شاعر ہمارے شاعر سے اچھا ہے اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں"۔

اس کے بعد وہ حضورؐ کے پاس آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر باقی لوگ بھی سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ آپؐ نے اُن کے سب قیدی آزاد کر دیئے اور انہیں انعام عطا فرمایا۔

اسی طرح حضورؐ نے صدقات وصول کرنے کے لیے حضرت عقبہ ابن مُعیط کو بنی مُصطلق کی طرف بھیجا۔ یہ جب وہاں پہنچے تو بنی مصطلق اُن کا استقبال کرنے کے لیے ہتھیار لگائے خوشی خوشی سامنے آئے۔ حضرت عقبہؓ سمجھے کہ انہوں نے معاہدہ توڑ دیا ہے اور مقابلہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ اس لیے وہ وہیں سے واپس ہو کر مدینے پہنچے اور حضورؐ کو بتایا کہ بنی مصطلق نے دغا دی ہے۔ ادھر بنی مصطلق کو حضرت عقبہ کی واپسی سے شُبہ ہُوا۔ اس لیے انہوں نے فوراً ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وفد نے آکر اصل بات رسول اللہؐ کو بتلائی اور یہ غلط فہمی دُور کی۔

۹ھ میں صفر کے مہینے میں حضورؐ نے حضرت عبداللہ ابن عوسجہ رضؓ کو بنی عمرو ابن حارثہ کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں اسلام کی تبلیغ کریں۔ مگر وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی مہینے میں صحابہؓ کی ایک جماعت قبیلہ خشعم کے مقابلہ کے لیے بھیجی۔ اس مقابلے میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کچھ مالِ غنیمت بھی ملا۔

ربیع الاوّل ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ضحاک ابن سفیان کو صحابہؓ

کی ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی کلاب میں بھیجا تاکہ یہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔ جب بنی کلاب میں پہنچے تو انہوں نے بجائے اسلام قبول کرنے کے ان سے مقابلہ کیا۔ حضرت ضحاکؓ اور اُن کی جماعت نے مقابلہ کیا اور مُشرکوں کو شکست دی۔ اس کے بعد مُسلمان مالِ غنیمت لے کر مدینے واپس آ گئے۔

(زرقانی، طبقات ابن سعد، سیرت حلبیہ)

کعب ابن زُہیر ایک عربی شاعر تھے جو اسلام لانے سے پہلے حضورؐ کی شان میں بُرے بُرے شعر کہتے تھے۔ اُن کے بھائی کا نام بجیر ابن زُہیر تھا۔ فتح مکّہ کے دن یہ دونوں بھائی مسلمانوں سے ڈر کر اور اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ گئے۔ مکّہ سے بھاگ کر ان دونوں بھائیوں نے ایک جگہ اَبرق العزاف میں پناہ لی۔ یہاں پہنچ کر بُجیر نے اپنے بھائی کعب سے کہا

"تم یہاں بکریوں کی رکھوالی کرو، مَیں ذرا اس شخص (یعنی رسول اللہؐ) کے پاس ہو کر آؤں اور اُن کا کلام سُنوں"۔

چنانچہ کعب کو وہیں روک کر بُجیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے بُجیر کو اسلام پیش کیا۔ خُدا تعالےٰ نے بُجیر کے دن پھیر دیئے تھے اس لیے اُن کو سچائی نظر آ گئی اور اُنہوں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔ یہ بات کعب کو معلوم ہوئی تو اُنہوں نے کچھ شعر لکھے جس میں بجیر کو بھی بُرا بھلا کہا اور رسول اللہؐ کی شان میں بھی ہجو لکھی۔ رسول اللہؐ کو جب کعب کے یہ شعر معلوم ہوئے تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ جو بھی کعب کو دیکھے اُسے قتل کر دے۔

فتح مکّہ اور غزوۂ طائف کے بعد جب رسول اللہؐ مدینے واپس تشریف لے آئے تو بجیر نے اپنے بھائی کعب کو لکھا کہ اب اگر زندگی چاہتے ہو تو میرا یہ خط دیکھتے ہی مُسلمان ہو جاؤ اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس لیے کہ جو شخص مُسلمان ہو کر آپؐ

کے پاس آتا ہے آپؐ اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔
کعب یہ خط دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے اور حضورؐ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا پھر وہ قصیدہ لے کر مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ مدینے میں وہ اپنے ایک جاننے والے کے یہاں آکر ٹھہرے۔ صبح کو کعب اُن کے ساتھ مسجد نبویؐ میں آئے۔ نماز کے بعد کعب کے میزبان نے انہیں اشارے سے بتلایا کہ وہ رسول اللہؐ ہیں قریب جاؤ اور آپؐ سے امان حاصل کرو۔ کعب نے فوراً حضورؐ کے پاس جاکر آپؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضورؐ کعب کو پہچانتے نہیں تھے۔ پھر کعب نے حضورؐ سے عرض کیا۔
"یا رسول اللہؐ! کعب ابن زہیر آپؐ سے امان لینے آیا ہے۔ اگر وہ آپؐ کے پاس آئے تو کیا آپؐ اُس کو امان دیں گے؟"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاں!"
کعب نے فوراً کہا۔
"یا رسول اللہؐ! کعب ابنِ زہیر میں ہی ہوں۔"
یہ سُن کر ایک انصاری مسلمان جلدی سے کعب کی طرف جھپٹے اور حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے میں اس خدا کے دُشمن کی گردن مار دوں۔ مگر حضورؐ نے اُنہیں روکا اور فرمایا۔
"اسے چھوڑ دو اس لیے کہ یہ توبہ کرنے آیا ہے۔"

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۴)

۹ھ میں ربیع الثانی کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضؓ کو ڈیڑھ سو صحابہ کی جماعت دے کر روانہ کیا کہ قبیلہ طے کے بُت فلس کو توڑ کر آئیں۔ یہ قبیلہ مشہور سخی حاتم طائی کا تھا۔ یہاں حاتم طائی کا بیٹا عدی اپنی بہن سفانہ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت علی رضؓ نے قبیلہ طے میں پہنچ کر اُن پر

شب خون مارا۔ قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو گرفتار کیا اور بُت کو توڑ کر بُت خانہ کو جلا دیا قبیلہ کے کچھ آدمی جان بچا کر بھاگ گئے، ان میں عدی ابن حاتم بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہوکر اور قیدیوں وغیرہ کو لے کر مدینے پہنچے ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھیں۔ مدینے میں قیدیوں کو مسجدِ نبوی کے قریب ایک جگہ رکھا گیا۔ جب یہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو سفانہ نے آپؐ سے اپنی رہائی کے لیے عرض کیا۔ اُنھوں نے کہا۔

"یارسول اللہ! باپ تو ہلاک ہوگیا اور میری خبر گیری کرنے والا بھاگ گیا۔ آپؐ مجھ پر مہربانی فرمائیے خدا آپؐ پر رحم فرمائے گا"

آپؐ نے پوچھا

"تیرا خبر گیری کرنے والا کون ہے؟"

سفانہ نے عدی ابن حاتم کا نام بتایا تو آپؐ نے فرمایا۔

"وہ خدا اور اس کے رسول سے بھاگنے والا"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفانہ کے ساتھ مہربانی کا معاملہ فرمایا اور اُن سے فرمایا۔

"میں نے تمہیں چھوڑ دیا مگر جلدی مت کرو اس لیے کہ تمہاری قوم کا کوئی بھروسہ کا آدمی مل جائے تو میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس کے ساتھ بھیج دوں"

کچھ ہی دن بعد قبیلہ طے کے کچھ قابل اطمینان آدمی مل گئے جو شام جارہے تھے سفانہ نے حضورؐ سے آکر عرض کیا۔

"میری قوم کے کچھ آدمی مل گئے ہیں جو قابلِ بھروسہ ہیں"

حضورؐ نے فوراً سفانہ کو اجازت دے دی اور ان کو انعام واکرام اور سواری وغیرہ دے کر عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ یہاں سے سفانہ اپنے بھائی عدی کے پاس شام پہنچیں اور سارا ماجرا اپنے بھائی سے سُنایا۔ عدی نے یہ سُن کر بہن سے پُوچھا۔

"پھر اب اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

سفانہ بہت سمجھدار اور ذہین عورت تھیں انہوں نے کہا۔

"خدا کی قسم! میری رائے یہ ہے کہ تم جلد سے جلد جا کر اُن سے ملو، اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں پہل کرنا بڑی عزت کی بات ہے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تب بھی تمہاری عزت ہے۔"

عدی نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور وہ فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کی بڑی عزت اور مدارت کی۔ عدی حضورؐ کی باتیں اور مبارک عادتیں دیکھ رہے تھے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ یہ بادشاہ نہیں ہو سکتے۔ آخر حضورؐ نے عدی ابن حاتم کو اسلام پیش کیا۔ عدی کو حضورؐ سے گفتگو کرنے کے پوری طرح اطمینان ہو گیا تھا کہ آپؐ خدا کے سچے نبی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی بہن سفانہ پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں۔

(سیرت حلبیہ جلد سوم ص۲۲۵،۲۲۶،۲۰۵)

سنہ ۹ھ میں تقریباً سارے جزیرۂ عرب میں اسلام کا بول بالا ہو چکا تھا اور ہر طرف مسلمانوں کی طاقت کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ مگر جزیرۂ عرب کی شمالی سرحدیں شام سے ملتی تھیں جو عیسائی حکومت کا علاقہ تھا۔ یہ عیسائی اسلام کے دشمن تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کی طاقت توڑنے کی کوشش میں رہتے تھے۔ خود جزیرۂ عرب میں بھی بہت سے عیسائی قبیلے تھے جو رومی حکومت سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے رہتے تھے۔

اس سال عرب میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ رہا تھا اور مسلمان بہت تنگی اور تکلیف میں مبتلا تھے۔ عرب کے عیسائیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور رومی بادشاہ ہرقل کو لکھ بھیجا کہ جو شخص نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے

اور مسلمان قحط کی وجہ سے بھوکوں مر رہے ہیں۔ اُن پر حملہ کرنے کا یہ موقعہ بہت اچھا ہے۔ ہرقل نے یہ خبر سُنی تو اُس نے فوراً چالیس ہزار رُومیوں کا ایک زبردست لشکر تیار کیا اور پُورے جنگی سامان کے ساتھ اس کو مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔

یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے فوراً مسلمانوں کو حکم دیا کہ مقابلے کے لیے چلنے کی تیاری کریں۔ سخت گرمی اور قحط سالی کا زمانہ تھا جس سے سب پریشان تھے مگر سچے اور پکے مسلمانوں نے اس حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور بڑے جوش کے ساتھ سفر کی تیاری میں لگ گئے۔ جن مسلمانوں کو خدا نے دولت دی تھی وہ بڑھ چڑھ کر جہاد کی تیاری کے لیے چندہ اور امداد دینے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جو کچھ مال و دولت تھا سب لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضورؐ نے جب اُن سے پُوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ تو صدیق اکبر رضؓ نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو چھوڑا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال لاکر حضورؐ کو پیش کر دیا۔ سب سے زیادہ مال حضرت عثمان غنی رضؓ نے دیا۔ انھوں نے ایک ہزار دینار، تین سو اونٹ معہ ساز و سامان کے اور پچاس گھوڑے پیش کئے۔ حضرت عثمان رضؓ کی اس دریادلی سے حضورؐ اس قدر خوش تھے کہ بار بار اس مال کو پلٹتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے۔

"اے اللہ! عثمان سے راضی ہوئیں بھی اس سے راضی ہوں اس نیک عمل کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

ان کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضؓ نے سو اوقیہ چاندی لاکر دی۔ اسی طرح حضرت عباس رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ نے بہت سا مال لاکر پیش کیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اُتار کر حضورؐ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ غرض اکثر مسلمانوں نے دل کھول کر اس غزوے کے لیے امداد دی مگر پھر بھی سارے لشکر کا سامان تیار نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ سات صحابہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام فرما دیجئے تو حضورؐ

نے ان سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ یہ صحابہ مایوس ہو کر روتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ حضرت عباسؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان میں سے دو کے لیے سواری کا انتظام کر دیا۔ تین کے لیے حضرت عثمانؓ نے انتظام کیا حالانکہ وہ پہلے ہی بہت کچھ دے چکے تھے۔ باقی دو کے لیے حضرت یامین ابن عمرو نضریؓ نے سواری بھی دی اور ہر ایک کو دو دو صاع کھجوریں راستے کے واسطے بھی دیں۔

اس طرح مسلمان تو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لیے تیاریوں میں لگے ہوئے تھے اور منافق ان کے حوصلے توڑنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے وہ مسلمانوں کو غزوہ میں جانے سے روکتے اور کہتے۔

"اس گرمی میں مت نکلو!"

ایک بیوقوف نے رسول اللہ صلعم سے کہہ دیا۔

"میں عیسائیوں کی خوب صورت عورتوں کو دیکھ کر فتنے میں پڑ جاؤں گا۔ لوگوں کو معلوم ہے میں حسین عورتوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہوں"

غرض منافق اس طرح اپنی سی کوشش کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں اور وہ ہمت ہار دیں مگر سچے مسلمانوں پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں تھا۔ وہ دل و جان سے سفر کی تیاریوں میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ساری تیاری مکمل ہو گئی اور حضورؐ نے کوچ کا اعلان کرا دیا۔ آپؐ نے حضرت محمد ابن مسلمہ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر والوں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا۔ رجب سنہ ۹ھ میں جمعرات کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے ساتھ مدینے سے کوچ فرمایا۔ اس لشکر میں تیس ہزار سے زیادہ آدمی تھے اور دس ہزار گھوڑے تھے۔

لشکر کے ساتھ منافقوں کا سردار عبداللہ ابن اُبیٔ بھی اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ آیا۔ مدینے سے باہر جب حضورؐ ثنیۃ الوداع کے مقام پر ٹھہرے تو عبداللہ ابن اُبیٔ نے اپنی جماعت کے ساتھ سب لشکر سے الگ کچھ فاصلے پر قیام کیا اور جب لشکر نے کوچ

کیا تو عبداللہ ابن اُبیّ اپنی جماعت کو لیے یہ کہتا ہُوا واپس آ گیا کہ اس گرمی اور پریشان حالی میں محمدؐ اتنی دُور دراز جگہ پر رُومیوں سے جنگ کرنے نکلے ہیں۔ محمدؐ رُومیوں سے جنگ کرنے کو کھیل سمجھتے ہیں۔

مگر مُسلمانوں نے اس کی حرکت کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ وہ صبر و سکون کے ساتھ رسولِ خدا کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد منافقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر طعنے دینے شروع کئے کہ حضورؐ ان کو جنگ میں ساتھ نہیں لے گئے۔ یہ باتیں سُن کر حضرت علی رضؓ کو نہایت جوش اور غصّہ آیا۔ انہوں نے فوراً ہتھیار لگائے اور اسی وقت حضورؐ کے پیچھے روانہ ہو گئے تاکہ وہ بھی لشکر سے جا ملیں۔ وہ جب حضورؐ کے پاس پہنچے تو اس وقت آپؐ لشکر کے ساتھ جُرف کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضؓ نے حضورؐ کو بتایا کہ کس طرح منافقوں نے اُنہیں طعنے دینے شروع کر دیئے تھے۔

اس پر حضورؐ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔

"وہ جھوٹے ہیں! مَیں نے تمہیں خود وہاں چھوڑا ہے اس لیے جاؤ اور میرے اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کرو۔ علی! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السّلام کے لیے ہارونؑ تھے۔ بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

یہ سُن کر حضرت علی رضؓ اطمینان کے ساتھ واپس مدینے چلے گئے اور حضورؐ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔

اس غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ جانے سے منافقوں کے ایک گروہ نے عین وقت پر انکار کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان بھی ایسے تھے جو لُو اور گرمی کی تکلیف سے گھبرا کر حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے۔ ان میں حضرت ابوخیثمہ رضؓ، کعب ابن مالک، مرارہ رضؓ ابن ربیع اور بلالؓ ابن اُمیّہ رضؓ تھے۔ حضورؐ کے جانے کے چند دن بعد ایک روز حضرت

ابو خُثَیمہ دوپہر کے وقت اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ اُن کی دونوں بیویوں نے گھر میں چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور اُن کے واسطے کھانا لگا رکھا ہے۔ اس روز بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ حضرت ابو خثیمہ رضؓ کو خیال آیا کہ اس سخت گرمی میں حضورؐ تو سفر فرما رہے ہیں اور مَیں اتنے راحت و آرام سے اپنے گھر بیٹھا ہُوا ہوں۔ یہ سوچ کر دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اُنہوں نے فوراً کہا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تو گرمی میں سفر فرما رہے ہیں اور ابو خثیمہؓ یہاں ٹھنڈک میں اپنی بیویوں کے ساتھ بیٹھا ہے۔ یہ انصاف نہیں ہے مَیں تم دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ٹھہروں گا بلکہ ابھی رسول اللہؐ کے پاس جاؤں گا"

اس کے بعد اُنہوں نے فوراً سفر کی تیاری کی اور ہتھیار لگا کر اسی وقت روانہ ہو گئے ~~آخر تبوک کے مقام پر حضورؐ سے جا ملے۔~~

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اس سفر پر یعنی غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ابو ذر غفاری بھی ساتھ نہیں جا سکے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اونٹ بہت کمزور اور تھکا ہُوا تھا۔ اُنہوں نے خیال کیا کہ کھا پی کہ اس میں کچھ جان آجائے تو روانہ ہوں گا اور حضورؐ سے جا ملوں گا۔ مگر حضورؐ کے جانے کے بعد وہ زیادہ دن اونٹ کے اچھا ہونے کا انتظار نہیں کر سکے بلکہ ایک دن اپنا سامان کمر پر لاد کے تنہا اور پیدل ہی حضورؐ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ آخر ایک روز وہ لشکر کے سامنے پہنچ گئے۔ صحابہ رضؓ نے حضورؐ سے بتلایا کہ کوئی شخص تن تنہا چلا آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابو ذرؓ ہوں گے۔ کچھ اور قریب آئے تو لوگوں نے بتلایا کہ وہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔

"خدا ابو ذرؓ پر رحم کرے اکیلا آرہا ہے۔ اکیلا ہی مریگا[1] اور اکیلا ہی اُٹھایا جائے گا"

---

[1] حضورؐ کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت ابو ذرؓ کی موت اسی طرح ایک ویرانے میں ہوئی جس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ تاریخ ابن جریر، طبری اور سیرت حلبیہ میں درج ہے۔ (رمزی)

تبوک کے راستے میں حجر کا مقام بھی پڑتا تھا پہلے زمانے میں یہ قوم ثمود کی آبادی تھی اس قوم نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل فرمایا اور پوری قوم کو تباہ کر دیا۔ جب حضورؐ اس ویرانے سے گزرے تو آپ پر اتنا اثر ہوا کہ آپؐ نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا اور اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا۔ ساتھ ہی آپؐ نے صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص بھی ان گھروں میں نہ داخل ہو، نہ یہاں کا پانی پئے اور نہ اس سے وضو کرے، جنہوں نے بھولے سے یہاں کا پانی لے لیا تھا یا اس سے آٹا گوندھ لیا تھا ان سے آپؐ نے فرمایا کہ وہ آٹا جانوروں کو کھلا دیں اور وہ پانی گرا دیں۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ سب لوگ اس علاقہ سے سر جھکا کر روتے ہوئے گزر جائیں اور خدا کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے گزریں۔

چنانچہ سارا لشکر اس جگہ سے اسی طرح سر جھکا کر اور دعائیں پڑھتا ہوا گزر گیا۔ یہاں تک کہ اس کنوئیں پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا جس میں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ یہاں پہنچ کر حضورؐ نے صحابہؓ کو بتایا کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس اونٹ ہیں وہ انہیں مضبوطی سے باندھ دیں اور کوئی شخص آج کی رات تنہا کہیں نہ جائے بلکہ اپنے ساتھ کسی ساتھی کو ضرور لے۔ سب صحابہ نے آپؐ کے اس حکم کی پابندی کی۔ بنی ساعدہ کے دو آدمی اس حکم کے باوجود تنہا نکل گئے۔ ان میں سے ایک اپنی ایک ضرورت سے نکلا اس کا راستہ میں اچانک دم گھٹ گیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے اس کے لیے دعا کی تب وہ ٹھیک ہوا۔ دوسرا آدمی اپنی اونٹنی کو ڈھونڈتا ہوا تنہا چلا گیا اس کو طوفانی ہوا نے طے کی پہاڑیوں میں لا پھینکا۔ وہ مدتوں یہاں بھٹکنے کے بعد حضورؐ کی واپسی کے بعد مدینے پہنچ سکا جب حضورؐ کو ان دونوں کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔

"کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ بغیر کسی کو لیے تنہا کہیں مت جانا۔"

یہاں سے آگے چل کر صبح کو جب ایک جگہ ٹھہرے تو لوگوں کے پاس پانی بالکل نہیں

تھا اور سب لوگ پریشان تھے۔ آخر حضرت ابوبکر رضؓ نے آکر حضورؐ سے یہ تکلیف بتلائی اور دُعا کے لیے عرض کیا۔ حضورؐ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی آپؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ خدا نے ایک بدلی بھیجی۔ یہ بدلی لشکر کے اُوپر چھا گئی اور اس سے اتنا پانی برسا کہ صحابہؓ کی تکلیف دُور ہو گئی۔

یہاں سے چلے تو راستے میں حضورؐ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ لشکر میں کچھ منافق بھی تھے جو صرف مالِ غنیمت کے لالچ میں ساتھ ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے طعنہ دیا کہ محمدؐ کے پاس تو آسمان کی خبریں آتی ہیں انہیں اپنی اونٹنی کا حال معلوم نہیں۔ حضورؐ کو یہ بات معلوم ہُوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے صرف وہ بات معلوم ہے جو خدا تعالےٰ نے مجھے بتا دی۔ میری اُونٹنی فلاں جگہ ہے جہاں اُس کی لگام ایک جھاڑی میں اُلجھ گئی ہے۔ لوگ فوراً گئے تو دیکھا کہ اُونٹنی اسی جگہ رُکی کھڑی ہے۔

تبوک پہنچنے سے پہلے حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ کل تم انشاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے۔ تم میں سے جو وہاں پہلے پہنچ جائے وہ میرے آنے تک اس پانی کو نہ چھوئے۔ پھر آپؐ نے لشکر میں اس کا اعلان کرا دیا۔

اگلے دن جب صحابہ تبوک کے چشمے پر پہنچے تو دیکھا کہ اس میں سے قطرہ قطرہ پانی نکل رہا ہے۔ کچھ منافق وہاں پہلے پہنچ گئے تھے۔ اُنہوں نے حضورؐ کی اجازت کے بغیر پانی میں ہاتھ ڈال دیئے تھے۔ حضورؐ تشریف لائے تو آپؐ نے اُن کو ڈانٹا۔ اس کے بعد چشمہ کا رِستا ہُوا پانی بڑی مُشکل سے تھوڑا سا ایک برتن میں جمع کر کے حضورؐ کو پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھویا اور پھر یہ پانی اسی چشمہ میں دوبارہ ڈال دیا گیا۔ اس پانی کا چشمہ میں پڑنا تھا کہ خدا کی قُدرت سے وہ چشمہ اسی وقت فوّارہ کی طرح اُبلنے لگا اور صحابہ پُوری طرح سیراب ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل رضؓ سے فرمایا۔

"اے معاذ! اگر تُو زندہ رہا تو اس علاقے کو باغات سے سرسبز اور شاداب بھرا ہُوا دیکھے گا۔"

تبوک میں پہنچ کر رسول اللہؐ نے کئی روز قیام کیا اور دشمنوں کا انتظار کیا مگر نہ تو دشمن کی فوجیں آئیں اور نہ لڑائی ہوئی مگر اس سفر سے یہ زبردست فائدہ ہوا کہ دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت اور رُعب پیدا ہو گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آس پاس کے قبیلوں نے آکر حضورؐ سے صُلح کی اور جزیہ دینا منظور کیا۔

شام کے اس علاقہ میں اَیلہ، اَذرُح اور جرباء تین بستیاں تھیں۔ یہاں کے لوگ رسول اللہؐ کے آنے کی خبر سُن کر آپؐ کے پاس آئے ان کے ساتھ اَیلہ کا سردار یُوحنّا بھی تھا۔ یُوحنّا نے حضورؐ کو ایک سفید خچر تحفہ میں پیش کیا۔ ان سب نے آپؐ سے صُلح کی درخواست کی اور جزیہ دینا منظور کیا۔ حضورؐ نے اُن کی درخواست منظور فرمائی اور تمام شرطیں طے کر کے اُن کو صُلح نامہ عنایت فرمایا۔ (ابن جریر، طبری، البدایۃ والنہایہ، سیرت حلبیہ)

ان میں سے اَیلہ والوں کی طرف سے جو جزیہ طے ہوا اُس کی مقدار تین سو دینار تک پہنچتی تھی۔ اَذرُح والوں سے سو دینار پر معاہدہ ہوا۔ اسی طرح جرباء والوں سے بھی فی کس جزیہ متعیّن ہوا۔ ان کے علاوہ مقناء والوں نے پھلوں کی چوتھائی فصل پر صلح کی۔

(تاریخ الکامل جلد دوم)

اسی علاقہ میں دَومۃُ الجندل کا مقام بھی تھا۔ یہاں کا حاکم اُکیدر ابن عبدالملک کندی تھا۔ یہ عیسائی تھا اور ہرقل کی طرف سے دَومہ کا گورنر تھا۔ اس کی طرف سے حضورؐ کو اطمینان نہیں تھا اس لیے آپؐ نے اس کو گرفتار کرنے کے لیے حضرت خالدؓ کو بھیجا۔ آپؐ نے حضرت خالد کے ساتھ چار سو بیس سواروں کو بھیجا اور حضرت خالدؓ سے فرمایا کہ اکیدر تمہیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ حضرت خالدؓ اپنے دستے کو لے کر اسی وقت روانہ ہو گئے۔

یہ رات کا وقت تھا اور چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت اُکیدر قلعہ کی چھت پر اپنی بیوی سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک ایک نیل گائے نے آکر قلعہ کے دروازے میں ٹکّر ماری۔ اُکیدر کی بیوی نے یہ واقعہ دیکھا تو اُسے بہت تعجّب ہوا اور اُس نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ اُکیدر نے کہا کہ میں اُسے ضرور شکار کروں گا۔ اسی وقت اُس نے گھوڑا اور شکار کا سامان منگوایا اور کچھ آدمیوں کے ساتھ گائے کے پیچھے چل پڑا۔

اچانک راستے میں انہیں حضرت خالد رض مع اپنے دستے کے مل گئے۔ حضرت خالد رض نے ان پر حملہ کیا اور اُکیدر کو گرفتار کر لیا۔ اکیدر کے ساتھ اُس کا بھائی حسّان بھی تھا وہ اس لڑائی میں قتل ہو گیا۔ اُس نے بہت عمدہ ریشمی لباس پہن رکھا تھا جس پر سونے کا کام ہو رہا تھا۔ حضرت خالد نے حسّان کی وہ قباء اُتاری اور اُسے ایک آدمی کے ساتھ پہلے ہی رسول اللہ ص کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب وہ آدمی حضور ص کے پاس پہنچے تو مسلمان حیرت سے اس قیمتی اور جگمگاتی ہوئی قباء کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ جناب رسول اللہ ص نے ان مسلمانوں سے فرمایا۔

"کیا تمہیں اس کو دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے! اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ جنّت میں سعد ابن معاذ کے کپڑے اس سے کہیں زیادہ بہتر ہیں"۔

اس کے بعد اُکیدر کو لیئے ہوئے حضرت خالد رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضورؐ نے اکیدر کا خون معاف فرما دیا اور اس نے جزیہ دینے کی شرط پر حضورؐ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضور ص نے اس کو رہا کر دیا اور اُکیدر مسلمانوں کا باجگذار بن کر وہاں سے واپس ہوا۔

اس طرح اس غزوہ میں جنگ تو نہیں ہوئی مگر اس سے یہ فائدہ بہت زبردست ہوا کہ شام کے اس علاقے تک اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

چونکہ اس سفر میں مسلمانوں کی آخری منزل تبوک تھی اس لیے اس غزوہ کا نام بھی "غزوہ تبوک" مشہور ہوا۔ غزوۂ تبوک وہ مبارک اور آخری غزوہ ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے۔

(ابن جریر طبری، تاریخ الکامل لعلامہ ابن اثیر جزری)

عروج
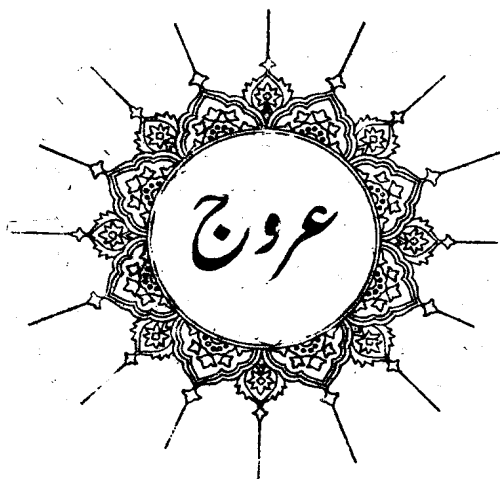
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً بیس دن تک تبوک میں قیام فرمایا اور دشمنوں کا انتظار کیا مگر نہ کوئی سامنے آیا اور نہ مقابلے کی نوبت آئی۔ خود حضورؐ بھی تبوک کے مقام سے آگے نہیں بڑھے۔ آپؐ نے اس بارے میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپؐ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو چلئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر مجھے خدا نے حکم دیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس علاقہ میں مسلمان بالکل نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ ہم کافی آگے بڑھ آئے ہیں اور آپؐ کی اس تشریف آوری سے وہ مرعوب ہو گئے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ اس سال ہم واپس ہو جائیں، ممکن ہے خدا تعالےٰ کوئی صورت پیدا فرما دے۔"

اس طرح حضورؐ تبوک سے آگے نہیں گئے بلکہ یہیں آس پاس کے قبیلوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ وغیرہ پر صلح کر لی۔ آخر تبوک میں دشمنوں کا کافی انتظار کرنے کے بعد ایک روز حضورؐ نے واپسی کا اعلان کیا اور یہ لشکر واپس مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ لشکر میں منافقوں کی بھی ایک جماعت تھی جو مالِ غنیمت کے لالچ میں ساتھ آئی تھی۔ تبوک اور مدینے کے درمیان عقبہ کے مقام پر ان منافقوں نے دھوکہ سے رسول اللہؐ پر حملہ کرنا چاہا مگر خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دے دی۔ ان مکاروں کا فریب ان ہی پر ٹوٹ گیا اور حضور محفوظ رہے۔

اسی راستے میں مدینے سے کچھ فاصلے پر منافقوں نے ایک عمارت بنائی جس کا نام مسجد رکھا۔ یہ ابو عامر راہب کے حکم پر بنائی گئی تھی جس کو حضورؐ نے فاسق کا خطاب دیا تھا۔ یہ نصرانی تھا پہلے غزوۂ اُحد میں قریشی کافروں کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے آیا تھا اور پھر عیسائی حکومت کے بادشاہ ہرقل (قیصر روم) کے پاس گیا تاکہ حضورؐ کے خلاف وہاں

سے فوج جمع کر کے لائے۔ منافقوں نے یہ عمارت اس لیے بنائی تھی تاکہ ابو عامر کے ایلچی یہاں آکر ٹھہرا کریں اور پھر وہ سب مل کر اس عمارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کریں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے منافقوں نے یہ عمارت مسجد کی طرح بنائی اور اس کا نام بھی مسجد ہی رکھا۔ یہ مسجد قباء کے قریب تھی۔ جب حضورؐ تبوک تشریف لے جا رہے تھے تو یہ منافق حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ جیسے آپؐ نے مسجد قباء میں نماز پڑھی۔ اسی طرح ایک نماز اس مسجد میں بھی ادا فرماویں تاکہ برکت ہو انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ! ہم نے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ بیماروں اور ضرورت مندوں کو اس سے آرام پہنچے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ اس میں ایک نماز ادا فرمائیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا فرماویں۔"

آپؐ نے فرمایا۔

"اس وقت تو ہم سفر میں جا رہے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ نے چاہا تو واپسی میں اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔"

تبوک سے واپسی پر آپؐ ذی آوان کے مقام پر ٹھہرے۔ یہاں منافقوں نے آپؐ سے اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے پھر کہا مگر خدا نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعہ خبر دی کہ منافقوں نے یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی ہے۔ خدا نے اس موقعہ پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا تا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (آیۃ)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تاکید فرمائی کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ آپؐ اس مسجد میں کبھی جا کر بھی کھڑے نہ ہوں۔ خدا نے اس مسجد کو "مسجد ضرار" یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی مسجد) فرمایا اور یہ واقعہ اسی نام سے مشہور ہے۔

اس وحی کے بعد حضورؐ کو مسجد ضرار کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی اس لیے آپؐ نے حضرت مالک ابن خشعم اور معن ابن عدی کو حکم دیا کہ اس مسجد کو فوراً گرا دیں اور جلا دیں۔

ان صحابہ نے اسی وقت جا کر مسجد ضرار کو جلا ڈالا۔

(سیرت حلبیہ جلد سوم، البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم)

۲

ذی اُوان سے چل کر رسول اللہ تمام لشکر کے ساتھ مدینے پہنچ گئے۔ حضور کی خیریت اور کامیابی کے ساتھ واپسی پر مدینے کا ہر شخص پھولا نہیں سمارہا تھا۔ سب لوگ ثنیۃ الوداع کے مقام پر استقبال کرنے کے لیے آئے اور جب حضورؐ کو دیکھا تو عورتیں اور بچے آپؐ کی شان میں خوشی کے ترانے گانے لگے۔

حضورؐ مدینے پہنچ کر سیدھے مسجدِ نبویؐ میں تشریف لے گئے۔ یہاں آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر صحابہ کے مجمع میں بیٹھ گئے۔ جو مسلمان اس غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے وہ "متخلفین" کہلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسّی سے اوپر تھی۔ ان میں زیادہ تر منافق تھے۔ انہوں نے فوراً آکر حضورؐ کے سامنے جھوٹے سچے عُذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور قسمیں اور حلف لینے شروع کر دیئے۔ حضورؐ نے ان لوگوں کے عذر قبول فرمالیے اور انہیں معاف کر کے دلوں کا حال خدا پر چھوڑ دیا۔

ان متخلفین میں حضرت کعب ابن مالک، مُرارہ ابن ربیع اور ہلال بن اُمیّہ بھی تھے۔ یہ اگرچہ حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے مگر سچے اور پکے مسلمان تھے۔ اس وقت ان تینوں کو بھی حضورؐ کے سامنے جاتے ہوئے سخت شرمندگی ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ رہے تھے کہ منافق جھوٹے سچے عُذر بیان کر رہے ہیں اور حضورؐ نے انہیں معاف بھی فرما دیا ہے۔ مگر یہ جانتے تھے کہ خدا کے رسولؐ سے جھوٹ بول کر نہیں بچ سکتے۔ اس لیے انہوں نے طے کیا کہ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے بلکہ سچ سچ اپنی غلطی کا اقرار کریں گے۔ اس طرح تینوں نے اپنے دل میں یہی فیصلہ کیا۔ مُرارہ ابن ربیع اور ہلال ابن امیہ نے حضورؐ سے جا کر اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اسی طرح کعب ابن مالک سے جب حضورؐ نے پیچھے رہنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا۔

"اگر میں آپؐ کے علاوہ کسی دُنیادار آدمی کے سامنے بیٹھا ہوتا تو شاید جھوٹ سچ کہہ کر جان بچا لیتا مگر خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے جھوٹ بول کر آج آپؐ کو راضی کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ کل خدا تعالےٰ آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بھی فرمایا کہ یہ بات اس نے سچ کہی ہے ساتھ ہی آپؐ نے ان کو ایک ہی جواب دیا۔

"اس وقت تک کے لیے جاؤ جب تک خدا تعالےٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ نہ فرما دے"۔

اس کے بعد حضورؐ نے تمام مسلمانوں کو منع فرما دیا کہ ان تینوں آدمیوں سے کوئی شخص بات نہ کرے۔ حضورؐ کے حکم پر تمام مسلمانوں نے ان تینوں سے بولنا چھوڑ دیا۔ یہ سزا ان تینوں کے لیے بے حد سخت تھی۔ لوگ ان کے پاس سے گزرتے مگر کوئی شخص نہ ان سے بات کرتا اور نہ ان کی بات کا جواب دیتا۔ ہر شخص بیگانہ نظر آنے لگا۔ مرارہؓ اور بلالؓ تو اس صدمے کی وجہ سے اپنے گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے باہر نکلنا اور ہر جگہ آنا جانا چھوڑ دیا۔ ہر وقت روتے اور خداوند کریم سے دُعا کرتے رہتے۔ حضرت کعبؓ ان تینوں میں جوان تھے وہ نماز کے لیے مسجد نبویؐ میں جاتے اور رسول اللہؐ کو سلام کرتے مگر کوئی جواب نہ ملتا۔ بازاروں میں جا کر وہ لوگوں سے بات کرنا اور اپنا غم بیان کرنا چاہتے تو ہر شخص منہ پھیر لیتا۔ نہ کوئی ان کے سلام کا جواب دیتا اور نہ بات کا۔ آخر اسی مصیبت میں پچاس دن گزر گئے اور اُن کی نظروں میں دُنیا ویران ہو کر رہ گئی۔ پچاسویں دن اچانک حضورؐ کے قاصد نے پکار کر کہا۔

"کعب تمہیں خوش خبری ہو"۔

حضرت کعبؓ یہ سنتے ہی سمجھ گئے کہ ان کی توبہ مقبول ہو گئی اور وہ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اسی طرح حضرت مرارہؓ اور حضرت بلالؓ کو بھی یہ خوش خبری ملی اور ان کی مصیبت

دُور ہوئی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فوراً حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوئے اور سلام کیا

آپؐ نے فرمایا۔

"تجھے یہ دن مبارک ہو جو تیری پیدائش سے لے کر آج تک تیرے لیے سب سے اچھا دن ہے"۔

ان تینوں کی معافی کے بارے میں خدا تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ تا وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (آیۃ)

ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر ان مسلمانوں کی معافی کا تذکرہ فرمایا کہ جب ان تینوں نے یہ سمجھ لیا کہ اتنی بڑی زمین ان کے لیے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں تو خدا تعالےٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کا قصور معاف فرما دیا۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۵ سیرت حلبیہ جلد ۳)

۳

تبوک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد رمضان ۹ھ میں آپؐ کے پاس طائف کے قبیلہ ثقیف کا وفد آیا۔ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے بعد حضورؐ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تھا۔ یہاں قبیلہ ہوازن کا سردار مالک ابن عوف بھی بنی ثقیف کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا تھا۔ یہ محاصرہ بہت دن تک رہا مگر طائف فتح نہیں ہوا۔ آخر صحابہ کے مشورہ سے حضورؐ طائف فتح کئے بغیر ہی وہاں سے مکے تشریف لے آئے تھے۔ چلتے ہوئے آپؐ نے طائف والوں کے لیے مسلمان ہونے کی دُعا فرمائی تھی۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ ابھی حضورؐ مکے ہی میں تھے کہ ہوازن کے سردار مالک ابن عوف نصری آپؐ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے اُن کے گھر والوں کو بھی رہا کر دیا اور ان کا مال بھی واپس کر دیا۔ ساتھ ہی اُنہیں سو اُونٹ بھی عنایت فرمائے۔

پھر حضورؐ نے انہیں ان کی قوم کا امیر بنا دیا۔ ان میں کچھ مسلمان ہو چکے تھے۔ مالک اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر قبیلۂ ثقیف پر حملہ کرنے لگے جس سے طائف والے سخت پریشان ہو گئے۔ ادھر جب حضورؐ مکے سے مدینے کو واپس روانہ ہوئے تو قبیلہ ثقیف کے ایک سردار عُروہ ابن مسعود ثقفی حضورؐ سے ملنے کے لیے چلے اور آپؐ کے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی آپؐ کے پاس پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں طائف جا کر اپنی قوم کو تبلیغ کرنا چاہتا ہوں ممکن ہے وہ مسلمان ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے مگر عُروہ رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میری قوم مجھ سے محبت کرتی ہے۔ آپؐ نے اجازت دے دی۔

حضرت عُروہ رضؓ نے طائف پہنچ کر جب لوگوں کو اسلام کی طرف بُلایا تو وہ لوگ ایک دَم بھڑک اُٹھے اور حضرت عُروہ رضؓ سے اتنی محبت کرنے کے باوجود اُن کو قتل کر دیا۔ مگر قبیلہ ثقیف کے لوگوں میں اسلام کی جو تڑپ پیدا ہو چلی تھی۔ اس ظلم کے باوجود وہ ختم ہو نہ سکی۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ حضرت عروہ رضؓ کے بیٹے ابو ملیح اور اُن کے چچازاد بھائی قارب ابن اسود طائف سے چلے اور حضورؐ کے پاس آ کر مُسلمان ہو گئے۔ ثقیف والے دیکھ رہے تھے کہ دن بدن اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے، تقریباً پورا جزیرۂ عرب مُسلمان ہو چکا ہے اور اُن کے ہر طرف اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔ ادھر وہ دیکھتے کہ ہر طرف مسلمان ان کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ کیونکہ طائف کے یہ مشرک اسلام کے خلاف دشمنی اور سازشوں سے باز نہیں آ رہے تھے۔ آخر ثقیف کے لوگوں نے حضورؐ کے پاس اپنا وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا کہ قبیلہ ثقیف مسلمان ہو جائے گا مگر کچھ شرطوں کے ساتھ۔

~~اس وفد کا امیر انہوں نے اپنے سردار عبد یالیل کو بنایا۔ عبد یالیل کے ساتھ~~ بنی مالک وغیرہ کے پانچ آدمی گئے۔ یہ وفد رمضان ۹ھ میں مدینے پہنچا جبکہ حضورؐ غزوہ تبوک سے واپس آ چکے تھے۔ جب یہ وفد مدینے کے سامنے پہنچا تو اس وقت حضرت مغیرہ ابن شعبہ وہاں اپنے جانور چرا رہے تھے۔ مُسلمانوں کو قبیلہ ثقیف کے

مسلمان ہونے کی بڑی آرزو تھی۔ اسی لیے جب حضرت مغیرہ رضؓ نے اس وفد کو دیکھا اور ان کو اس کے آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ یہ اپنا کام چھوڑ کر ایکدم مسجد نبویؐ کی طرف بھاگے تاکہ حضورؐ کو یہ خوش خبری سنائیں۔ راستے میں انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے حضرت مغیرہ رضؓ سے اس خوشی کی وجہ پوچھی ۔ جب حضرت مغیرہ رضؓ نے وجہ بتلائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فوراً انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے رسول اللہؐ کو یہ خبر نہ سُنانا تاکہ یہ خوشخبری آپؐ کو پہلے میں سناؤں "

حضرت مغیرہ رضؓ نے اجازت دے دی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلدی سے حضورؐ کے پاس پہنچے اور آپؐ کو یہ مبارک خبر سنائی ۔حضورؐ نے اس وفد کے واسطے خاص مسجدِ نبویؐ میں ایک خیمہ لگوایا اور اس میں انہیں ٹھہرایا۔ حضورؐ نے ان سے بات چیت کے لیے اور ان کی دیکھ بھال کے لیے حضرت خالد ابنِ سعید کو متعین کیا۔ یہ لوگ اتنے خوف زدہ تھے کہ جب حضرت خالد رضؓ ان کے واسطے کھانا لے کر جاتے تو اس میں سے پہلے حضرت خالدؓ کو کھلا کر دیکھتے اور بعد میں خود کھاتے۔ انہیں یہ ڈر رہتا تھا کہ مسلمان کھانے میں کچھ ملا کر تو نہیں بھیجتے۔

آخر جب اُن سے بات چیت شروع ہوئی تو اُنہوں نے عجیب عجیب شرطیں رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مُسلمان ہو جائیں گے مگر ایک تو یہ کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے اور دُوسرے یہ کہ ہم اپنا بُت "لات" تین سال تک نہیں توڑیں گے مگر حضورؐ نے ان دونوں شرطوں کے ماننے سے انکار فرمادیا۔ پھر انہوں نے اپنے بُت کے لیے دو سال کی مدت مانگی مگر حضورؐ نے اس بھی انکار فرمادیا۔ پھر اُنہوں نے ایک سال کہا اور اس کے بعد ایک مہینہ تک "لات" کو نہ توڑنے کی درخواست کی مگر حضورؐ نے ہر دفعہ صاف صاف انکار فرمادیا۔ آخر انہوں نے یہ کہا کہ اچھا ہم خود اپنے ہاتھ سے اپنا بُت نہیں توڑیں گے۔ جناب رسول اللہؐ نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا۔

"جہاں تک تمہارے بت کو تمہارے ہی ہاتھوں سے تڑوانے کی بات ہے اس سے ہم تمہیں معافی دیدیں گے"

مگر نماز کے لیے آپؐ نے فرمایا۔

"جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں"

آخر جب سب شرطیں طے ہوگئیں تو حضورؐ نے معاہدہ لکھوا کر انہیں دے دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے حضرت عثمان ابن ابوالعاص کو ان پر امیر متعین فرمایا تاکہ وہ اپنی قوم کو دین کی تعلیم دیں۔ حضرت عثمان عمر میں تو بہت کم تھے مگر دین کو سمجھنے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے میں سب سے زیادہ شوقین تھے۔

جب یہ لوگ واپس ہو گئے تو رسول اللہؐ نے اُن کے پیچھے حضرت ابوسفیان ابن حرب اور حضرت مغیرہ ابن شعبہ کو بھیجا تاکہ یہ دونوں اُن کے بت لات کو توڑ ڈالیں۔ یہ دونوں صحابہ طائف پہنچے اور انہوں نے لات کو توڑ کر زمین کے برابر کر دیا۔ اِدھر اُدھر ثقیف کی عورتیں کھڑی رو پیٹ رہی تھیں اور اُن کا پرانا معبود مٹی میں ملتا جا رہا تھا۔

اس بت خانے سے کافی مال اور زیورات بھی نکلے جو اُس بت پر چڑھائے گئے تھے۔ اس مال کے متعلق حضورؐ نے ہدایت فرمائی کہ اس سے حضرت عروہ ابن مسعودؓ اور اُن کے بھائی اسود کے قرضے چکا دیئے جائیں۔ حضرت عروہ کا بھائی اسود مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ کافر ہی مرا۔

اس طرح ۹ھ میں پتھر کے خداؤں کا یہ آخری نشان بھی عرب کی سرزمین سے مٹ گیا۔ (البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن جریر طبری)

۴

رجب ۹ھ میں حبش کے بادشاہ نجاشی کا انتقال ہوا۔ حضورؐ کو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس کی خبر دی۔ آپؐ نے مدینہ میں اُن کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے اگلے مہینے یعنی شعبان ۹ھ میں حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم کا انتقال ہوگیا۔

یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضورؐ نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضورؐ پر صاحبزادی کے انتقال کا بہت اثر تھا یہاں تک کہ جب اُن کو قبر میں اُتارا جا رہا تھا تو رسول اللہؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھا۔

شوال ۹ھ میں منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبی کا انتقال ہُوا۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ سچے مسلمان تھے مگر باپ انتہائی بدبخت اور زبردست منافق تھا۔ باپ کے مرنے پر حضرت عبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ باپ کو کفنانے کے لیے اپنا جامۂ مبارک (کُرتہ) عنایت فرما دیجئے۔ آپؐ نے اپنا کُرتہ عنایت فرمایا جس سے اُسے کفن پہنایا گیا۔ پھر حضورؐ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس کے دفن کے وقت حضورؐ وہیں موجود رہے۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی جس میں آپ کو کافروں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا۔ وہ آیتیں یہ ہیں :۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ تا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ

ان آیتوں میں خدا نے آپؐ کو منع فرمایا کہ آپؐ ان منافقوں میں سے نہ تو کسی کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور نہ اُن کی قبروں پر کھڑے ہوں کیونکہ اُنہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا اور خدا کے نافرمان مرے ہیں۔

اسی سال خدائے پاک نے سود کو حرام قرار دیا۔ حضورؐ نے سُود کے حرام ہونے کا عام اعلان اگلے سال حجۃ الوداع میں فرمایا۔ (تاریخ الکامل)

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ تا اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (آیۃ)

ترجمہ۔ جب اللہ تعالےٰ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتا ہُوا جوق در جوق دیکھیں تو تسبیح اور تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائیے۔ اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

عرب میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ با عزت قبیلہ قریش کا تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں تھے، اس بات کو سب مانتے تھے۔ نہایت بہادر، نہایت سمجھدار اور نہایت سخی تھے۔ ادھر یہ کہ بیت اللہ کے مجاور اور خادم تھے۔ اسی وجہ سے سارے عرب میں ان کی شہرت اور عزت تھی مگر یہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اسی لیے عرب کے اکثر قبیلوں کی نظریں ان پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں قریش اور رسول اللہؐ کے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے؟ تاکہ اس کے بعد ہم اپنے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کریں۔

اگرچہ بہت سے قبیلے فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے مگر زیادہ تر قبائل قریش کے انتظار میں تھے۔ قریش کے اکثر نوجوان لوگ پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے بڑے بوڑھے باقی تھے، مکہ فتح ہونے کے بعد انہوں نے بھی اسلام کی سچائی کو مان لیا اور جناب رسول اللہؐ کی امت میں شامل ہو گئے۔ قبیلہ قریش کے مسلمان ہوتے ہی تمام عربوں نے سمجھ لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور یہ خدا کا بھیجا ہوا دین ہے جو ساری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ اسی لیے مکہ فتح ہوتے ہی عرب کے قبیلے ہر طرف سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کرتے اور پھر اپنی قوم کو جاکر دین کی تبلیغ کرتے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے اوپر لکھی آیتوں میں اشارہ فرمایا کہ لوگ ہر طرف سے آکر خدا تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ یوں تو یہ وفد ۸ھ سے ہی آنے شروع ہو گئے تھے مگر زیادہ تعداد میں اور مسلسل وفد ۹ھ اور ۱۰ھ میں آئے۔ اسی لیے ان سالوں کو "عام الوفود" یعنی وفدوں کا سال کہا جاتا ہے۔"

صفر ۹ھ میں یمن کے ایک قبیلہ بنی عذرہ کے لوگ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کن باتوں کی تبلیغ فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اس کی کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ پھر انہوں نے اسلام کے فرائض یعنی عبادتیں وغیرہ پوچھیں۔ آپؐ نے ان کو فرائض بتلائے۔ وفد نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ چلتے وقت آپؐ نے

بنی عُذرہ کو ہدیئے اور تحفے دیئے۔ ربیع الاوّل ۹ھ میں آپؐ کے پاس بنی قُضاعہ کی ایک شاخ بنی بَلِی کا وفد آیا اور مُسلمان ہو کر گیا۔ پھر غزوۂ تبوک سے آپؐ کی واپسی کے بعد رمضان ۹ھ میں آپؐ کے پاس طائف کے قبیلہ ثقیف کا وفد آیا اور مسلمان ہُوا، جس کا واقعہ پچھلے صفحوں میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

غزوہ تبوک کے بعد ہی ۹ھ میں بنی فزارہ کا وفد حاضر ہُوا اور اسلام لایا۔ تبوک کے بعد ہی ۹ھ میں بنی مُرّہ کے تیرہ آدمی آپؐ کے پاس آئے اور مُسلمان ہُوئے۔ اسی سال قبیلہ بنی اسعد کے ایک شخص ضمام ابن ثعلبہ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسجد میں آ کر لوگوں سے پوچھا تم میں سے ابن عبد المطلب کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ مَیں ہوں۔ ضمام نے پوچھا محمدؐ ہو، آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! کہنے لگے مَیں ذرا صاف صاف بات کروں گا اس لیے بُرا مت منانا۔ حضورؐ نے اجازت دی تو انہوں نے کئی قسمیں دے کر آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کو خدا نے ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! اے اللہ تُو گواہ ہے۔ پھر انہوں نے اسی طرح قسمیں دے کر خدا کو ایک ماننے، روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے اور زکواۃ حج اور روزوں کے متعلق الگ الگ پُوچھا۔

آپؐ ہر دفعہ یہی جواب دیتے کہ ہاں اے اللہ! تُو گواہ ہے۔ آخر میں ضمام نے کلمہ پڑھا اور کہا کہ مَیں یہ سب فرائض ادا کیا کروں گا اور جن باتوں سے آپؐ نے روکا ہے اُن سے بچوں گا اور یہ کہ نہ ان میں کمی کروں گا اور نہ زیادتی کروں گا۔ یہ کہتے ہی وہ واپس اپنے قبیلے میں گئے اور لوگوں کو تبلیغ کی۔ اسی دن شام تک پُورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

اسی سال دس آدمی قبیلہ بنی اَسَد کے آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ کے بغیر بلائے ہم خود ہی آپؐ کے پاس مسلمان ہونے آ گئے ہیں۔ اس پر خداوند کریم نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ تا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (الآیۃ)

ترجمہ:۔ آپؐ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ

مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت جتلاؤ بلکہ اللہ تعالےٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی توفیق دی اگر تم سچے ہو۔"

اسی لیے بنی البکار کا وفد آپ کے پاس حاضر ہوا اور مسلمان ہوا۔ اسی سال سعد ہذیم کا وفد حاضر ہوا۔ اسی سال یمن سے قبیلہ بہرا کے تیرہ آدمی حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

اسی سال صدقات فرض ہوئے اور اُن کے وصول کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عامل روانہ فرمائے۔

(ابن جریر، طبری، تاریخ الکامل، سیرت حلبیہ)

۶

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مہینے مدینے میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپؐ ہر وقت اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی خوشحالی کے لیے تدبیریں اور دعائیں فرمانے میں مشغول رہے۔

ادھر اس زمانے میں عرب کے مختلف قبیلوں کے وفد بہت زیادہ آتے رہے جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور دین کی تعلیم حاصل کرتے۔ رسول اللہؐ ان وفدوں کا استقبال فرماتے، اُن کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے اور اُن کے سوالوں کا جواب دیتے، آپؐ انہیں دین کی تعلیم دیتے تاکہ وہ اپنے علاقوں میں جا کر لوگوں میں تبلیغ کریں اور اسلام پھیلائیں۔ ان مصروفیتوں کے علاوہ آپؐ کے دن اور رات خدا تعالےٰ کی عبادت میں گزرتے۔ آپؐ اسلام اور مسلمانوں کی اس ترقی پر خدا کا شکر ادا فرماتے اور گھنٹوں ہاتھ اٹھا کر اس دین اور اس اُمت کے لیے ترقی اور برکت کی دعائیں فرماتے۔

اب مکہ فتح ہو چکا تھا اور عرب کے مشرکوں کی سب سے بڑی طاقت پارہ پارہ ہو کر اسلام کے سامنے سر جھکا چکی تھی۔ اب وقت آ چکا تھا کہ بیت اللہ جو مسلمانوں کا کعبہ ہے کفر اور شرک کی گندگی سے پاک ہو جائے اور اس پاک سرزمین پر خدا کے گھر کی بے حرمتی

کرنے والا کوئی نہ رہے۔ مکّے میں ابھی تک مشرک موجود تھے ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ تھا جس کے ذریعے وہ امان میں تھے۔ یہ لوگ اپنے طریقے کے مطابق بعض دفعہ ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے تھے اس طرح وہ اس کو عبادت سمجھ کر خدا کے گھر کی بے حرمتی کرتے تھے۔ اب جبکہ خدا کا سچا دین آچکا تھا اور خدا تعالےٰ نے اپنے دین کے ذریعہ لوگوں میں پھیلا دیا تھا تو ضرورت تھی کہ حج اور بیت اللہ کا طواف اور ساری عبادتیں خدا کے پسندیدہ اور حضورؐ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر کی جائیں۔ خدا نے اس بارے میں اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الیٰ آخر الآیۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق مکّے میں اس سال حج کے موسم میں ان احکام کا اعلان کرا دیا جائے اس کام کے لیے آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چنا اور انہیں دوسرے صحابہؓ پر جو حج کو جا رہے تھے امیر بنایا۔ ذی قعدہ ۹ھ میں آپؐ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو مکّے روانہ فرمایا تاکہ وہ مسلمانوں کو اسلامی طریقہ پر حج کرائیں اور سورۂ برائت کی وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں جو کافروں کے بارے میں خدا نے نازل فرمائی تھیں۔ آپؐ نے اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے واسطے اُن کے ساتھ کئے۔ پانچ اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے قربانی کے واسطے لیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد رسول اللہ صؐ کو خیال ہوا کہ یہ اہم اعلان خود آپؐ کے یا آپؐ کے کسی گھر والے کی زبان سے ہونا چاہیئے تاکہ عرب اس کو پختہ اور پکا سمجھیں، اس کے لیے آپؐ نے اپنے گھر والوں میں سے حضرت علیؓ کو چنا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ صرف یہ آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں۔ حضرت علی رضؓ فوراً روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر رضؓ سے جا ملے۔ حضرت علی رضؓ کے پہنچنے سے حضرت ابوبکر رضؓ نے سمجھا کہ شاید خدا نے میرے بارے میں کوئی حکم نازل فرمایا ہے۔ یہ سوچ کر وہ وہیں سے واپس حضورؐ کے پاس مدینے حاضر ہوئے اور آپؐ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں خدا نے کوئی حکم نازل فرمایا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا۔

"نہیں! لیکن یہ اعلان میرے یا میرے کسی گھر والے کے سوا کسی کو نہیں کرنا چاہیئے۔ ابوبکر! کیا تم اس سے خوش نہیں کہ غارِ ثور میں تم میرے ساتھی تھے اور حوضِ کوثر پر بھی تم میرے ساتھی ہو گے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے اور دوبارہ امیر کی حیثیت سے مکے روانہ ہو گئے۔ مکے پہنچ کر حضرت ابوبکر رضؓ نے مسلمانوں کو اسلامی طریقے سے حج کرایا اور حج کے خطبے پڑھے۔ مشرکوں نے اپنے پرانے دستور کے مطابق حج کیا۔ حضرت علی رضؓ نے صرف قربانی کے روز منیٰ میں "جمرہ عقبہ" کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ برائت کی آیتیں سنائیں اور اعلان کرا دیا گیا کہ:-

"اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہیں کرنے پائے گا اور نہ کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکے گا اور جس مشرک کا رسول اللہ صؐ سے کوئی معاہدہ ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے گا۔"

اس طرح یہ اعلان ہو گیا کہ اس پاک سرزمین پر اب کسی کافر کا ناپاک پیر نہ پڑنے پائے۔ ہاں جن مشرکوں کا رسول اللہ صؐ سے کوئی معاہدہ ہے اُس کو اُس وقت تک اجازت ہو گی جب تک کہ معاہدے کی مدت باقی ہو اور جن کا کوئی معاہدہ نہیں، اُن کو بقر عید ۹ھ کے دن سے چار مہینے کی مہلت ہے یا تو وہ اس مدت میں مسلمان ہو جائیں یا اس سرزمین سے نکل جائیں۔

(تاریخ الکامل، ابن جریر طبری، البدایہ والنہایہ)

۱۰ھ

سنہ ۱۰ھ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبائل عرب آ کر مسلمان ہوتے رہے اور اپنے قبیلوں میں واپس جا کر اسلام پھیلاتے رہے اس کے ساتھ ہی خود جناب

رسول اللہ ؐ بھی مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے صحابہؓ کو بھیجتے رہے۔ ربیع الثانی ۱۰ھ میں آپؐ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک دستہ کا سردار بنا کر نجران بھیجا۔ آپؐ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ پہلے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہاں ٹھہرنا اور انہیں اسلام کی تعلیم دینا۔ حضرت خالد رضؓ نے وہاں نجران پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کی۔ خدا کی رحمت سے سب لوگوں نے فوراً یہ دعوت قبول کی اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے وہاں ٹھہر کر لوگوں کو دین کی تعلیم دی۔ اور رسول اللہ ؐ کو یہ خوش خبری لکھ کر بھیجی۔ آپؐ نے جواب میں انہیں لکھا کہ ان کا ایک وفد لے کر مدینے آؤ۔ اس کے جواب میں حضرت خالد، بنی حارث کا ایک وفد لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے بنی حارث کو دیکھا تو پوچھا۔

"یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے لوگوں جیسے ہیں"

آپؐ سے بتلایا گیا کہ یہ بنی حارث ابن کعب ہیں۔ رسول اللہ نے قیسؓ ابن حصین کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ یہ لوگ کچھ عرصے ٹھہر کر شوال یا ذی قعدہ ۱۰ھ میں واپس گئے۔ پھر اس کے بعد اسی سال نجران[1] کے عیسائیوں کا ایک وفد حضورؐ کے پاس آیا۔ یہ لوگ حضور ؐ سے مباہلہ کرنے آئے تھے مگر پھر خود ہی خوف زدہ ہو گئے۔ حضور ؐ نے ان کو صلح نامہ لکھ کر دیا اور حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو ان کے ساتھ بھیجا۔

اسی طرح اس سال رسول اللہ ؐ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ اور حضرت معاذ ابن جبل رضؓ کو تبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔ اس کے بعد رمضان ۱۰ھ میں آپؐ نے حضرت خالد ابن ولید رضؓ کو یمن بھیجا کہ وہ وہاں قبیلہ ہمدان کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضرت خالد رضؓ نے وہاں جا کر بہت دن لوگوں کو تبلیغ کی مگر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو یمن روانہ فرمایا اور ہدایت کی کہ خالدؓ کو واپس بھیج دینا۔ حضرت علی رضؓ نے وہاں پہنچ کر یمن کے لوگوں کو حضور ؐ کا فرمان

---

[1] وفد نجران کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مجموعہ سیرت رسولؐ کے دسویں حصہ میں گزر چکا ہے۔ (رمزی)

پڑھ کر سُنایا۔ خدا کے فضل سے سارا قبیلہ ہمدان اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ جب حضورؐ کو یہ خوشخبری ملی تو آپؐ نے خداوند کریم کا شکر ادا فرمایا اور خوش ہو کر فرمایا کہ ہمدان پر سلامتی ہو۔ اسی سال رمضان ۱۰ھ میں قبیلہ غسان کے تین آدمیوں کا وفد حاضر ہُوا اور اسلام لایا۔ اسی سال رمضان ۱۰ھ میں غامد کا وفد آیا اور اسی سال شوال ۱۰ھ میں سَلامان کے سات آدمیوں کا وفد آیا اور مسلمان ہُوا، اس کے امیر حبیب سَلامانی تھے۔ اسی سال کِندہ کے ساٹھ سواروں کا وفد آیا۔ انہوں نے نہایت قیمتی ریشمی لباس پہن رکھے تھے۔ آپؐ نے پُوچھا کیا تم مُسلمان نہیں ہوئے؟ انہوں نے کہا بیشک ہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ ریشمی کپڑے کیوں؟ انہوں نے فوراً ہی وہ کپڑے اُتار کر پھاڑ دیئے۔

اسی سال بنی محارب کے دس آدمیوں کا وفد آیا اور مُسلمان ہُوا۔ ان میں ایک شخص خُزیمہ ابن سواء تھا۔ یہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ مکّے میں جب آپؐ قبیلوں کو تبلیغ کرنے کے لیے جایا کرتے تھے تو خُزیمہ آپؐ کو سب سے زیادہ بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ حضورؐ نے اس وقت اس کو پہچان لیا۔ خُزیمہ نے کہا میں آپؐ کے ساتھ سب سے زیادہ بدزبانی کیا کرتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایمان کی توفیق دی۔ آپؐ نے فرمایا۔

"یہ دل خدا کے ہاتھ میں ہیں۔"

اسی سال فروہ ابن مُسیک مُرادی قبیلہ مُراد کا ایک وفد لے کر آیا اور مسلمان ہُوئے۔ اسی سال بنی زُبید کا ایک وفد آیا جس میں عمرو ابن مَعدیکرب بھی تھا۔ یہ وفد مُسلمان ہو کر واپس بنی زُبید میں چلا گیا۔ اس سے پہلے حضورؐ نے فروہ ابن مُسیک کو قبیلہ مُراد اور زُبید وغیرہ کا امیر بنا دیا تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد عمرو[1] ابن معدی کرب مُرتد ہو گیا۔ اسی سال وفدِ ابُو القیس حاضر ہُوا اور مسلمان ہُوا۔ اسی سال وفد بنی حنیفہ

---

[1] سیرت حلبیہ (ج سوم ص۲۳۴) میں علامہ حلبی اور البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص۷۲ میں امام ابوالفدا لکھتے ہیں کہ عمرو ابن معدیکرب مُرتد ہونے کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم (رمزی)

حاضر ہُوا اور مُسلمان ہُوا۔ اس وفد میں مُسیلمہ ابن حبیب کذّاب بھی تھا۔ یہ مدینے سے واپس جاکر مُرتد ہوگیا اور اُس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ محمد رسول اللہ نے مجھے نبوّت میں شریک کر لیا ہے۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا کہ "یہ خط خدا کے رسول مُسیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام ہے۔ مَیں آپ کے ساتھ کام میں شریک کر دیا گیا ہوں۔ آدھی زمین (یعنی دولت اور حکومت) ہماری اور آدھی قریش کے لیے ہے مگر قریش کے لوگ انصاف نہیں کرتے۔"

مسیلمہ نے یہ خط دو قاصدوں کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ یہ دونوں قاصد بھی اس کم بخت پر ایمان لا چکے تھے۔ آپؐ نے ان قاصدوں سے فرمایا۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو مَیں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔"

پھر آپؐ نے مسیلمہ کے خط کا جواب لکھوایا۔

"محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمۂ کذاب (بہت جھوٹ بولنے والا) کے نام۔ اُس پر سلامتی ہو جس نے سچا راستہ اختیار کیا۔ یہ زمین اللہ تعالےٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے دے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔"

مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قتل ہُوا۔ یہ جھوٹا یمامہ کا رہنے والا تھا۔ اس کے علاوہ بعض دُوسرے لوگوں نے بھی حضور ﷺ کی زندگی میں ہی یہ جھوٹے دعوے کئے۔ ان میں ایک شخص اَسود عنسی نے یمن میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور ایک دُوسرے شخص طُلَیحہ نے قبیلۂ بنی اسد میں یہی دعوےٰ کیا۔ اَسود عَنسی حضور ﷺ کی زندگی ہی میں قتل کر دیا گیا تھا۔

اسی سال بنی عبس کا وفد حاضر ہُوا اور اسلام لایا۔ اس وفد میں تین آدمی تھے۔ اسی سال رَہاوییّن کا وفد آیا جو قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھی۔ اسی سال وفد صدف آیا۔ اسی سال بنی عامر کا وفد آیا۔ اس وفد کا سردار عامر ابن طفیل تھا اور اس کے ساتھ اَربد ابن قیس تھا۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سخت دُشمن تھے۔ لوگوں نے ایک دفعہ

عامر سے کہا کہ مسلمان ہو جا تو اُس نے کہا کہ کیا میں اس قریشی نوجوان کی پیروی اختیار کروں حالانکہ میں نے خود قسم کھا رکھی ہے کہ عربوں کو اپنا پیرو بناؤں گا۔

اس وقت بنی عامر کے وفد کے ساتھ یہ بھی آیا مگر اس کے دل میں کھوٹ تھا حضورؐ کے پاس پہنچنے سے پہلے اس نے اربد سے کہا کہ میں محمدؐ کو باتوں میں لگاؤں گا تم فوراً تلوار سے اُس پر حملہ کر دینا۔ جب یہ دونوں رسول اللہؐ کے پاس پہنچے تو عامر نے آپؐ سے کہا کہ محمدؐ! مجھے اپنا دوست بنالو! آپؐ نے فرمایا کہ نہیں! پہلے تو یہ گواہی دو کہ خدا ایک ہے۔ عامر بار بار یہی کہتا رہا اور سوچتا رہا کہ اب اربد حملہ کر دے مگر اربد چپکا بیٹھا رہا۔ عامر بہت دیر تک رسول اللہؐ سے اُلٹی سیدھی باتیں کرتا رہا۔ کبھی کہتا کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا مگر شہر کی حکومت مجھے دیدو اور دیہات کی تم رکھو۔ کبھی دھمکی دیتا کہ میں مدینے پر حملہ کر دوں گا۔ غرض وہ اسی طرح کی بکواس کر کے اُٹھ گیا۔

جب وہ چلا گیا تو حضورؐ نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! عامر ابن طُفیل سے مجھے نجات دے۔ عامر نے یہاں سے اُٹھ کر اربد کو بُرا بھلا کہا کہ تُو نے کچھ بھی نہ کیا۔ حالانکہ میں نے پہلے ہی تجھے سب سمجھا دیا تھا۔ اربد نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے جب بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا ایکدم میرے اور محمدؐ کے درمیان دُھندلی پھیل جاتی تھی اور مجھے صرف تُو ہی نظر آتا تھا ایسے میں کیا میں تجھ ہی پر حملہ کر دیتا۔

عامر اور اربد یہاں سے روانہ ہو گئے مگر حضورؐ کی دُعا قبول ہو چکی تھی۔ راستے میں ہی عامر کو طاعون (پلیگ) کی بیماری لگی اور وہ فوراً ختم ہو گیا۔ اب اربد اکیلا ہی بنی عامر میں پہنچا۔ لوگوں نے سفر کا حال پُوچھا تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم! وہ شخص یعنی رسول اللہؐ میرے سامنے ہو تو اُسے تیروں سے چھلنی کر دوں۔ اربد کو یہ جملہ کہے دو ہی دن گزرے تھے کہ اس پر بجلی گری اور وہ بھی جہنم میں پہنچ گیا۔

اسی سال آپؐ کے پاس قبیلہ طے کا وفد آیا اُس میں پندرہ آدمی تھے اور اُن کا سردار زید الخیل تھا۔ حضورؐ نے ان کو اسلام پیش کیا تو سب نے خوشی سے قبول کر لیا۔

حضورؐ نے زیدالخیل کا نام زیدالخیر رکھا اور اُن کی تعریف فرمائی۔ اسی سال قبیلہ اُزد کا وفد آیا اور مسلمان ہوا۔ اس میں پندرہ آدمی تھے اور صُراد ابن عبداللہ اس کے امیر تھے۔ اسی سال ابو عامر راہب بادشاہ ہرقل کے پاس مرا۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راہب کے بجائے فاسق کا خطاب دیا تھا۔

(ابن جریر، طبری، تاریخ الکامل، سیرت الحلبیہ، البدایۃ والنہایہ)

خدا نے اپنا دین مکمل کر دیا تھا۔ اسلام کو عروج اور ترقی حاصل ہو چکی تھی۔ ہر طرف رسول اللہؐ کے لائے ہوئے اس سچے دین کا بول بالا ہو گیا تھا اور لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج آکر مسلمان ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ دُور دُور تک کفر و شرک کا نشان مٹ چکا تھا اور خداوند تعالےٰ کی توحید کا پیغام گونج رہا تھا۔ اسلام کی تعلیم اور احکام رسول اللہؐ نے زبانِ مبارک سے بھی اور اپنے عمل سے بھی پورے فرما دیئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کو ۹ھ میں مکّے بھیج کر یہ اعلان بھی کرا دیا گیا تھا کہ اب اس پاک سرزمین پر کافروں کے قدم نہ پڑنے پائیں اس لیے کہ کفر کے دیئے بجھ چکے ہیں اور سچائی کا چراغ جل چکا ہے۔

اب وقت آچکا تھا کہ رسول اللہؐ خود حج کے لیے تشریف لے جائیں تاکہ خود حج کر کے لوگوں کو دکھلا دیں کہ حج کا ٹھیک اور اسلامی طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ رسول اللہؐ نے اس سال یعنی ۱۰ھ میں حج کا ارادہ فرمایا۔ ہر طرف اعلان ہو گیا کہ اس سال خدا کے نبی حج کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے لوگ ساتھ جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

آخر ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ھ سنیچر کے دن رسول اللہؐ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے اور نو دن بعد ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ اتوار کے دن مکّے میں داخل ہوئے۔

اس سفر میں آپؐ کے ساتھ تمام ازواج یعنی نو بیویاں اور صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ساتھ تھیں۔ حضرت علی رضؓ جو یمن گئے ہوئے تھے مکّے پہنچ کر شریک ہو گئے۔ یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا اور لوگوں کو تمام ارکان ادا فرما کر دکھلائے۔ عرفات اور منیٰ کے میدانوں میں آپؐ نے ایک بہت لمبا خطبہ پڑھا جس میں آپؐ نے پہلے خدا کی تعریف بیان کی اور پھر فرمایا۔

"لوگو! جو میں کہتا ہوں وہ سنو۔ شاید اس سال کے بعد اس جگہ پھر تم سے کبھی ملنا نہ ہو۔ لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے یہ مہینہ اور یہ دن حرام ہے۔ جاہلیت کی تمام باتیں میرے قدموں کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے تمام سود لغو اور غلط ہیں۔ تمہارے لیے صرف اصل مال ہے۔ سب سے پہلے میں عباس ابن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں اور جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں اور سب سے پہلے میں ربیعہ ابن حارث ابن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں جو بنی ہذیل پر ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے میاں بیوی کے حقوق بیان فرمائے اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں کے معاملے میں خدا تعالےٰ سے ڈریں اور ان کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔

آگے چل کر اسی خطبے میں آپؐ نے فرمایا۔

"لوگو! میری بات سنو اور سمجھو میں نے تمہیں احکام پہنچا دیئے ہیں۔ میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے انہیں مضبوط پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہیں خدا کی کتاب (قرآن) اور اس کے نبی کی سنّت۔ لوگو! ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

پھر آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں احکام پہنچا دیئے۔ لوگوں نے کہا خدا گواہ ہے کہ ہاں! آپؐ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہ۔

اس خطبے کے بعد حضرت بلال رضؓ نے ظہر کی اذان دی اور رسول اللہؐ نے

ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھیں۔ اسی دوران یہیں یعنی عرفات میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس وحی میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (آیت)

ترجمہ :۔ "آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا"۔

اس کے بعد دس ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ میں پہنچ کر قربانی کی اور اونٹ ذبح کئے۔ پھر آپ نے سر منڈایا اور بالِ مبارک صحابہ میں تقسیم فرمائے۔ اخیر میں آپ طواف الوداع کر کے ذی الحجہ کے اخیر میں واپس مدینے کو روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ نے غدیر خم کے مقام پر ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے پھر وفات کا زمانہ قریب آنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے سب کو حضرت علی رضؓ اور اپنے گھر والوں سے محبت رکھنے کی ہدایت بھی فرمائی۔ اخیر ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ میں آپ مدینے پہنچے اور چند دن بعد سنہ ۱۱ھ شروع ہو گیا۔

(ابن جریر طبری، سیرت الحلبیہ، البدایہ والنہایہ، تاریخ الکامل، شرح المواہب)

❖

وفات
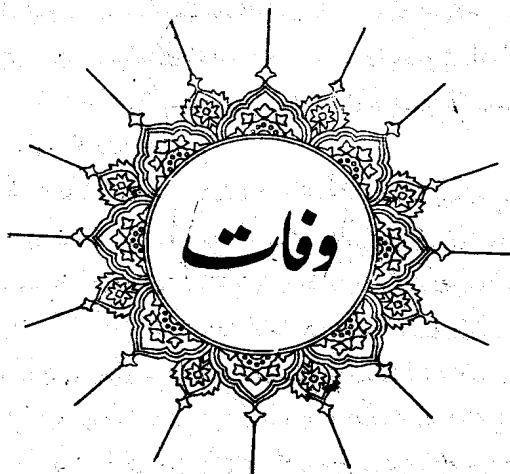
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۱۰ھ کے ختم ہونے سے چند دن پہلے مکے سے واپس مدینے تشریف لے آئے اور اس طرح آپؐ نے نبوت کے صرف تئیس سال میں سارے عرب کی کایا پلٹ دی۔ وہ عرب جو ساری دُنیا کی بُرائیوں اور گندگیوں کا مرکز تھا جہاں انسانوں کے بھیس میں جانور بستے تھے، جہاں کے لوگ سب سے زیادہ جاہل اور پس ماندہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ایک ایسا روشنی کا مینار جلایا جس کے نُور کی کرنوں نے ساری دُنیا کو جگمگا دیا۔

مکہ ساری دُنیا میں سب سے زیادہ مقدّس جگہ ہے اس لیے کہ وہاں خدا کا گھر ہے۔ وہ بیت اللہ ہے جس کو کافر اور مشرک بھی اپنا کعبہ سمجھتے تھے اور اس کا حج اور طواف کرتے تھے۔ مگر اسی مقدّس جگہ کو مشرکوں نے کفر اور دوسری گندگیوں کا اڈہ بنا ڈالا تھا۔ انہوں نے اُس گھر کو اس پاک مقام کو نمازوں اور خدا تعالےٰ کے ذکر سے آباد کرنے کے بجائے پتھر کی بے جان تصویروں سے آباد کر رکھا تھا۔ اُنہوں نے خُدا کے اس گھر کو جو دُنیا بھر کا مرکز ہے طرح طرح کی بدکاریوں اور گُناہوں سے سجایا تھا اور جب مرکز کا یہ حال تھا تو ساری دُنیا میں گناہوں اور اندھیروں کا پھیلنا ضروری تھا۔ چنانچہ ہر طرف گمراہی اور بدکاریوں کا چرچا تھا، دُنیا اندھیروں میں گم تھی اور ہر طرف شیطان کی حکومت تھی۔

مگر صبح کے آنے سے پہلے رات کا اندھیرہ بہت زیادہ گہرا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد سُورج کی روشنی پھُوٹتی ہے جو ذرا ہی دیر میں ساری دُنیا کو چکا چوند کر دیتی ہے۔ یہی حال رسول اللہؐ کے آنے سے پہلے دُنیا کا تھا۔ ہر طرف ظلم، جہالت اور گُناہوں کا راج تھا۔ اور لوگوں میں طرح طرح کی بُرائیاں رچ بس گئی تھیں کہ اچانک نُور کی ایک کرن پھُوٹی اور دُنیا کا سب سے بڑا انسان ان اندھیروں سے لڑتا ہُوا سامنے آیا جس کے ہاتھ میں

ایمان اور سچائی کی ایک قندیل روشن تھی۔

رسول اللہ ؐ نے ایسے لوگوں میں اپنا پیغام پہنچانا شروع کیا جو بھلائی اور سچائی سے بہت دور جا چکے تھے۔ آپؐ جانتے تھے کہ یہ لوگ بھلائی کی بات سُن کر ایکدم بھڑک اُٹھیں گے اور آپؐ کی جان تک کے لاگو ہو جائیں گے۔ مگر آپؐ کو اپنے خدا کے وعدے پر بھروسہ تھا کہ آپؐ ضرور کامیاب ہوں گے۔

اور پھر! ایک دن آپؐ ہر طرح کی مصیبتیں اور سختیاں جھیلنے کے لیے میدان میں آگئے۔ قریش کے مغرور اور سر پھرے لوگوں نے پہلے آپؐ کا مذاق اُڑایا، پھبتیاں کسیں اور پھر آپؐ کے جانی دُشمن بن گئے۔ انہوں نے آپؐ کو گالیاں دیں، آپؐ پر پتھر برسائے، آپؐ کے راستوں میں کانٹے بچھائے۔ مگر ان سب باتوں کے جواب میں آپؐ اُن سے ایک ہی بات کہتے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے محمدؐ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے کہ آپؐ یتیم ہو گئے۔ پھر بچپن میں ہی پیار کرنے والی ماں اور محبت کرنے والے دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اس بے کسی کے ساتھ آپؐ کی زندگی شروع ہوئی۔ مگر جب آپؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ گویا سارے عرب کے بادشاہ تھے۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے آپؐ کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور بڑے فخر کے ساتھ آپ کی اُمت میں شامل ہو چکے تھے۔ مگر اس سب کے ہوتے ہوئے بھی آپؐ کی زندگی بے حد سادہ اور غریب آدمیوں جیسی تھی۔ آپؐ کے کھانے میں اکثر جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ مگر یہ جَو کی روٹی بھی اکثر آپؐ کو دو، دو دن تک پیٹ بھر کر نہ ملی۔ اکثر آپؐ کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے کہ آپؐ گھر میں کھانا پکوا سکیں۔ بعض دفعہ مہینوں اور ہفتوں آپؐ کے گھر میں چُولھا نہیں جل سکا۔ صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ کیا۔ آپؐ نے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہیں کہا بلکہ جو موجود ہوتا اُسے کھا لیتے اور خدا کا شکر ادا فرماتے لیکن اگر پسند نہ ہوتا تو ہاتھ روک لیتے۔

دُنیا کے کاموں میں آپؐ نے اپنے آپ کو کبھی دُوسروں سے بڑھ کر نہیں سمجھا بلکہ دُوسروں کے ساتھ آپؐ خود بھی کام میں لگ جاتے تھے۔ مدینے میں جب مسجدِ نبویؐ بنائی جا رہی تھی تو آپؐ بھی عام آدمیوں کی طرح گارا مٹی ڈھو کر لا رہے تھے۔ اسی طرح غزوۂ احزاب میں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو آپؐ بھی سب کے ساتھ کھُدائی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔

اپنا کام آپؐ خود ہی اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، آپؐ اپنے جوتے خود ہی سی لیتے تھے۔ اسی طرح اپنی بکریوں کا دُودھ بھی خود ہی دوہ لیتے تھے۔ آپؐ کا بستر مُبارک ٹاٹ کا تھا جس کو دوہرا کر کے بچھا لیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت نے آپؐ کا معمولی بستر دیکھا تو اُسے بڑا خیال ہُوا کہ رسول اللہؐ اتنے معمولی بستر پر سوتے ہیں وہ فوراً اپنے گھر گئی اور حضورؐ کے لیے اس سے اچھا بچھونا لے کر آئی۔ جب آپؐ نے وہ بستر دیکھا تو حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک انصاری عورت آپؐ کے لیے لائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے واپس کر دو۔ خدا کی قسم! اگر مَیں چاہوں تو خدائے پاک میرے لیے سونے چاندی کے پہاڑ کھڑے کر دے۔

ایک مرتبہ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضؓ نے وہ ٹاٹ کا ٹکڑا جو آپؐ کا بستر تھا دوہرا کرنے کے بجائے چار تہیں کر کے بچھا دیا تاکہ آپؐ کو اس پر زیادہ آرام ملے۔ صُبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضؓ سے پُوچھا کہ میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ انہوں نے بتلایا کہ وہی ٹاٹ کا ٹکڑا بچھایا تھا مگر آج اُس کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ آپؐ کو زیادہ آرام ملے۔

آپؐ نے فرمایا۔

"اُسے ویسا ہی کر دو جیسا وہ تھا، آج اُس نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بے حد محبت اور مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جب کسی سے ملتے تو ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کرتے۔ صحابہ میں سے کوئی بھی بیمار ہوتا تو آپؐ طبیعت پُوچھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ آپؐ کبھی کسی کی

بات نہیں کاٹتے تھے بلکہ جب دُوسرے کی بات پُوری ہو جاتی تو آپ بولتے۔ اگر کسی کی کوئی بات آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ اس طرح اس کو منع نہیں کرتے تھے جس سے اُسے شرمندگی ہو۔ ایسے میں آپ ہمیشہ یہ فرماتے کہ "لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ایسا کہتے ہیں" آپ کبھی نام لے کر یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں آدمی کو کیا ہو گیا کہ ایسا کہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں تشریف لاتے اور لوگ کھڑے ہوتے تو آپؐ ان کو روک دیتے اور فرماتے۔

"اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں"

حضورؐ اپنے صحابہ کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ ان کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ کسی لقب اور پسندیدہ نام سے اُن کو پکارتے تھے۔ آپؐ اتنے عمدہ اخلاق کے مالک تھے کہ جو ایک دفعہ آپؐ سے مل لیتا تھا وہ آپؐ کا ہی دم بھرنے لگتا تھا۔ آپؐ فرماتے کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جسے غصّہ کے وقت اپنے اوپر قابو ہو۔ اپنی اُمّت کے لیے آپؐ کا فرمان ہے :۔

"تم میں سے سب سے زیادہ مجھے وہ پسند ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں"

آپؐ اپنے غلاموں اور باندیوں سے بھی اتنی محبت اور عزت کے ساتھ پیش آتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپؐ کے غلام نہیں رشتے دار ہیں۔ ایک مرتبہ آپؐ پانی پی رہے تھے۔ آپؐ کی باندی اُمِّ ایمن نے آپؐ کو پانی پیتے دیکھ کر کہدیا کہ مجھے بھی پلا دیجئے۔ حضرت عائشہ رضؓ وہاں موجود تھیں انہیں اُمِّ ایمن کی یہ بات ناگوار گزری کہ وہ رسول اللہؐ سے پانی پلانے کے لیے کہہ رہی ہیں۔ انھوں نے اُمِّ ایمن سے کہا۔

"کیا تو یہ بات خدا کے رسول سے کہہ رہی ہے؟"

اُمِّ ایمن نے رسول اللہؐ کو گودوں میں کھلایا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ آپؐ اُن کی کس قدر عزت کرتے ہیں۔ اس لیے اُنھوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا۔

"میں نے بھی اُن کی بہت خدمت کی ہے۔"

رسول اللہ صلعم نے یہ سُن کر فرمایا۔

"اُمِ ایمن تم نے سچ کہا۔"

اس کے بعد آپؐ اُمِ ایمن کے لیے پانی لائے اور انہیں پلایا۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ دس سال تک وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے اور آپؐ کی خدمت کی مگر آپؐ نے کبھی بھی نہ تو انہیں جھڑکا اور ڈانٹا اور نہ یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔

یہ تھے خدا کے آخری رسول جو دُنیا کے اندھیروں میں اُجالا بن کر آئے۔ جن کی پُوری زندگی بھلائیوں اور اچھائیوں سے بھری ہُوئی تھی جو اپنی ہر بات اور ہر کام میں ساری دُنیا کے لیے ایک خوب صُورت نمونہ تھے جو مصیبتوں میں صبر کرتے تھے اور آرام کے وقت خدا کا شکر کرتے تھے جو اپنوں اور غیروں سب کے دوست تھے، جو ہر ایک کی مصیبت میں کام آتے تھے جو بڑوں کی عزّت کرتے تھے اور چھوٹوں سے محبت کرتے تھے جن سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی، جو خود تکلیف اُٹھا کر دُوسروں کو آرام پہنچاتے تھے۔ جنہوں نے ساری دُنیا کو امن اور محبّت کا پیغام دیا۔ رسول اللہ صلعم انسان تھے مگر ایک مکمل اور بہترین انسان!

میدانِ جنگ میں آپؐ ایک ماہر کمانڈر اور سب سے زیادہ بہادر سپاہی تھے۔ آپؐ کے صحابہ میں بڑے سے بڑے دلیر اور جیالے لوگ تھے مگر وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے زیادہ بہادر کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضؓ جن کو خود حضورؐ نے "شیرِ خدا" فرمایا۔ جنہوں نے خیبر جیسا قلعہ ذرا دیر میں فتح کر دکھایا، وہی حضرت علی رضؓ کہتے ہیں کہ جب لڑائی کا زور بڑھ جاتا تھا تو ہم سب رسول اللہ صلعم کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے اور ایسی لڑائی کے وقت حضورؐ ہی دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہُوا کرتے تھے۔ غزوۂ حُنین کے دن جب بنی ہُوازِن نے اچانک مُسلمانوں پر حملہ کیا تو سارے مُسلمان ایک دم گھبرا کر بھاگ اُٹھے، اس وقت جو دُشمن کے سامنے ٹھہرا وہ رسول اللہ صلعم تھے۔ آپؐ ہزاروں مشرکوں کے سامنے

پہاڑ کی طرح جمے رہے اور بھاگنے والے مسلمانوں کو پکارتے رہے۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں کھڑے دیکھا تو ان کی ڈھارس بندھی اور وہ واپس آکر دشمن سے ٹکرائے۔

ایک مرتبہ مدینے میں اچانک کچھ ایسا شور اٹھا جیسے کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہو۔ لوگ ایکدم گھبرا گئے اور بدحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ اس کے بعد کچھ لوگ شور کی وجہ جاننے کے لیے چلے تو انہوں نے سامنے سے رسول اللہ ؐ کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ آپؐ نے لوگوں کو دیکھ کر انہیں تسلی دی اور فرمایا۔

"گھبراؤ مت۔ کوئی ڈر کی بات نہیں ہے"

ہوا یہ تھا کہ جیسے ہی شور کی آواز آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دم باہر تشریف لائے اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ہی اس طرف تشریف لے گئے جہاں سے شور کی آواز آرہی تھی۔

غزوۂ احد میں جس جگہ سب سے زیادہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ رسول اللہ ؐ وہاں موجود تھے، مشرکوں کا ہر شخص آپؐ کی جان کا دشمن تھا اور آپؐ پر حملے کر رہا تھا۔ اُدھر لڑائی کا نقشہ اچانک بدل جانے کی وجہ سے مسلمان کچھ ایسے بدحواس ہو گئے تھے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خبر نہ رہی کہ آپؐ کس جگہ ہیں۔ رسول اللہ ؐ پر اس وقت چاروں طرف سے زبردست حملے ہو رہے تھے اور آپؐ اس وقت اتنے زخمی ہو چکے تھے کہ آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے تھے۔ اُس وقت آپؐ کے پاس چند جانثاروں کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔ ایسے خطرناک وقت میں جب کہ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ رسول اللہ ؐ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ نہ آپؐ پر گھبراہٹ تھی اور نہ خوف بلکہ بہادری کے ساتھ آپؐ دشمن کے سامنے جمے رہے۔

رسول اللہ ؐ کے خادم حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو ایک سمندر کی طرح پایا۔ یعنی جیسے سمندر کی گہرائی ناپی نہیں جا سکتی اسی طرح آپؐ کی خوبیاں بھی گنائی نہیں جا سکتیں۔

ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کے اخیر دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ حج کرنے کے بعد واپس مدینے میں تشریف لے آئے۔ اس حج کو "حجۃ الوداع" کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس حج میں رسول اللہ ؐ نے کعبہ شریف کو اور مکّے کو آخری دفعہ دیکھا۔ اس حج کو "حجۃ البلاغ" بھی کہتے ہیں کہ اس حج میں آپؐ نے دین کی تبلیغ پوری فرمائی۔ بعض لوگوں نے اس حج کا نام "حج تمام" اور "حج اسلام" بھی رکھا ہے اس لیے کہ اس حج میں خدا تعالےٰ نے دین کو مکمل فرمادیا اور اپنی نعمت پوری فرمادی۔

مدینہ منورہ میں سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ ؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضؓ کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ ؐ پر صاحبزادے کے انتقال کا اتنا اثر تھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے برابر آنسو بہتے جاتے تھے اور آپؐ فرماتے تھے۔

"ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں"

جب سورۂ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی تو اسی وقت رسول اللہ ؐ سمجھ گئے تھے کہ اب وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ حجۃ الوداع میں آپؐ نے عرفات میں جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے صاف صاف فرمادیا تھا کہ مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو اس لیے کہ شاید اس سال کے بعد مجھے حج کا موقعہ نہ ملے۔ پھر اس حج میں خدا تعالےٰ نے وہ آخری آیتیں نازل فرمائیں جن کا مطلب ہے کہ آج میں نے تمہارا دین پورا کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اُوپر پوری کردی۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو بعض صحابہ بھی جیسے حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سمجھ گئے کہ اب رسول اللہ ؐ کا اپنے خدا کے پاس جانے کا وقت قریب آگیا ہے۔

محرم سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ نخع کا ایک وفد آیا۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ اس وفد میں دوسو آدمی تھے۔ یہ لوگ یمن میں ہی حضرت معاذ بن جبلؓ

کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ آخری وفد تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (تاریخ الکامل)

۴

شام کے عیسائی ہمیشہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا مذہب روز بہ روز پھیل رہا ہے اور ہر طرف سے لوگ آ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ خود عیسائی بھی اپنی خوشی سے مسلمان ہونے لگے۔ ان باتوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے حالانکہ وہ اپنی سازشوں میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ غزوہ موتہ میں انہیں مسلمانوں کی بہادری اور قوت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ حالانکہ اس غزوہ میں حضرت زید ابن حارثہ رضؓ، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضؓ اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضؓ تینوں شہید ہو گئے جن کے پاس اسلامی علم تھا۔ مگر عیسائی پھر بھی مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکے۔

اس کے بعد پھر عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف زبردست لشکر تیار کر کے بھیجا تو رسول اللہ ﷺ خود تیس ہزار صحابہ کا لشکر لے کر نکلے اور عیسائیوں کے ملک میں تبوک تک تشریف لے گئے مگر رومیوں کو مقابلہ کی ہمت نہیں ہوئی۔ اب پھر رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ رومی جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپؐ نے ان کی طاقت توڑنے کے لیے فوج بھیجنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے اس لشکر کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ابن زید ابن حارثہ کو بنایا۔

یہ حضرت اسامہؓ وہی تھے جن کے باپ حضرت زید رضؓ کو جنگِ موتہ میں عیسائیوں نے شہید کر دیا تھا۔ حضرت اسامہ رضؓ بہت کم عمر تھے مگر حضور ﷺ نے اُن کو لشکر کا سالار بنایا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجر صحابہ بھی تھے جیسے حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ۔ بعض لوگوں نے اس پر آپس میں اعتراض کرنا شروع کیا کہ ایک نوجوان لڑکے

کو بڑے بوڑھوں پر سردار بنا دیا گیا۔ جب آپؐ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:
"اسامہؓ یقیناً اس عہدہ کے لائق ہے"
پھر رسول اللہؐ کے حکم پر حضرت اسامہؓ لشکر کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور شہر سے تھوڑے سے فاصلہ پر جرف کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تاکہ لوگ تیاری پوری کرلیں۔
یہ آخری لشکر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا۔

(ابن سعد، زرقانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ چکے تھے کہ اب وفات کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ اسی لیے حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپؐ نے اپنے آخرت کے سفر کی تیاری شروع فرما دی تھی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کو جس کام کے لیے اس دنیا میں بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا تھا اور وقت آچکا تھا کہ آپؐ اپنے رب کے پاس واپس تشریف لے جائیں۔ اسی لیے اب رسول اللہؐ ہر وقت دعائیں پڑھتے، خدا کی حمد فرماتے اور استغفار پڑھتے رہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے آنے کے بعد محرم اور صفر کے پورے مہینے مدینے میں ہی گزارے۔ صفر کے آخر میں آپؐ نے لشکر اسامہ رضؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ ابھی لوگ جنگ پر جانے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ رسول اللہؐ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔

اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک روز آدھی رات میں رسول اللہؐ نے اپنے غلام ابو مویہبہ کو بلایا اور ان سے فرمایا۔
"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقیع والوں کے لیے مغفرت کی دعا کروں، اس لیے میرے ساتھ چلو"
بقیع اس جگہ کا نام ہے جہاں مسلمانوں کی قبریں تھیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ

ابو مویہبہ کو ساتھ لے کر بقیع میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے دُعائے مغفرت فرمائی اور اس کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ بقیع سے واپس تشریف لانے کے بعد آپؐ کے سر میں درد شروع ہوا۔ صبح کو آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کے ہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے سر میں سخت درد ہے اور وہ کہہ رہی ہیں کہ ہائے میرا سر! حضورؐ نے یہ سُن کر فرمایا۔

"بلکہ میں کہتا ہوں کہ آہ میرا سر!"

اس کے بعد آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا۔

"عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں تمہارے کفن دفن کا انتظام کروں گا اور تمہارے جنازہ کی نماز پڑھوں گا"

حضرت عائشہ رضؓ نے رسول اللہ صؐ کے اس مزاح پر ناز سے فرمایا۔

"آپؐ گویا میری موت چاہتے ہیں تا کہ اس کے بعد میرے ہی گھر میں اپنی بیویوں میں سے کسی دوسری کے ساتھ آپؐ آرام فرمائیں"

یہ سُن کر آپؐ مسکرائے اور اس طرح کچھ دیر کے لیے تکلیف کی طرف سے آپؐ کا دھیان ہٹ گیا۔

اس کے بعد آپؐ اسی تکلیف کی حالت میں باری باری اپنی ازواج کے یہاں جاتے رہے یہاں تک کہ چھٹے روز اچانک تکلیف بڑھ گئی۔ اس روز آپؐ حضرت میمونہ کے یہاں تھے۔ آپؐ نے اپنی سب ازواج کو بُلا کر ان سے اجازت لی کہ آپؐ بیماری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضؓ کے مکان میں رہیں اور وہیں آرام فرمائیں۔ ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دے دی تو آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کے مکان پر تشریف لے آئے۔ کمزوری کی وجہ سے آپؐ کو دائیں بائیں حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کے صاحبزادے حضرت فضل رضؓ نے سہارا دے رکھا تھا۔

رسول اللہ صؐ کی بیماری کی خبر ایک دم ہر طرف پھیل گئی سب مسلمان غم زدہ اور پریشان ہو گئے۔ آپؐ نے بیماری کی ہی حالت میں حضرت اُسامہ رضؓ کو فوج کا نشان (جھنڈا) بنا کر

عنایت فرمایا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ جانے کی وجہ سے حضرت اُسامہ رضؓ نے بھی اپنے لشکر کی روانگی کچھ دنوں کے لیے روک دی۔ حضورؐ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر رضؓ، حضرت عمر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت عثمان رضؓ اور حضرت عباس رضؓ جیسے بڑے بڑے مہاجر صحابہ شامل تھے۔ حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ آپؐ کی تیمارداری کے لیے واپس مدینے واپس آ گئے۔ حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ اُسامہ رضؓ سے اجازت لے کر آپؐ کے پاس آتے رہے۔ اسی تکلیف میں ایک روز حضورؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ کو بُلایا اور اُن سے آہستہ سے کچھ فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضؓ ایک دم رو پڑیں۔ اس کے بعد آپؐ نے پھر اُن سے کچھ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اُن سے پوچھا تو حضرت فاطمہ رضؓ نے اُن سے کہا کہ میں اپنے والد کا راز تم سے نہیں بتلاؤں گی۔ لیکن حضورؐ کی وفات کے بعد جب اُن سے حضرت عائشہ رضؓ نے پھر پوچھا تو حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا کہ ہاں اب بتلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ اس بیماری میں آپؐ کا انتقال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر دوسری مرتبہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ سب سے پہلے جو مجھ سے آ کر ملے گی وہ تو ہے تو میں ہنسنے لگی۔

جمعرات کے دن آپؐ کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اس وقت جو صحابہؓ وہاں موجود تھے آپؐ نے اُن سے فرمایا۔

"کاغذ قلم لے آؤ تمہارے واسطے وصیت نامہ لکھوا دوں تاکہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ"

اس پر صحابہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض صحابہ کی یہ رائے تھی کہ اس تکلیف کے وقت حضورؐ کو پریشان نہیں کرنا چاہیئے۔ کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ جو کچھ رسول اللہ ؐ چاہتے ہیں وہ لکھوا لینا چاہیئے۔ آخر جب اختلاف زیادہ ہُوا اور سب بولنے لگے تو آپؐ نے فرمایا۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، میں جس حال میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس کی

طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔"

حضور ص نے اسی تکلیف کی حالت میں صحابہ کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ اس کے بعد تکلیف میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے آرام فرمایا۔ ظہر کی نماز کے وقت آپ نے فرمایا کہ میرے اوپر پانی کی سات مشکیں ڈالو شاید اس سے کچھ سکون ہو اور لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ اسی وقت پانی منگایا گیا اور آپ پر سات مشکیں ڈالی گئیں۔ اس طرح نہانے سے آپ کو کافی سکون ہوا۔ اس کے بعد آپ حضرت علی رض اور حضرت عباس رض کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ ہے اس میں آپ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر غزوۂ احد کے شہیدوں کا ذکر کیا اور ان کے واسطے مغفرت کی دعا مانگی۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اے مہاجرو! تمہاری تعداد بڑھ رہی ہے اور انصاری اتنے ہی ہیں جتنے تھے وہ نہیں بڑھ رہے ہیں۔ ان انصاریوں نے مجھے ٹھکانہ دیا۔ ان میں جو نیک ہیں ان کے ساتھ نیکی کرنا اور جو کوئی غلطی کرے اُس کو معاف کر دینا۔"

پھر آپ نے فرمایا۔

"لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دُنیا کی نعمتوں کو لے لے اور چاہے تو آخرت کی۔ اس بندہ نے خدا کے ہاں کی نعمتوں کو پسند کر لیا ہے۔"

حضرت ابوبکر رض سمجھ گئے کہ حضور ص اپنے متعلق ہی فرما رہے ہیں اور وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔ یہ سنتے ہی رو پڑے اور کہنے لگے۔

"یا رسول اللہ ص! ہم اپنی جانوں کو اور اپنی اولاد کو اور اپنے مال کو آپ پر نثار کر دیں گے۔"

آپ نے فرمایا۔ ابوبکر ٹھہرو! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مسجد کی طرف لوگوں کے گھروں کے جتنے دروازے ہیں وہ بند کر دو صرف ابوبکر رض کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دو

اس لیے کہ میں اپنے ساتھیوں میں اُن سے زیادہ کسی کو افضل نہیں سمجھتا۔ سب سے زیادہ ابوبکر رض نے مجھ پر احسان کئے ہیں۔ اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر رض کو بناتا مگران سے اسلامی بھائی چارہ کا رشتہ ہے"۔

پھر فرمایا۔

"تم سے پہلے کی قوموں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا (یعنی اُن پر سجدے کرتے تھے) تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں"۔

بیماری کے زمانے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسجد میں آکر نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ وفات سے چار روز پہلے تک آپؐ نے نماز پڑھائی۔ جمعرات کے دن حضورؐ کی تکلیف اور کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی اور رات تک آپؐ میں چلنے کی طاقت نہیں رہی۔ عشاء کے وقت حضرت بلال رض نے اذان دی۔ مسجد میں لوگ نماز پڑھانے کے لیے رسول اللہ ؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ آپؐ کو بتلایا گیا کہ نہیں یارسول اللہؐ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے کئی دفعہ اُٹھنے کا ارادہ فرمایا مگر کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ تب آپؐ نے حضرت ابوبکر رض کے پاس کہلایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ابوبکر رض بہت نرم دل کے آدمی ہیں۔ جب وہ آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے"۔

اصل میں حضرت عائشہ رض نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ حضرت ابوبکر رض جب رسول اللہؐ کی جگہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو لوگ اس کو بدشگونی سمجھیں گے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کر کے فرمایا کہ ابوبکر رض ہی نماز پڑھائیں گے۔ آخر آپؐ کے حکم پر حضرت ابوبکر رض نے نماز پڑھائی۔

ہفتہ یا اتوار کے دن آپؐ کی تکلیف میں کمی ہو گئی اور طبیعت پہلے سے بہت اچھی

ہو گئی۔ آپؐ ظہر کی نماز کے وقت حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کو مسجد میں تشریف لاتے دیکھا تو اُنہوں نے نماز ہی میں پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تاکہ اب رسول اللہؐ امامت فرمائیں۔ مگر آپؐ نے ان کو اشارے سے روک دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کو حضرت ابوبکرؓ کے بائیں طرف بٹھا دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ باقی نماز اب آپؐ نے ہی پڑھائی۔ حضرت ابوبکرؓ زور سے تکبیر کہتے تھے جس سے دوسرے لوگ نماز ادا کرتے تھے۔ جمعرات کے روز آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ یہ وہ آخری نماز تھی جو آپؐ نے پوری پڑھائی اور آج یہ ظہر کی نماز آخری تھی جو آپؐ نے پوری نہیں پڑھائی۔

اسی دن یعنی ہفتے کے روز حضرت اُسامہؓ اور لشکر کے دُوسرے لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئے مزاج پُوچھے اور سفر کی اجازت لینے آئے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے جُرف کے مقام پر چلے گئے جہاں فوج کا پڑاؤ تھا رسول اللہؐ کی بیماری کی وجہ سے کسی کا بھی جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

اتوار کے دن اچانک پھر تکلیف بڑھ گئی اور مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی۔ حضرت اُسامہؓ کو معلوم ہُوا تو وہ فوراً رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے۔ آکر دیکھا تو تکلیف اتنی بڑھ گئی تھی کہ آپؐ بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت اُسامہؓ نے فوراً جھک کر پیشانی کو بوسہ دیا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور پھر انہیں حضرت اُسامہؓ کے اُوپر رکھ دیا۔ آپؐ اس وقت بول نہیں سکتے تھے مگر حضرت اسامہؓ سمجھ گئے کہ آپؐ اُن کے لیے دُعا فرما رہے ہیں۔ زیارت کرنے کے بعد وہ لشکر کے پڑاؤ میں چلے گئے۔ بیماری کو بڑھتا دیکھ کر صحابہ نے آپؐ کو دوا دینے کا ارادہ کیا۔ وہ سمجھے کہ یہ تکلیف ذات الجنب (پلورسی) پھیپھڑوں میں پانی آنا اور کھانسی اُٹھنا ہے۔ اُنہوں نے اسی کی دوا تیار کی اور آپؐ کو دے دی۔ رسول اللہؐ اس دوا کے لینے سے منع

فرما رہے تھے۔ مگر صحابہ یہ سمجھے کہ جیسے بیمار دوا پینا پسند نہیں کرتا اسی طرح آپؐ بھی انکار فرما رہے ہیں۔ جب آپؐ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو آپؐ نے فرمایا۔

"کیا میں نے تمہیں دوا پلانے سے منع نہیں کیا تھا؟"

پھر اس کی سزا میں آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت یہاں جتنے آدمی موجود ہیں ان سب کے منہ میں میرے سامنے یہ دوا ڈالی جائے سوائے عباس رضؓ کے اس لیے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے۔ آپؐ کے حکم پر اس مجلس کے سب صحابہؓ کو سوائے حضرت عباسؓ کے وہ دوا پینی پڑی۔ یہاں تک کہ حضرت میمونہ رضؓ روزہ سے تھیں مگر ان کے منہ میں بھی وہ دوا ڈالی گئی۔ اس واقعہ کو "واقعہ لدود" کہتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، زرقانی، سیرت حلبیہ)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (آیہ)

"جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپؐ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔"

بارہ ربیع الاوّل پیر کے روز صبح کے وقت آپؐ کی طبیعت پہلے سے اچھی تھی۔ صبح کی نماز کے وقت آپؐ نے حجرہ کا پردہ ہٹا کر مسجد میں دیکھا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپؐ مسکرائے اور خوشی کی وجہ سے آپؐ کا چہرۂ مبارک کچھ اور چمک اٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھ کر صحابہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اب نماز توڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضؓ امام تھے۔ حضورؐ کو دیکھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں تاکہ رسول اللہؐ تشریف لے آئیں۔ مگر آپؐ بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پوری کرنے کا اشارہ کیا اور پردہ ڈال دیا۔ یہ رسول اللہؐ کی آخری جھلک تھی جو صحابہؓ نے دیکھی۔ اس کے بعد آپؐ کی زندگی میں آپؐ کو دیکھنے کا موقعہ نہیں مل سکا۔

نماز کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً حجرہ شریف میں رسول اللہ صلعم کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ کو بہت سکون تھا اس لیے حضرت ابوبکر رضہ آپؐ سے اجازت لے کر شہر سے باہر اپنی دوسری بیوی کے یہاں چلے گئے اس لیے کہ یہ اُن کی باری کا دن تھا۔ حضرت علی رضہ آپؐ کے پاس سے باہر آئے تو لوگوں نے آپؐ کی خیریت پُوچھی۔ حضرت علی رضہ نے کہا۔ الحمدللہ! اب اچھے ہیں۔ یہ سُن کر لوگوں کو اطمینان ہو گیا اور وہ بھی اِدھر اُدھر چلے گئے۔

صحابہ رسول اللہ صلعم کی خیریت معلوم کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر یہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد آپؐ پر نزع کی کیفیت شروع ہو گئی۔ آپؐ حضرت عائشہ رضہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ تکلیف اور کمزوری برابر بڑھتی جا رہی تھی اور صحت کے آثار کم ہوتے جا رہے تھے۔ آپؐ کے پاس اس وقت پانی سے بھرا ہُوا ایک پیالہ رکھا ہُوا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں تکلیف سے بے تاب ہو کر آپ پیالہ کے پانی میں ہاتھ ڈبوتے اور اس کو چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

اسی وقت حضرت عائشہ رضہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن حجرہ میں داخل ہُوئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ رسول اللہ صلعم نے مسواک کی طرف اس طرح دیکھا جس سے حضرت عائشہ رضہ سمجھ گئیں کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے آپؐ سے پُوچھا۔

"یا رسول اللہ! کیا مَیں آپؐ کے لیے مسواک لے لوں؟"

آپؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ "ہاں!" پھر حضور صلعم کے اشارہ پر حضرت عائشہ رضہ نے اس کو چبا کر نرم کر دیا اور آپؐ کو دے دی۔ حضور صلعم نے مسواک کی۔ نزع کے دوران آپؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ آ رہے تھے۔

"اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بیشک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔"

اس کے بعد آپؐ نے چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (یعنی اے اللہ! مَیں "رفیق اعلیٰ" میں جانا چاہتا ہوں) یعنی وہ جگہ جو نبیوں اور رسولوں کی ہے۔

اس کے ساتھ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور پاک روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی اور ہاتھ نیچے ڈھلک گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(البدایہ والنہایہ، تاریخ محمد ابن جریر، سیرت حلبیہ)

جیسے ہی یہ خبر پھیلی تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے قیامت آگئی۔ ہر شخص بدحواس اور حیران تھا۔ حضرت عثمان رضہ پر سکتے کی سی کیفیت ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے روتے بے حال ہوتے جارہے تھے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے۔ ازواج مطہرات غم سے نڈھال ہورہی تھیں، ہر مسلمان رنج وغم سے تڑپ رہا تھا۔ حضرت عمر رضہ کا حال سب سے ہی الگ تھا۔ انہوں نے یہ خبر سنی تو یقین نہیں کیا بلکہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے۔

"بعض منافق یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ خدا کی قسم! آپؐ ہرگز نہیں مرے بلکہ آپؐ اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام گئے تھے۔ خدا کی قسم! آپؐ ضرور واپس آئیں گے اور ان لوگوں کو سزا دیں گے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فوراً ہی یہ وحشت ناک خبر ملی وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوکر مسجدِ نبویؐ میں آئے۔ یہاں حضرت عمر رضہ ننگی تلوار لیے لوگوں کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت ابوبکر رضہ چپ چاپ سیدھے حضور صہ کے حجرۂ مبارک پر پہنچے اور اجازت لے کر اندر گئے۔ یہاں تمام ازواج نعشِ مبارک کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے اپنے منہ ڈھانک لیے۔ حضرت ابوبکر رضہ نے رسول اللہ صہ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپؐ پاک ہی زندہ رہے اور پاک ہی مرے۔

یہ وہی موت ہے جو خداوند کریم نے آپؐ کے لیے لکھی تھی وہ آچکی اب اس کے بعد آپؐ کو پھر کبھی موت نہیں آئے گی"۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے چہرۂ مبارک پھر ڈھانپ دیا اور باہر آگئے۔ یہاں وہ حضرت عمرؓ کے جملے سن چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو چُپ کرنا چاہا مگر حضرت عمرؓ خاموش نہیں ہوئے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ اُن کے پاس سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اشارہ کیا۔ سب لوگ فوراً حضرت عمرؓ کے پاس سے ہٹ کر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے خدا کی حمد بیان کی اور پھر فرمایا۔

"جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ خدا تعالےٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا"۔

اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ:۔ اور نہیں ہیں محمدؐ مگر اللہ تعالےٰ کے ایک رسول جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہو جائیں تو کیا تم دینِ اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص دینِ اسلام سے واپس ہوگا تو وہ اللہ تعالےٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ تعالےٰ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی کئی آیتیں پڑھیں جن میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ سوائے خدا کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک بہت لمبا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو سمجھایا اور خدا سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کی۔

حضرت ابوبکر رضہ کی زبان سے قرآن پاک کی یہ آیتیں سُن کر حضرت عمر رضہ اور دُوسرے لوگوں کی حیرت ٹوٹی۔ حضرت عمر رضہ کو ایسا لگا جیسے انہوں نے یہ آیتیں آج پہلی بار سنی ہوں۔ اب انہوں نے رسول اللہ م کی وفات پر یقین کیا اور انا للہ پڑھی۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضہ کے صبر سے اور اُن کے سمجھانے سے لوگوں کو زبردست قوت ملی اور انہیں ایسا لگا جیسے اُن کے سامنے سے پردے ہٹ گئے ہوں۔

اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ دیر بعد یہ خبر ملی کہ انصاری مسلمان حضرت سعد ابن عبادہ رضہ کے مکان پر جمع ہو رہے ہیں اور مہاجروں سے مشورہ کے بغیر ہی خلافت کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں۔ جس جگہ یہ انصاری جمع تھے وہ حضرت سعدؓ ابن عبادہ کے مکان پر ایک چبوترہ تھا جس پر ایک سائبان پڑا ہوا تھا اس کو "ثقیفہ بنی ساعدہ" کہتے تھے۔ حضرت سعد ابن عبادہؓ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ یہ مدینے کا سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ ان میں اس وقت یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ دو خلیفہ بنا لیے جائیں۔ ایک انصاریوں میں سے ہو اور ایک مہاجروں میں سے ہو۔ جب یہ خبر مسجدِ نبویؐ میں پہنچی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضہ دوسرے مہاجروں کے ساتھ فوراً وہاں گئے کیونکہ حضور م کی وفات کے بعد اسلام پر یہ سب سے زیادہ نازک وقت تھا۔ اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑنے پائے ورنہ اسلام کو سخت نقصان پہنچ سکتا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو سمجھایا اور انصاریوں اور مہاجروں کے الگ الگ فضائل بیان کئے۔ پھر خلافت کے متعلق رسول اللہ م کی حدیثیں پڑھ کر سنائیں۔ آخر بہت سمجھانے بجھانے پر یہ مسئلہ نمٹا اور طے ہوا کہ رسول اللہ م کے خلیفہ کو مہاجروں میں سے ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت عمر رضہ اور حضرت ابوعبیدہ رضہ کو خلافت کے لیے پیش کیا مگر ان دونوں بزرگوں نے انکار کیا اور فوراً خود حضرت ابوبکر رضہ سے خلافت اور بیعت لینے کے لیے کہا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضہ نے ہی حضرت ابوبکر رضہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت ابوبکر رضہ نے بہت انکار کیا مگر سب کے اصرار

پر وہی خلیفہ رسول چُنے گئے اور مُسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس کے بعد مُسلمان رسول اللہ ﷺ کو دفن کرنے کے متعلق مشورہ کرنے لگے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ نبی کی روح جس جگہ نکلتی ہے اُس کو وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ طے ہوگیا کہ آپ ﷺ کو اس حجرہ میں دفن کیا جائیگا۔ اس کے بعد نعش مبارک وہاں سے ہٹا کر لحد کی قبر کھودی گئی۔ حضرت علی رضؓ اور حضرت اُسامہ رضؓ وغیرہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا۔ حضرت اُسامہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے غلام شُقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی رضؓ غسل دے رہے تھے۔ وفات کے وقت آپ ﷺ نے جو قمیص پہن رکھا تھا آپ ﷺ کو اُس سمیت ہی نہلایا گیا۔ بعد میں جب تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تو وہ قمیص اُتار لیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ تیار کر کے حجرہ میں عوام کے لیے رکھ دیا گیا۔ صحابہؓ کے گروہ کے گروہ آنے لگے۔ وہ اندر جا کر آپ ﷺ پر نماز اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے اور پھر اپنے محبوب کی آخری زیارت کر کے روتے اور آنسو بہاتے ہوئے واپس آجاتے۔ مردوں کے بعد عورتوں نے اسی طرح نماز پڑھی اور پھر بچوں نے پڑھی۔ آخر منگل کا دن گزار کر یہ سلسلہ نمٹا اور اسی وقت آپ ﷺ کو حجرۂ عائشہ رضؓ میں دفن کر دیا گیا۔

اس طرح خدا کے حبیب، دُنیا کے سب سے بڑے، سب سے مقدس سب سے عظیم اور سب سے پاک انسان پیغمبر آخرالزمان، فخر بنی آدمؑ، رحمتِ عالم محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین) ترسیٹھ سال کی عمر میں اس دُنیا سے رُخصت ہوئے اور اپنے پروردگار کے پاس سب سے اعلٰے جنّت میں پہنچ گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(سیرت حلبیہ، البدایہ والنہایہ، زرقانی)

❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارزاں اور خوب صورت ، اہم اسلامی موضوعات پر

ادارۂ اسلامیات لاہور

کی

مستند دینی مطبوعات

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت	قیمت
الاتقان فی علوم القرآن اُردو	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	عکسی مجلد عمدہ	
اصلاح المسلمین	حکیم الامت حضرت تھانویؒ	آفسٹ پیپر اعلیٰ جلد	
انتخاب بخاری شریف (ترجمہ و مکمل تشریح)	عربی: حضرت علامہ ابن ابی جمرہؒ ترجمہ و تشریح: مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	۱۱۵۰ سے زائد صفحات، عکسی طباعت سفید کاغذ بارڈوان دار	جلد اول جلد دوم کامل
اکابر علمائے دیوبند ۱۸ اکابر کا جامع تذکرہ	مولانا محمد اکبر شاہ بخاری	عکسی مجلد عمدہ	
اصولِ تصوف	حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ	عکسی سفید کرم کارڈ	
اسلام اور نظامِ جاگیرداری و زمینداری	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	عکسی سفید کرم کارڈ	
اسلامی تہذیب و تمدن (یعنی التشبہ فی الاسلام کامل)	مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند	عکسی طباعت بڑا سائز سفید کاغذ، مجلد عمدہ	
الفوز الکبیر اُردو	اصول تفسیر پر مشہور کتاب کا ترجمہ	عکسی کرم کارڈ	
اصول الشاشی اُردو	اصول فقہ کی مشہور کتاب کا ترجمہ	″	

اسلام اور ہندو مت (یعنی انتصار الاسلام مع تشریح)	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند	عکسی طباعت سفید کاغذ گلیز بکس بورڈ کی جلد
اسلامی قانونِ وراثت و وصیت (مفید الوارثین)	مولانا سید اصغر حسینؒ محدث دارالعلوم دیوبند	صحیح ترین ایڈیشن کا فوٹو سفید کاغذ عمدہ جلد
اسلام اور مستشرقین	مولانا سلمان ندوی صاحب	عکسی کرومو کارڈ
اکمال الشیم (ترجمہ و تشریح) (یعنی عطر تصوف)	ترجمہ: مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تشریح: مولانا محمد عبداللہ گنگوہیؒ	جدید عکسی ایڈیشن سائز ۱۸×۲۲/۸ سفید کاغذ مجلد ڈائی دار
آفتاب نبوت	مولانا قاری محمد طیب صاحب	جدید عکسی ایڈیشن مجلد ٹائیٹل
العلم والحلماء	علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ	عکسی سفید کاغذ، مجلد عمدہ
اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی	〃 〃 〃
اسلام کا اخلاقی نظام	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 بکس بورڈ کی جلد
اسلام میں مشورہ کی اہمیت	مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ	〃 〃 〃
اسلام کے بنیادی عقائد	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	〃 〃 〃
اعجاز القرآن	〃 〃 〃	〃 〃 〃
العقل والنقل	〃 〃 〃	〃 〃 〃
آداب النبی (صلعم)	مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	عکسی سفید کاغذ کروڈ کارڈ
اکابر کا سلوک و احسان	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب	〃 اعلیٰ کاغذ 〃
ازدواجی زندگی کے شرعی احکام	مولانا محمد اقبال قریشی	〃 سفید کاغذ 〃
اسرائیلیات کتاب و سنت کی روشنی میں	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃
انسانیت کا امتیاز	〃 〃 〃	〃 〃 〃
اصول دعوت اسلام	〃 〃 〃	〃 〃 〃
اجتہاد اور تقلید	〃 〃 〃	〃 〃 〃
اذان اور اقامت	حضرت میاں اصغر حسینؒ	〃 〃 〃

اسلامی آداب	مولانا عاشق الٰہی صاحب	عکسی سفید کاغذ مع ٹائیٹل	
اوقاف القرآن	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	عکسی، سفید کاغذ	
احکامِ حج (انگریزی)	حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ	سفید کاغذ، بکس بورڈ کی جلد	
آئینہ اسلام (انگریزی)	مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	" " "	
ایصالِ ثواب اور اسکے احکام و مسائل	مولانا اشرف علی تھانویؒ	عکسی سفید کاغذ "	
اصلی گھر مع مراقبۂ موت	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	عکسی آفسٹ پیپر اعلیٰ دو رنگا طباعت	
اصلی گھر مع مراقبۂ موت	" " "	جیبی ایڈیشن	
بہجۃ القلوب	مولانا محمد زکریا صاحب	عکسی آفسٹ پیپر کروموکارڈ	
بدعت کیا ہے؟ (چار اہم مقالات کا عمدہ مجموعہ)	مولانا بدر عالم، عامر عثمانیؒ	سائز ۱۸×۲۲/۸ عکسی طباعت	
	ماہر القادری صاحب، مولانا شبیر احمد	سفید کاغذ، عمدہ مجلد	
بریلوی فتنہ کا نیا روپ	"زلزلہ" کا مدلل جواب	عکسی سفید کاغذ ایوری کارڈ	
بزمِ اشرف کے چراغ	پروفیسر احمد سعید ایم-اے	عکسی اعلیٰ کاغذ مجلد	
بیاضُ الاولیاء (عملیات)	شبیر حسن چشتی نظامی	عکسی کروموکارڈ	
پردہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	عکسی سفید کاغذ، بکس بورڈ	
پچاس قصے	مولانا عاشق الٰہی صاحب	" " "	
تیسیر المبتدی (فارسی)	مولانا محمد عبداللہ گنگوہیؒ	" "	
تصوف کیا ہے؟	مولانا محمد منظور نعمانی	" " کروموکارڈ	
تجلیاتِ مدینہ	مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ	عکسی گلیز، بکس بورڈ	
جہاد (فضائل و مسائل)	مولانا محمد شفیع صاحبؒ	" "	
جہاد (فضائل)	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	"	
حیوٰۃ المسلمین (عربی اردو)	حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ	عکسی آفسٹ مجلد عمدہ	
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط	پروفیسر خورشید احمد فارق	عکسی سفید کاغذ، مجلد	
حضرت عمر فاروقؓ کے سرکاری خطوط	" " " "	" " "	

حضرت عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط	پروفیسر خورشید احمد فارق	عکسی سفید کاغذ مجلد	
حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات	پروفیسر خلیق احمد نظامی	〃 〃 〃	
حیاتِ شیخ الہندؒ	حضرت سید میاں اصغر حسین	عکسی گلیز کاغذ مجلد	
حیاتِ خضر (علیہ السلام)	〃 〃 〃	عکسی سفید کاغذ، بکس بورڈ	
حیاتِ عیسیٰ (علیہ السلام)	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	〃 〃 کرومو کارڈ	
حدیثِ رسولؐ کا قرآنی معیار	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 〃	
حیات القلوب (فارسی)	مخدوم شیر محمد سندھیؒ	سفید کاغذ مجلد ڈسٹ کور	
خیر الافادات یعنی مجموعہ ملفوظات حضرت تھانویؒ	از مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری	سفید کاغذ کرومو کارڈ	
خوابِ شیریں	مولانا سید اصغر حسینؒ	عکسی سفید 〃	
ختمِ نبوت	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	〃 〃 〃	
خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم)	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 〃	
دینی مسائل (سوال وجواب)	مولانا سید میاں اصغر حسینؒ	عکسی سفید کاغذ کرومو کارڈ	
دار العلوم دیوبند کے ۱۱۰ سال	۱۱۰ سالہ رپورٹ	〃 〃 ایوری کارڈ	
دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت	مفتی عبد الشکور ترمذی	〃 〃 بکس بورڈ	
دیوبند سے بریلی تک	مولانا ابو الاوصاف رومی	〃 〃 کرومو کارڈ	
دستِ غیب (مع دیگر دو رسائل)	حضرت میاں اصغر حسین	〃 〃 بکس بورڈ	
ذکر واعتکاف کی اہمیت	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	〃 〃 کرومو کارڈ	
ذکرِ الٰہی (جل جلالہٗ)	مولانا مسیح اللہ خان شروانی مدظلہم	〃 گلیز 〃	
ذکر النبیؐ	〃 〃 〃	〃 〃 〃	
رقی احمدیہ (وظائف وعملیات)	مولانا احمد حسن سنبھلی	〃 〃 〃	
رسائل ثلاثہ	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	〃 〃 بکس بورڈ	
روایات الطیب	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 〃	

روضۃ الاحباب (عربی)	مفتی عاشق الٰہی صاحب	عکسی ، کرومو کارڈ
سیرت پاک ﷺ (آسان زبان میں)	مولانا محمد اسلم قاسمی	عکسی، سفید، مجلد اعلیٰ
سیرت الصدیق رضؓ	مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی	〃 〃 بکس بورڈ
سلعۃ القربۃ اردو ترجمہ شرح نخبۃ الفکر	اصول حدیث کی مشہور کتاب	〃 〃 کرومو کارڈ
سبیل الرشاد	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح	〃 〃 〃
سوانح مولانا روم	حضرت میاں اصغر حسین رح	〃 〃 〃
سال بھر کے مسنون اعمال	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح	〃 〃 〃
سلاسل طیبہ	حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح	〃 〃 〃
سجدہ سہو کے مسائل	مفتی حبیب الرحمٰن صاحب	〃 〃 〃
سیرت رسول اکرم ﷺ کامل ۲ جلد	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح	عکسی طباعت اعلیٰ جلد
شریعت اور طریقت } مولانا تھانوی رح کے تمام خلفاء کی اسنادیں	از حضرت مولانا تھانوی رح ترتیب مولانا محمد دین چشتی صاحب	جدید ایڈیشن، عکسی طباعت سائز ۲۲×۱۸/۸ عمدہ جلد
شیخ ابن عربی کا مسلک	حکیم الامت حضرت تھانوی رح	سفید کاغذ مجلد
شہید کربلا اور یزید	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	عکسی، سفید کاغذ کرومو کارڈ
شہید اعظم رض	ابو الکلام آزاد	〃 〃 〃
شرعی پردہ	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 ایوری کارڈ
شہادت کائنات	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح	〃 سفید بمع ٹائٹیل
شب برات	〃 〃 〃	〃 〃 〃
شان رسالت ﷺ	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 بکس بورڈ
صقالۃ القلوب	مولانا محمد زکریا صاحب	〃 گلیز کرومو کارڈ
عطر تصوف یعنی } اکمال الشیم	ترجمہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری تشریح مولانا عبد اللہ گنگوہی	جدید ایڈیشن عکسی عمدہ مجلد ڈائی دار
عقائد اسلام	مولانا محمد طاہر قاسمی	عکسی، سفید گلیز بکس بورڈ

علم غیب	مولانا قاری محمد طیب صاحب	عکسی سفید گلیز، بکس بورڈ
عالمِ برزخ	" " "	" " کرومو کارڈ
غوثِ اعظمؒ	مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ	" " "
فہمِ قرآن	مولانا احمد سعید اکبر آبادی	عکسی آفسٹ مجلد اعلیٰ
فلسفۂ نماز	حضرت قاری محمد طیب صاحب	عکسی سفید، کرومو کارڈ
فلسفۂ نعمت و مصیبت	" " "	" " عمدہ جلد
" " "	" " "	" " بکس بورڈ
فطری حکومت	" " "	لیتھو طباعت رف کاغذ
فتوح الغیب اردو	از شیخ عبدالقادر جیلانی	عکسی، سفید، کرومو کارڈ
فضائل استغفار	مولانا اشرف علی تھانویؒ	" " ٹائیٹل رنگین
فتاویٰ میلاد مع طریقہ میلاد شریف	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	" " بکس بورڈ
فضائل تجارت	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	" " "
قبلہ نما	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	" " "
قواعد النحو	عربی نحو کے قواعد آسان زبان میں	لیتھو رف "
قرآنی دعائیں	مولانا حنیف یزدانی	عکسی، کرومو کارڈ
کیفیات (مجموعۂ کلام)	مولانا زکی کیفی مرحوم کی دل گداز نعتیں، فکر انگیز غزلیں، پُر اثر نظمیں	آفسٹ پیپر پر مثالی سہ رنگا طباعت، نفیس کتابت
کلمۂ طیبہ مع کلمات طیبات	حضرت قاری محمد طیب صاحب	عکسی سفید، بکس بورڈ دائی ہا جلد
گنجینۂ اسرار (عملیات و وظائف)	حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ	" " "
گاؤں میں جمعہ کے احکام	حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ	" " "
معلم الحجاج	مفتی سعید احمد صاحب	عکسی گلیز، کرومو کارڈ
محبوب العارفین	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	عکسی، آفسٹ پیپر
مکتوبات نبویؐ	مولانا سید محبوب رضوی صاحب	عکسی، سفید، عمدہ جلد

کتاب	مصنف / مرتب	کیفیت	
مفتی اعظم پاکستان اکابر و معاصرین کی نظر میں	ترتیب و پیش کش مولانا محمد اکبر شاہ بخاری	سفید کاغذ، عکسی طباعت بکس بورڈ کی رنگین جلد	
مسئلہ تقدیر	مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس، قاری محمد طیب	عکسی، سفید، بکس بورڈ	
مقالات طیبہ	مولانا قاری محمد طیب صاحب	〃 〃 کرومو کارڈ	
معجزہ کیا ہے؟	〃 〃	〃 〃	
مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ	مولانا مناظر احسن گیلانی	عکسی، گلیز کرومو کارڈ	
مبادیات فقہ	مفتی محمد اسماعیل صاحب	عکسی، سفید، بکس بورڈ	
مکتوبات امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	〃 〃 〃	
ملفوظات امام مالکؒ، امام احمد بن حنبل	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	عکسی، سفید، مع ٹائیٹل	
مفید الوارثین (اسلامی قانون وراثت)	حضرت سید میاں اصغر حسینؒ	جدید ایڈیشن، عکسی مجلد عمدہ	
مسلمانوں کا عروج و زوال	مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایم اے	عکسی، سفید، مجلد ڈائی دار	
معارف گنگوہی	مولانا اقبال قریشی	〃 〃 بکس بورڈ	
نصاب فارسی (مجموعہ رسائل)	حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب	عکسی، سفید کاغذ	زیر طبع
نصیحت نامہ	حضرت میاں سید اصغر حسین صاحبؒ	〃 〃 بکس بورڈ	
نماز اور اس کے مسائل مترجم اردو	مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	〃 〃 کرومو کارڈ	
نماز اور اسکے مسائل انگریزی	〃 〃	سفید کاغذ، بکس بورڈ	
وجوب اعفاء اللحیۃ عربی	مولانا محمد زکریا کاندھلوی	عکسی، سفید، کرومو کارڈ	
وصیت نامہ	مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	برائے تقسیم، کتابی سائز	
ہر مسلمان کو رات دن کس طرح رہنا چاہیئے	حکیم الامت حضرت تھانویؒ	چارٹ برائے تقسیم	